بصائر السنة

جلد دوم

تصنیف لطیف

مولانا سید محمد امین الحق طوروی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تعلیق

ڈاکٹر أبو سلمان سراج الإسلام حنیف

دار القرآن والسنۃ
طورو • مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (**Upload**) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (**Download**) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بصائر السنۃ

جلد دوم

تصنیف لطیف

مولانا سید محمد امین الحق طوروی دیوبندی

تحقیق و تعلیق

ڈاکٹر أبو سلمان سراج الإسلام حنیف

www.kitabosunnat.com

دار القرآن والسنۃ

طورو ٥ مردان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوقِ اشاعت وترجمہ محفوظ ہیں۔

نام کتاب: بَصَائِرُ السُّنَّةِ

تالیف: مولانا سید محمد امین الحق صاحب

فاضل دارالعلوم دیوبند، خطیب جامع مسجد شیخوپورہ

تعلیق وتحقیق: ڈاکٹر ابوسلمان سراج الاسلام حنیف

آنرز اِن عریبک، فاضل علومِ دینیہ، پی ایچ ڈی [علوم اسلامیہ]

اشاعت اول: ۱۳۷۶ھ = ۱۹۵۷م

اشاعت دوم: ۱۴۲۹ھ = ۲۰۰۸م

جس میں مسٹر پرویز کے اس اِدّعاء کی تردید ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور شاہ ولی اللہؒ منکرین حدیث تھے۔ اجتہاد اور اجتہاد کی قسموں اور ان پچھ مسائل پر جن کی احادیث کو رئیس احمد صاحب جعفری نے غیر تشریعی احادیث بتلایا ہے اور ڈاکٹر برق صاحب اور اُن کے بابا رتن، خبر متواتر کا اِفادہ علم بدیہی اور صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیثوں کی یقینی صحت، صحت حدیث کی عظیم شہادت اور عجمی سازش کے افسانہ، تالیف بخاریؒ کے وقت حدیث کی کتابوں کے وجود، صحیح حدیث کی تعریف اور اس کی قسموں پر مفصل کلام ہے اور حدیث میں مباشرت کی مراد اور قرآن میں آیت رجم پر پوری بحث ہے۔ نسخ کا معنیٰ اس کی دلیل، مثالیں اور نسخ کے بارے میں مسٹر پرویز کا فریب ظاہر کیا گیا ہے۔ تفسیر بالرأی پر کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیلی بحث اور اہم اعتراضات پر عالمانہ اور شارحانہ تبصرہ ہے۔

دار القرآن والسنّة

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

المكتبة الرحمانية
۹۹ ... ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
18654

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال النبی ﷺ:

نَضَّرَاللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَاوَ حَفِظَھَا وَبَلَّغَھَا.

[سنن ترمذی' کتاب العلم[۴۲] باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع[۷] حدیث: ۲۶۵۸]

''اللہ اُس شخص کوتر وتازہ [خوش] رکھے' جس نے میری حدیث سنی' اُسے یاد کیا' اُس کی حفاظت کی اور اُسے [دوسروں کوبغیر کسی کمی بیشی کے] پہنچایا۔''

یا اللہ! میری دعاء ہے کہ:

- ہمیں اور ہماری اہل وعیال کو اس حدیث کا مصداق بنادے۔
- ہمیں ہمت دے کہ ہم رسول اکرم' نور مجسم' محبوب اعظم' سرور عالم ﷺ کی صحیح احادیث اور سنن کی اشاعت کریں۔
- ہمیں توفیق اور وسائل دے کہ ہم موضوع احادیث کو صحیح احادیث سے الگ کریں۔
- ہمیں سنن وَاحادیث کی پیروی کرنے کا حوصلہ عطا فرما۔ اَللّٰھُمَّ آمین.

ڈاکٹر أبو سلمان سراج الإسلام حنیف
تغمّدہ اللہ برحمتہ ورضوانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرس مضامین جلد دوم

- تین بڑے منکرین حدیث	۸
- مسٹر پرویز کا الزام	۱۴
- امام ابوحنیفہؒ کی فقہ	۱۵
- امام ابوحنیفہؒ کا معمول	۱۹
- امام ابوحنیفہؒ کی اصابت فکر	۲۱
- امام ابوحنیفہؒ کا مسلک	۲۸
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل	۲۹
- امام ابوحنیفہؒ کا مجتہدانہ ذوق	۳۵
- قیاس یا رائے	۳۹
- استحسان کی تعریف اور اس کی مثالیں	۴۱
- اجتہاد کی تعریف اور اس کی قسمیں	۴۵
- اجتہاد کا عقلی امکان	۴۸
- اجتہاد اور تقلید	۴۹
- اجتہاد کی ایک قسم	۵۱
- اجتہاد کی دوسری قسم	۵۳
- بعض متنورین کی ہوس	۵۸
- خاص قسم کا اجتہاد ختم ہوا ہے	۶۰
- شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۶۶
- وقتی احکام کی مثالیں	۷۶
- غلط فہمی	۷۸
- رمل	۷۹
- دوسرا مسئلہ: سلب	۸۱
- تیسرا مسئلہ: امہات الاولاد کو بیچنا	۸۶
- سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت	۸۸
- مثال	۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- چوتھا مسئلہ: طلاق کا	۹۴
- عہد نبوت میں تین طلاق	۹۵
- پانچواں مسئلہ: جزیہ کی مقدار	۱۰۰
- چھٹا مسئلہ: شراب کی حد	۱۰۱
- ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق	۱۰۴
- بابا رتن	۱۰۶
- ڈاکٹر صاحب کا دعویٰ	۱۰۹
- خبر متواتر کا افادہ علم بدیہی ہے	۱۱۰
- صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث یقینی صحیح ہیں	۱۱۳
- متواتر حدیث کی چند مثالیں	۱۲۱
- حدیث کا علم کیسے ہوتا ہے	۱۲۷
- روایت حدیث کی پہلی لڑی	۱۳۰
- روایت حدیث کی دوسری لڑی	۱۳۱
- روایت حدیث کی تیسری لڑی	۱۳۳
- صحت حدیث کی عظیم الشان شہادت	۱۳۶
- ہمام بن منبہ	۱۴۴
- عجمی سازش کا افسانہ	۱۴۷
- مؤطا امام مالک ؒ	۱۵۶
- سازش کا ثبوت	۱۵۸
- ابوبکر شافعی کون ہے؟	۱۶۰
- ارباب حدیث مقصد حیات	۱۶۱
- وضاعین اور جعلی کتابوں کی فہرست	۱۶۵
- حدیث کی صحیح کتابیں	۱۷۰
- ڈاکٹر برق صاحب کی غلط بیانی	۱۷۳
- تالیف بخاری کے وقت حدیث کی کتابیں	۱۸۰
- صحیح حدیث کی تعریف اور حدیث کی قسمیں	۱۸۴
- حیض کے ایام میں حدیث نے جماع کو منع فرمایا ہے	۱۸۹
- حدیث میں مباشرت کی مراد	۱۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- قطعی اور کلیہ قاعدہ	۲۰۲
- دوسرا قطعی ضابطہ	۲۰۳
- قرآن میں ردّ و بدل	۲۰۴
- مؤطا امام مالکؒ کی روایت	۲۰۷
- رجم کی آیت قرآن میں لکھی ہوئی نہیں تھی	۲۱۱
- رجم کی آیت قرآن میں نہیں تھی	۲۱۳
- قرآن مجید میں رجم کی آیت	۲۱۹
- استدلال کا دوسرا طریقہ	۲۲۴
- قرآن مجید کا بیان	۲۲۸
- مسٹر پرویز کیا کہتے ہیں؟	۲۳۴
- نسخ	۲۴۲
- نسخ کا معنی	۲۴۷
- نسخ کی دلیل	۲۵۲
- نسخ اور مسٹر پرویز	۲۵۵
- قرآن مجید کی آیت میں لفظی معنی کی تحریف	۲۶۰
- قرآن مجید میں کتنی آیات منسوخ ہیں؟	۲۷۶
- تفسیر بالرائے	۲۸۱
- سوال	۲۹۴
- مثال	۳۰۲
- يُطِيقُوْنَهٗ کا معنی	۳۰۷
- منسوخ التلاوۃ آیات	۳۱۴
- نقد و تبصرہ	۳۱۷
- ضروری گزارش	۳۴۰
- الكلمةُ الأخيرةُ	۳۴۲
علمی فہارس	۳۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بصائر السنہ کا پہلا حصہ لکھتے وقت میرا خیال تھا کہ میں ان تمام مباحث کو اس میں ختم کرلوں گا مگر مضامین گرہ در گرہ کھلتے رہے اور طبیعت نے چاہا کہ کوئی بحث بھی تشنہ تکمیل نہ رہے اس لیے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور اس دوسرے حصہ میں دو چیزیں خصوصیت کے ساتھ میرے زیرِ نظر ہیں ایک یہ کہ مسٹر پرویز نے طلوع اسلام میں جلی عنوان سے لکھا ہے:

"تین بڑے منکرین حدیث: ابوحنیفہ، شاہ ولی اللہ (۱) اور علامہ اقبال (۲)"

امام ابوحنیفہ اور شاہ ولی اللہ امت مسلمہ میں جس درجہ بلند اور معروف شخصیت کے مالک ہیں وہ محتاج تعارف نہیں ہے اور مسٹر پرویز کا یہ دعویٰ از خود نہیں ہے بلکہ اس تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ڈاکٹر محمد اقبال کی کسی تقریر کا اقتباس ہے چونکہ ڈاکٹر صاحب کی تقریر یا تحریر کی انگریزی زبان کو میں نہیں جانتا اور اس کا ترجمہ اردو میں امروز اسلامی جمہوریہ ایڈیشن ۱۹۵۶ میں پیغام حق رسالہ سے شائع کیا گیا ہے مگر وہ ایسا چھپا ہے کہ اس سے استفادہ کرنا میرے لیے مشکل تھا اور مجھے یہ بھی خیال ہو رہا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب محمد اقبال کی اصل تحریر کا صحیح آئینہ دار نہیں ہے اس لیے طلوع اسلام میں پرویز صاحب نے جو کچھ اس کا اختصار لکھا ہے اسی کو بجنسہ نقل کرتا ہوں اور دوسری چیز جس کو اس حصہ کا اہم جزو بنانا چاہتا ہوں وہ ڈاکٹر برق صاحب کی وہ تحریر ہے جس کو رسالہ چٹان نے مورخہ ۹ جنوری ۱۹۵۶ میں شائع کیا ہے اور اس میں ڈاکٹر برق صاحب نے حدیث کے بارے میں اپنے موقف کی نشاندہی کرتے

(۱) ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم، عمری، حنفی، نقش بندی، محدث دہلوی۔ ۱۱۱۴ھ = ۱۷۰۳ء کو سونی پت میں پیدا ہوئے، چودہ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ سولہ سال کے تھے کہ درس و تدریس کی اجازت مل گئی۔ ہند میں تفسیر و حدیث کو مشتہر کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ دہلی میں ۱۱۷۶ھ کو ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [نزہۃ الخواطر ۶: ۴۱۰، تذکرہ علمائے ہند: ۵۴۲]

(۲) علامہ شیخ محمد اقبال بن شیخ نور محمد، تین ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ = ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں سپرو گوت کے کشمیری گھرانے میں پیدا ہوئے، اُن کے ابتدائی استاذ مولانا میر حسن تھے۔ ۱۸۹۹ء میں ایم اے کیا۔ جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ آپ عظیم فلسفی شاعر اور اعلیٰ پائے کے وکیل تھے۔ [اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود ۱: ۲۴۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے لکھا ہے کہ جن حدیثوں سے فسق و فجور پھیلتا ہے اور جن حدیثوں سے رسول اللہ ﷺ اور ازواج مطہرات پر اتہام ثابت ہوتا ہے اور جن حدیثوں سے قرآن شریف میں تحریف ثابت ہوتی ہے' ڈاکٹر صاحب کو صرف ان حدیثوں کی صحت سے انکار ہے اور چونکہ اس قسم کی حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں اس لیے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی صحت کا انکار کرنا کوئی مشکل نہیں رہا اور ڈاکٹر برق صاحب کی اس تحریر میں کوئی ایسی زائد بات نہیں تھی جو ''دو اسلام'' میں نہیں ہے اس لیے میں برق صاحب کی کتاب ''دو اسلام'' سے حوالہ جات نقل کروں گا۔ میں نے حجیت حدیث کے خلاف ان صاحبوں کے اَوہام اور اِعتراضات کو جہاں تک پڑھا ہے' مجھے وہ ان کی پیداوار ثابت نہیں ہوتے بلکہ وہ عیسائی مصنفین اور ان سے متاثر لوگوں کے پرانے اور فرسودہ شبہات ہیں۔ مصر اور ریاض کے علماء نے ان کی رد میں کامیاب مقالے اور رسالے شائع کیے ہیں مگر ان صاحبوں کو یہ خیال ہوگا کہ علوم نبوت کے خلاف اعتراض کرنے اور پروپیگنڈہ کرنے میں اپنے استادوں کے دوش بدوش کھڑا ہونا ان کے لیے ضروری ہے اس لیے وہ بھی میدان میں آگے آگئے' ورنہ سلف اور خلف میں علماء کی تحریروں سے ان کے لیے استفادہ کرنا ناممکن نہیں تھا۔

طلوع اسلام کا مضمون: تین بڑے بڑے منکرین حدیث

امام ابوحنیفہ' شاہ ولی اللہ اور علامہ اقبال

علامہ اقبال نے خطبات کی تشکیل جدید میں اپنے چھٹے خطبہ کا عنوان رکھا ہے ''اسلامی نظام میں اصولی حرکت'' اس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ اسلام ایک تحریک ہے اور تحریک کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی خاص زمان و مکان کے ساتھ مخصوص اور کسی چاردیواری میں محدود ہو کر نہ رہ جائے' اس باب میں انہوں نے لکھا ہے کہ اسلامی مملکت کے لیے غیر متبدل سرچشمہ قرآن میں ہے اور احادیث سے مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانہ کے لیے ان اصولوں کی تفصیل کس طرح مرتب فرمائی' چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ احادیث کی دو قسمیں ہیں۔

''ایک وہ جن کی حیثیت قانونی ہے۔ دوسری وہ جو قانونی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اول الذکر کے بارے میں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک ان رسوم و رواج پر مشتمل ہیں جو اسلام سے پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرب میں رائج تھے اور جن میں سے بعض کو رسول اللہ ﷺ نے علیٰ حالہ قائم رکھا اور بعض میں ترمیم فرما دی۔ آج یہ مشکل ہے کہ ان چیزوں کو پورے طور پر معلوم کیا جا سکے کیونکہ ہمارے متقدمین نے اپنی تصانیف میں زمانہ قبل از اسلام کے رسوم ورواج کا زیادہ ذکر نہیں کیا نہ ہی یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ جن رسوم ورواج کو رسول اللہ ﷺ نے علیٰ حالہ قائم رکھا خواہ ان کے لیے واضح طور پر حکم دیا ہو یا ویسے ہی ان کا استصواب فرمایا ہو انہیں ہمیشہ کے لیے نافذ العمل رکھنا مقصود تھا۔

اس موضوع پر شاہ ولی اللہ نے بڑی بحث کی ہے' میں اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ پیغمبرانہ طریق تعلیم یہ ہوتا ہے کہ رسول کے احکام ان لوگوں کی عادات واطوار ورسوم کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے ہیں جو اس کے اولین مخاطب ہوتے ہیں۔ پیغمبر کی تعلیم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ عالمگیر اصول عطا کردے لیکن نہ تو مختلف قوموں کے لیے مختلف اصول دیے جا سکتے ہیں اور نہ انہیں کسی اصول دیے بغیر چھوڑا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مسلک زندگی کے لیے جس قسم کے اصول چاہیں وضع کر لیں' لہٰذا پیغمبر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص قوم تیار کرتا ہے اور انہیں ایک عالمگیر شریعت کے لیے بطور خمیر استعمال کرتا ہے' اس مقصد کے لیے وہ ان اصول پر زور دیتا ہے جو تمام نوع انسانی کی معاشرتی زندگی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں لیکن ان اصول کا نفاذ اس قوم کی عادات وخصائل کی روشنی میں کرتا ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتی ہے اور چونکہ ان احکام کی ادائیگی بجائے خویش مقصود بالذات نہیں ہوتی اس لیے ان آنے والی نسلوں پر من وعن نافذ نہیں کیا جا سکتا' غالباً یہی وجہ تھی کہ امام ابوحنیفہ نے جو اسلام کی عالمگیریت کی خاص بصیرت رکھتے تھے اپنی فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا انہوں نے تدوین فقہ میں استحسان کا اصول وضع کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ قانون وضع کرتے وقت اپنے زمانہ کے تقاضوں کو سامنے رکھنا چاہیے' اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے فقہ کا مدار احادیث پر نہیں رکھا' میں ان حالات کی روشنی میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ان احادیث کے متعلق جن کی حیثیت قانونی ہے امام ابوحنیفہ کا یہ طرز عمل بالکل معتدل اور مناسب تھا اور اگر آج کوئی وسیع النظر مقنن یہ کہتا ہے کہ احادیث ہمارے لیے من وعن شریعت کے احکام نہیں بن سکتیں تو اس کا یہ طرزِ عمل امام ابوحنیفہ کے طرزِ عمل کے ہم آہنگ ہوگا جن کا شمار فقہ اسلامی کے بلند ترین مقننین میں ہوتا ہے۔''

[خطباتِ اقبال: ۱۶۳-۱۶۴]

طلوع اسلام اسی مسلک کی دعوت دینے کے جرم میں منکرین حدیث ہیں فلہٰذا مرتد قرار دیا جا رہا ہے' اب آپ خود ہی دیکھ لیجئے کہ اس معاملہ میں کتنے بڑے بڑے منکرین حدیث اس کے ساتھ شامل ہیں۔ [طلوع اسلام نومبر ۱۹۵۲]

جن احباب نے ڈاکٹر صاحب محمد اقبال کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ مذکورہ خطبات ان کے سامنے ہیں' ان کو صحیح اندازہ ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ایسا ہی لکھا ہے جیسا کہ طلوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یا ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں قطع و برید اور اپنی خواہش کے مطابق بنانے کے لیے دخل و تصرف سے کام لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب محمد اقبال کی نیک شہرت اور اسلام کے ثقہ ترجمان کی حیثیت مسلمانوں کو مسلّم ہے مگر مجھے یقین نہیں آتا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی احادیث و سنن' امام ابوحنیفہ اور شاہ ولی اللہ کے حکیمانہ زکات کے بارے میں ڈاکٹر صاحب محمد اقبال کا نظریہ اور معلومات یہ ہیں جو طلوعِ اسلام نے بیان کیے۔

پیغمبر اسلام ﷺ صرف قرآن شریف کے مبلغ اور داعی نہ تھے بلکہ مقنن کی حیثیت لے کر تشریف لائے تھے مگر پیغمبرانہ قانون سازی میں نبوت کی شان اور مقام سے ہٹ کر آپ ﷺ نے ذاتی رائے اور تجسس سے کبھی کام نہیں لیا' بلکہ دین کا تمام نظام سراسر اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کی اِراءَ ت [بتلانے اور سمجھانے] پر قائم کیا ہے:

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰكَ اللّٰهُ. [سورۃ النساء۴:۱۰۵]

''تاکہ آپ لوگوں میں اُس [رائے کے مطابق] انصاف کریں جو اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائیں۔''

پیغمبر اسلام علیہ الصلوات والسلام پیغامات الٰہیہ کی تبلیغ پر مامور ہوتے ہیں اور ان کا فرض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسالت اور پیغام رسانی کا پورا پورا حق ادا کردے۔

يٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ.

[سورۃ المائدۃ۵:۶۷]

''اے رسول! جو ارشادات آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی ہیں' سب لوگوں کو پہنچاؤ اور اگر ایسا نہیں کیا تو آپ اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے۔''

پیغام رسانی کے امر کے ساتھ حق سبحانہ نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے پیغام کے معانی کھول کر واضح بیان کرنے پر توجہ دلائی ہے۔

وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ. [سورۃ النحل۱۶:۴۴]

''اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں' وہ اُن کے سامنے کھول کر بیان کریں۔''

رسول اللہ ﷺ پیغمبرانہ حیثیت میں کتاب کے الفاظ کی تبلیغ اور کتاب کے معانی اور مقاصد کی تفسیر اور تفصیل کرنے پر حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قوم کی رسم و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رواج پر اس لیے التفات اور توجہ نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مامور نہیں فرمایا تھا اور آپ ﷺ کی نبوت کا منصب بھی نہیں تھا، اگرچہ نبی ﷺ کو قوم کی عادات واطوار کا علم ہوتا ہے۔ مگر وہ شریعت اور قانون سازی میں قوم کی رسم ورواج اور عادات وخصائل کو دخل نہیں دیتے، اس لیے وہ اس بے جا تکلف اور بے معنی سردردی سے بچتے ہیں اور قوم کو بار بار کے اصرار اور تکرار میں نبی ﷺ نے تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنے تمام اَقوال اور اَفعال میں صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کا اتباع اور پیروی کرتے ہیں۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ. [سورۃ الانعام ۶:۵۰]

''میں صرف وحی پر چلتا ہوں۔''

نبی اَکرم ﷺ نے اپنی قوم میں پرزور اور مؤکد الفاظ میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ قانونی معاملات میں رائے عامہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ تمام قانون سازی کی تفصیلات نبی ﷺ کی ذمہ داری ہے اور اس کے سپرد ہے۔ رسول ﷺ کی عصمت اور اس کی حفاظت ضامن ہے کہ اس کے فیصلوں اور دیے ہوئے قانون میں خواہشات کو دخل نہیں ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ. [سورۃ ہود ۱۱:۱۱۲]

''[اے پیغمبر] جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہو۔''

اگر رائے عامہ یا عوام کے نمائندوں کو قانون سازی میں دخل دیا گیا تو نظامِ مذہب کی طرح نظامِ عالم بھی درہم برہم ہو جائے گا۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ.

[سورۃ الحجرات ۴۹:۷]

''اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ۔''

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ. [سورۃ المؤمنون ۲۳:۷۱]

''اور اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرے تو آسمان اور زمین کا نظام بگڑ جائے۔''

وحی کے سوا تمام خواہشات ہیں اور خواہشات کا اِتّباع مذہب اور عالم کے نظام میں مخل ہے اس لیے بھی نبی اکرم ﷺ قوم کی عادات واطوار پر پیغمبرانہ نگاہ نہیں ڈالتے کہ وہ ان کے علم اور اصلاح کے پروگرام میں بے کار ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرام ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی دعوت لے کر تشریف لائے اور قوم سے اس کی اتباع اور پیروی کا مطالبہ کیا:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ.

[سورۃ الانعام ۶:۱۵۳]

"اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی [قرآن] ہے تو تم اسی پر چلنا اور اَور راستوں پر نہ چلنا کہ [اُن پر چل کر] اُس [اللہ] کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔"

اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ. [سورۃ الاعراف ۷:۲]

"[لوگو!] جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اُس کی پیروی کرو اور اُس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو۔"

ان آیات نے قوم کو قطعاً اس سے مایوس کر دیا ہے کہ پیغمبرانہ نظام میں کسی وقت اور کسی حال میں قوم کی خواہش اور عادات و اطوار کو موقعہ دیا جائے گا اور ان سے کہا گیا کہ قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحی ہی آئین ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری شے ایسی نہیں ہے کہ قوم اس کی اِتباع کرے اور قوم کو یہ سمجھا دیا گیا کہ جس امر کے خلاف وحیِ الٰہی نہ آئے اس میں رسول اکرم ﷺ کا امر اور اُن کی رائے کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھنا چاہیے اس لیے بھی نبی ﷺ قانون اور شریعت کی تجویز میں ملک اور قوم کے معاشی اور غیر معاشی رسوم اور عادات کو نگاہ میں نہیں لاتے کہ اُن کے پاس وحی اور نبوت کا دستور ہے اور اس میں وحی کے سوا کسی دوسری شے کے لیے گنجایش نہیں ہے۔ قرآن مجید نے نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری اور قوم کا فرض متعین فرمایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیغام رسانی کریں اور قوم کا فرض یہ ہے کہ آپ ﷺ کے امر کی تعمیل کرے اور اس کے حکم کی خلاف ورزی سے باز رہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ.

[سورۃ النور ۲۴:۵۴]

"فرما دیجیے کہ اللہ کی فرمان برداری کرو اور رسول کی فرمان برداری کرو پس اگر منہ موڑو گے تو اُس پر [اُس چیز کا ادا کرنا] ہے جو اُن کے ذمہ ہے اور تم پر [اُس چیز کا ادا کرنا] ہے جو تمہارے ذمہ ہے۔"

قرآن مجید کے نظام میں قوم کے رسم و رواج اور عادات و اطوار کی تحقیق اور تحدی نبی اکرم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کی ذمہ داری اور قوم کے فرائض سے خارج ہے اس لیے بھی نبی اکرم ﷺ نے آئینی نظام میں وحی کے سوا کسی دوسری شے کو داخل نہیں کیا ہے' کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ناروا رسم ورواج کو مٹانے کے لیے آتے ہیں اور جن احادیث کی حیثیت قانونی ہے ان کے متعلق یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہمیشہ کے لیے کی ان کا نافذ العمل رکھنا مقصود تھا یا نہیں اس لیے کہ احادیث نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے حقوق اور احکام ہیں اور آپ ﷺ اور آپ کی نبوت میں یہ اختلاف اور تفریق کرنا کہ نبوت تو باقی ہے مگر نبوّت کے حقوق اور احکام عمل کے میدان میں بند کر دیے گئے ہیں' سراسر لغو ہے۔ اگر نبی ﷺ کی احادیث پر عمل کرنے کا دور گزر گیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی نبوت کا زمانہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی نبوت تا قیامت قائم ہے -اور یقیناً قائم ہے- تو آپ ﷺ کی احادیث کو ہمیشہ کے لیے نافذ العمل رکھنا ہی مقصود ہے۔ مطلعِ عرب سے جو آفتابِ نبوت طلوع ہوا ہے اس کی روشنی اور رفتار سے حق تعالیٰ کو دنیا کی رہنمائی منظور ہے۔ آسمان کائنات کے سورج کا تیز روشنی دینے والا نور اگر گرہن لگے بغیر دھیما نہیں ہوتا تو آسمانِ ہدایت کے آفتابِ محمدی ﷺ کی روشنی کے بارے میں یہ بحث کہ احادیث نبویہ ہمیشہ کے لیے نافذ العمل نہیں ہیں' ظاہر کرتی ہے کہ آفتاب نبوت کے چراغ روشن سے اجالا نہیں پھیلتا مگر قرآن مجید یہ خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مؤمنوں کو اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لاتی ہے لیکن وہ اجالا رسول اکرم ﷺ کے روشن چراغ سے پھیلتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.

[سورۃ الاحزاب ۳۳: ۴۵'۴۶]

''اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا' خوش خبری سنانے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے' اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔''

قرآن مجید رسول اکرم ﷺ کو سراج منیر فرما کر بتلاتا ہے کہ نبوت اور ہدایت کے آفتاب آپ ہی ہیں اور جہاں کہیں ہدایت کی روشنی نظر آتی ہے تو وہ اس سراج منیر کی روشنی کا پھیلاؤ ہے اور اس سراج منیر کی روشنی احادیث اور علومِ نبوت ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے قلوب روشن اور محبت الٰہی سے معمور ہوتے ہیں۔ اگر طلوع اسلام احادیث نبوت کی ہدایت اور احکام کو عہد نبوت تک محدود رکھنا چاہتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آفتاب نبوت وہدایت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی کی رہنمائی سے دنیا کو محروم کر دیا جائے۔

اگر کسی صاحب کو یہ ثابت ہو کہ ڈاکٹر صاحب محمد اقبال کے خطبہ میں یہ معنیٰ اور مقصد نہیں جو طلوع اسلام نے لکھا ہے تو ہمیں اس سے خوشی ہے۔ میں اس تحریر میں مسٹر پرویز کے زعم اور تحریر کے مناسب کلام کروں گا اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب غلام جیلانی برق کی نکتہ شناسیوں کا ذکر کروں گا۔ ڈاکٹر صاحب غلام جیلانی کے علم و دیانت کا کچھ تذکرہ پہلے حصہ میں ہو چکا ہے اس حصہ میں بعض دیگر باتوں کا ذکر کروں گا۔

مسٹر پرویز کا الزام

مسٹر پرویز کے سینے میں حدیث کے مخالفانہ عزائم اور جذبات موج زن رہتے ہیں اس لیے اس کے سوا آپ سے اور کوئی توقع نہیں ہے کہ اسلامی فقہ کے مقنن اوّل، فقہاء و محدثین کے امام، عقل و نقل کے جامع امام ابوحنیفہ اور ہندوستان کے کثیر العلم، عظیم الفہم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اتباع سنت میں شبانہ روز کی بے پناہ خدمات جلیلہ کے دامن کو انکارِ حدیث کے سیاہ داغ سے دھبہ لگائے۔ نوع انسانی کی معاشرتی زندگی میں اگر زمانہ کے مصالح اور تقاضوں کی رعایت ضروری اور فقہ حنفی کے اصول ہیں اور کسی خاص معاشرت کے متعلقہ حدیث پر فقہ حنفی میں اصرار نہیں تو بے شک فقہ حنفی اس کی تائید کرتی ہے اس لیے کہ انسانی ضرورتوں اور دین حنیف کی سہولتوں کو فقہ حنفی نے پیش نظر رکھا ہے مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ امام ابوحنیفہ نے فقہ حنفی کی تدوینی بنیاد سے حدیث نبوی کی پیغمبرانہ ذمہ داریوں کو باہر کر دیا ہے اور امام صاحب نے احادیث کو اپنی فقہ کا مآخذ نہیں رکھا ہے تو یہ امام ابوحنیفہ کے علم و فقاہت کے خلاف غلط پروپیگنڈا اور صریح جھوٹ ہے کہ جس سے بدتر امام ابوحنیفہ کے علم و فقاہت کے خلاف دوسرا افتراء نہیں ہو سکتا کیونکہ امام ابوحنیفہ کی اجتہادی بصیرت ہی اس کی تکذیب کرتی ہے اس لیے کہ فقہ اور اجتہاد قرآن مجید اور حدیث کی بنیاد پر قائم ہے اور جس فقہ کی بنیاد میں کتاب و سنت نہیں تو وہ فقہ ہی نہیں بلکہ ہویٰ و خواہش ہے جس کا محرک اس کا نفس ہے اور اتباع ہویٰ کی گرم بازاری میں اس ہویٰ پر ہدیٰ کا اور خواہش نفس پر علم کا گمان کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ

عبداللہ بن عمرو (۱) کا بیان ہے کہ میں اعمش (۲) کی مجلس میں موجود تھا اور ایک شخص نے آکر مسئلہ پوچھا۔ اعمش نے اس کو جواب نہیں دیا اور ہکا بکا اِدھر اُدھر دیکھنے لگے اس مجلس میں امام ابوحنیفہ بھی موجود تھے۔ اعمش نے آپ سے کہا: نعمان! اس کے متعلق کچھ بولو۔ امام صاحب نے سائل کی تشفی کر دی۔ اعمش کو تعجب ہوا اور کہنے لگے: یہ مسئلہ آپ نے کس حدیث سے مستنبط کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آپ ہی کی روایت کی ہوئی فلاں حدیث سے! اس پر اعمش نے کہا: دراصل آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم محض عطار ہیں (۳)۔"

[جامع بیان العلم باب تفقہ کے بغیر حدیث]

---

(۱) مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی لکھتے ہیں کہ: "عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ امام اعمش کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ انہوں نے کچھ مسائل کا تذکرہ کیا اور بعض کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی رائے معلوم کرنا چاہی، امام صاحب نے تفصیل سے اُن کا شافی جواب دیا۔ امام اعمش نے پوچھا...... الخ۔

[امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات، صفحہ: ۱۶۹، ایڈیشن: ۱۴، ۲۰۰۶م]

ان دونوں کتابوں کی یہ عبارت پڑھنے سے خیال ہوتا ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی غلطی ضرور سرزد ہوئی ہے اس لیے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۷۳ ہجری کو وفات ہوئے تھے جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً کی تاریخ پیدائش ۸۱ ہجری ہے۔ جستجو کرنے پر معلوم ہوا کہ اس راوی کا نام عبیداللہ ابن عمرو الجزری ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۸: ۲۳۸]

جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۲۰۱، پیرا: ۱۹۷۳ میں بھی اس کا آخری راوی عبیداللہ بن عمرو ہی لکھا ہے۔

(۲) سلیمان بن مہران، اسدی، ابومحمد، اعمش، تابعی ہیں۔ ۶۱ھ = ۶۸۱م کو پیدا ہوئے۔ کوفہ میں سکونت تھی اور وہیں ۱۴۸ھ = ۷۶۵م کو وفات پائی۔ قرآن وحدیث اور علم فرائض [میراث] کے بہت بڑے عالم تھے۔ صدق وسچائی کی وجہ سے "مصحف" کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۳۰۰ احادیث کے راوی ہیں۔

[تذکرۃ الحفاظ ۱: ۵۴، الاعلام ۳: ۱۳۵]

(۳) قال الأعمش: یانعمان ماتقول فی کذا؟ قال: کذا، قال: ماتقول فی کذا؟ قال: کذا قال: مِن أینَ قلتَ؟ قال: أنت حدثتنا عن فلان بکذا، قال الأعمش: أنتم یامعشر الفقهاءِ الأطباءُ و نحنُ الصَّیادِلَةُ.

[الثقات، ابن حبان، ترجمہ علی بن معبد بن شداد العبدی ۸: ۴۶۷، الکامل فی ضعفاء الرجال، ابن عدی، ترجمہ امام ابوحنیفہ ۸: ۲۳۸، جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۲۰۱، روایت: ۱۹۷۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابو یوسف (۱) سے ایک دن اعمش نے کہا: آپ کے استاذ ابو حنیفہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ مسئلہ کیوں ترک کر دیا کہ باندی کے آزاد ہونے سے اس کو طلاق ہو جاتی ہے؟ اس کے جواب میں امام ابو یوسف نے کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی بناء پر جس کو آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم (۲) اور اسود (۳) کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ سیدہ بریرۃ رضی اللہ عنہا (۴) جب آزاد ہوئیں تو اُن کی آزادی طلاق نہیں سمجھی گئی بلکہ اُن کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو اپنا پہلا نکاح قائم رکھے اور چاہے تو اس کو فسخ کر دے، اس پر اعمش نے کہا بے شک ابو حنیفہ نہایت سمجھ دار ہیں (۵)۔ [تاریخ خطیب]

---

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری الکوفی البغدادی ابو یوسف، امام ابو حنیفہ کے سب سے قریبی ساتھی ہیں۔ کوفہ میں ۱۱۳ھ = ۷۳۱م کو پیدا ہوئے۔ فقیہ، علامہ اور حافظ حدیث تھے۔ مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے عہد میں قاضی اور چیف جسٹس رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق سب سے پہلے اصول فقہ کی تدوین کی۔ تفسیر، مغازی اور ایام عرب کے بلا مدافعت امام ہیں۔ ۱۸۲ھ = ۷۹۸م کو وفات پائی۔
[تاریخ بغداد ۱۴: ۲۴۲، الاعلام ۸: ۱۹۳]

(۲) ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود، ابو عمران، نخعی، بنو مذحج سے تعلق رکھتے تھے۔ ۴۶ھ = ۶۶۶م کو پیدا ہوئے، کوفہ میں رہائش تھی۔ صلاح وصدق، روایت اور حفظ حدیث کے سلسلے میں کبار تابعین میں سے تھے۔ ۹۶ھ = ۷۱۵م کو وفات پائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُن کی ملاقات ثابت ہے مگر اُن سے روایت ثابت نہیں۔ [وفیات الاعیان ۱: ۲۵، تہذیب التہذیب ۱: ۱۶۰-۱۶۱، الاعلام ۱: ۸۰]

(۳) اسود بن یزید بن قیس نخعی، تابعی، زاہد، عابد، فقیہ اور حافظ حدیث ہیں۔ اپنے دور میں کوفہ کے عالم رہے ہیں ۷۵ھ = ۶۹۴م کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱: ۵۰، الاعلام ۱: ۳۳۰]

(۴) بریرۃ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ تھیں۔ اُن کے شوہر سیدنا مغیث رضی اللہ عنہ بھی آزاد کردہ غلام تھے سیدہ بریرۃ رضی اللہ عنہا کو جب آزادی ملی اور یہ اختیار بھی کہ وہ اپنے سابقہ شوہر سے نکاح کا تعلق رکھنے یا نہ رکھنے میں خود مختار ہیں، تو انہوں نے شوہر سے آزاد ہونے کو ترجیح دی، اُن کے شوہر اُن کے پیچھے روتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے سفارش کی، تو فرمانے لگی: اگر یہ آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میں تو محض سفارش کرتا ہوں، وہ کہنے لگیں، میں اُسے نہیں چاہتی۔ [اسد الغابۃ ۵: ۳۸۴]

(۵) کیف ترك صاحبك أبو حنيفة قول عبدالله: عتق الأمة طلاقها؟ قال: تركه لحديثك الذى حدثته عن ابراهيم عن الأسود عن عائشة رضى الله عنها أنّ بريرة رضى الله عنها حين اعتقت خُيِّرَتْ، قال الأعمش: إنّ أباحنيفة لَفَطِنٌ، قال: وأعجبه ماأخذبه أبو حنيفة.

[تاریخ بغداد ۱۳: ۳۴۰-۳۴۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابو یوسف فرماتے ہیں: ’’اعمش نے تنہائی میں مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا اور میں نے جب اس کو بتایا تو وہ خوش ہو کر بولے: یعقوب یہ تمہیں کیوں کر معلوم ہوا؟ میں نے جواب دیا کہ فلاں حدیث سے جو خود آپ نے مجھ سے روایت کی ہے۔ اعمش کہنے لگے: یعقوب میں سچ کہتا ہوں کہ یہ حدیث مجھے اس واقت سے یاد ہے‘ جب تمہارے والدین کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی لیکن آج ہی اس کا مطلب معلوم ہوا (۱)۔‘‘

[جامع بیان العلم‘ تفقہ کے بغیر حدیث]

امام ترمذی (۲) اپنی جامع میں غسل میت کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’اسی طرح فقہاء نے لکھا ہے اور حدیث کے معانی یہی لوگ جانتے ہیں (۳)۔‘‘

ان واقعات سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث امام ابو حنیفہ کی فقہ کی ماخذ اور بنیاد ہیں اور یہ کہ فقہ اور حدیث دو الگ چیزیں نہیں ہیں‘ اگر حدیث اور فقہ میں فرق ہے تو صرف اس قدر ہے کہ محدثین الفاظ حدیث کی حفاظت کرتے ہیں اور فقہاء حدیث کے معانی نکال کر سامنے لاتے ہیں۔

امام شاطبی نے علامہ ابن عبدالبر کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

’’بہت سے محدثین امام ابو حنیفہ پر اس لیے طعن کرتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ امام ابو حنیفہ نے بہت سے عدول ثقہ آحاد کی اخبار کو ترک کر دیا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے ہاں یہ ضابطہ تھا کہ خبر واحد کو آپ اس باب کی دوسری حدیثوں سے موازنہ کر کے دیکھتے تھے اور قرآن مجید کے معانی سے اس کو ملاتے تھے‘ اگر وہ خبر واحد دوسری حدیثوں اور قرآن مجید

---

(۱) سألني الأعمش عن مسألة‘ وأنا وهو‘ لاغير‘ فأجبتُهُ‘ فقال لي: مِن أين قلتَ هذا يا يعقوب؟ فقلتُ بالحديث الذي حَدَّثْتَنِيْ أنتَ ثم حَدَّثْتُهُ‘ فقال لي: يا يعقوب إِنِّي لَأحفظُ هذا الحديث من قبل أن يجتمع أبواك‘ ماعرفتُ تأويله إلَّا الآن. [جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۲۰۰‘ روایت: ۱۹۷۰]

(۲) محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ‘ بوغی‘ ترمذی‘ ابو عیسیٰ‘ علماء و حفاظِ حدیث میں تھے۔ دریائے جیحون کے قریب ترمذ میں رہائش پذیر تھے۔ ۲۰۹ھ = ۸۲۴م کو پیدا ہوئے۔ خراسان‘ عراق اور حجاز کے سفر کیے۔ ترمذ میں ۲۷۹ھ = ۸۹۲م کو وفات پائی۔ [الانساب ۱: ۴۵۹‘ تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۳۳]

(۳) وكذلك قال الفقهاء‘ وهُم أعلمُ بمعاني الحديث.

[سنن ترمذی ۳: ۳۱۶‘ کتاب الجنائز [۸] باب ماجاء في غسل الميت [۱۵] بذیل حدیث: ۹۹۰.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے معانی کے مطابق ثابت ہو جاتی تو آپ اس پر عمل کرتے تھے' ورنہ اس کو شاذ قرار دے کر اس پر عمل نہیں کرتے تھے (۱)۔"

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ: "اصحاب حدیث نے امام ابو حنیفہ کی مخالفت میں بڑی زیادتی اور بے اعتدالی کی ہے۔ اصحاب حدیث کا الزام یہ ہے کہ انہوں نے آثار میں قیاس کو داخل کیا ہے' لیکن یہ محض زیادتی ہے' اس لیے کہ امام ابو حنیفہ نے اگر بعض اخبار کو مسترد کر دیا ہے تو ان کے معنی اور لگتی ہوئی تاویل کی ہے اور تاویل بھی منضبط اصول کی روشنی میں کی ہے اور یہ کوئی انوکھی اور مکروہ بات نہیں ہے کہ اس طرح طعن و تشنیع کی جائے۔ امام ابو حنیفہ سے پہلے علماء اور ائمہ ایسا کر چکے ہیں' ان کے زمانہ میں بھی اور بعد کے زمانے بھی یہی دستور رہا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی' بلکہ جو کچھ کیا ہے' اپنے شہر کے اکابر مثلاً ابراہیم نخعی اور صحابی سیدنا ابن مسعودؓ کی پیروی میں کیا ہے' وہ کون عالم اور امام ہے جس نے آیات اور حدیث میں جائز اور متحمل تاویلیں نہیں کی ہیں؟ (۲)"

[جامع بیان العلم]

---

(۱) قال ابن عبدالبر: كثيرمن أهل الحديث استجازوا الطعن على أبي حنيفة لرده كثيراًمن أخبار الآحاد العدول' قال: لأنه كان يذهب في ذلك إلى عرضها على مااجتمع عليه من الأحاديث و معاني القرآن فماشَذَّ مِن ذلك رَدَّهُ و سمَّاهُ شاذًا. [الموافقات ۳:۱۷]

(۲) قال أبوعمر: وأفرَطَ أصحاب الحديث في ذم أبي حنيفة رحمه الله' وتَجاوَزُوا الحَدَّ في ذلك والسبب الموجب لذلك عندهم إدخالُه الرأى والقياس على الآثارواعتبارهما' وأكثرأهل العلم يقولون: إذاصَحَّ الأثرمن جهة الإسناد بَطَلَ القياسُ والنَّظَرُ ' وكان ردّه لماردَّ من الأحاديث بتأويل محتمل' وكثيرمنه قد تقدَّمَهُ إليه غيره وتابَعَهُ عليه مثله ممن قال بالرأى' وجُلّ ما يوجد له مِن ذلك ماكان منه إتِّباعاً لأهل بلده' كإبراهيم النخعي وأصحاب ابن مسعود ؓ إلَّا أنه أغرَقَ وأفرَطَ في تنزيل النَّوازِل هو وأصحابه والجواب فيها برأيهم واستحسانهم فيأتي منهم في ذلك خلافٌ كثيرٌ للسلف' وشنع هي عندمخالفيهم بدع' وماأعلم أحداً من أهل العلم إلّا وله تأويلٌ في آيةٍ أومذهبٌ في سنةٍ' رَدَّ مِنْ أجلِ ذلك المذهب بسنةٍ أُخرى بتأويل سائغ أوادعاءِ نسخٍ إلّا أنّ لأبي حنيفة مِن ذلك كثيراً' وهويوجدُ لغيره قليلٌ. [جامع بيان العلم وفضله ۲:۲۴۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہ کا معمول

علامہ شاطبی اور حافظ ابن عبدالبر کی مذکورہ بالا تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی عالم اور محدث نے ایک ایک باب کی ہر ایک حدیث کو مِنْ وعَنْ تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ ہر ایک فقیہ اور محدث نے کمال اِستقراء اور اجتہاد کے بعد جس حدیث کو معمول بہ بنالیا ہے تو اس کی مخالف حدیث میں اس نے توجیہ اور تاویل کی ہے اور امام ابوحنیفہ نے بھی ایسا کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کو جب صاحب شریعت ﷺ سے ایک عام اور کلیہ قاعدہ ثابت ہو جاتا ہے تو اس جامع قاعدہ کے خلاف جس قدر جزئیات سامنے آتی ہیں۔ امام صاحب ان میں تاویل کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب اصول کو جزئیات پر قربان نہیں کرتے بلکہ آپ نے اصول کے مقابلہ پر جزئیات میں تاویل کرنے کا راستہ اختیار فرمایا ہے اور اصل کلی کی تخصیص اور توجیہ کو جزئی واقعہ کی وجہ سے پسند نہیں کرتے بلکہ ایک معنوی علت کی بناء پر آپ نے اس حدیث کو چھوڑ دیا جس کی حیثیت جزئی واقعہ سے زیادہ نہیں تھی اور وہ ایسی حدیث کی مزاحم ہو رہی تھی جس کا مقام جامع ضابط کی ہے۔ امام ابوحنیفہ کی اس مجتہدانہ بصیرت اور اس اصولی نظریہ کو ارباب فہم عمل بالحدیث کہتے ہیں اور بے سمجھ معانداس کو ترک حدیث کا نام دیتے ہیں۔ ذیل کی مثالوں میں امام صاحب کے اس فکر ونظر کی تفصیل اور وضاحت سمجھ لیجئے۔

پہلی مثال

طبعی حاجت کے بیٹھنے کے لیے شریعت کا جامع قاعدہ یہ ہے کہ قبلہ کو اپنے سامنے یا پشت کی جانب نہ رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بول اور غائط کے وقت قبلہ کو سامنے اور پشت کی جانب نہ رکھو (۱)۔ [مسلم شریف]

یہ حدیث اس باب میں صراحت اور تشریح میں جامع حکم ہے' اس کے خلاف سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) إذا جلس أحد كم على حاجته فلايستقبل القبلةَ ولايستدبرها.
[صحیح مسلم' کتاب الطہارۃ [۲] باب الاستطابۃ [۱۷] حدیث: ۶۰-[۲۶۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”میں نے ایک بار اچانک رسول اللہ ﷺ کو قبلہ کی جانب پشت کیے ہوئے انسانی حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے دیکھا (١)۔“ [مسلم شریف]

امام ابوحنیفہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا ہے کہ وہ محض ایک واقعہ اور جزئی خبر ہے جس میں عذر وغیرہ کا احتمال بھی ہے اور پہلی حدیث جامع اور منضبط تشریح ہے۔ ایک جزئی واقعہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

دوسری مثال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”نماز تسبیح، تکبیر اور قرآن کے پڑھنے کا نام ہے۔ نماز میں لوگوں کی سی باتیں نہ ہونی چاہئیں۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ (٢) فرماتے ہیں کہ:

”ہم نماز میں اپنے ساتھی کے نمازی سے باتیں کر لیا کرتے تھے۔ قرآن مجید نازل ہوا اور قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ [سورۃ البقرۃ ٢: ٢٣٨] میں ہمیں خاموش رہنے کا امر دیا گیا اور ہم لوگوں کی باتوں جیسی باتیں کرنے سے روکے گئے (٣)۔ [مسلم شریف]

اس جامع حدیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ نماز میں عمداً کلام کرنا منع ہے اور فرمایا اگر کسی نے نماز میں سہواً یا اصلاح کے لیے عمداً کلام کیا تو اس کی نماز باطل ہوگی اور اس کے

---

(١) قال عبداللہ رضی اللہ عنہ: یقولُ ناسٌ: إذا قعدتَ للحاجة تکون لك فلا تقعُد مستقبل القبلةِ ولا بیتِ المقدس. قال عبداللہ رضی اللہ عنہ: ولقد رقیتُ علی ظهرِ بیتٍ فرأیتُ رسول اللہ ﷺ قاعداً علی لَبِنَتَیْنِ مُستقبِلاً بیتَ المقدسِ لحاجته.

[صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ [٢] باب الاستطابۃ [١٧] حدیث: ٦١، ٦٢-[٢٦٦]

(٢) زید بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک، انصاری، خزرجی رضی اللہ عنہ، ابوعمر [ابوعامر/ابوسعد] رسول اللہ ﷺ کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سترہ غزوات لڑیں۔ ٦٨ھ = ٦٨٧ م کو کوفہ میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ٢: ١٨٢، الاعلام ٣: ٥٦]

(٣) عن زید بن أرقم، قال: کُنَّا نتکلَّمُ فی الصَّلاةِ، یُکَلِّمُ الرجلُ صاحِبَهُ وهو إلی جنبه فی الصلاةِ، حتی نَزَلَتْ: وَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قَانِتِیۡنَ، فأُمِرنا بالسُّکوتِ ونُهِینا عن الکلام.

[صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ [٥] باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ما کان من اباحتہ [٧] حدیث: ٣٥-[٥٣٩]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاف سیدنا ذوالیدین رضی اللہ عنہ (۱) کی حدیث میں کسی کو سہواً اور کسی کو عمداً نماز میں سے بات چیت کرنے کی نوبت پہنچ گئی تھی اور اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز کو باطل نہیں سمجھا گیا تھا (۲) ۔[مسلم شریف]

امام ابوحنیفہ نے سیدنا ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث کو چھوڑ دیا ہے اس لیے کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث جامع اور اصولی ضابطہ ہے اور قرآن مجید اس کی تائید کرتا ہے اور ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث کا وزن صرف اس قدر ہے کہ وہ ایک جزئی واقعہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دقت نظر اور استخراج کا یہ اصولی نظریہ ہے جس نے حنفی فقہ میں اتنی لچک پیدا کر دی کہ دوسری فقہ میں اس قدر نہیں ہے اور فقہ حنفی کا یہ قدرتی حسن اور خوبی ہے جس نے اس میں کشش اور جاذبیت کی قوت ڈالی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے استخراج مسائل کے اصول نظر کا نتیجہ اگر مسٹر پرویز نے یہ سمجھا ہے کہ فقہ کی تدوین میں امام صاحب نے حدیثوں کو باہر کر دیا ہے تو یہ اس کی ایسی غلطی اور بے سمجھی ہے کہ علمی سوسائٹی کا کوئی معزز رکن اس کی تائید نہیں کر سکتا۔

امام ابوحنیفہ کی اصابت فکر

امام صاحب کی اس مجتہدانہ فکر کی تائید کرتے ہوئے غرناطہ کے مشہور حافظ ابی اسحاق ابراہیم ابن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ کہتے ہیں:

’’جب کوئی جامع ضابطہ ثابت ہو جائے تو جزئی واقعات کی خبر اور احوال کی حکایت اس قاعدہ کی کلیت پر

---

(۱) ذوالیدین رضی اللہ عنہ: اُن کا نام خرباق تھا اور بنو سلیم سے تعلق تھا۔ مدینہ منورہ کے ذی خشب میں اُن کی رہائش تھی۔[اسد الغابۃ ۲: ۹۴، ترجمہ: ۱۵۶۰]

(۲) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: صلّى بنا رسول الله ﷺ إحدى صَلاتَي العشيّ: إمّا الظُّهر وإمّا العصرَ، فسلَّم في ركعتين ثم أتى جذْعاً في قِبلة المسجد فاستنَد إليها مُغْضِباً، وفي القوم أبوبكرٍ وعمرُ، فهابا أن يتكلّما، وخرج سَرَعانُ النّاسِ. قُصِرت الصّلاةُ، فقام ذو اليدينِ فقال: يارسول الله! أقُصِرتِ الصّلاةُ أم نسِيتَ؟ فنظر النبي ﷺ يميناً وشمالاً، فقال: مايقولُ ذو اليدين؟ قالوا: صدَق، لَم تُصلِّ إلّا ركعتينِ، فصلّى ركعتين وسلّم، ثم كبّر ثم سَجَد، ثم كبّر فرفع، ثم كبّر وسجد، ثم كبّر ورفع.
[صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ [۵] حدیث: ۹۷-[۵۷۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخالفانہ اثر نہیں ڈالتی اس لیے کہ ہماری بحث یقینی اور کلی اصول میں ہوتی ہے اور جزئی واقعات مظنون یا متوہم ہوتے ہیں اور مظنون یا متوہم قطعی کو معطل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کا مقابلہ کرسکتا ہے اور کلی اصول میں مخالفانہ پہلو کا احتمال بھی اس لیے نہیں ہوتا کہ اس کی بنیاد قطعی دلائل پر ہے اور جزئیات میں اس کا امکان بھی ہے کہ وہ اُن کا ظاہر مراد نہ ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ جزئیات اس اصل کلی سے مستثنیٰ ہوں اس لیے اصول اور کلیات کی شکست و ریخت جزئیات سے نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ جزئیات میں کلیات کے احکام ضرور جاری ہوں گے اگرچہ بالخصوص جزئیات میں کلیات کا معنی نہ پایا جاتا ہو' مثلاً متنعم کا سفر جس میں تکلیف اور مشقت نہیں پائی جاتی بلکہ اس کی دولت نے آرام اور سہولت کے تمام اسباب سفر میں مہیا کردیے ہیں مگر اصل کلی کا یہ حکم کہ سفر میں اِفطار کی رخصت اور نماز میں قصر ہے۔ آرام کے سفر میں بھی قائم رہے گا اور مالک نصاب پر زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ اس میں غِناء نہ پایا جاتا ہو مگر نصاب جو غِناء کی حد ہے اگر موجود ہے تو اصل کلی کا یہ حکم کہ صاحب نصاب پر زکوٰۃ واجب ہے' جاری ہوگا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جزئی واقعہ یا جزئی خبر اگر کلیہ ضابطہ کے معارض ہے تو کلیہ اور جزئیہ دونوں پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے اور دونوں کو نظر انداز کرنا بھی صحیح نہیں اس لیے کہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جزئی واقعہ نے کلی قطعی کو متاثر کردیا ہے۔ کلی کو نظر انداز کرنا اور جزئی پر عمل کرنا بھی درست ہے اس لیے کہ جزئی کو خلاف اصل ترجیح دینا جائز نہیں۔ صرف ایک صورت موزوں یہی ہے کہ جزئی کو چھوڑ دیا جائے اور کلی پر عمل کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ضابطہ جب کلیہ ہے اور ہمارے سامنے کوئی واقعہ یا کوئی مخصوص خبر ہے اور وہ اپنے ظاہر میں ضابطہ کی کلیت کے معارض ہے اور اس جزئی فعل یا خبر کے ایسے معانی کیے جاسکتے ہیں جو ضابطہ کی کلیت کے مخالف و منافی نہ ہوں تو ہم کو اس کہنے میں کوئی دقت اور عذر نہیں کہ یہ جزئی واقعہ یا خبر قاعدہ کلیہ کے معارض نہیں ہے بلکہ وہ جزئی خبر ایسی تاویل کے قابل ہے جو ضابطہ کی کلیت کا ساتھ دیتی اور قائم رہتی ہے اور اس تاویل کا اس میں احتمال اور گنجائش بھی ہو مثلاً حق تعالیٰ کی تنزیہ کا ضابطہ عام اور کلیہ ہے کہ: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ. [سورۃ الشوریٰ ۴۲:۱۱]

''اُس جیسی کوئی چیز نہیں۔''

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى. [سورۃ الروم ۳۰:۲۷]

''اور اس کی شان بہت بلند ہے۔''

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ [سورۃ النحل ۱۶:۷۴]

''سو اللہ کے بارے میں [غلط] مثالیں نہ بناؤ۔''

اور پھر حق تعالیٰ کی تنزیہ کے خلاف کسی جزئی میں بظاہر تشبیہ ثابت ہو جائے جیسے قرآن مجید اور حدیث میں یَدْ' اِسْتِوَاءٌ اور نُزُوْل وغیرہ مذکور ہیں تو آپ سمجھ لیجیے کہ اس جزئی واقعہ یا خبر میں ایسے معنی مراد ہیں جو اس جزئی واقعہ یا خبر کے ظاہر کے خلاف نہیں مگر تنزیہ کے قطعی ضابطہ کے منافی اور معارض نہیں ہیں اور اسی طرح جب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی عصمت اصل قطعی اور کلی ثابت ہے۔ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کذبات ثلاثہ کی جزئی خبر بھی ثابت ہوتی ہے تو یہ اور اس قسم کی دوسری جزئی خبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عصمت کو متاثر نہیں کر سکتی لہٰذا اس خبر کے ایسے معنی لیے جا سکتے ہیں جس کے لیے الفاظ میں تحمل اور گنجائش ہو اور وہ ایسے معنی ہوں کہ اس کلیہ کی کلیت کے منافی اور اصل قطعی سے متجاوز نہ ہوں (۱)۔"

حافظ ابن حجر نے ابن عقیل کے حوالے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے کذباتِ ثلاثہ کے یہ معنی کیے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے مخاطب کو ایسے الفاظ میں جوابات دیے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو اپنے مراد میں سچے ہیں مگر سننے والے نے اپنے زعم اور اعتقاد میں اس کو ظاہری صورت میں کذب سمجھا اور اگر مخاطب غور کرتا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مراد کو جانتا تو ان کو جھوٹ نہ سمجھتا (۲)۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا کلام توریہ اور معاریض کے باب سے ہے، جس میں دونوں جانبوں کا احتمال ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مراد کے لیے بھی اس میں تحمل اور گنجائش ہے اور وہ کلام مخاطب کے زعم اور اعتقاد کا بھی تحمل کرتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مراد کی جانب سچ ہے اور مخاطب کی سمجھ کی جانب کذب ہے (۳)۔"

---

(۱) الموافقات فی اصول الشریعۃ ۳:۱۹۴-۱۹۶، الفصل الرابع فی العموم والخصوص]

(۲) قاضی عیاض لکھتے ہیں: فاعلم أكرمك الله أن هذه كلها خارجة عن الكذب، لافي القصد ولافي غيره، وهي داخلة في باب المعاريض، التي فيها مندوحة عن الكذب.
[الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۲:۱۲۲]

"خوب سمجھ لینا چاہیے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ ساری باتیں قطعاً کذب نہیں ہیں، بلکہ ان کا تعلق معاریض سے ہے۔"

www.kitabosunnat.com

اُنہوں نے یہ بھی فرمایا ہے: فهذا النبي ﷺ قد سماها كذبات، وقال: لم يكذب إبراهيم عليه السلام إلا ثلاث كذبات، وقال في حديث الشفاعة: ويذكر كذباته، فمعناه: أنه لم يتكلم بكلام صورته صورة الكذب وإن كان حقا في الباطن إلا هذه الكلمات، ولما كان مفهوم ظاهرها خلاف باطنها أشفق إبراهيم عليه السلام بمؤاخذته بها. [الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۲:۱۲۳]

"رسول اللہ ﷺ نے اِن اشیاء پر کذبات کا اِطلاق فرمایا ہے اور حدیث شفاعت میں بھی اُن کی زبانی اِن کے لیے کذبات کا لفظ استعمال کیا ہے، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ان کا ظاہری مفہوم مراد نہیں تھا اس لیے اِن پر کذب کا اطلاق کیا۔"

(۳) قال ابن عقيل: دلالة العقل تصرف ظاهر إطلاق الكذب على ابراهيم عليه السلام، وذلك أن العقل قطع بأن الرسول ينبغي أن يكون موثوقاً به ليعلم صدق ماجاء به عن الله، ولا ثقة مع تجويز الكذب عليه، فكيف مع وجود الكذب منه، وإنما أطلق عليه ذلك لكونه بصورة......

www.KitaboSunnat.com

اور نووی (۱) اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں امام واحدی (۲) سے نقل کرتے ہیں کہ: ''لفظ کذب کبھی ایسے کلام پر بولا جاتا ہے۔ کہ وہ درحقیقت کذب نہیں ہوتا ہے (۳)''۔ سیدنا ابراھیم علیہ السلام کا کلام کذب نہیں ہے بلکہ سامع کا زعم اور اعتقاد اس کے بارے میں کذب ہے اور اس جزئی خبر کا یہ ایسا معنی ہے کہ کلام میں اس کا تحمل اور گنجائش بھی ہے اور سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی صدیقیت اور عصمت کے جامع قاعدہ کے منافی بھی نہیں ہے۔

جزائری نے توجیہ النظر میں لکھا ہے کہ یہ خبر کذب نہیں ہے بلکہ شبہ بالکذب ہے' ورنہ سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی طرف کذب کی نسبت کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اس خبر کی رُواۃ کی طرف کذب کی نسبت کی جائے (۴)''۔

......الکذب عند السامع. [فتح الباری ۶:۳۹۲' کتاب الانبیاء [۶۰] باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا [۸] بذیل حدیث: ۳۳۵۸]

(۱) یحیٰ بن شرف بن مُرّی بن حسن' نووی' شافعی' ابوزکریا' سوریا کے علاقے حوران کے گاؤں نوا میں ۶۳۱ھ = ۱۲۳۳م کو پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے دمشق گئے اور طویل مدت تک وہاں اقامت پذیر رہے۔ اپنے ہی گاؤں میں ۶۷۶ھ = ۱۲۷۷م کو وفات پائی۔
[تذکرۃ الحفاظ ۴:۱۴۷۰' الاعلام ۸:۱۴۹]

(۲) علی بن احمد بن محمد بن علی' واحدی نیشاپوری شافعی' نیشاپور میں پیدا ہوئے اور وہیں ۴۶۸ھ = ۱۰۷۶م کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۸:۳۳۹' الاعلام ۴:۲۵۵]

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: والواحدی صاحبه کان أبصر منه بالعربیة' لکن ھو ابعد عن السلامة وإتباع السلف . [مجموع الفتاوی ۱۳:۱۵۸]

''واحدی'' ''ثعلبی'' کے خوشہ چین ہیں لیکن ''ثعلبی'' کے مقابلہ میں اُن کی عربیت کی مہارت کہیں زیادہ تھی۔ نیز سلامتیِ ذہن اور اِتباعِ سلف سے کوسوں دور تھے۔''

(۳) حقیقة الکذب الإخبارُ عن الشیء بخلاف ماھو به' وقد یُستعارُ لفظ الکذب فیمالیس بکذبٍ فی الحقیقة. [تہذیب الاسماء واللغات' قسم دوم' جلد دوم: ۱۱۲-۱۱۳]

(۴) یہ دراصل امام فخر الدین رازی کا قول ہے جو لکھتے ہیں کہ: واعلم أن بعض الحشویة روی عن النبی ﷺ أنه قال: ماکذب ابراھیم علیہ السلام إلّا ثلاث کذبات' فقلتُ: الأولی أن لایقبل مثل ھذه الأخبار' فقال علی طریق الإستنکار فإن لم نقبله لزمنا تکذیب الرواة' فقلتُ له: یا مسکین إن قبلناهُ لزمنا الحکم بتکذیب ابراھیم ابراھیم علیہ السلام وإن رددناه لزمنا الحکم بتکذیب الرواة' و لاشک أن صون ابراھیم علیہ السلام عن الکذب أولی من صون طائفةٍ من المجاھیل ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جب جزئیات کلیات کے مقابلہ میں آتی ہیں تو کلیات سے متمسک ہونے کے لیے یہ ایسا کثیر الفائدہ اور عظیم النفع ضابطہ ہے کہ جب آپ نے کلیات کو قائم رکھا تو جزئیات کی بہت سی ایسی وجوہ اور معانی نکل سکتی ہیں جن پر آپ جزئیات کو حمل کریں اور اگر آپ نے جزئیات پر عمل کیا تو پھر کسی ضابطہ پر عمل کرنے کا وقت اور اختیار باقی نہیں رہتا اور بہت سی دقتوں کا ہجوم ہوگا اور یہ دین میں زیغ اور ضلالت کی جڑ اور متشابہات کا اِتباع ہے اور دین کے محکمات میں شک ڈالنا ہے اور اس اصل عظیم کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اصل کی مدد سے دین میں جھگڑا اور شر اٹھانے والے کا آسانی سے منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ غرناطہ کی ایک مجلس میں افریقہ کے پرے کنارے کے طلبہ نے عصمت انبیاء کے خلاف یہ ایک سوال اُٹھایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کیا اور قرآن شریف کی آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ اُنھوں نے

...... عن الکذب. [التفسیر الکبیر ۶: ۴۴۳، بذیل تفسیر سورۃ یوسف ۱۲: ۲۴]

''اچھی طرح جاننا چاہیے کہ بعض حشویہ نے ''کذبات ابراہیم'' والی روایت نقل کی تو میں نے اُسے کہہ دیا کہ بہتر یہ ہے کہ اس قسم کی روایت قبول نہ کی جائے' اس پر وہ کہنے لگا: پھر تو اس کے راویوں کو جھوٹا ماننا پڑے گا؟ میں نے اُسے کہا: اے مسکین! اگر ہم اس روایت کو قبول کریں گے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹا مانیں گے اور اگر اس کو رد کریں گے تو حدیث کے راویوں کی تکذیب ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ مجہول راویوں کی بنسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹ بولنے سے مبرا قرار دینا زیادہ بہتر ہے۔''

لیکن امام رازی سمیت دوسرے ماولین نے قطعاً اس باب میں غور نہیں کیا کہ جن راویوں سے یہ روایت منقول ہے اُنھی راویوں سے اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں' جس عیب [کذب] کی بناء پر زیر بحث روایت کو ردّ کیا جائے گا' لامحالہ اس کا اثر اُن کی باقی تمام احادیث پر بھی پڑے گا' اس لیے یہ انکار نتائج کے اعتبار سے آسان نہیں بلکہ نہایت خطرناک بھی ہے۔ نیز امام رازی کسی حجت و برہان کے بغیر اس کے رُواۃ کو مجہول کہہ رہے ہیں' جب کہ کسی راوی کا مجہول ہونا محتاجِ دلیل ہوتا ہے۔ محض کسی کو مجہول کہنے سے کوئی مجہول نہیں بنتا۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں: فاعلم أکرمك الله أن هذه کلها خارجة عن الکذب' لا فی القصد ولا فی غیره' وهی داخلة فی باب المعاریض' التی فیها مندوحة عن الکذب.

[الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۲: ۱۲۲]

''خوب سمجھ لینا چاہیے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ ساری باتیں قطعاً کذب نہیں ہیں' بلکہ ان کا تعلق معاریض سے ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قتل جیسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس لیے کہ آپ نے فرمایا:
هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (۱). [سورۃ القصص ۲۸:۱۵]
اور فرمایا کہ: رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ. [سورۃ القصص ۲۸:۱۶]
''اے رب میرے میں نے اپنی جان کا برا کیا، سو مجھ کو بخش دے، تو اُسے بخش دیا۔''
تو میں نے اپنے بعض رفیقوں سے یہ کہا کہ اس اِشکال کے حل کرنے کی سہل صورت یہ ہے کہ عصمت انبیاء قطعی اور جامع ہے اور صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کبیرہ گناہ کیا ہے؟ انبیاء کی عصمت پر قطعی دلائل موجود ہیں کچھ بھی ہو یہ جزئی واقعہ گناہ نہیں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کوئی معصیت نہیں کی، اس اصل کلی کو برقرار رکھتے ہوئے اس جزئی واقعہ میں ایسی تاویل کی گنجائش ہے جس کا وہ واقعہ تحمل کرتا ہے (۲)۔

---

(۱) امام رازی نے ''هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ'' کے بارے میں لکھا ہے کہ: أن يكون المراد أنّ عمل المقتول عمل الشيطان، والمرادُ بيانُ كونه مخالفاً لله تعالى مستحقاً للقتل، ويكون قوله: "هذا" إشارةٌ إلى المقتول بمعنى: أنه من جند الشيطان وحزبه. [عصمة الانبياء: ۹۲]
''اس مقتول کا عمل شیطانی عمل تھا' اس سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکم کی مخالفت کر رہا تھا اس لیے وہ قتل کا مستحق تھا اس سورۃ میں ھذا اشارہ مقتول کی طرف ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ یہ مقتول شیطان کا لشکری اور اُس کا ہم جماعت تھا' جیسا کہ عرب ھذا مِن عمل الشيطان کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ فلاں شخص کے حزب اور اُس کے ساتھیوں میں سے ہے۔''
(۲) مثال هذا ما وقع في بعض المجالس، وقد ورد على غرناطة بعض العُدوة الأفريقية فأورد على مسألة العصمة الإشكال المورد في قتل موسى عليه السلام للقبطي، وأن ظاهر القرآن يقضي بوقوع المعصية منه عليه السلام بقوله: هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ [سورۃ القصص ۲۸:۱۵] وبقوله: رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ [سورۃ القصص ۲۸:۱۶] فأخذ معه في تفصيل ألفاظ الآية بمجردها، وما ذكر فيها من التأويلات إخراج الآياتِ عن ظواهرها، وهذا المأخذ لا يتخلصُ، وربما وقع الإنفصال على غير وفاقٍ، فكان مما ذاكرتُ به بعض الأصحاب في ذلك: المسألةُ سهلةٌ في النظر إذا روجعَ بها الأصل، وهي مسألة عصمة الأنبياء عليهم السلام، فيقال له: الأنبياءُ معصومون من الكبائر باتفاق أهل السنة، وعن الصغائر باختلافٍ، وقد قام البرهان على ذلك في علم الكلام، فمحالٌ أن يكون هذا الفعل من موسى عليه السلام كبيرةٌ، وإن قيل:......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس متحمل معنیٰ کو علماء نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پہلے سے قبطیوں کے ظلم وستم کو جانتے تھے اور اس وقت اپنی آنکھ سے قبطی کی زیادتی دیکھ لی اور اسرائیلی کی مدد کے لیے رگِ حمیت پھڑک اٹھی اور ممکن ہے کہ سمجھانے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جناب میں ہی قبطی نے کوئی سخت لفظ کہا ہو اور اس کی تادیب کے لیے۔ قتل کے ارادے سے نہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مُکّا مارا اور وہ برداشت نہ کر سکا اور ایک گھونسہ میں اس نے پانی نہیں مانگا اور ممکن ہے کہ جوش میں معاملہ کی تحقیق سرسری ہوئی ہو کہ غلطی کس کی اور زیادتی کس کی تھی اور یہ بھی خیال نہ رہا ہو کہ گھونسہ مارے بغیر بھی وہ ظالم دفعہ کیا جا سکتا تھا اور نیز یہ بھی اندیشہ تھا کہ اس سے فرقہ وارانہ اشتعال پیدا ہو جاتا یا دوسرے فتنوں اور مصائب کا دروازہ کھل جائے اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے فعل پر پچھتائے اور سمجھے کہ اس میں کسی درجہ تک شیطان کو دخل ہے اور نیز انبیاء کرام علیہم السلام کی فطرت اور استعداد اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ذرا ذرا عمل کا محاسبہ کرتے اور اپنی ادنیٰ سی لغزش یا اجتہادی خطاء پر حق تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خلافِ امر کی تقصیر کا اعتراف کیا اور حق تعالیٰ سے معافی چاہی اور انہیں معافی دے دی گئی۔

امام شاطبی کی اس تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا معمول بہ نظریہ معقول صواب دید اور کثیر النفع نظریہ ہے اور اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ امام ابوحنیفہ نے حدیث کو ترک کر دیا ہے بلکہ امام صاحب کو حدیث کی جامع اصل اور ضابطہ کلیہ کا انضباط منظور ہے۔

......إنهم معصومون أيضاً من الصغائر، وهو صحيحٌ، فمحالٌ أن يكون ذلك الفعل منه ذنباً. فلم يبقَ إلَّا أن يقال: أنه ليس بذنب، ولك في التأويل السعة بكل مايليق بأهل النبوة، ولا ينبو عنه ظاهر الآيات، فاستحسَنَ ذلك، ورأى ذلك مأخذاً علمياً في المناظَرات، وكثيراً ما يبنى عليه النُظّارُ، وهو حسنٌ، والله أعلم. [الموافقات فی اصول الشریعۃ ۳: ۱۹۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک

مسٹر پرویز اور اُس کے رفقاء امام ابوحنیفہ کے متعلق کچھ بھی کہیں مگر امام صاحب کے مسلک کو دنیا علیٰ وجہ البصیرت جانتی ہے۔ علامہ بیری نے اشباہ کی شرح میں ابن شحنۃ (۱) کی شرح ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ: ''امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہے۔ امام ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور شیخ عبدالوہاب شعرانی (۲) نے چاروں فقہاء سے اسی طرح نقل کیا ہے (۳)۔''

یحییٰ بن ضریس کہتے ہیں کہ: ''میں سفیان بن سعید ثوری کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ کو ابوحنیفہ پر کیا اعتراض ہے؟ سفیان ثوری نے کہا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ میں نے خود ابوحنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سب سے پہلے قرآن مجید کو لیتا ہوں' اس کے بعد سنت کی تلاش کرتا ہوں اور اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی سعی کرتا ہوں اور اس میں جو زیادہ پسند آتا ہے اسے اختیار کرتا ہوں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے باہر نہیں ہوتا اور جب تابعین کا نمبر آتا ہے تو میں ان کی اِتباع کو لازم نہیں جانتا جیسا انہوں نے اجتہاد کیا ہے' میں بھی اجتہاد کرتا ہوں (۴)۔''

---

(۱) ابن الشَّحْنَۃِ: محمد بن محمد ابوالولید محب الدین ابن الشحنۃ الحلبی' حنفی فقیہ ہیں۔ حلب میں ۷۴۹ھ = ۱۳۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ ادب' تاریخ اور فقہ سے خصوصی دلچسپی تھی۔ نہایۃ النہایۃ فی شرح الھدایۃ اُن ہی کی ہے۔ ۸۱۵ھ = ۱۴۱۲ء کو حلب ہی میں وفات پائی۔ [الاعلام ۷:۴۴]

(۲) عبدالوہاب بن احمد بن علی حنفی [منسوب الی محمد بن الحنفیۃ] الشَّعرانی' ابومحمد' صوفیاء میں سے تھے۔ مصر کے ''قلقشندہ'' میں ۸۹۸ھ = ۱۴۹۳ء کو پیدا ہوئے۔ ساقیۃ أبی شَعرَۃ [منوفیہ کا ایک قصبہ] میں پلے بڑھے اس لیے شَعرانی اور شَعراوِی کہلاتے ہیں۔ ۹۷۳ھ = ۱۵۶۵ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ [شذرات الذہب ۸:۳۷۲' الاعلام ۴:۱۸۰]

(۳) ونظیر ھذا ما نقلہ العلامۃ بیری فی أول شرحہ علی الأشباہ عن شرح الھدایۃ لابن الشحنۃ' ونصُّہ: إذا صحَّ الحدیث -وکان علی خلاف المذھب عمل بالحدیث' ویکون ذلک مذھبہ' ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیاً بالعمل بہ فقد صحَّ عندُ أنہ قال- إذا صَحَّ الحدیث فھو مذھبی' وقد حکی ذلک ابن عبدالبر عن أبی حنیفۃ وغیرہ من الأئمۃ' ونقلہ أیضاً الإمام الشعرانی عن أئمۃ الأربعۃ. [رد المختار' المقدمۃ ۱:۵۰' باب الاذان ۱:۲۸۲]

(۴) تاریخ فقہ اسلامی' ترجمہ تاریخ التشریع الاسلامی: ۳۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہ حنفی کی حقیقت یہ ہے جو امام ابوحنیفہ کی زبان سے آپ نے سنی ہے۔ فقہ حنفی کتاب اور سنت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی الگ اور باہر نہیں ہونا چاہتی، امام صاحب کو قیاس اور اجتہاد کی اس وقت ضرورت ہوتی تھی جب کتاب وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار میں سعی اور تلاش کرنے کے باوجود بھی مسئلہ نہیں ملتا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ امام صاحب نے علم فقہ کو ہمیشہ کا شغل بنایا ہوا تھا اور یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے کہ ہر شخص جو کتاب وسنت کو نہیں جانتا یا کتاب وسنت پر اپنی فقہ کی بنیاد نہیں رکھتا وہ علم فقہ سے مجتہدانہ مذاق ہرگز نہیں پیدا کر سکتا ہے، جو شخص بھی شرعی مسائل کے استنباط اور ترتیب کا ارادہ کرے گا اس کے لیے کتاب وسنت کے علم کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔ استخراج مسائل کے میدان میں امام ابوحنیفہ کی اللہ تعالیٰ کی ودیعت کی ہوئی اجتہادی بصیرت نے اس وقت استنباط کا کام شروع کیا جب کتاب وسنت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کے مطالعہ اور علم سے آپ نے اپنے قلب اور ذہن کو روشن کر لیا اور امام صاحب کا یہ مسلک بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی اِتباع اور اُن کی پیروی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور بھی یہی تھا کہ جب کسی واقعہ میں کتاب وسنت کی صراحت نہیں ملتی تھی تو قیاس اور اجتہاد سے مسائل بتاتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی واقعہ پیش آتا تھا تو آپ قرآن مجید میں اس کا فیصلہ تلاش کرتے، ورنہ آپ کے پاس حدیث ہوتی تو اس سے فیصلہ لیتے تھے اور اگر آپ کے پاس کوئی حدیث نہ ہوتی تو دوسرے اہلِ علم کو بلا کر اُن سے دریافت فرماتے تھے کہ ان کے پاس رسول اکرم ﷺ کا کوئی ارشاد ہے، جس سے فیصلہ کیا جائے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بلائے ہوئے سب لوگ آپ کو یہ بتاتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے واقعات میں یہ فیصلہ فرمایا ہے، اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم میں ایسے لوگوں کو رکھا ہے جو سنن نبویہ کو یاد رکھتے ہیں اور اگر اُن کو کوئی حدیث نہیں ملتی تھی تو پھر چیدہ چیدہ لوگوں کو بلاتے تھے اور جس رائے پر ان کو اتفاق ہو جاتا تھا تو اس پر فیصلہ دیتے تھے (۱)۔"

---

(۱) كان أبو بكر رضي الله عنه إذا ورد عليه الخصمُ نَظَرَ في كتاب الله، فإن وجد فيه ما يقضي بينهم قضى......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو سہیل فرماتے ہیں کہ: ''میری بیوی پر تین دن مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھنا ضروری تھا میں نے عمر بن عبد العزیز سے ابن شہاب زہری کی موجودگی میں یہ پوچھا کیا میری اہلیہ کے لیے ان دنوں میں روزہ رکھنا ضروری ہے؟ زہری نے کہا: روزہ رکھے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔ عمر ابن عبدالعزیز نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ کہا کیا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا فرمایا؟ اس نے کہا نہیں۔ کہا کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا فرمایا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ کہا کیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا فرمایا؟ اس نے کہا: نہیں، تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا: میں ان دنوں میں تیری بیوی پر روزہ ضروری نہیں جانتا۔ ابو سہیل کہتے ہیں: میں وہاں سے چلا اور طاؤس (۱) اور عطاء بن رباح (۲) مجھے ملے اور میں نے ان سے یہ ذکر کیا۔ طاؤس نے کہا: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ [اس حالت میں] روزہ رکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا: میری رائے بھی یہی ہے (۳)۔''

......به، وإن لم يكن في الكتاب وعَلِمَ مِن رسول الله في ذلك الأمر سنة قضى به، فإن أعياهُ خرج فسأل المسلمين، وقال: أتاني كذا وكذا، فهل علمتم أن رسول الله ﷺ قضى في ذلك بقضاءٍ؟ فربما اجتمع إليه النفر كلهم يذكر من رسول الله فيه قضاءً، فيقول أبوبكر: الحمد لله الذي جعل فينا مِن يحفظ على سنة نبينا ﷺ فإن أعياهُ أن يجد فيه سنة من رسول الله ﷺ جمع رؤوس الناس، فإذا اجتمع رأيهم على أمر قضى به.

[سنن الدارمی ۱: ۷۰، المقدمۃ، باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ [۲۰] روایت: ۱۶۱]

(۱) طاوس بن کیسان، یمانی، ۳۳ھ = ۶۵۳م کو پیدا ہوئے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مایہ ناز شاگرد ہیں پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔ حالتِ حج میں ۱۰۶ھ = ۷۲۵م کو وفات پائی۔

[البدایۃ والنہایۃ ۹: ۲۲۴، الاعلام ۳: ۲۲۴]

(۲) عطاء بن اسلم بن صفوان، جلیل القدر تابعی، محدث اور فقیہ تھے۔ جند [یمن] میں ۲۷ھ = ۶۴۷م کو پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ میں رہائش پذیر تھے، اور وہیں ۱۱۴ھ = ۷۳۲م کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳: ۲۶۱، الاعلام ۴: ۲۳۵]

(۳) كان على امرأتي اعتكاف ثلاثة أيام في المسجد الحرام فسألتُ عمر بن عبدالعزيز وعنده ابن شهاب، قال قلتُ: عليها صيامٌ؟ قال ابن شهاب: لا يكون اعتكاف إلّا بصيامٍ، فقال له عمر بن عبدالعزيز: عن النبي ﷺ؟ قال: لا، قال: فعن أبي بكر؟ قال: لا، قال: فعن عمر؟ قال: لا، قال: فعن عثمان؟ قال: لا، قال عمر: ما أرى عليها صياماً، فخرجتُ فوجدتُ طاوساً وعطاء بن أبي رباح ......

" محكم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لوگو! ایسا زمانہ بھی گزرا ہے' جب ہم نہیں بتایا کرتے تھے اور آج بھی بتانے کے قابل نہیں ہیں' جس کو اس آزمائش میں اترنا پڑے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ کرے' ورنہ حدیث کو تلاش کرے' ورنہ صالحین کے فیصلہ پر فیصلہ کرے اور اگر یہ بھی نہ ملا تو اجتہاد کرے اور اجتہاد میں یقین اور روشنی کی راہ پر چلے۔ شک کی راہ سے کچھ نہ کہے کہ یہ میری رائے یہ ہے' مگر ڈرتا ہوں کیونکہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ لوگو! وہی بات قبول کرو جو صاف اور ظاہر ہے اور مشتبہ کو چھوڑ دو (۱)۔''

عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ: ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سب سے پہلے قرآن مجید کو اور پھر حدیث کو لیتے تھے پھر سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے آثار کو تلاش کرتے تھے' ورنہ اپنی رائے دیتے تھے (۲)۔''

قاضی شریح کہتے ہیں کہ: ''سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو لکھا کہ قرآن مجید سے فیصلہ لینے میں کسی کے روکنے سے نہ رکنا' ورنہ حدیث کو تلاش کیجئے اور اگر حدیث میں حکم نہیں ملتا تو اہل علم کے اتفاق پر عمل کیجئے اور اگر ایسا بھی نہیں ہے تو سوچ سمجھ کر اپنی رائے پر فیصلہ کیجئے اور اگر چاہو تو خاموش رہو' یہ آپ کے لیے بہتر ہے (۳)۔''

......فسألتهما' فقال طاوس: كان ابن عباس رضی اللہ عنہ لايرى عليها صياماً إلّا أن تجعله على نفسها' قال: وقال عطاء: ذلك رأيي. [سنن الدارمی ۱:۰۷' المقدمۃ' باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ [۲۰] روایت: ۱۶۲]

(۱) أتى علينا زمانٌ لسنا نقضي' ولسنا هنالك' وإنَّ الله قَدْ قَدَّرَ من الأمر أن قد بلغنا ما ترون' فَمَن عرض له قضاء بعد اليوم فليقضِ فيه بما في كتاب الله عزوجل' فإن جاءه ما ليس في كتاب الله فَلْيَقْضِ بما قضى به رسول الله ﷺ فإن جاءه ما ليس في كتاب الله ولم يَقْضِ به رسول الله فَلْيَقْضِ بما قضى به الصالحون' ولا يقُل: إني أخافُ وإنّي أرى' فإنَّ الحرام بَيِّنٌ والحلالُ بَيِّنٌ' وبَيْنَ ذلك أُمورٌ مشتبهةٌ' فدع ما يُريبك إلى ما لا يُريبك. [سنن الدارمی ۱:۷۱' المقدمۃ' باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ [۲۰] روایت: ۱۶۵' سنن نسائی' کتاب آداب القضاۃ [۴۹] باب الحکم باتفاق اہل العلم [۱۱] حدیث: ۵۳۹۷]

(۲) كان ابن عباس إذا سُئِلَ عن الأمر فكان في القرآن أخبر به' وإن لم يكن في القرآن وكان عن رسول الله ﷺ أخبر به' فإن لم يكن فعن أبي بكر وعمر' فإن لم يكن قال برأيه.
[سنن الدارمی ۱:۷۱' المقدمۃ' باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ [۲۰] روایت: ۱۶۶]

(۳) أن عمر بن الخطاب كتب إليه: إن جاءك شيء في كتاب الله فاقض به' ولا يلتفتك عنه......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا: تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی کتاب پر فیصلہ کروں گا، ورنہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر فیصلہ کروں گا اور اس کے بعد اپنی عقل پر زور ڈالوں گا اور صحیح فیصلہ پر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرا سینہ دست مبارک سے ٹھوکا اور فرمایا: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے اپنے رسول کے رسول کو ایسی توفیق بخشی جس کو اللہ کا رسول پسند کرتا ہے (۱)۔''

[سنن دارمی: ۵۸، جلد اول، جامع بیان العلم، باب اجتہاد کب روا ہے؟]

...... الرجال، فإن جاءك ماليس في كتاب الله فانظر سنة رسول الله ﷺ فاقض بها، فإن جاءك ما ليس في كتاب الله ولم يكن فيه سنة رسول الله ﷺ فانظر مااجتمع عليه الناس فَخُذْ به، فإن جاءك ما ليس في كتاب الله ولم يكن فيه سنة رسول الله ﷺ ولم يتكلم فيه أحدٌ قبلك فاختر أيَّ الأمرين شئتَ: إن شئتَ أن تجتهد رأيك ثم تقدّم فتَقَدَّمْ وإن شئتَ أن تتأخَّرَ فتأخَّرْ، ولا أرى التأخُّر إلّا خيرًا لك. [سنن الدارمي ۱: ۷۱-۷۲، المقدمة، باب الفتيا وما فيه من الشدة [۲۰] روایت: ۱۶۶]

(۱) أن النبي ﷺ لمّا بعثه إلى اليمن قال: أرأيتَ إن عرض لك قضاء كيف تقضي؟ قال: أقضي بكتاب الله، قال: فإن لم يكن في كتاب الله؟ قال: فبِسُنَّةِ رسول الله ﷺ، قال: فإن لم يكن في سنة رسول الله؟ قال: أجتهِدُ رأيي، ولا آلوا، قال: فضرب صدره ثم قال: الحمد لله الذي وفّقَ رسولَ رسول الله لما يرضي رسولَ الله.

[سنن الدارمی ۱: ۷۲، المقدمة، باب الفتیا وما فیہ من الشدة [۲۰] روایت: ۱۶۸، واللفظ لہ، سنن ترمذی، کتاب الاحکام [۱۳] باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی [۳] احادیث: ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، سنن ابی داود، کتاب الاقضیة [۱۸] باب اجتہاد الرای فی القضاء [۱۱] احادیث: ۳۵۹۲، ۳۵۹۳، مسند احمد ۵: ۲۳۰، ۲۴۲]

امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ: هذا حديث لانعرفه إلّا من هذا الوجه، وليس إسناده عندي بمتصل، وأبو عون الثقفي اسمه محمد بن عبيدالله. [سنن ترمذی ۳: ۶۱۷]

''یہ حدیث ہمیں اسی سند سے پہنچی ہے اور میرے نزدیک اس کی اسناد متصل نہیں اور ابو عون کا نام محمد بن عبیداللہ ہے۔''

امام بخاری لکھتے ہیں: الحارث بن عمرو ابن أخي المغيرة بن شعبة الثقفي عن أصحاب معاذ عن معاذ، روى عنه أبو عون، ولا يصح، ولا يعرف إلّا بهذا، مرسل. [التاریخ الکبیر ۲: ۲۷۷، ترجمہ: ۲۴۴۹]

''حارث بن عمرو، مغیرہ بن شعبہ ثقفی کا برادر زادہ جو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں اور وہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ اُن کی روایت مرفوعاً نادرست ہے، البتہ مرسلاً ثابت ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ کی رضاء ومسرت اور صحابہ کرام ﷺ کی تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد کب روا ہے اور یہ کہ اجتہاد مستحکم اور مضبوط اصول پر ہونا چاہیے۔ محض خواہشات اِجتہاد کی بنیاد نہیں ہے اور یہ کہ اجتہاد اس شخص کے لیے جائز ہے جو کتاب وسنت اور صحابہ کرام ﷺ کے آثار واتفاق کے اصول کا عالم ہو۔ ان اصول سے ناواقف اور بے علم کے لیے ہرگز روا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی ایسی بات کہے جس کے اصول خود دین میں موجود نہیں اور یہ کہ اجتہاد اس وقت جائز ہے جب کتاب و سنت اور صحابہ کرام ﷺ کے آثار میں حکم نہیں ملتا اور اگر صریح حکم ملتا ہے تو اجتہاد کے لیے گنجائش نہیں ہے (۱)۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ: ''قاضی کو کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کرنا چاہیے' ورنہ حدیث کے بموجب حکم صادر کرے' ورنہ اگلے بزرگوں کے فیصلوں پر فیصلہ کرے' ورنہ اپنی رائے کے مطابق مسئلہ کا فیصلہ مرتب کرے اور ہچکچائے نہیں' یہ قول زیادہ واضح ہے کہ اجتہاد اس شخص کے لیے روا ہے جو اصول دین کا پورا عالم ہو (۲)۔''

علامہ خضری سابق مضمون کی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''گزشتہ لوگوں سے خلفاء اس کو قاضی منتخب کرتے تھے' جن میں ان کو یہ نظر آتا تھا کہ وہ کتاب وسنت کا علم رکھتے ہیں اور ان میں کتاب وسنت سے استنباط کی قدرت بھی ہے' اور ان سے یہ معاہدہ لیا جاتا تھا کہ جس امر کے متعلق نص موجود ہو تو وہ صرف نص پر عمل کریں گے' یا اس رائے سے کام لیں گے جو

---

(۱) هـذا یوضح لك أنّ الإجتهاد لایکون إلّا علی أصول یُضافُ إلیها التحلیل و التحریم' و أنه لایجتهد إلّا عالمٌ بها' ومَن أشكل علیه شيء لزمه الوقوف ولم یجز له أن یحیل علی اللّٰه قـولاً فـی دینـه' لانـظیرلـه مِن أصلٍ' ولاهوفی معنی أصلٍ' وهذاالذی لاخلاف فیه بین أئمة الأمصار قدیماً و حدیثاً' فَتَدَبَّرْهُ. [جامع بیان العلم وفضلہ ۲:۵۳' بذیل روایت: ۱۵۹۷]

(۲) من عرض له منكم قضاء فلیقض بما فی كتاب اللّٰه' فإن جاء ه مالیس فی كتاب اللّٰه فلیقض بما قضی به نبیه ﷺ فإن جاء ه أمرٌ لیس فی كتاب اللّٰه ولم یقض به نبیه ﷺ فلیقض بماقضی به الصالحون' فإن جاء ه أمرٌ لیس فی كتاب اللّٰه ولم یقض به نبیه ﷺ ولم یقض به الصالحون فلیجتهد رأیه' فإن لم یكن یحسن فلیقرو لایستحیي.

[جامع بیان العلم وفضلہ ۲:۵۴' روایت: ۱۵۹۹' لیکن اس کی سند میں اِنقطاع ہے۔]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نصوص کے قریب ہو جیسے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قاضی سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا قضاء ایک فریضہ محکمہ یا سنت متبعہ ہے پس جو امر کتاب و سنت میں موجود نہیں ہے جب اس کے متعلق تمہارے دل میں خلجان پیدا ہو تو سمجھ سے کام لو اور جب اَشباہ و امثال کو پہنچو تو اس وقت قیاس سے کام لو اور ان میں ایسی چیز کا قصد کرو جو اللہ تعالیٰ کے قریب اور حق کے زیادہ مشابہ ہو(۱)۔'' [تاریخ التشریع الاسلامی' باب پانچواں دور]

سنن اور آثار میں اس مرحلہ پر اجتہاد کرنے کا حق اور اختیار دیا گیا ہے جہاں کتاب و سنت اور آثار میں پوری کوشش اور غور کرنے کے بعد اس معاملہ میں صریح حکم نہیں ملتا' جس میں فیصلہ دینا مطلوب ہے اور ذی بصیرت مجتہد کو اَشباہ و امثال کی روشنی سے استفادہ کرنا ضروری ہے' ورنہ اس اجتہاد کی بنیاد نہیں ہے اور مجتہد ایسا فہیدہ اور متبحر عالم ہو سکتا ہے جس کی نگاہ میں قرآن کی آیات اور آثار و سنن کا دفتر حاضر رہتا ہو اور کتاب و سنت اور آثار پر اس کو اس درجہ توجہ ہو کہ ضرورت کے وقت ان کا ایک ایک گوشہ اس کے سامنے روشن ہو مگر ان میں کوئی ایسی تصریح نہ ملے جس سے وہ مطمئن ہو اور اس کو اپنی فہم و علم سے پوری توقع ہو کہ وہ اَمثال واَشباہ سے مدد لے سکتا ہے اور اَشباہ و امثال سے استفادہ کرنا بھی جانتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں کسی کو اجتہاد کا شوق تو ضرور پیدا ہوا ہے لیکن ایسا شخص جس کو قرآن مجید کے اختصار میں بے پناہ علوم اور اس کے نصوص میں نظری اَسرار و معانی اور قرآن مجید کے اسلوب اور طرز اِستدلال کا وقوف [پہچان] نہیں ہے اور آثار و سنن کے خزینہ سے بے بہرہ ہے اور حجیت حدیث کے انکار میں پیغمبرانہ علوم اور بصائر کا بڑا اور اہم حصہ ضائع کر چکا ہے۔ تملق' مفاد پرستی کا مریض' معاصی اور مآثم سے آلودہ' دین کے اصولی شعائر اور عظائم کا دانستہ تارک اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو استہزا اور بازاری قہقہوں میں اڑاتا ہے اور خواہشات کی دھاندلی کو قرآن مجید کے معانی اور حقائق کا نام دیتا ہے اور قرآن مجید کے ان معانی اور مقاصد کو جو نبی ﷺ کی زبان اور بصیرت میں بیان ہوئے ہیں حقارت سے ٹھکراتا ہے۔ کون بے رحم ایسا ہو سکتا ہے کہ دین کے مسائل کا اِستخراج اور قرآن کے معانی اور مقاصد کو ایسے صاحب کے اجتہاد کے سپرد کر دے جس کا اجتہاد تخریبِ دین اور تحریفِ اسلام کا عظیم فتنہ ہے؟

(۱) تاریخ التشریع الاسلامی: ۴۲۴-۴۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہ کے اجتہاد کو چار دانگِ عالم کے سلف اور خلف میں فقہاء اور محدثین سے لے کر عوام' امراء اور سلاطین میں مقبول اور تسلیم کیا جانا بہت بڑی ضمانت ہے کہ امام صاحب کا کتاب وسنت اور آثارِ صحابہ کے اہل علم اور فہم میں اس قدر بلند اور اونچا مقام ہے کہ آپ کے بعد دنیا کے اہل علم اور ارباب بصیرت نے آج تک دوسرا ابوحنیفہ نہیں دیکھا اور امام صاحب نے کتاب وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل اور آثار کی اِتباع میں فقہ حنفی کی عظیم الشان عمارت کھڑی کر رکھی ہے۔ مسٹر پرویز اگر ابوحنیفہ کو منکرین حدیث کی فہرست میں شامل کرتے ہیں تو اس سے بڑھ کر صریح جھوٹ اور بے جا ظلم کیا ہوگا؟

امام ابوحنیفہ کا مجتہدانہ ذوق

علم حدیث میں فن روایت کی مُمارَسَت [تجربہ] سے اگر محدثین کو ایسا ذوق اور ملکہ پیدا ہوتا ہے جس سے یہ تمیز ہو سکتی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو سکتی ہے یا نہیں' جیسے کتاب العلل میں محدثین کے اس ذوق کا جو اُن کے قلوب پر وارد ہوتا ہے' بیان ہوتا ہے' اگر محدثین کو روایت اور ظاہر الفاظ کے استقراء سے ایسا ذوق ممکن ہے جس سے وہ ایک حدیث کو جس میں بظاہر صحت کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں' معلول جان کر رد کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ جس فقیہ نے دقتِ نظر اور نکتہ شناسی میں شریعت کے احکام اور مسائل کے اَسرار و مصالح کی تتبع اور اِستقراء کیا ہے' اس کو ایسا ذوق اور وِجدان حاصل نہ ہو جس سے یہ تمیز ہو سکتی ہے کہ کتاب و سنت میں ایسا حکم بھی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ نہایت نازک اور ذمہ داری کا کام ہے اور اس کا تحمل صرف وہ شخص کر سکتا ہے جو کتاب وسنت میں کامل مہارت کے بعد فقہ اور اجتہاد میں پورا ملکہ رکھنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید سے موید ہے' مگر ایسی شرطوں کا جامع امام ابوحنیفہ سے زیادہ دوسرا کون ہو سکتا ہے؟ امام ابوحنیفہ کا یہ مسلک تھا کہ شریعت کے احکام مصالح پر مبنی ہیں اور بعض احکام کی مصالح صاف نمایاں ہیں اور خود شارع علیہ السلام کے کلام میں اس کے اشارات پائے جاتے ہیں اور بعض احکام ایسے ہوتے ہیں جن کے مصالح ہم کو معلوم نہیں ہیں لیکن فی الواقع وہ مصالح سے خالی نہیں ہوتے اور اس مصالح کا لحاظ رکھنا جائز ہے اِس بناء پر جن مسائل میں امام صاحب نے کتاب وسنت میں کوئی صریح حکم نہیں پایا ہے تو اُن کے استنباط کے لیے آپ نے انہیں مصالح کو سنگِ بنیاد قرار دے دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور انہیں مسائل کے لیے اَشباہ ونظائر کی روشنی میں اس توقع پر اَشباہ نظائر کے مناسب مجتہدانہ ذوق سے ایسا حکم نکالا ہے کہ اگر شارع علیہ السلام کی طرف سے ان مسائل میں حکم آنا تو یہی ہوتا جو مجتہد کی بصیرت نے ظاہر کر دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہترین مثالیں موجود تھیں جن کے متعلق قرآن وحدیث کی کوئی تصریح موجود نہیں تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان میں قیاس سے کام لیا ہے اور اُن کا قیاس انہیں مصالح کے لحاظ کرنے پر مبنی ہوتا تھا۔ امام ابوحنیفہ کی طرح جن فقہاء اور محدثین کا یہ فکر تھا کہ شریعت کی عقلی وجوہ سمجھ میں آسکتی ہیں اور وہ ان اصول پر قائم ہیں جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں تو انہوں نے کتاب وسنت میں صراحت نہ ملنے کے وقت اپنی رائے اور قیاس سے مسائل بتلا دیے ہیں اور ایسا کرنے میں ان کو اس لیے باک نہیں تھا کہ یہ تمام مجتہدین شرعی احکام کے علل، اغراض ومقاصد کو سمجھنا چاہتے تھے اور اَحکام کے اسباب وعلل کا سراغ لگانے میں اصول کے ذریعہ سے باہمی مسائل کی شیرازہ بندی کو پسند کرتے تھے، جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ قضا فریضہ محکمہ یا سنت متبعہ کا نام ہے لیکن جو چیز تم کو قرآن وحدیث میں نہ ملے اور آپ کو اس کی نسبت شک ہو تو اس پر غور کرو اور خوب غور کرو اور اس کے ہم صورت اور ہم شکل واقعات کو دریافت کرو پھر ان سے قیاس کرو (۱)۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مفوضہ عورت [وہ عورت جس کو طلاق لینے کا اختیار دیا جائے] کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں اس کے بارے میں اپنی رائے سے حکم بتلاتا ہوں اگر وہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری جانب سے ہے (۲)۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی سے ملے اور فرمایا تمہارے معاملہ کا کیا ہوا؟ اُس نے کہا: سیدنا علی اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما نے میرا فیصلہ کر دیا ہے، یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو ایسا نہ کرتا، اُس نے کہا امیر المؤمنین آپ ہیں۔ آپ کو اب کس نے روکا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا اگر میں آپ کو قرآن وحدیث کی طرف لوٹاتا تو میں ان کے فیصلہ کے خلاف کرنے سے کبھی نہ رکتا لیکن میں اس کی رائے سے اپنی رائے کی طرف آپ کا لوٹاتا ہوں، اگر میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں تو رائے کا دروازہ سب کے لیے یکساں ہے (۳)۔''

(۱-۳) تاریخ التشریع الاسلامی: ۱۷۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کیا ہے اور رائے سے فیصلے دیے ہیں اور یہ کہ اپنی رائے پر اس کو صواب اور حق کا اصرار ضرور رہا مگر دوسروں کو اپنی رائے پر مجبور نہیں کرتے تھے ورنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما کے فیصلے کو ضرور منسوخ فرماتے' اگرچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین ہونے کا شرف اور تفوق بھی حاصل تھا مگر رائے ہر شخص کی ضمیر کی آواز ہے اور کسی کی رائے اور ضمیر کو کچلنا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پسند نہیں کیا۔ رائے اور ضمیر کی آزادی کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صرف دروازہ نہیں کھولا بلکہ اس کی قدر کی اور اس کو برقرار رکھا اور اس پر عمل کرنے موقع دیا اور یہ اسلام کا حسن اور اس کی خوبی ہے کہ فرمانروایانِ اسلام نے قوت اور اقتدار کے ایام میں بھی کسی کی رائے اور ضمیر کی دعوت اور فیصلہ پر عوام کو عمل کرنے سے نہیں روکا اگرچہ ہمارے زمانے میں رائے اور ضمیر کی آزادی کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے مگر اس کا معنی صرف اتنا ہے کہ بے ہودہ اور بے معنی تفوہات میں تو ہر شخص کی مرضی ہوتی ہے' جو چاہے بولے مگر ضروری امور اور اہم مواقع میں صرف وہ بول سکتے ہیں جن کو قانون نے بولنے کا حق دیا ہے اور ان کی رائے ہی عمل کرنے کے قابل سمجھی جاتی ہے' جو برسر اقتدار پارٹی کے لیڈر کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

اور نیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فہمائش سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک کی رائے کو دوسرے کی رائے نہیں توڑتی' البتہ حدیث وسنت ایسی طاقت اور حجت ہے کہ وہ رائے کو اپنے مقابلہ پر قائم نہیں رکھتی' خواہ وہ کسی کی رائے ہو اور اگرچہ اس کی پشت پناہ پر افراد کی تعداد کی کثرت بھی ہو جیسے سیدنا عمر' سیدنا علی اور سیدنا زید رضی اللہ عنہم کے درمیان ایک اور دو کی نسبت تھی۔

اور نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کے امیر اور اجتماعی ذمہ داری کا یہ فرض ہے کہ اپنی قوت سے اس رائے کو مٹا دیں جو سنت کا مقابلہ کرتی ہے۔

اس بحث کے بعد علامہ خضری لکھتے ہیں کہ: ''بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رائے کی برائی کی ہے لیکن یہ واضح رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس رائے کی مذمت کی ہے وہ رائے اس رائے سے الگ ہے جس پر انہوں نے خود عمل کیا ہے اس لیے قابل مذمت رائے اگر ہے تو یہ ہے کہ اس میں خواہشِ نفس کی پیروی کی جائے اور اس کا اِستناد کسی اصل کی طرف نہ ہو اور قابل ستائش رائے وہ ہے جس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ ہم صورت و ہم شکل واقعات کو معلوم کرلو اور پھر اس سے قیاس کرو کیونکہ اس صوررت میں رائے پر عمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا درحقیقت قرآن اور حدیث کے قطعی مفہوم پر عمل کرنا ہے (۱)۔"

اور امام ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ: "جمہور اہلِ علم کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے جس رائے کی مذمت کی ہے وہ یہ ہے کہ دینی احکام میں اپنے خیال اور محض گمان اور ظن سے گفتگو کرنا' پیچیدہ مسئلے مغالطے جمع کرنا' فروع کو اصول کی طرف لوٹانے کی بجائے فروع اور اصول میں تصادم پیدا کر کے قیاس سے کام لینا اور تخمینی بناء پر بحث اور حجت کرنا علماء کا کام نہیں ہے' ان امور میں انہماک اور استغراق سنت کو معطل کر دیتا ہے' جہل کو رواج دیتا ہے اور کتاب اللہ سے اِعراض کرنے کا سبب بنتا ہے (۲)۔"

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ: "وہ رائے جو کتاب وسنت اور اجماع کی طرف مستند ہو وہ محمود ہے اور جو رائے ان کی طرف مستند نہیں' وہ مذموم ہے (۳)۔"

حافظ نے تفصیل کے ساتھ اس کے دلائل لکھے ہیں' اس کے لیے اگر چاہو تو فتح الباری جلد ۱۳: ۲۴۵ باب مایذکر من ذم الرای کا مطالعہ کیجیے۔

مسٹر پرویز اور اس کے اَمثال نے اپنی رائے اور خواہش کو دین بنالیا ہے اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنن کو معطل کر دیا اور کتاب اللہ کے ان معانی اور مطالب سے اعراض کیا ہے جن کو حق تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ کی زبان اور حدیث کے عنوان میں بیان فرمایا ہے: ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ. [سورۃ القیامۃ ۷۵: ۱۹]

---

(۱) تاریخ التشریع الاسلامی: ۱۷۰-۱۷۱.

(۲) وقال آخرون-وهم جمهور أهل العلم-الرأى المذموم فى هذه الآثار عن النبى ﷺ و أصحابه والتابعين هو القول فى أحكام شرائع الدين بالإستحسان والظنون والإشتغال بحفظ المعضلات والأغلوطات' ورد الفروع والنوازل بعضها على بعضٍ قياساً دون ردّها على أصولها والنظر فى عللها واعتبارها' فاستعمل فيها الرأى قبل أن تنزل' وفرعت وشققت قبل أن تقع وتكلم فيها قبل أن تكون بالرأى المضارع للظن' قالوا: وفى الإشتغال بهذا و الإستغراق فيه تعطيل السنن والبعث على جهلها وترك الوقوف على مايلزم الوقوف عليه منها' ومن كتاب الله ومعانيه. [جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۲۲۰' بذیل روایت: ۲۰۳۵]

(۳) فالرأى إذا كان مسنداً إلى أصل من الكتاب أو السنة أو الإجماع فهو المحمود' وإذا كان لا يستند إلى شيء منها فهو المذموم. [فتح الباری ۱۳: ۲۸۸' کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ [۹۶] باب مایذکر من ذم الرای وتکلف القیاس [۷] بذیل حدیث: ۷۳۰۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"پھر ہمارا ذمہ ہے اس [قرآن] کو بیان کرنا۔"

امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تدوین میں جس مآخذ کو اصل اور مقدم رکھا ہے وہ کتاب اللہ اور سنت ہے۔ وہ امام صاحب کا قیاس آپ کے مجتہدانہ ذوق اور حدیث میں استقراء اور تتبع کی بصیرت اور ہم شکل نظائر پر غور کرنے میں کتاب وسنت کی طرف مستند رائے ہے جس کو ہم کتاب وسنت کا عقلی مفہوم کہہ سکتے ہیں۔ اگر مسٹر پرویز امام صاحب کو انکار حدیث کے جرم میں اپنا شریک بنانا چاہتے ہیں تو اس شرم ناک دروغ گوئی میں اس کو یہ خیال کیوں نہ رہا کہ دوسرے لوگ امام ابوحنیفہ کو مسٹر پرویز سے بدر جہا زیادہ اور بہتر جانتے ہیں۔

قیاس یا رائے

آثار واصول فقہ کی بحث میں یہ طے ہو چکا ہے کہ قیاس کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کتاب وسنت میں کوئی حکم مذکور نہیں ہوتا۔ اگر کتاب وسنت میں حکم مذکور ہے تو کسی مسلمان کے لیے خواہ وہ مجتہد اور عالم ہے یا عامی اور ان پڑھ ہے یہ جائز نہیں کہ قرآن و حدیث میں حکم کے ہوتے ہوئے اپنی رائے میں کتاب وسنت کے حکم کے خلاف کوئی حکم دے۔ اگر کتاب وسنت کے خلاف کسی نے رائے دی ہے یا قیاس کیا ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو لیکن کتاب وسنت کے اصول اور صحابہ کرام ﷡ کے تعامل میں اس کے لیے دین کے قوام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سیدنا عمر ﷛ فرماتے ہیں کہ: "اصحاب رائے حدیث کے دشمن ہیں۔ اصحاب رائے حدیث کے یاد کرنے اور سمجھنے سے عاجز رہے اور رائے ایجاد کی (۱)۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷛ فرماتے ہیں کہ: "تمہارا پچھلا زمانہ اگلے زمانہ سے بدتر ہوگا' میں یہ نہیں کہتا کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے برا ہوگا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ تمہارے عالم اٹھ جائیں گے اور ان کے جانشین نہیں ملیں گے اور ایسے لوگ آجائیں گے جو دین کو اپنی رائے پر قیاس کریں گے اور اسی طرح اسلام کے قصر میں شگاف پڑتے رہیں گے اور اسلام گرتا چلا

(۱) أصبح أهل الرأى أعداء السنن' أعيتهم الأحاديث أن يعوها وتفلتت منهم أن يرووها فاستبقوها بالرأى. [جامع بيان العلم وفضله ۲: ۲۱۰' روایت: ۲۰۰۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا(۱)۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:"دو ہی چیزیں اصل ہیں: ایک کتاب اور دوسری سنت۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اپنی رائے سے کچھ کہتا ہے تو میں نہیں جانتا کہ وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے' یا بدیوں میں (۲)؟"

امام شعبی کا قول ہے کہ:"اگلی قومیں اس وقت ہلاک ہوئیں جب وہ راہ راست سے ہٹ کر دوسری راہوں پر پڑ گئیں۔ آثار انبیاء کو چھوڑا اور دین میں اپنی رائے چلانے لگیں۔ خود بھی گمراہ ہو گئیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر گئیں (۳)۔"

امام اوزاعی کہا کرتے تھے کہ:"سنت صالحین کے آثار کی پابندی کرو۔ چاہے لوگ تمہیں روکتے رہیں۔ یاد رکھو لوگوں کے خیالات پر نہ چلنا چاہیے خواہ وہ کیسی خوش نما دلیلیں کیوں نہ پیش کریں (۴)۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے آثار میں رائے کی مذمت کی گئی ہے' یہ وہ رائے ہے جو کتاب و سنت کے خلاف قائم کی گئی ہو۔ آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بتا دیا ہے کہ دین کے قوام میں کتاب و سنت کے سوا دوسری کوئی چیز سند نہیں ہے اور آپ نے دیکھا کہ حدیث کی حجیت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے اس درجہ زور دیا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و احادیث کے

---

(۱) ليس عامٌ إلّا الذى بعده شر منه' ولا أقول: عامٌ أمطرُ مِن عامٍ' ولا عامٌ أخصب مِن عامٍ' ولا أميرٌ خيرٌ مِن أميرٍ' ولكن ذهاب خياركم وعلمائكم' ثم يحدث قوم يقيسون الأمور برأيهم' فيهدم الإسلام ويثلم. [جامع بيان العلم وفضله ۲:۲۱۲' روایت: ۲۰۰۹]

(۲) إنما هو كتاب الله وسنة رسوله' فمن قال بعدذلك برأيه فماأدرى أفى حسناته يجد ذلك أم فى سيئاته. [جامع بيان العلم وفضله ۲:۲۱۴' روایت: ۲۰۱۳]

لیکن اس کی سند ضعیف ہے' اس لیے کہ:

۱- اس کا راوی عبدالرحمن بن زیاد بن انعم ضعیف ہے۔

۲- ابو فزارہ راشد بن کیسان اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مابین انقطاع ہے۔

(۳) إنما هلك مَن كان قبلكم حين تشعبت بهم السبل وحادوا عن الطريق' فتركوا الآثار و قالوا فى الدين برأيهم فضَلّوا وأضَلّوا. [جامع بيان العلم وفضله ۲:۲۱۷' روایت: ۲۰۲۶]

(۴) عليك بآثارِ مَن سلفَ وإن رفضك الناسُ' وإياك وآثار الرجال وإن زخرفوا لك القول. [جامع بيان العلم وفضله ۲:۲۲۳' روایت: ۲۰۷۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِتباع سے ہٹتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اور اسلام کے قصر میں شگاف ڈالتا ہے۔ دین کے قوام سے حدیث کی حجیت کو باہر نکالنا دین اسلام اور علوم قرآن کی خدمت نہیں ہے بلکہ وہ تمام تر کوششیں دین کے گرانے اور برباد کرنے کے لیے کی جارہی ہیں۔ دین کا قیام اور اِجباء رسول اللہ ﷺ کے آثار و سُنن کی پابندی میں کیا جاسکتا ہے۔ مسٹر پرویز اور اس کے رُفقاء میں یہ تمام معائب موجود ہیں کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے سُنن، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالح کے آثار کو جھٹلاتے نہیں۔ فقہاء اور محدثین کا مذاق اُڑاتے ہیں اور دین اسلام کے قصر میں شگاف ڈالنا اس کی آخری منزل ہے۔ انصاف سے سوچنا چاہئے کہ ان کا رخ کدھر کو ہے اور ستم ظریفی یہ کہ امام ابوحنیفہ کو بھی اپنی صف میں گنتے ہیں۔

استحسان کی تعریف اور اس کی مثالیں

میرا خیال ہے کہ مسٹر پرویز اور اس کے رفقاء استحسان کو نہیں جانتے، ورنہ اس دروغ گوئی کی جرأت نہ کرتے کہ امام ابوحنیفہ نے استحسان کا اصول وضع کیا اور فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ فقہ کی تدوین میں حدیث کو زیادہ اور ضروری اہمیت حاصل تھی اس لیے امام ابوحنیفہ نے استحسان کے اصول وضع کیے ہیں۔ شیخ ابوالحسن کرخی (۱) نے۔ جو عراق میں اکابر حنفیہ کے استاد ہیں اور ۳۴۰ھ میں وفات پائی ہے۔ یہ فرمایا ہے کہ قیاس سے زیادہ قوی اور مضبوط دلیل کی بنیاد پر کسی مسئلہ کو اپنے اشباہ و نظائر کے حکم سے کاٹ کر الگ کرنے کا نام استحسان ہے اور مجتہد کے ذہن پر قیاس کے خلاف جو زیادہ قوی دلیل وارد ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں: نص، اجماع اور خفی قیاس، اگرچہ کہنے میں اسے خفی قیاس کہا جاتا ہے مگر اثر میں وہ جلی اور موثر قیاس ہے (۲)۔ [ردالمختار، جلد اول: ۲۰۲]

---

(۱) ابوالحسن کرخی: عبیداللہ بن حسین، مشہور حنفی اصولی عالم و فقیہ تھے۔ ابوبکر جصاص کے استاذ محترم ہیں۔ اپنے زمانے میں احناف کے سرخیل مانے جاتے تھے۔ بڑھاپے میں فالج میں مبتلا ہوئے تھے۔ ۳۴۰ھ کو وفات پائی۔ ''کرخ'' نواحِ عراق میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ [تاج التراجم: ۳۹]

(۲) الإستحسان كما قال الكرخي: قطع المسئلة عن نظائرها لِما هو أقوىٰ، وهو دليلٌ يُقابِلُ القياسُ الجلي، الذي تسبق إليه أفهام المجتهدين نصًا كان أو إجماعاً أو قياساً خفياً.

[ردالمختار ۱: ۱۶۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن العربی (۱) کہتے ہیں کہ: ''ہمارے یہاں اور حنفیوں کے یہاں دو دلیلوں میں سے زیادہ قوی دلیل پر عمل کرنے کا نام استحسان ہے اور لکھا ہے کہ ایک دلیل کے چند اور متخالف مقتضیات میں سے ایک مقتضا کو اِستثناء اور رخصت کے طور پر چھوڑنے کا نام استحسان ہے (۲)۔'' [الموافقات جلد۴: ۱۱۷]

شیخ ابوالحسن کرخی اور علامہ ابن العربی کی تحریر میں استحسان کی تعریف یہ ہے کہ کسی معاملہ میں قیاس کوئی حکم دے رہا تھا مگر نص یا اجماع یا باریک دلیل نے قیاس کے حکم کو روکا اور قیاس کے خلاف نص یا اجماع یا نصوص سے مستنبط دلیل کے اقتضاء پر عمل کر لیا گیا تو اسی کا نام استحسان ہے۔

علامہ خضری فرماتے ہیں کہ: ''بسا اوقات فقہاء حنفیہ کے کلام میں استحسان کا لفظ پایا جاتا ہے اور استحسان کو قیاس کے مقابلہ میں لا کر کہتے ہیں کہ قیاس خطر کو چاہتا ہے اور استحسان کا تقاضا اباحت ہے اور حنفیہ اس کو ایسی دلیل گنتے ہیں کہ وہ اپنی جیسی دلیل قیاس کا معارضہ کرتا ہے حنفیہ کے مخالفوں نے اس لفظ کو اس لیے برا جانا تھا کہ وہ اس کو دلیل کے بغیر تشریع سمجھتے تھے

---

(۱) محمد بن عبداللہ بن محمد معافری اشبیلی مالکی ابوبکر ابن العربیؒ قاضی اور حافظ حدیث تھے۔ ۴۶۸ھ = ۱۰۷۶ م کو اِشبیلیہ میں پیدا ہوئے، حصول علم کے لیے مشرق کے سفر کیے، علم ادب میں مہارت تامہ حاصل کی۔ حدیث، فقہ، اصول، تفسیر، ادب اور تاریخ میں کتابیں لکھیں۔ اِشبیلیہ کے قاضی [Judge] بھی رہے ہیں۔ ۵۴۳ھ = ۱۱۴۸ م کو فاس کے قریب وفات پائی۔

[وفیات الاعیان۴: ۲۹۶، الاعلام ۶: ۲۳۰]

(۲) أنكر جمهورٌ من الناس على أبي حنيفة القول بالإستحسان فقالوا: إنه يُحَرِّمُ ويُحَلِّلُ بالهوى من غير دليلٍ، وما كان ليفعل ذلك أحدٌ مِن أتباع المسلمين فكيف أبو حنيفة! وعلماؤنا من المالكية كثيراً ما يقولون: القياسُ كذا في مسألة، والإستحسان كذا، والإستحسان عندنا وعند الحنفية: هو العملُ بأقوى الدليلين، وقد بيّنّا ذلك في مسائل الإختلاف، نكتته المجزئةُ ههنا: أنّ العموم إذا استمر والقياسُ إذا اطّرَدَ فإنّ مالكاً وأباحنيفة يريان تخصيصَ العموم بأيّ دليلٍ كان، مِن ظاهرٍ أو معنىً، و يَستحسنُ مالك أن يُخَصِّصَ بالمصلحة، ويستحسن أبو حنيفة أن يخص بقول الواحد من الصحابة الواردِ بخلاف القياس.

[احکام القرآن ۲: ۷۵۴-۷۵۵، بذیل تفسیر سورۃ الانعام ۶: ۱۳۷: وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ، الموافقات شاطبی ۴: ۱۵۰-۱۵۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے امام شافعی نے فرمایا تھا کہ: جس نے استحسان کیا اس نے الگ شرع بنا لی (۱) اور بہت سے علماء اصول نے امام شافعی کی پیروی میں اِستحسان کی تردید کی اور اس کو ناقابل اعتبار دلیل قرار دے دیا لیکن حنفیوں کے اکابر علماء اصول نے یہ پردہ چاک کیا اور استحسان کی حقیقت کو کھول کر واضح کر دیا اور شوافع نے بھی اس کو سمجھا۔ استحسان کی حقیقت واقعی معلوم کر لینے کے بعد فریقین میں کوئی حقیقی اختلاف نہ رہا بلکہ وہ صرف لفظی نزاع تھا جس کو حنفی علماء نے سمجھا کر اٹھا دیا۔ حنفیہ نے استحسان کی یہ تعریف کی ہے کہ استحسان قیاس ہے مگر ظاہر قیاس کے مقابلہ میں اس کی علت زیادہ دقیق اور باریک ہے اس لیے دقت نظر کے بغیر وہ ظاہر نہیں ہوتی، مثلاً ایک محل میں ایسی علت ہے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس محل کو ایک اصل کے ساتھ ملحق کر دے اور اس اصل کے مطابق اس محل کے لیے حکم حاصل کر لیا جائے اور اس محل میں ایسا باریک وصف بھی ہے جو سطحی نگاہ میں ظاہر نہیں ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اس محل کو پہلے اصل کے سوا دوسرے اصل سے ملا کر اس کے مناسب اس کو حکم دیا جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے سباع طیر کا جوٹھا، اس میں قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ سباع بہائم کی طرح سباع طیر کا جوٹھا بھی ناپاک ہو اس لیے کہ درندوں کی طرح ناپاک پرندوں کا گوشت ناپاک ہے اور استحسان کا تقاضا اس میں یہ ہے کہ چونکہ درندوں کی طرح آدمی کا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا مگر آدمی کا جوٹھا پاک ہوتا ہے اسی طرح اڑتے ناپاک پرندوں کا گوشت اگرچہ نہ کھایا جاتا ہو مگر آدمی کی طرح اس کا جوٹھا بھی پاک ہونا چاہیے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ درندوں کا جوٹھا اس لیے ناپاک تھا کہ اس کے ساتھ ناپاک لعاب مل جاتا ہے لیکن

---

(۱) قال اللہ تعالی: أَيَحْسَبُ الإِنسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى [سورۃ القیامۃ ۷۵:۳۶] والسُّدی الذی لا یُؤمَرُ ولا یُنھی، وھذا یدُلُّ علی أنہ لیس لأحد دون رسول اللہ ﷺ أن یقول بالإستدلال بما وصفتُ فی ھذا وفی العدل وفی جزاء الصید ولا یقولُ بما استحسنَ، فإنَّ القولَ بما استحسن شیء یُحْدِثُہُ، لا علی مثالٍ سَبَقَ. [الرسالۃ: ۲۵، فقرات: ۶۹-۷۰]

وھذا یُبَیِّنُ أنَّ حراماً علی أحد أن یقول بالإستحسان، إذا خالفَ الإستحسانُ الخبرَ، والخبرُ -من الکتاب والسنۃ- عینٌ یتأخّی معناھا المجتھد لیصیبہ. [الرسالۃ: ۵۰۴، فقرہ: ۱۴۵۶]

وقال الشافعی: مَن استحسَنَ فقد شرَّعَ. [المستصفی من علم الاصول، غزالی ۱:۲۷۴]

"جس نے دلیل اِستحسان سے کام لیا اُس نے شریعت میں نیا قانون بنایا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سباع طیر میں یہ علت نہیں ہے کیونکہ اس میں نجاست کی علت نہیں ہے اس لیے وہ پاک ہے۔

ایسی مثال سلم کی ہے، جس میں قیاس اور مشہور اصل کا تقاضا یہ ہے کہ سلم جائز نہیں اس لیے کہ وہ معدوم کا بیع ہے اور معدوم کو بیچنا جائز نہیں ہونا چاہئے لیکن اس کے خلاف استحسان اس کو جائز بتلاتا ہے اس لیے کہ استحسان کو نص کی تائید اور پشت پناہی حاصل ہے اور قیاس کے مقابلہ پر نص کی تائید نے استحسان کو غالب اور کامیاب بنادیا ہے جیسے سیدنا عبداللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ عنہ (۱) نے فرمایا کہ: ہم عہد نبوت میں بیع سلم کیا کرتے تھے (۲)۔

حوضوں اور کنوؤں کے پانی کا ناپاک ہوجانے کے بعد پاک ہوجانا بھی ایسا ہی مسئلہ ہے اس میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا پانی ناپاک ہوکر پاک نہیں ہونا چاہئے اس لیے کہ جتنا پانی اس میں آکر ملتا ہے وہ بھی ناپاک پانی سے مل کر ناپاک ہوجاتا ہے جب کہ استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ آثار وسنن نے خاص مقدار میں پانی نکالنے کے بعد ان کو پاک قرار دے دیا ہے اس لیے وہ پاک ہوسکتا ہے۔ عام ضرورت اور آثار وسنن کی تائید نے استحسان کا تقاضا پورا کردیا۔

استحسان کی تعریف اور اس کی مثالوں میں آپ نے سمجھ لیا کہ استحسان وقت کے تقاضوں اور مصلحتوں کی رعایت کا نام نہیں بلکہ اس دلیل کا نام ہے کہ وہ یا تو کتاب وسنت سے ماخوذ ہے یا دوسری دلیل کے مقابلہ میں زیادہ قوی و مؤثر ہے۔ امام ابوحنیفہ کبھی ایک باب کے

---

(۱) عبداللہ بن ابی اَوفی [علقمۃ] بن خالد الخزاعی الاسلمی رضی اللہ عنہ کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ ۸۷ھ = ۷۰۶م کو وفات پائی۔ اُن سے حدیث کی کتابوں میں 95 اَحادیث مروی ہیں۔ بیعت رضوان، حدیبیہ اور غزوہ خیبر میں شریک رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پاجانے کے بعد کوفہ تشریف لے گئے۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ [اسد الغابۃ ۳: ۱۳۱ ترجمہ: ۲۸۳۱، الاعلام ۴: ۱۰۴]

(۲) إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ علی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بكر وعمر فی الحنطة والشعير والزبيب والتمر. [صحیح بخاری، کتاب السلم [۳۵] باب السلم فی وزن معلوم [۲] حدیث: ۲۲۴۳]

كُنَّا نُصِيبُ المغانم مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فكان يأتينا أنباطٌ مِن أنباط الشام فَنُسلِفهم فی الحنطة والشعير والزبيب إلی أجل مسمی.

[صحیح بخاری، کتاب السلم [۳۵] باب السلم الی اجل معلوم [۷] حدیث: ۲۲۵۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معین اصل کو چھوڑ کر اصول عامہ کو پسند کرتے ہیں اور اس کو بھی استحسان کہتے ہیں اس قسم کے اِستحسان کے معنی میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ دوسرے فقہاء بھی شریک ہیں مثلاً امام مالک نے مصالح مرسلہ کے ذریعہ سے استنباط کرنے میں مسائل کی تشریع کی ہے اور وہ استحسان کی ہی ایک قسم ہے۔

مصلحت مرسلہ اس مصلحت کو کہتے ہیں جس سے کسی ایسے شرعی مقصد کی حفاظت کی جائے جس کا مقصد شرعی ہونا کتاب' سنت سے یا اجماع سے معلوم ہوا ہو' البتہ اس کے قابل ہونے کی شہادت کوئی اصل معین نہیں دیتی' بلکہ اس کا مقصد ہونا ایک دلیل سے نہیں بلکہ دلائل کے مجموعہ' حالات و قرائن اور متفرق علامتوں سے معلوم ہوا ہے' یہی وجہ ہے کہ اس کو مصلحت مرسلہ غیر معینہ کہتے ہیں۔ قیاس اور استحسان کرنے والوں میں سلف صالح کے دور اول میں کبار صحابہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دور ثانی میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور تابعین میں ربیع بن فروخ اور ابراہیم بن یزید نخعی کے نمونے موجود ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے استحسان اور امام مالک کے مصالح مرسلہ کے لیے کوئی معین اصل موجود نہیں مگر شریعت کے عام اصول اور تاثرات میں ان کا شرعی مقصد ہونا معلوم ہوتا ہے اگر امام ابو حنیفہ اور امام مالک استحسان اور مصالح مرسلہ کے اصول وضع نہ کرتے تو ان شرعی مقاصد کا فوت ہو جانا یقینی تھا جن کو کسی خاص اصل نے منظر عام پر ظاہر نہیں کیا اور اس طریق استنباط میں شریعت کی عالم گیریت پر پوری توجہ اور کتاب و سنت کے عام اور دور تک پھیلنے والے مقاصد کی حفاظت مقصود ہے۔ زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے استحسان اور مصالح مرسلہ کی بنیاد نہیں رکھی گئی ہے' جیسا کہ پرویز نے دعویٰ کیا ہے۔ ورنہ وقت کی ضرورتوں اور زمانہ کی مجبوریوں کی آڑ لے کر بہت سے فواحش اور منکرات کو اسلام کے نام پر استحسان اور مصالح مرسلہ کے تحت لایا جا سکتا ہے۔ استحسان ہو یا مصالح مرسلہ ہوں وہ اجتہاد کا نتیجہ اور پھل ہیں اس لیے یہاں پر اجتہاد کا مختصر سا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

اجتہاد کی تعریف اور اس کی قسمیں

رائے' اجتہاد اور قیاس سب ایک ہیں۔ شارع علیہ السلام کے معتبر دلائل سے شرعی حکم کے استنباط میں پوری کوشش کرنے کا نام اجتہاد ہے۔ اجتہاد کی دو ہی صورتیں ہیں، پہلی صورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ اگر کتاب وسنت کے الفاظ اس حکم کے محل اور موقع کو شامل ہیں تو کتاب وسنت کے ظاہر الفاظ سے حکم کا استنباط کیا جائے گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے عقلی مفہوم کو ادا کیا جائے۔ اگر الفاظ کا ظاہر محل اور موقع کو شامل نہیں مثلاً کتاب وسنت میں کوئی علت ہے اور وہ علت صریح طور پر بیان کردی گئی ہے' یا استنباط کے ذریعہ نکالی گئی ہے مگر حکم کے محل میں وہ علت پائی جاتی ہے۔ تشریع کے منظم احکام اور مسائل قواعد اور کلیات کے معنی مخفی علوم واسرار کا پتہ لگانا اور ان کی مدد سے فقہ کی تدوین میں نئے نئے فروعی مسائل اور حقائق پیدا کرنا تشریعی استخراج کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔ مجتہد امور اور واقعات کی گہرائیوں میں داخل ہوتا ہے اور بنیادوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ شرعی مسائل اور نصوص کے ظاہر سے آگے بڑھتا ہے۔ علل کلیہ اور اسرار جامعہ کا سراغ لگا کر جزوی مسائل کو ہمہ گیر بناتا ہے۔ جزئیات سے کلیات تک پہنچنا اور کلیات سے پھر نئے نئے جزئیات کا استخراج کرنا اُن کی اجتہادی بصیرت ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ کائنات کی جزئیات منتشر اور بے جوڑ نہیں کیونکہ یہ تمام جزئیات اور افراد سمٹ کر کسی نہ کسی نوع کے تحت میں آتے ہیں اور پھر سارے انواع کسی نہ کسی جنس کے نیچے ہیں اور تمام اجناس کسی جنس عالی اور جنس الاجناس کے تحت آجاتی ہیں' مثلاً زید جزئی کو لیجئے' بظاہر وہ ایک جزوی شخص ہے لیکن غور سے سوچئے وہ ایک مستقل جہان ہے جس میں ایسی کلیات اور عمومات موجود ہیں جن سے زید کی طرح لاکھوں افراد انسانی اس کے ساتھ شریک ہیں اور اس کے اوپر کلی حیوان ہے اس میں انسان کی طرح لاکھوں حیوانی انواع بھری ہیں اور اس کے اوپر اس کی اصل نامی [نمو کرنے والی] ہے جس میں نمودار انواع چھپتی ہیں' پھر اس کی اصل جسم ہے جس میں غیر نامی جمادات شریک ہو گئے ہیں اور اس کے اوپر جوہر ہے جس میں اجسام کے ساتھ مجردات بھی آجاتے ہیں اس کے اوپر وجود ہے جو تمام کلیات کا کلی اور اجناس کی جنس ہے۔ ساری کائنات کے مختلف الماہیات شاخ در شاخ اَجزاء درمیانی کلیات سے گزر کر وجود میں جمع ہو جاتی ہیں اور سب کے سب وجود میں سمٹتے ہیں اس لیے کہ وہ سب کے لیے اصل الاصول ہے۔ کائنات کی اس فطری ترتیب اور نظام کی طرح تشریع کے لاکھوں مسائل اور شریعت کی ہیئات محض سطحی اور نمائشی نہیں ہے بلکہ پوری شریعت ظاہری مسائل اور باطنی دلائل تمام فروع اور اصول کے لحاظ سے اس درجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتب اور منظم ہے کہ وہ ایک سیدھی زنجیر ہے جس میں سارے اصول اور فروع و جزئیات درجہ بدرجہ ترتیب وار پروئے ہوئے ہیں اور شریعت کا کوئی جزئیہ ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی کلیہ کے تحت نہ ہو' مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً [سورۃ بنی اسرائیل ۱۵:۳۲]

''زنا کے پاس بھی مت پھٹکو کیونکہ یہ فحش ہے۔''

آیت کا ظاہر یہ ہے کہ زنا پر لَا تَقْرَبُوْا ارشاد کیا گیا مگر چونکہ فحش کی وجہ سے زنا حرام کیا گیا اس لیے درحقیقت فحش پر لَا تَقْرَبُوْا وارد ہے' اگر زنا میں فحش کی شان نہ ہوتی تو وہ حرام نہ کیا جاتا۔ قرآن مجید نے اس کی تصریح بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ فحش اور منکر سے روکتا ہے۔ اصل میں فحش کی جنس حرام ہے اس لیے زنا کا جزئیہ حرام ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں جہاں اور جن جن افعال میں فحش پایا جائے گا وہ حرام قرار دیے جائیں گے مگر یہ معلوم کرنا کہ فحش کہاں کہاں اور کن کن جزئیات میں پایا جاتا ہے' مجتہد کا منصب ہے اور مجتہد کے کام کا دائرہ یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ وہ فحش کی شان کو کسی جزئی میں ثابت کر کے اس پر حرمت کا حکم لگا دے یہ ایسے دماغ کا کام ہے جنہیں تشریع سے ذوق ہو۔ فطرت سے وہبی مناسبت ہو اور حق تعالیٰ نے ان کو یہ توفیق بخشی ہو۔

آپ جانتے ہیں کہ اس اجتہاد سے تشریع کا دائرہ کس قدر وسیع ہو جائے گا اور ایک زنا کی حرمت کے حکم سے کس قدر احکام پیدا ہو گئے ہیں' یہ سب مجتہد کی دیانت اور اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ نصوص میں جہاں علل و کلیات موجود ہوتے ہیں' وہاں یہ مجتہد کا کام ہے کہ ایک جزئیہ کو دوسرے جزئیہ پر اشتراک علت کی وجہ سے قیاس کرے اور احکام کا دائرہ وسیع تر کر دے۔ بعض ایسی نصوص بھی ہیں جن میں صرف حکم مذکور ہوتا ہے مگر اس حکم کی علت پوشیدہ ہوتی ہے جن چیزوں میں وہ منصوص حکم دیا گیا ہے ان میں ایسے اوصاف ہوتے ہیں جو اس حکم میں مؤثر اور علت بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں' جیسے گندم' جو' چھوہاروں' نمک' اور سونا چاندی میں سود لینا حرام فرمایا گیا ہے۔ جب مجتہدین نے اس پر توجہ کی کہ اس حکم کے لیے مذکورہ اشیاء کی تخصیص اور ان میں سود کی حرمت کی حکمت کیا ہے تو امام ابو حنیفہ اور امام احمد نے مذکورہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف میں قدر مع الجنس کا وہ وصف برآمد کیا جس میں علت حکم بننے کی صلاحیت موجود ہے اور امام شافعی نے طعم و ثمنیت اور امام مالک نے اِقتات و اِدخار کو مذکورہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَشیاء میں سود کی حرمت کی علت کہا ہے' جہاں کسی مجتہد کی نکالی ہوئی علت پائی جائے گی وہاں تک حرمت کا حکم پھیلایا جائے گا اور اس طریق اجتہاد نے ایک ایک جزئی کو اپنی کلی سے مربوط کردیا اور اسی طرح ایک ایک جزئیہ سے کلی کا سراغ لگانا اور اس کلیہ کی دوسری جزئیات تلاش کرنا' ان کو کلیہ میں شامل کرنا' مرتب سلسلہ کی درمیانی روایت اور روابط پہچاننا فقیہ کی اجتہادی قوت ہے۔

فقیہ کی اس قوت اور کبھی جزئیات کی تلاش کی جانب' کبھی جزئیات سے پوشیدہ علت کی طرف حرکت کو عوام اور علماء کی نگاہ نہیں دیکھتی اس لیے وہ کہتے ہیں کہ مجتہد نے شریعت میں ذاتی رائے کو دخل دیا ہے اور تصرف کیا ہے اور اس کو رائے اور قیاس کا طعنہ دیا کرتے ہیں مگر مجتہد کی رائے محض عقلی رائے نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ ذاتی اور اجتہادی قوت کا ثمرہ ہوتی ہے جس کو مجتہد نے شریعت ہی کے علم وعمل کی مزاولت اور تجربہ صادقہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے حاصل کیا ہے' وہ تصرف ضرور ہے مگر عین شریعت میں خود شریعت ہی کا تصرف ہے۔

اجتہاد کا عقلی امکان

عہد حاضر کے بعض برخود غلط لوگوں کو اجتہاد کی انگیخت ہوتی ہے۔ اپنی عقل وفکر کی تیز روشنی اور نئے تجربات کی مدد سے دوسروں کو اجتہاد کی ترغیب وتحریص ضرور کرتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ جس شخص کو مجتہد بنانا تجویز کیا جارہا ہے اس نے کتاب وسنت کا اس قدر اِستقصاء کرلیا ہے کہ اساسی اصول میں طرزِ عمل کے لیے جواز اور اِمتناع کی کوئی روشنی اس کو نہیں ملتی' لہٰذا نئے اِجتہاد کی ضرورت پڑ گئی اور قدیم فقہی مرتب نظاموں کا اس قدر بالاستیعاب مطالعہ کرلیا گیا ہے کہ موجود نئے قسم کے مسائل کے لیے اس میں کچھ حل نہیں ملتا کہ نئے اجتہاد کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا اور کیا اس مجوزہ مجتہد کی عقل کی تیزی اور نئے تجربات کی مدد تشریعی نظام کی ترتیب اور تدوین کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ اگر اس عقل نارسا کے زعم میں اپنے جیسے انسان کی رضاء اور غیر رضاء کی اور کسی دوسرے انسان کے دل کی بات کی دریافت کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو اس درماندہ عقل پر اس قدر گھمنڈ کیوں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی اِطاعت کے تمام راستوں کو معلوم کرلیتی ہے اور کیا اس مجوزہ مجتہد کی عقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ضمیر اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کی مزاولت اور رسول اللہ ﷺ کے سنن کی علمی اور عملی مداومت کی برکت سے اس قدر روشن اور پاک ہے کہ وہ ہوٰی اور شیطان کے مداخل اور حظوظ عاجلہ کے تلوث سے آلودہ نہیں ہوتی ہے۔ دورِ حاضر کے مجتہد کی بصیرت اور روشن خیالی، دینی توجہ اور اسلامی خیر خواہی اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اور قرآن مجید کی عظمت وحرمت سے سنت کا احترام الگ کر دیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب سے رسول اللہ ﷺ کی سنت کا رشتہ کاٹ کر مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ سے جوڑ لیا اور کتاب کے نصوص کی ایسی تشریح کر دی جس کو سنت نبوی جھٹلاتی ہے اور کتاب وسنت کے قانونی نظام میں جو عہد نبوت سے مسلسل اور متواتر چلا آ رہا ہے ایسی ترمیم کی خواہش کی پوری کوشش کی جس سے بد اخلاق قسم کے دوست اور دشمنانِ ختم نبوت کے لیے آزادی اور اطمینان کے ساتھ ساتھ ارتداد کی تبلیغ اور بد اخلاقی کے مواقع میسر آسکتے ہیں۔ کیا ایسے مجتہد کو یہ حق دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کے بلند آہنگ اِدّعاء میں کتاب وسنت اور اللہ تعالیٰ کے دین کو بد باطنی کی بُری خواہشات کا کھلونا بنائے؟ ایسا مجتہد اس صلاحیتوں سے بالکل عاری ہے جن کی بنیاد پر راسخین فی العلم اس مقام تک پہنچے ہیں۔ ہاں جس ہوس پرست کو اس مجتہد کی طرح خاکم بدہن احادیث نبویہ پر خاک ڈالنا منظور ہے وہ اس گمراہی کی راہ پر لبیک کہے۔

اجتہاد اور تقلید

اس تحریر کی ابتداء میں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کتاب وسنت میں حکم نہیں ملتا تھا تو انہوں نے اجتہاد کیا ہے مگر سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجتہد نہیں تھے بلکہ فہم واستنباط کے اعتبار سے اُن میں بھی مراتب کا فرق تھا، ان میں کوئی حافظ حدیث ہوتا تھا اور کوئی فقیہ و مجتہد، مثلاً سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر، سیدنا ابن مسعود، سیدنا ابن عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم مجتہدین صحابہ ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہن کی رسائی بہت گہری تھی اور بعض کی کچھ کم تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جیسے اجتہاد رائج تھا ویسے ہی تقلید کا بھی معمول تھا۔ مجتہد صحابہ مسائل بتلایا کرتے تھے اور غیر مجتہد صحابہ ان کے بتانے پر عمل کرتے تھے۔ کسی نے ان سے دلیل اور تحقیق کا مطالبہ نہیں کیا ہے اور اسی کو تقلید کہتے ہیں کہ دلیل کے بغیر کسی کا کہا مانا جائے یہ کھلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی حقیقت ہے کہ مجتہد کی پیروی کے بغیر غیر مجتہد کے لیے دوسرا چارہ نہیں ہے اس لیے کہ جب کوئی خود علم نہیں رکھتا تو اس کے لیے علم والے کے پیچھے چلنا ضروری ہے اگر کوئی مسائل کے مخفی علل دلائل تک نہیں پہنچتا تو اس کو علل اور دلائل جاننے والے کے سامنے جھک جانا چاہئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کے دو ہی مراتب ہیں۔ یا وہ خود فہمیدہ اور سمجھ دار ہو یا وہ دوسرے فہمیدہ اور سمجھ دار لوگوں کا کہا مانے۔ قرآن مجید نے علم و ہدایت کے یہی دو مراتب رکھے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ. [سورۃ الملک ۶۷:۱۰]

''اور کہیں گے: کاش! ہم سنتے یا عقل سے سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔''

کفار قیامت کے دن افسوس کریں گے کہ ہم نے دین میں نہ عقل والوں کی سنی اور نہ دین کو خود اپنی عقل سے سمجھا اس لیے دوزخ میں آ گئے' ہم خود اجتہاد کے اہل نہ تھے اور مجتہدین کا کہا نہیں مانا' اس لیے یہ سزا ملی گئی۔

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. [سورۃ النحل ۱۶:۴۳]

''اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک گروہ جاننے والوں کا یعنی مجتہدین کا گروہ ہے' اس کا کام بتلانا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو نہیں جانتا اجتہاد کا اہل نہیں ہے اس کا فرض یہ ہے کہ دریافت کرے اور بتانے والوں کے بتانے پر عمل کرے۔ غیر مجتہدین اہل اجتہاد کی تقلید کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس شخص کو کوئی علم و تحقیق کے بغیر کوئی فتویٰ دے دے تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا (۱)۔'' [ابوداؤد]

حدیث نے گنہگار ہونے کی تخصیص علم کے بغیر فتویٰ دینے والے کی اس لیے کی ہے کہ فتویٰ دینے والے کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ علم و تحقیق سے بتلائے۔ اگر علم و تحقیق کے بغیر بتانے والے کے بتلانے پر عمل کرنا بھی گناہ ہوتا تو حدیث فتویٰ پر عمل کرنے والے کو بھی مجرم اور گناہ میں شریک رکھتی۔ سیدھی سی بات ہے کہ اجتہاد کے امکان کی بحث سے کیا فائدہ ہے

---

(۱) مَنْ أُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلٰی مَنْ أَفْتَاهُ.
[سنن ابی داود' کتاب العلم [۱۹] باب التوقی فی الفتیا [۸] حدیث: ۳۶۵۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مجتہد بننے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر کوئی ایسا جدید واقعہ ملک اور قوم کے سامنے آچکا ہے یا آنا ہے تو اہل علم موجود ہیں' ان سے دریافت کرلیا جائے اور اگر اہل علم سے وہ حل نہ ہو جائے تو پھر نئے اجتہاد کی ضرورت ہوسکتی ہے اور اس کا اہل وہ شخص ہوسکتا ہے جس کو کتاب و سنت کے علم اور عمل کی مزاولت ہے' تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی دولت سے مالا مال ہے' ذکر اور استمرار فکر میں مشغول ہے' مسائل کے علل اور کلیات کا انکشاف اس کو ہوتا ہے' قیاس اور استنباط کا دروازہ اس پر کھلتا ہے اور ایسا شخص جب کتاب الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی جامعیت اور بلاغت کو کھولتا ہے تو اس کا علم واجتہاد کبھی چھپا نہیں رہتا اور ارباب علم اور اہل تفقہ کو اس کی بصیرت اور فضیلت کا یقین ہو جائے گا اس کو ادعاء اور خودنمائی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

اجتہاد کی ایک قسم

اجتہاد کی ایک قسم یہ ہے کہ نص میں حکم موجود ہے مگر اس حکم کے لیے محل کے تعین کی ضرورت ہے۔ نص میں علت وصف ظاہر ہے مگر اس میں غور وتامل کی ضرورت ہے کہ صورت نزاع میں وہ علت وصف موجود ہے یا نہیں' مثلاً ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ. [سورۃ الطلاق ۶۵:۲]

''اور اپنے میں سے دو منصفوں کو گواہ کرلو۔''

نص میں گواہوں کا عادل ہونا معلوم ہے' مگر عادل کے پہچاننے میں تامل کی ضرورت ہے اور یہ جاننا ابھی باقی ہے کہ عدل کا وصف کہاں پایا جاتا ہے اور جب ہم نے عدل کو سوچا تو ہمیں اس کے دو طرف اور ایک وسط ثابت ہوتا ہے۔ عدل کا ایک طرف اعلیٰ ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔ عدل کا دوسرا وصف اس کا ادنیٰ درجہ ہے جو محض اسلام لانے اور مرتبہ کفر کے تجاوز سے ثابت ہوتا ہے اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان لاتعداد مراتب ہیں۔ ہماری تمام کوششوں کی حد اس درمیانی اوسط کے معلوم کرنے کے لیے ہے اور ہر گواہ میں جج کے لیے ضروری ہے کہ اس کو سمجھ لے کہ وہ عادل ہے۔ یہ جج کا اجتہاد ہے۔

یا مثلاً کسی نے فقیر کے لیے مال کی وصیت کی مگر لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا اور صحیح معنوں میں وہ فقیر ہیں اور ایسے لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہوتے ہیں کہ وہ محتاج اور فقیر نہیں ہیں' اگرچہ وہ مالک نصاب بھی نہ ہوں اور درمیان میں وسائط بھی ہیں' ان میں اس قدر سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان میں فقر کا حکم غالب ہے یا غنیٰ کا مثلاً زوجات اور اقربات کو نفقہ اور اخراجات دینا ضروری ہے۔ یہ حکم اور علت وصف منصوص ہے لیکن دینے والے کی وسعت اور جس کو دیا جاتا ہے اس کی ضرورت کا اندازہ کرنا اجتہاد اور تامل کا محتاج ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی ایک واقعہ میں تامل اور اجتہاد اس لیے کافی نہیں کہ وقت اور حال بدلتا رہتا ہے اور ہر نیا واقعہ فی نفسہ الگ اور مستقل واقعہ ہوتا ہے اس لیے پہلا واقعہ پچھلے واقعہ کے لیے نظیر نہیں ہوتا اس لیے کہ کسی کے واقعہ میں کسی کا واقعہ عود کر نہیں آیا ہے اور اگر اس جیسا کوئی واقعہ گزرا بھی ہے تو اس کو موجودہ واقعہ کے لیے نظیر بنانا بھی نظر کا محتاج ہے اور اسی طرح قضاء اور عدالت کا حال ہے۔

نص میں یہ حکم موجود ہے کہ بارِ ثبوت اور بَیِّنَۃ مدعی کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر مدعا علیہ انکار کرتا ہے تو وہ حلف اٹھائے گا مگر جج کے لیے یہ پہچاننا ضروری ہے کہ مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون؟ ورنہ ثبوت اور خصوم سے ان کی ذمہ داری کا مطالبہ کیسے ہوگا؟ قانون کو دعویٰ اور اس کے ثبوت و انکار کے واقعات پر منطبق کرنا جج کے اجتہاد و نظر پر موقوف ہے اور کبھی اجتہاد ایسا بھی ہوتا ہے جس میں تقلید درست ہے لیکن اجتہاد فی الانواع اشخاص معینہ میں اجتہاد کی ضرورت کو پورا نہیں کرتا مثلاً:

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ. [سورۃ المائدۃ ۵:۹۵]

"تو اس پر بدلا ہے' اس مارے ہوئے جانور کے برابر مویشی میں جو تجویز کریں دو معتبر مرد تم میں سے۔"

تجربہ کار معتبر مردوں سے اس مقتول جانور کی قیمت لگوا لو اور اس قیمت کے مواشی میں سے ایک جانور لے کر حدود حرم میں پہنچا کر ذبح کر لو۔ مثل کے اعتبار میں یہ حکم ظاہر ہے لیکن مثل کے لیے نوع کا تعین ضروری ہے اور یہ کہ وہ نوع اس نوع کا مثل ہے جیسے بکری' ہرن کا مثل ہے اور بقرہ وحشی بقرہ کا مثل ہے وغیرہ لیکن پھر بھی اس نظر کی ضرورت باقی ہے کہ یہ خاص بکری اس معین ہرن اور یہ معین گائے اس معلوم وحشی بقرہ کا مثل ہے؟ اس قسم کا اجتہاد ہمیشہ کے لیے باقی رہے گا اس لیے کہ اس کی عام ضرورت ہے اور اصول کے علماء نے اس قسم کے اجتہاد کا نام تحقیق المناط رکھا ہے اور کہا ہے کہ اصل تکلیف کے قیام تک وہ قائم اور جاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے گا (۱)۔ [الموافقات' جلد ۴: ۴۷]

اجتہاد کی دوسری قسم

اجتہاد کی دوسری قسم یہ ہے کہ نص میں وہ وصف مذکور ہو جو اس حکم میں مؤثر اور حکم کی علت ہے مگر اس ایک وصف کے ساتھ اور بھی ایسے اوصاف اس نص میں مذکور ہیں جن میں یہ احتمال ہے کہ شائد حکم کی علت اور حکم میں وہ مؤثر ہیں' ان تمام اوصاف میں اس وصف کو متعین کرنا جو اس حکم میں مؤثر ہے اور باقی دوسرے اوصاف کو لغو اور غیر مؤثر بتلانا مجتہد کا کام ہے' مثلاً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب نے آ کر عرض کی کہ:

''میں نے رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کیا ہے (۲)۔'' [مسلم' بخاری]

ابراہیم اور اوزاعی کے طریق سے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم بھی مذکور ہے کہ:

''ایک غلام آزاد کر دو (۳)۔''

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کفارہ کے حکم کے لیے روزہ افطار کرانے کو مؤثر وصف کہتے ہیں اور امام شافعی نے رمضان کے دن میں جماع کرنے کو ضابطہ اور مؤثر وصف کہا ہے۔

اور اجتہاد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نص میں کوئی علت اور وصف مذکور نہیں ہے بلکہ عام قواعد شرعیہ اور وضع تشریع کی مدد سے جن کے استحضار سے مجتہد کو تشریع کی مناسبت اور اجتہادی قوت کی تشکیل ہوتی ہے۔ صاحب اجتہاد علت کا استخراج کرتا ہے اور ایک جزئی حکم کو اس سے مربوط جان کر اُسی علت سے مختلف ابواب کے احکام قیاس اور اجتہاد کی مدد سے ظاہر کرتا ہے اور یہ تشریعی استخراج کی قسم ہے جو استنباط علل اور اجتہاد فی الدین سے تعلق

---

(۱) یہ امام شاطبی کی الموافقات ۴: ۶۴-۶۸ کا خلاصہ ہے۔

(۲) إنّ رجلاً أتى النبي ﷺ فقال: إنه احترق' قال: مالكَ؟ قال: أصبتُ أهلي في رمضان.......
[صحیح بخاری' کتاب الصوم [۳۰] باب اذا جامعَ فی رمضان [۲۹] حدیث: ۱۹۳۵]

(۳) قال أبو هريرة ﷛: بينما نحنُ جلوسٌ عندالنبي ﷺ إذ جاءه رجلٌ فقال: يارسول الله! هلكتُ' قال: مالكَ؟ قال: وقعتُ على امرأتي وأنا صائمٌ' فقال رسول الله ﷺ: هل تجدُ رقبةً تُعتِقُها؟ قال: لا' قال: فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين؟ قال: لا' قال: فهل تجدُ إطعامَ ستين مسكينا؟...... [صحیح بخاری' کتاب الصوم [۳۰] باب اذا جامعَ فی رمضان ولم یکن لہ شیٔ فتصدق علیہ [۲۹] حدیث: ۱۹۳۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتی ہے' یا نصوص سے گزر کر باطن میں علل کلیہ اور اَسرارِ جامعہ کے سراغ لگانے سے جزوی مسائل کو ہمہ گیر بنانے کے متعلّق ہے۔ درحقیقت اجتہاد کا ذوق اور اعلیٰ مقام ہے جو صرف تقویٰ کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا خیر کثیر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا. [سورۃ الانفال ۸:۲۹]

''مؤمنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے ایک امرِ فارِق پیدا کر دے گا۔''

یعنی: حق تعالیٰ تقویٰ کی برکت اور صلہ میں تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم میں ایسا ذوق اور وِجدان پیدا ہو جائے گا جس سے تم حق اور باطل کا صحیح اور سقیم میں فیصلہ کر سکو گے۔ ابن جریج اور ابن زید نے اسی طرح کہا ہے(۱)۔ [روح المعانی]

قرآن مجید کو بھی اس لیے فرقان کہا گیا ہے کہ وہ حق اور باطل کا آخری فیصلہ کرتا ہے' اسی طرح تقویٰ کے صلہ میں حق تعالیٰ مجتہد کے قلب و دماغ کو اس قدر روشنی عنایت کرتا ہے جس سے وہ باطل کا سراغ لگاتا ہے اور جزئی میں کلی دیکھتا ہے اور کلی کو اس کے تمام جزئیات پر شامل کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۶۹]

''اور جس کو سمجھ ملی' اس کو بڑی خوبی ملی۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ' سیدنا عبداللہ بن عباسؓ' ابراہیم نخعی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حکمت کی مراد فقہ اور فہم ہے(۲)۔ [ابن کثیر]

حکمت نور اور سمجھ ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے بندہ کے دل میں ڈالتے ہیں(۳)۔

---

(۱) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ﴾ فی كل ماتأتون وماتذرون ﴿يَجْعَلْ لَّكُمْ﴾ بسبب ذلك الإتقاء ﴿فُرْقَانًا﴾ أی: هداية ونوراً فی قلوبكم تفرقون به بين الحق والباطل كماروی عن ابن جريج وابن زيد' أو نصراً يفرق بين المحق والمبطل بإعزاز المؤمنين وإذلال الكافرين كماقال الفراء. [روح المعانی ۹-۱۰:۲۵۹]

(۲) قال ابراهيم النخعی: الحكمة: الفهم' وقال أبو مالك: الحكمة: السُّنّة ...... قال مالك: إنه ليقع فی قلبی أن الحكمة هو الفقه فی دين الله. [تفسير ابن كثير ۱:۴۳۰-۴۳۱]

(۳) الحكمة نور يقذفه الله فی قلب العبد. [الموافقات ۴:۷۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہ اور فرقان دونوں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اس لیے اجتہاد وہ فن نہیں جس میں کسب اور اختیار کو دخل ہے بلکہ اجتہاد الٰہی عنایت اور عطاء ہے جو خاص خاص افراد امت کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ نبوت کی طرح دین کے اَسرار اور حقائق کے علم کو بھی اپنی طرف منسوب فرماتے ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ علم کا یہ مرتبہ محض رب کریم ورحیم کی بخشش ہے جس کے لیے من جانب اللہ اَفراد کا انتخاب کیا جاتا ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا. [سورۃ الکہف ۱۸:۶۵]

''اور ہم نے اُسے [خضر علیہ السلام کو] اپنے پاس سے [مخصوص] علم دیا۔''

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ کے پاس کچھ لکھے ہوئے مضامین ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا:

''نہیں! قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو شگاف دیا لیکن خاص فہم ضرور ہے' جو اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو قرآن سمجھنے میں عنایت فرمادیں (۱)۔'' [بخاری' کتاب العلم]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس فہم غیر مکتب کا یہ وہبی حصہ اتنی بڑی دولت تھی کہ آپ صحابہ میں حلال المعاقد [مشکلات کے حل کرنے میں] مشہور تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسی مشکلات سے پناہ مانگتے تھے۔ جن کے حل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں (۲)۔ [اصابہ' استیعاب]

www.kitabosunnat.com

(۱) عن أبی جُحَیفةَ قال: قلتُ لعلی هل عندکم کتابٌ؟ قال: لا' إلّا کتابُ الله' أو فَهْمٌ أُعطیهُ رجلٌ مسلمٌ أو ما فی هذه الصحیفة' قال: قلتُ وما فی هذه الصحیفةِ؟ قال: العقلُ و فکاکُ الأسیر' ولا یقتل المسلم بکافرٍ. [صحیح بخاری' کتاب العلم [۳] باب کتابۃ العلم [۴۰] حدیث: ۱۱۱]

(۲) قال أحمد بن زهیر: حدثنا عبیدالله بن عمر القواریری حدثنا مؤمل بن اسماعیل حدثنا سفیان الثوری عن یحی بن سعید الأنصاری عن سعید بن المسیب: کان عمر رضی اللہ عنہ یتعوذُ من معضلةٍ لیس لها أبو حسن رضی اللہ عنہ. [الاستیعاب ۳:۳۹' الاصابۃ ۲:۵۰۹' اسد الغابۃ ۳:۴۰۱]

مگر اس کی سند شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ:

- اس کے راوی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں محدثین کچھ اچھی رائے نہیں رکھتے' اگرچہ امام یحیٰی بن معین نے اُن کی توثیق کی ہے اور امام ابوحاتم بھی اُنہیں صدوق اور شدید فی السنۃ کہتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: کثیر الخطاء تھے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھے' جب کہ حافظ ابوزرعۃ فرماتے ہیں: اُن کی روایات میں بکثرت غلطیاں ہوتی ہیں۔ [میزان الاعتدال ۴:۲۲۸' ترجمہ: ۸۹۴۹]

- سفیان بن سعید ثوری مدلس ہیں۔ [تعریف اہل التقدیس: ۶۴' ترجمہ: ۵۱-[۱۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم میں سب سے زیادہ علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ فہم و بصیرت کا ہوتا ہے(۱)۔ [تہذیب الاسماء واللغات]

اور اسی طرح جمع قرآن کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مطالبہ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انکار فرماتے رہے اور اس کے خیر ہونے میں آپ کو تردد رہا۔ مگر ان کے قلب پر حق تعالیٰ نے جب مدلول خفی اور اجتناب عن البدعۃ کے حکم کا سِرّ [راز] وارد فرمایا تو حفظ دین کے کلیہ کا مامور بہ ہونا منکشف ہوگیا کہ قرآن مجید کا جمع کرنا تحفظ دین کے عام کلیہ کا ایک جزیہ ہے مجتہد کی تشریعی استخراج محض باطنی علم الٰہی اور موہبتِ ربانی ہے' کسی نصاب کی تکمیل اور یونیورسٹی سے فراغت کے بعد اس کی توقع نہ رکھنی چاہئے کہ صاحب فراغت اجتہاد کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔

علامہ شاطبی کہتے ہیں کہ: ''اجتہاد کی یہ قسمیں عام اور کلی ہیں۔ تمام زمانوں اور تمام یا اکثر واقعات کو حاوی اور جامع ہیں۔ کوئی زمانہ اور کوئی واقعہ ایسا نہیں فرض کیا جاسکتا جس کے لیے اس استنباط امت اجتہاد میں کوئی روشنی نہیں ملتی' اس اجتہاد کی وسیع حدود سے کوئی واقعہ باہر نہیں ظاہر ہوتا اور یہ اجتہاد پہلے اجتہاد کی طرح باقی اور جاری نہیں ہے بلکہ یہ ختم ہوگیا ہے اور اس کے ارتفاع میں بعض جزئیات کے تعطل سے شریعت کا تعطل اس لیے لازم نہیں آتا کہ مجتہدین کی وسعت نظر اور بالغ اجتہاد نے اِستخراجِ مسائل کا اِس قدر وسیع دائرہ چھوڑ دیا

---

(۱) قال أحمد بن زهير: حدثنا أبي' قال حدثنا ابن عيينة عن ابن جريج عن ابن أبي مليكة عن ابن عباس: قال: قال عمر: علي أقضانا. [الاستیعاب ۳:۳۹]

اس کی سند شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ اس کا راوی' ابن جریج: عبدالملک بن عبدالعزیز فقیہ حجاز ہے۔ کثیر الحدیث اور مدلس تھے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ:

شر التدليس تدليس ابن جريج' فإنه قبيح التدليس' لايُدلِّسُ إلّا فيما سمعه من مجروح.
[تعریف اہل التقدیس: ۹۵' ترجمہ: ۸۳-[۱۷]

''ابن جریج کی تدلیس نہایت خطرناک ہے' اس لیے کہ وہ قبیح التدلیس ہیں' کسی مجروح راوی سے سنی ہوئی روایت میں تدلیس کرتے ہیں۔''

متعہ باز تھے اور حافظ ذہبی کی تصریح کے مطابق ستر [۷۰] عورتوں سے نکاح متعہ سے فیض یاب ہوئے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں: ابن جریج کی مرسل روایتیں موضوع ہوتی ہیں۔
[میزان الاعتدال ۲:۶۵۹' ترجمہ: ۵۲۲۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کو بڑھانے اور اس پر اضافہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں ہے' اگرچہ ہر زمانے کے واقعات الگ ہوتے ہیں اور موجودہ زمانے کے واقعات اور مسائل پہلے زمانے کے اجتہاد میں موجود نہیں تھے۔ مگر اِستخراج کی ہمہ گیر بنیاد رکھی گئی ہے۔ استنباط کے علل ظاہر کر دیے گئے ہیں۔ اِستخراج کی اس بنیاد اور باہر لائے ہوئے علل میں پہلے اجتہاد کی تقلید کرتے ہوئے عہد حاضر کے تمام مسائل حل کیے جائیں گے اور یہ معظم شریعت ہے کہ ارباب اجتہاد اور اصحاب رائے کی تقلید اور پیروی کی جائے گی (۱)۔'' [الموافقات جلد۴: ۵۵]

آپ جانتے ہیں کہ ہر شخص نہ مجتہد ہوتا ہے اور نہ صاحب رائے۔ عہد نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایام میں ارباب اجتہاد بھی تھے اور ایسے بھی تھے جو تقلید کرتے رہے۔ قرآن مجید اور سنن نبویہ میں کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تقلید کرنے والوں پر انکار فرمایا گیا ہے' بلکہ بعض اجتہاد کرنے والوں پر جن میں اجتہاد کی اہلیت نہیں تھی' مگر اجتہاد کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ثابت ہے اگر ہم بعض مسائل میں پہلے مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں اور ان استخراجی بنیادوں پر نئے پیش آنے والے مسائل کو حل کرتے ہیں تو ہمارے لیے عہد نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے مجتہدین کی تقلید کی مشعل راہ نظائر موجود ہیں اور ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس کے لیے کتاب وسنت اور عصر حاضر میں نمونہ نہیں ہے۔ شریعت کی بنیاد اور دین کا مرتب نظام یہی ہے کہ قرآن' حدیث' آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے مسلّم مجتہدین کی اِتباع اور تقلید کا التزام رکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میں نہیں جانتا کہ میں کب تک آپ لوگوں میں رہوں گا۔ آپ لوگ میرے بعد اس دو شخصوں کا اِتباع کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا (۱)۔''

سیدنا ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا اور پھر وہی مسئلہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف مسئلہ بتایا اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ''جب تک یہ متبحر عالم موجود ہے تو مجھ سے

---

(۱) اِقتدُوا بِاللَّذینِ مِن بعدِی: أبی بکر و عمر. [سنن ترمذی' کتاب المناقب [۵۰] باب فی مناقب ابی بکر و عمر [۱۶] حدیث: ۳۶۶۲' باب مناقب عبداللہ بن مسعود [۳۸] حدیث: ۳۸۰۵]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مت پوچھا کرو(۱)۔"

رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد کہ ابوبکر وعمر [رضی اللہ عنہما] کا اِتباع کیجو اور اس کا ذکر نہ فرمایا کہ ان سے دلیل مطالبہ کرو۔ تقلید شخصی کی مشروعیت اور اس کا سنت ہونا ثابت کرتا ہے اور سیدنا ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ کا اثر کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیا کرو۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور دوسروں کی شخصی تقلید کو ظاہر کرتا ہے اس کو امام شاطبی نے معظم شریعت فرمایا ہے کہ جو لوگ نہیں جانتے ان کو شریعت کا امر اور ہدایت یہ ہے کہ وہ جاننے والوں کی تقلید کریں گے۔

بعض متنورین کی ہوس

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ باب اجتہاد کا بند ہونا خالص افسانہ ہے۔ اس لیے کہ متقدمین کی نسبت بہت آسانیاں ہیں کیونکہ فی الواقع کتاب وسنت کی تفسیریں اتنی ہو گئی ہیں کہ آج مجتہد کے لیے ضرورت سے زیادہ مواد موجود ہے' لیکن واضح رہے کہ قرآن وحدیث کی تفسیروں سے اگر اجتہاد کی پہلی قسم تخلیق ہو جائے تو یہ بڑی نعمت ہے مگر اجتہاد کی باقی دونوں قسمیں کتاب وسنت کی تفسیروں سے تخلیق نہیں ہوتیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن وحدیث کے سطحی مفہوم سمجھنے کے لیے اور بعض چیزوں کے حسن وقبح کے احکام معلوم کرنے کے لیے تفسیروں سے مدد لی جاتی ہے اور یہ علمی ذخیرہ معلومات میں اضافہ کرتا ہے۔ مفسرین اور شارحین کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اقوال میں انتخاب کرنے کی سہولتیں تفسیروں کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ قرآن وحدیث کی تفسیروں اور شرحوں سے صرف اس قدر استفادہ کیا جاتا ہے کہ پورے اِذعان ویقین کے ساتھ کتاب وسنت کے معانی سمجھے گئے اور ان کے بیان کرنے پر قادر ہو گئے مگر مجتہدانہ واردات جو ایک مجتہد کے ذہن پر وارد ہوتے ہیں ان کو تفسیروں میں تلاش نہ کیجئے اس لیے کہ اجتہاد کا بنیادی محرک اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا

---

(۱) لاتسألوني ما دام هذاالحَبرُ فيكم.
[صحیح بخاری' کتاب الفرائض [۸۵] باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ [۸] حدیث: ۶۷۳۶' سنن ابی داود' کتاب الفرائض [۱۳] باب ماجاء فی میراث الصلب [۴] حدیث: ۲۸۹۰' سنن ترمذی' کتاب الفرائض [۳۰] باب ماجاء فی میراث ابنۃ الابن مع ابنۃ الصلب [۴] حدیث: ۲۰۹۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ہوئی فہم وحکمت ہے جس کے اکتساب میں مجتہد کے اختیار اور محنت کو کچھ دخل نہیں ۔ اگر کسی کے ذہن وفہم میں مجتہدانہ تصرف کا ملکہ ودیعت نہیں ہے تو جس طرح وہ تفسیریں اور شرحیں اجتہادی کتابیں نہیں ہیں اسی طرح ان سے اجتہاد کا مقام اور درجہ بھی نہیں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں فرماتے ہیں کہ:

''صحابہ تمام امت میں سے افضل تھے اور اُن کے قلوب سب سے زیادہ پاک اور نیک تھے اُن کا علم سب سے زیادہ گہرا تھا' اُن کا تکلف سب سے زیادہ کم تھا (۱)۔'' [مشکوۃ]

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اَفہام کے تفاوت کا ہر درجہ فہم کے زیادہ فضل وشرف کا سبب نہیں اس لیے کہ کوئی دو شخص بھی اس تفاوت سے خالی نہیں ہیں بلکہ درحقیقت معیار فضیلت علم کا عمیق اور گہرا درجہ ہے جس کو ہم مدلولات خفیہ اور اَسرار وعلل کے علم سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی وہ خاص درجہ ہے جس کی بدولت علماء دقیقہ شناس اور نکتہ ور بنتے ہیں' اس درجہ کے علم کو علم استنباط اور علم اجتہاد کہا جاتا ہے اس تفاوت فہم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

''بعض پہنچانے والے علم خود صاحب فہم نہیں ہوتے' مگر وہ بعض ایسے فہم والوں کو وہ علم پہنچا دیتے ہیں جو اُن سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں (۲)۔'' [ابن حبان' جلد اول:۶۶]

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تھی تو اس کے پاس نبوت کا علم ضرور تھا مگر وہ شخص فہیم نہ تھا اور جس کو اس نے وہ علم نبوت پہنچا دیا وہ اس سے زیادہ سمجھ دار تھا' اس کے فہم نے علم کو روشن کر دیا اور اس کے اَسرار واَحکام دوسروں کو سمجھا دیے۔ پہلے کے پاس علم تو تھا مگر اس کے علم نے اس میں فہم پیدا نہیں کیا۔ مفسر اور مقنن میں وہی فرق ہے جو شرح اور قانون میں ہوتا ہے۔ مجتہد مقنن کی حیثیت رکھتا ہے' وہ شرح اور

(۱) مشکاۃ المصابیح ۱:۱۰۱' کتاب الایمان [۱] باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ [۵] فصل:۳' روایت:۱۹۳

(۲) رَحِمَ اللّٰہ امرءاً سمع منی حدیثاً فحفظہ حتی یُبَلِّغَہُ غیرَہُ' فرُبَّ حاملِ فقہٍ إلی مَن ھُو أفقہُ منہُ' ورُبَّ حاملِ فقہٍ لیس بفقیہٍ.

[الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۱:۲۷۰' حدیث:۶۷' مسند احمد ۵:۱۸۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر پر نگاہ نہیں رکھتا۔
میں کہتا ہوں کہ اجتہاد کی یہ جنس باقی ہے کہ قرآن و حدیث میں غور و تدبر کیا جائے۔ قرآن و حدیث کے محاسن کا اِستخراج کیا جائے۔ تشریعی مسائل کے ساتھ ہر زمانہ کے تکوینی حوادث کو تطبیق دے دیا جائے۔ معاندین اسلام کے نئے نئے شبہات کو نصوص کے استنباط میں رد کیا جائے۔ اسلام کے اصول کے اثبات اور تحقیق کے لیے کتاب و سنت میں مؤیدات تلاش کیے جائیں وغیرہ وغیرہ۔ اجتہاد کی یہ قسم آج بھی باقی ہے اور کل بھی تھی اور ہمیشہ رہے گی، جیسے کہ امام شاطبی نے لکھا ہے۔

خاص قسم کا اجتہاد ختم ہوا ہے

خاص قسم کے اجتہاد سے میری مراد وہ اجتہاد ہے جو استنباطِ علل اور اجتہاد فی الدین کے نام سے معروف ہے۔ اور حریم دین کے راز دار مجتہد کے قلب میں بطور علم لدنی کے ڈالا گیا ہے اصول سے فروع اور کلیات سے جزئیات کے اِستخراج کی صلاحیت اور جزئیات کو ہمہ گیر بنانے کا جوہر رکھتا ہے۔
آپ جانتے ہیں کہ علم نبوت کی طرح علم اجتہاد بھی عطاء الٰہی ہے، جس طرح ان کمالات میں سے نہیں ہے جو ریاضت اور مجاہدات کے صلہ میں انعام کے طور پر کسی وقت بخش دیا گیا ہو بلکہ وہ الٰہی صفت ہے جس کا تعلق تشریعی ضرورت اور براہِ راست اللہ تعالیٰ کی صفتِ اِصطفاء [انتخاب] کے ساتھ ہے، اسی طرح اجتہاد کا حال ہے۔ وہ محض عطاءِ رب جلیل ہے۔ کتابوں کے مطالعہ اور تشریحات کی کثرت کا وہ نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جب تشریع کے مخفی اور پوشیدہ علل اور پہلوؤں کو روشن اور ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ربِّ علیمؒ وابستگانِ کتاب و سنت کو خاص فہم اور مجتہدانہ بصیرت عنایت کاملہ سے عطا کرتا ہے جس طرح فطرت عالم پر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر جزو اور کل کی ایک حرکت اِرتقاء اور کمال کی متلاشی رہتی ہے اور پھر ایک حد پر جا کر وہ حرکت ختم ہو جاتی ہے جس جگہ وہ حرکت ختم ہو گئی ہے، اس کے کمال کا وہی نقطہ ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقت کو دیکھئے۔ ایک نطفہ سے اس کی حرکت شروع ہو جاتی ہے اور خون و علقہ و مضغہ کے قالب کو طے کرتا ہوا خلق آخر پر جا کر وہ حرکت ٹھہر جاتی ہے۔ اب استعدادِ فطرت کا یہ آخری بڑا کمال ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد انسان کے اعضاء میں نشو ونما کی حرکت نظر آتی ہے اور شباب پر جا کر وہ دور بھی ختم ہو جاتا ہے' اسی طرح عالمِ نبوت کو دیکھئے اس میں ایک تدریج نمایاں ہے۔ تمام شریعتوں کو پڑھ کر سوچ لیجیے۔ تمام نبوتیں ایک کمال کی جانب حرکت کرتی ہیں۔ ہر پچھلی شریعت پہلی شریعت کی نسبت اِرتقاء کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ طبعی اصول کے مطابق کمال کے نقطہ پر پہنچ کر نبوت کی یہ حرکت ختم ہوگئی۔ نبوت کا اِرتقاء جہاں ختم ہوا۔ کمال کا وہ مرکزی نقطہ ہی رسول اللہ ﷺ کی نبوت ہے۔

اس آخری مگر کامل نبوت نے رُشد وہدایت کا کوئی شعبہ تشنہ بیان نہیں چھوڑا۔ قصرِ نبوت کی خالی جگہ کو پُر کر دیا۔ آفتاب نبوت کی تمام روشنی عالم امر کے کونے کونے تک پھیلا دی' اسی طرح آپ سمجھ لیجیے کہ دوسری صدی کی ابتداء سے فقہ کی تدوین اور آئمہ کبار کے پیدا ہونے کا دور شروع ہوتا ہے' اس سے پہلے دور کے آخر میں حرکت علمیہ نے اس قدر عظیم الشان ترقی کر لی کہ استقراء اور تتبع کی دنیا میں اس کے بعد اس پر اضافہ نہیں ہوا۔ یہ علمی حرکت اس کمال پر جا کر ختم ہوگئی جس پر اس کا ختم ہونا علمِ الٰہی میں مقدر تھا' یہی ارتقائی کمال کا آخری دور سمجھا گیا۔ تمدن کی وسعت اور مختلف قوموں کے نئے نئے واقعات اور ضروریات نے اجتہادی حد کو اس قدر وسیع کر دیا جس حد تک وہ وسیع ہو سکتا تھا۔ امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور امام احمد وہ اکابر فقہاء ہیں جن کی سیادتِ اجتہاد کو عام طور پر اربابِ علم و فضل تسلیم کرتے ہیں اور آج تک ان کی فقہ مدون اور مسلسل چلی آتی ہے۔ اگرچہ اس دور سے پہلے بھی فقہ تھی مگر نہایت سادہ تھی کیونکہ جو واقعات پیش آتے تھے وہ اس کے متعلق احکام کی حد تک محدود تھی لیکن اس دورِ اجتہاد میں فقہاء نے تمدن کی وسعت کے ساتھ مسائل ایجاد کیے اور ان کے اَحکام منضبط کیے۔ فقہاء کرام نے قوت تخیل پر اعتماد کیا اور لوگوں کے لیے ہزاروں ایسے مسائل نکالے جن کے موجود ہونے کا عقلی احتمال تھا۔ مجتہدین نے مسائل کی صورتیں وضع کیں اور ان کے جوابات تحریر کیے۔ آج ہمارے سامنے بہت بڑا مجتہدانہ سرمایہ موجود ہے جس سے آئمہ مجتہدین کی جدوجہد کی حد کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور تشریف آوری کے لیے وہ زمانہ موزوں سمجھا گیا جب کہ اللہ تعالیٰ کی زمین شر و فساد اور سرکشی و تمرد سے بھر گئی تھی۔ صلاح اور تقویٰ کا تخم فاسد ہو گیا تھا۔ رشد وہدایت کے آثار مٹ گئے تھے۔ دنیا کے آخری دور میں ضلالت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گم رہی کا ابر محیط تھا جو اس شان سے اٹھا کہ تمام کرہ ارضی پر تاریکی چھا گئی۔ کوئی خطہ ایسا نہ رہا جہاں آفتاب ہدایت کی کوئی معمولی کرن بھی چمکتی۔ خانہ کعبہ پر کفر کا پرچم لہرانے لگا۔ ایسے وقت اور حالت میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ایسی عام ہدایت بھیجے جس میں کسی خطہ اور ملک وقوم اور زمان کی قید اور شرط نہ ہو‘ وہ ہدایت نبوت محمدی [ﷺ] کے نام پر ایسی عالم گیر اور جامع غلبہ کی صورت میں ظاہر ہوگئی کہ قلیل مدت میں کفر نے شکست کھائی اور کفر کا پھریرا اتار کر پھینک دیا گیا۔ اعلان کر دیا گیا کہ کفر کا سرچشمہ یعنی شیطان جزیرۃ العرب میں اپنے پجاریوں سے مایوس ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اِتمام اور دین اسلام کے اِکمال میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ گم رہی کے تمام چشمے خشک ہو گئے‘ اب کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت اس لیے نہیں رہی کہ اب نبوت دیے جانے کا وقت باقی نہیں رہا بلکہ اب قیامت آنے والی ہے۔ نبوت دیے جانے کے تمام اسباب وعلل بند کر دیے گئے۔ آسمان ہدایت سے نبوت محمدی ﷺ کا آفتاب زمین کے گوشہ گوشہ‘ شہر شہر اور قریہ قریہ کو عالم امر کے نور سے روشن کرتا ہے۔ یہ ختم نبوت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ دین اسلام کے انتہائی عروج اور آخری اِرتقاء کی دلیل ہے‘ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس آخری نبی کی نبوت قیامت تک باقی رہے گی اس لیے دوسرا نیا نبی نہیں بنایا جاتا اور نبوت کا ناتمام دور نہیں شروع کیا جاتا اس لیے اس کے بعد کسی کی نبوت کے لیے گنجائش نہیں ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد اگر کسی کو نبوت دی جائے تو اس معنی یہ ہوں گے کہ دین اسلام کے عروج اور نبوت کے ارتقاء کو توڑ دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت اٹھا دی گئی تاکہ کوئی دوسرا خاتم النبیین کا سہرا سر پر رکھے۔ نعوذ باللہ من ذلک.

اس طرح آپ اجتہاد کا حال سمجھ لیجیے۔ صحابہ کرام ﷺ کا دور ختم ہوا۔ دور اور نزدیک کے ملکوں میں اسلام کے ذمہ دارانہ حدود وسیع ہو رہے تھے۔ تمدن کی وسعت نے نئے مسائل کی تخلیق کی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق نے اس ضرورت کا تکفل فرمایا اور اجتہادی حرکت کو اس نقطہ کمال تک پہنچا دیا جس حد تک اللہ تعالیٰ کو پہنچانا منظور تھا۔ اجتہاد کے اِرتقاء اور عروج کی آخری حرکت نے علم وتحقیق کے وہ تمام منازل طے کر لیے جو تنقید اور تجسس کے عالم میں طے کرنے ضروری تھے اور اجتہادی بصیرت نے تمحیص اور تبصرہ کے ان تمام پہلوؤں کو روشن کر دیا جن پر بحث واِستنباط کی دیوار کھڑی کی جاتی ہے۔ غور وفکر کا کوئی میدان ایسا نہیں رہا جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ائمہ اربعہ کی اجتہادی روشنی ہماری مدد اور رہنمائی نہیں کرتی۔ نئے نئے آنے والے واقعات کے لیے ایسے بنیادی اصول موجود اور مدون ہیں جن کے بصیرت افروز چشموں سے مستفید ہونے والوں کو کسی وقت استفادہ کرنے میں دقت نہیں ہوتی ہے اس لیے اجتہاد کی اب ضرورت نہیں ہے بلکہ اجتہاد کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ علم کے علم سے ٹکرانے کا نام بحث اور مناظرہ ہے اور اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ علم کے مختلف اور پوشیدہ گوشے کھل جاتے ہیں۔ جہل اور شبہات کا لشکر جس جس حصہ میں علم سے ٹکراتا رہا اُتنا ہی علم کا پوشیدہ کونہ کونہ ظاہر ہوتا رہا۔ تصادم اور تزاحم کے بغیر دنیا میں کوئی ترقی نہیں ہوتی بلکہ ترقی دو متخالف چیزوں کے ٹکرانے سے ہوتی ہے اسی طرح علم و اجتہاد کی وسعت بھی آراء کے تزاحم اور افکار کے تصادم کے بغیر نمایاں نہیں ہوتی۔

شریعت نے مشورہ کے اصول اس لیے وضع کیے کہ آراء کے تصادم سے مسئلہ کے موافق ومخالف دونوں پہلو ظاہر ہو جائیں اس لیے جس اجتہاد میں بحث ومناظرہ کا تصادم اور اَفکار کا تزاحم ہمیشہ رہا ہے تو ہمیں یقین کر لینا چاہئے کہ اس اجتہاد نے ایسی وسعت کا رخ لیا ہے کہ وہ اپنی وسعت کی لپیٹ میں اُن تمام حدود کو لینے کا ارادہ رکھتا ہے جو وسیع سے وسیع فرض کیے جاسکتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہ کو قدرتی طور پر مجتہدانہ مزاج عنایت کیا گیا تھا۔ ۱۲۰ھ میں اپنے استادِ کبیر حماد کی مسند فقہ پر بٹھائے گئے۔ ماحول کی ضرورت' عبادات اور معاملات کے متعلق واقعات کی کثرت' فصل قضایا اور اجتماعی زندگی میں بے احتیاطی وغیرہ جیسے خطرات کے پیش نظر امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تدوین کا ارادہ فرمایا اور جس وسیع پیمانے پر امام ابوحنیفہ نے اصول شرع کے نقطہ نگاہ میں تقنن کا ارادہ کیا تھا اس سے سمجھ کر یقین ہوتا ہے کہ آپ اس کی بنیاد ہی کتاب وسنت کے جامع عالم گیر اصول اور کلیات پر قائم کرنا چاہتے تھے۔ امام ابوحنیفہ نے فقہ کی جامع اور عالم گیر تشکیل کے لیے صرف اپنی مجتہدانہ روشنی اور بصیرت پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ کثیر تعداد میں ایسے چیدہ چیدہ علماء کو آپ نے اپنے ساتھ فقہ کی تدوین میں شامل کر لیا تھا کہ جن فنون کی فقہ کی تکمیل میں ضرورت تھی وہ اس میں اپنے زمانہ کے امام مانے جاتے تھے۔ مثلاً یحیٰی بن ابی زائدۃ' حفص بن غیاث' قاضی ابو یوسف' داود الطائی جیسے اساطین علم جو حدیث وآثار میں کمال رکھتے تھے۔ قاسم بن معین' امام محمد ادب اور عربیت میں باکمال سمجھے جاتے تھے۔ امام زفر استنباط میں شہرت

www.KitaboSunnat.com

رکھتے تھے۔فقہ اور اجتہاد میں بھی ان کو خاص فہم تھا۔امام ابوحنیفہ نے باقاعدہ تدوین فقہ کی مجلس مرتب کی اور اس مجلس میں چالیس نامور اور ممتاز ارکان شامل رہے ہیں۔اسعد بن عمر، حسن بن زیاد، نوح الجامع، ابو مطیع بلخی اور عبداللہ بن مبارک جیسے فقہاء اور محدثین فقہ کی تدوین میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ کام کر رہے تھے اور اس اہم کام کی انجام دہی میں تقریباً تیس برس کا عرصہ صرف ہوا، اِس مجلس کا دستور یہ تھا کہ جب کسی باب کا مسئلہ پیش کیا جاتا تھا تو آزادی کے ساتھ اس پر بحث کی جاتی تھی۔دیر تک بحث جاری رہتی تھی۔اخیر میں امام ابو حنیفہ جچا تلا فیصلہ سناتے تھے۔اس مجلس کی ضروری شرط یہ بھی تھی کہ جب تک تمام اراکین مجلس جمع نہ ہوں، کوئی مسئلہ طے نہیں کی جاتا تھا، اس طرح کی مجتہدانہ کاوشوں سے تیس برس کی مدت میں اجتہاد کا عظیم الشان کارنامہ انجام کو پہنچا ہے۔اگر آج اس پر کوئی اجتہاد کا خیال لے کر خاک ڈالتا ہے تو ظلم اور حق کشی کے سوا اِس کو اور کیا کہا جائے گا۔

آج جس کی نگاہ میں نہ اس قدر وسعت ممکن ہے اور نہ اس کے علم میں اس قدر تیزی اور پھیلاؤ ہے کہ کسی فن کے مسائل پر مجتہدانہ تصرف کرے اور نہ اس کو اس قدر اور اس قسم کے معاون میسر ہیں کہ اس کے اجتہاد کو لغزشوں اور خطا کاریوں سے بچانے میں اس کی مدد کرے اور نہ اس کو اس قدر اجتہادی طاقت پر دلیری اور اعتماد ہے کہ وہ ارباب علم اور اہل تفقہ کے علم سے اپنا علم ٹکرائے۔ہم جب کہتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ امت مسلمہ کی حرمت اور کرامت اٹھ گئی ہے بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس تجربہ کار اور صواب دید اجتہاد کے بعد آج تک کوئی ایسا مجتہد نہیں اٹھا جس نے پہلے اجتہاد کا دور ختم کر دیا ہو اور اس کے علمی اور اجتہادی ملکہ نے پہلے اجتہاد کو ناقص اور ناتمام ثابت کر دیا ہو اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اجتہاد کا دوسرا دروازہ نہیں کھلا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری ﷛ کی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ختم نبوت کو موسلا دھار بارش کے ساتھ اور بنی آدم کے قلوب کو زمین کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔لوگوں کے دو گروہ بنائے گئے ہیں۔علم نبوت سے منتفع گروہ کے دو طبقوں کی نشان دہی کی گئی ہے: منبت اور غیر منبت۔

منبت گروہ وہ ہے جس نے علم وحی کو جمع کیا اور اجتہاد کے ذریعہ طرح طرح کے علوم و معارف اور علل و اَحکام نکالے، اس باطنی علم اجتہاد کے ذریعہ ہزاروں نامعلوم مسائل ظاہر فرمائے۔یہ طبقہ فقہاء اور مجتہدین کا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

غیر مثبت طبقہ محدثین اور حفاظ حدیث کا ہے کہ تخم علم کی آبیاری کرتا ہے اور علم وحی کی مراد ہے اس نے تمام ذخیرہ فراہم کیا اور پوری دیانت اور ایمان داری کے ساتھ کمی بیشی کے بغیر ضبط و اِتقان میں دوسروں تک اس کو پہنچا دیا تا کہ جو اُن میں بالغ نظر ہیں اس سے پھل اور پھول نکالیں۔ اگر محدثین کے فراہم کردہ مجموعہ ذخیرہ حدیث پر آج کسی حدیث کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مذکورہ فقہاء کے اجتہاد پر بھی کسی اجتہاد کے اضافہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے' یہ اس مجتہد اعظم امام ابوحنیفہ کے اجتہاد اور فقاہت کا مختصر تذکرہ ہے جن کو مسٹر پرویز منکر حدیث بتاتے ہیں۔

اس کے بعد [بقول اُن کے] دوسرے منکر حدیث شاہ ولی اللہ کا ذکر پڑھیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مسٹر پرویز کے بقول شاہ صاحب امام ابوحنیفہ کے بعد منکرین حدیث کے دوسرے بزرگ ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک تو آپ نے پڑھ لیا اب شاہ صاحب کا علم و نظر پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ شاہ صاحب کو انکار حدیث کے ساتھ کیا نسبت ہے؟

خاندانِ دہلی کے اس عزیز الوجود امام نے کتاب وسنت کی جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں، اس جامع عقل ونقل نے کتاب وسنت کے اَسرار وحِکم کو جن مجددانہ عنوانات میں کھول کر بیان فرمایا ہے اُن کو دنیائے علم ومعرفت کا سالک بخوبی جانتا ہے۔ آپ ہندو پاک میں اور ان کے باہر علمی حلقوں اور خانقاہوں میں ترجمان السنۃ کے خوب صورت اور عظیم نام سے معروف ومقبول ہیں۔ حدیث کے لفظ ومعنی کے اس حافظ اور فقیہ جلیل کو مسٹر پرویز منکرین حدیث کے مکروہ نام سے یاد کرتے ہیں، مگر بحث وتجسس کی دنیا میں مسٹر پرویز کا یہ جھوٹ اتنا صریح ہے کہ پڑھنے والے اس کو پڑھ کر یہ سمجھیں گے کہ مسٹر پرویز کو اتہام تراشی اور دروغ گوئی کی بھی خوب سی عادت ہے۔

احادیث نبوی کے متعلق شاہ صاحب کی روش یہ ہے کہ تمام علمی شعبوں اور عملی راہوں کو سنت کی مشعل سے روشن رکھتے ہیں۔ شاہ صاحب حجیت حدیث اور برہانِ سنت کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ میں اسے آپ کی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ سے نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ شاہ صاحب کی تحریر پڑھ لیں۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ:

”نبی کریم ﷺ نے ہم کو تحریف کے سب راستوں سے ڈرایا۔ سخت منع فرمایا اور اس بارے میں اپنی امت سے عہد وپیمان لیے، پس سستی کا سب سے پہلا سبب سنت کو چھوڑ دینا ہے اس بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ قول ہے: ”مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا ہے جس کی امت میں سے اس کے حواری اور ایسے اصحاب نہ ہوں جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے حکم کی فرمان برداری کرتے ہیں، پھر ان کے بعد نااہل لوگ پیدا ہوجاتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں کرتے نہیں، جن باتوں کا ان کو حکم نہیں ہوتا وہ کرتے ہیں، پس جو اُن کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرتے ہیں، وہ مومن ہیں اور جو زبان کے ساتھ ان سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جہاد کرتے ہیں وہ مؤمن ہیں اور جو اُن کے ساتھ دل سے جہاد کرتے ہیں وہ بھی مؤمن ہیں اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے(۱)۔"

نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

"میں تم سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہو اور اس کے پاس میرا حکم آئے جس کا میں نے امر کیا ہو یا نہی کی ہو۔ تب وہ کہنے لگے: میں کچھ نہیں جانتا' جو کچھ ہم نے کتاب اللہ میں پایا ہے اُس کا ہم نے اتباع کیا(۲)۔

نبی اکرم ﷺ نے سنت پر عمل کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ خاص کر جب لوگ مختلف ہوں۔ تشدد کے بارے میں نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ: "اپنی جانوں پر سختی نہ کرو پھر اللہ تعالیٰ بھی تمہارے اوپر سختی کرے گا(۳)۔"

میں کہتا ہوں دین کا انتظام نبی ﷺ کی سنت کے اِتباع پر موقوف ہے اور سیاستِ کبریٰ کا انتظام اس پر موقوف ہے کہ خلفاء تدابیر اور جہاد سے متعلق جن امور کا اپنے اجتہاد سے حکم دیں ان کے حکم کی اطاعت کی جائے بشرطیکہ ان کا یہ حکم شریعت کے حق میں بدعت نہ ہو اور نہ ہی خلاف نص ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے' پھر اس خط کے دائیں بائیں اور خطوط کھینچے اور فرمایا یہ بھی راستے ہیں' ان سے ہر راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

"تحقیق یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو' ورنہ اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) مامن نبی بعثه الله فی أمته قبلی إلّا كان له من أمته حواريون وأصحابٌ يأخذون بسنته ويقتدون بأمره ثم أنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون مالايفعلون' ويفعلون مالايُؤمرون فمَن جاهَدهُم بيده فهو مؤمنٌ' ومَن جاهَدَهُم بلسانه فهو مؤمنٌ' ومَن جاهَدهُم بقلبه فهو مؤمنٌ' وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل.

[صحیح مسلم' کتاب الایمان[۱] باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان[۲۰] حدیث:۸۰-[۵۰]

(۲) لاألفينَّ أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه الأمر من أمری مماأمرتُ أونهيتُ عنه فيقول: لا أدری' ماوجدنافی كتاب الله اتبعناه.

[سنن ابی داود' کتاب السنۃ[۳۴] باب فی لزوم السنۃ[۶] حدیث:۴۶۰۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راستہ سے بچھڑ جاؤ گے (۱)۔"

"میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو تمام عقائد اور اعمال کے اندر اس پر عمل کرتا ہے جو کتاب وسنت سے ظاہر ہے اور جس پر جمہور صحابہ کرام ﷡ نے عمل کیا ہے' اگرچہ وہ ان باتوں کے اندر مختلف ہوں جن میں کوئی نص مشہور نہیں ہے اور نہ ہی ان پر صحابہ کرام ﷡ کا اتفاق ظاہر ہوا ہے اور ان کے بعض اقوال سے استدلال کرتے ہیں یا مجمل کی تفسیر کرتے ہوں اور غیر ناجیہ فرقہ وہ ہے جو سلف کے عقیدہ کے خلاف کوئی عقیدہ رکھے یا ان کے عمل کے خلاف کوئی عمل نکالے (۲)۔"

شاہ صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے ذیل کے امور ثابت ہوتے ہیں۔

[۱] سنت پر عمل کرنا دین میں چستی اور شعور پیدا کرتا ہے' جس نے سنت کو چھوڑا ہے تو سمجھ لو کہ وہ دین میں سُست اور بوجھل ہے۔

[۲] نبی ﷺ کی امت میں وہ لوگ نا اہل ہیں جو آپ ﷺ کے حکموں اور ہدایات پر عمل نہیں کرتے۔ ایسے نا اہل لوگوں کے ساتھ ہاتھ' زبان اور دل سے جہاد کرنا ایمان والوں کے ایمان کا تقاضہ ہونا چاہئے۔

[۳] جو لوگ ایسے نا اہلوں کے ساتھ رواداری برتتے ہیں' اُن میں ذرہ برابر ایمان نہیں ہے۔

---

(۱) خَطَّ لنا رسول اللہ ﷺ یوماً خطاً ثم قال: ھذا سبیل اللہ' ثم خَطَّ خطوطاً عن یمینه وعن شماله ثم قال: ھٰذِهِ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِنْھَا شَیْطٰنٌ یَدْعُوْ إِلَیْهِ' ثم تلی: ﴿وَأَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهِ﴾.

[مسند ابی داود طیالسی: ۳۳' حدیث: ۲۴۴' شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ لالکائی ۱: ۴۵' حدیث: ۹۴' مسند احمد ۱: ۸۰-۸۱' تفسیر ابن جریر ۵: ۳۹۷' فقرہ: ۱۴۱۷۳]

(۲) أقول: الفرقة الناجیةُ ھُمُ الآخذونَ فی العقیدة والعمل جمیعاً بما ظَھَرَ من الکتاب و السنة' وجَرٰی علیه جمھور الصحابة والتابعین وإنِ اختلفوا فیما بینھم فیما لم یشتھر فیه نصٌّ ولا ظَھَرَ من الصحابة اتفاقٌ علیه استدلالاً منھم ببعض ما ھنالك أو تفسیراً لمجمله' و غیر الناجیة: کل فرقةٍ انتحلت عقیدةً خلاف عقیدة السلف أو عملاً دون أعمالھم.

[حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۱۷۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۴] ایسے نااہلوں کے پہچاننے کی ایک علامت یہ ہے کہ سنت کو پسِ پشت ڈالتے ہیں اور صرف کتاب کی اِتباع کی دھن میں لگے رہتے ہیں۔

[۵] جو شخص نبی ﷺ کی سنت سے الگ ہوا اس نے شیطان کا راستہ اختیار کر لیا اور اس نے شیطان کی دعوت پر لبیک کہا۔

[۶] فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اپنے تمام عقائد اور اعمال میں کتاب وسنت کی صراحت پر یقین رکھتا اور عمل کرتا ہے۔ سلف صالح کے خلاف عقیدہ رکھنا اور عمل کرنا اس کے غیر ناجی ہونے کی دلیل ہے۔

یہ تمام ذمائم جو شاہ صاحب نے بتائے ہیں مسٹر پرویز اور اس کے رفقاء منکرین حدیث کے عقائد اور افکار میں موجود ہیں۔ شاہ صاحب کی نگاہ میں سند اور برہان کی حیثیت میں کتاب وسنت کا ایک مقام ہے اس لیے کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ سنت کے انتظام کے بغیر دین کا نظام قائم نہیں ہو سکتا اور جس نے دین کے نظام سے سنت کو الگ کر دیا تو اس نے دین میں تحریف کی اور دین کا تمام نظم ونسق تباہ کر دیا۔

شاہ صاحب ایک دوسرے مقام پر علوم نبوی کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"واضح رہے کہ جو کچھ نبی ﷺ سے مروی ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وہ امور جن کا ذریعہ تبلیغ رسالت ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. [سورۃ الحشر ۵۹:۷]

"رسول جو کچھ تمہیں دے اس کی تعمیل کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ۔"

ایسے امور میں ایک حصہ علوم معاد اور عالم ملکوت کے عجیب عجیب حالات کا ہے یہ سب امور بواسطہ وحی ہوتے ہیں اور ایک حصہ احکامِ شرعی ضبط عبادات اور معاملات کا ہے ان وجوہ ضبط کے ساتھ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان میں بعض وحی کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں اور بعض آپ ﷺ کے اجتہاد سے۔ آپ ﷺ کا اجتہاد بھی وحی کے درجہ میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے محفوظ رکھا تھا کہ آپ ﷺ کی رائے خطا پر جم سکے، یہ بھی ضروری نہ تھا کہ آپ ﷺ کا اجتہاد کسی امر منصوص سے مستنبط ہو جیسا بعض لوگ گمان کرتے ہیں بلکہ اکثر یہ حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرع کے مقاصد بتلائے تھے اور تشریع تیسیر احکام کے قانون کی تعلیم کر دی تھی، پس اس قانون کے ذریعہ آپ ﷺ ان مقاصد کی وضاحت کر دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے جو بذریعہ وحی آپ ﷺ کو حاصل ہوتا ہے' انہیں امور تبلیغ رسالت میں سے ایک حصہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کا ہے جو بلا قید رکھی گئی ہیں' جن کا نہ وقت معین ہے اور نہ اُن کی حد بیان کی گئی ہے' جیسے عمدہ اور ناقص اخلاق کا بیان۔ یہ حصہ غالباً اجتہادی ہے۔ بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قوانین انتظامات تعلیم فرمائے۔ ان قوانین سے حکمتوں کو اخذ کیا اور ان کو کلیہ بنایا (۱)۔ [حجۃ اللہ البالغۃ' باب اقسام علوم النبی ﷺ]

شاہ صاحب نے تحریر بالا میں ذیل کے امور ظاہر فرمائے ہیں۔

[۱] رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث جس میں امر ونہی مذکور ہے اور آپ ﷺ کی وہ حدیث جس میں عبادات ومعاملات کو ایک نظم وضبط میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً نماز کی رکعات کی تعداد' قراءت' جہر واِخفاء اور دوسرے تفصیلی احکام' زکوٰۃ کی مقدار' نصاب اور دوسری شرطیں' حج کے مناسک کی تفصیل وغیرہ۔ نکاح' بیع وشراء کی قسمیں' ان کی صحت اور فساد کے احکام' یہ سب وحی اور متعلق رسالت ہیں' جن پر ایمان لانا' ان کا باور کرنا اور ان پر ضروری عمل کرنا قرآن مجید کا امر ہے۔

[۲] رسول اللہ ﷺ نے بعض احکام اجتہاد سے بتائے ہیں' لیکن آپ ﷺ کا اجتہاد فقہاء اور مجتہدین کے اجتہاد کی طرح کتاب کے نصوص سے مستنبط اور مستخرج نہیں ہے بلکہ اُن کے اجتہاد کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی آیات کی طرح حق تعالیٰ نے آپ کو شرع کے مقاصد اور جزئیات کی وحی فرمائی اور تشریع اور احکام کا ایسا قانون وحی فرمایا جس کی مدد سے آپ ﷺ نے دین کا ایک ایک جزئیہ متعین فرمایا ہے' اگرچہ وہ جزئیات قرآن کی آیات میں مذکور نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی اس وحی میں وہ مذکور ہیں جو دین کی تفصیل اور تشریع کی تعلیم دینے کے لیے آپ ﷺ کے پاس آیا کرتی تھی اور یہ تمام امور بھی تبلیغ رسالت کے متعلق ہیں۔ قرآن مجید ان کی اطاعت اور تعمیل کا امر کرتا ہے۔

[۳] وہ امور بھی تبلیغ رسالت کا ایک حصہ ہیں جن کو حدیث نے حکمتوں اور مصلحتوں کے اعتبار سے بیان فرمایا ہے۔ ان حکمتوں اور مصلحتوں کے لیے حدیث میں زمانہ کی تحدید اور

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۱۲۸' المبحث السابع: استنباط الشرائع من حدیث النبی ﷺ باب بیان اقسام علوم النبی ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی وقت کی توقیت نہیں کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی رسالت کے ساتھ ساتھ وہ قائم اور چلے آتے ہیں' ان حکمتوں اور مصلحتوں پر جو ان تمام منی ہیں وہ قیامت تک دائم رہیں گے' یہ حصہ بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔

شاہ صاحب کا نظریہ ظاہر ہے اور اس مقصد کے لیے صریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت اللہ تعالیٰ کی وحی اور تبلیغ رسالت کے متعلق ہے' چونکہ قرآن مجید سنت کی اطاعت و تعمیل کا حکم دیتا ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اطاعت اور ضروریات دین میں کتاب وسنت کا ایک ہی مقام ہے۔ اگر مسٹر پرویز اور اس کے رفقاء شاہ صاحب کو منکر حدیث بتاتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مسٹر پرویز اور اس کے رفقاء کی طرح شاہ ولی اللہ بھی حجیت حدیث کے انکار کے پردہ میں اللہ تعالیٰ کی وحی اور تبلیغ رسالت کے متعلقہ امور سے انکار کرتے ہیں۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ هٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُّبِيْنٌ.

اس کے بعد شاہ صاحب کہتے ہیں:

"دوم وہ امور جو تبلیغ رسالت کے باب میں سے نہیں ہیں ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "میں ایک بشر ہوں' جب تم کو کسی دینی امر کا حکم کروں تو اس کو لے لو اور جو بات میں تم سے اپنی رائے سے کہوں' پس میں بشر ہوں (۱)۔"

درخت خرما کے نر و مادہ کے ملانے میں بھی آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ:

"یہ میرا ایک گمان تھا پس ظنی بات میں میرا مواخذہ نہ کرو۔ لیکن جب میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی بات بیان کروں تو اس کو اختیار کرو اس لیے کہ میں نے کبھی بھی اللہ پر جھوٹ نہیں بولا (۲)۔"

---

(۱) إنما أنا بشر' إذا أمرتكم بشيء من دينكم فخذوا به' وإذا أمرتكم بشيء من رأيي فإنما أنا بشر. [صحیح مسلم' کتاب الفضائل[۴۲] باب وجوب ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ ﷺ من معائش الدنیا علی سبیل الرأی[۳۸] حدیث:۱۴۰-[۲۳۶۲]

(۲) إن كان ينفعهم ذلك فليصنعوه' فإني إنما ظننت ظنًا' فلا تؤاخذوني بالظن ولكن إذا حدثتكم عن الله شيئا فخذوا به' فإني لن أكذب على الله عز وجل.
[صحیح مسلم' کتاب الفضائل[۴۲] باب وجوب ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ ﷺ من معائش الدنیا علی سبیل الرأی[۳۸] حدیث:۱۳۹-[۲۳۶۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حصہ میں ایک حصہ طب کا ہے جس سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا قول ہے کہ:
''گھوڑا نہایت سیاہ جس کی پیشانی پر ہلکی سی سفیدی ہو ضرور رکھو (۱)۔''
اور اس بارے میں مستند چیز آپ ﷺ کا تجربہ تھا' اسی قبیل کے وہ امور ہیں جن کو آپ ﷺ عادۃً کیا کرتے تھے' ان کو بطور عبادت کے نہیں کرتے تھے یا آپ ﷺ نے ان کو اتفاقاً کیا تھا' قصداً نہیں کیا تھا۔

اسی قبیل کے وہ امور بھی ہیں' جن میں آپ ﷺ کے عہد میں جزئی مصلحت مقصود تھی لیکن یہ تمام امور امت کے لیے ضروری نہ تھے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ فوجوں کی ترتیب کرتا ہے اور کوئی شعار مقرر کرتا ہے اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم کو طواف میں رمل سے کیا تعلق۔ ہم ان لوگوں کو یہ حالت دکھاتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اب ہلاک کر دیا ہے' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رمل کا کوئی اور سبب نہ ہو۔ بہت سے احکام اسی جزئی مصلحت پر محمول ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا قول ہے کہ: ''جہاد میں جو کوئی کسی کو قتل کرے' وہی شخص اس مقتول کا اسباب لے لے (۲)۔''

[حجۃ اللہ البالغۃ' باب اقسام علوم النبی ﷺ (۳)]

---

(۱) شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں: علیکم بالأدهم الأقرح. [حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۱۲۸]
لیکن حدیث کی کتابوں میں ان الفاظ میں یہ روایت نہیں ملتی' اور ان الفاظ میں ملتی ہے:
خيرُ الخيلِ الأدهمُ الأقرحُ الأرثمُ ثم الأقرح المحجّلُ طَلْقُ اليمينِ فإن لم يكن أدهَم فكُمَيْتٌ على هذه الشِّيَةِ.
[سنن ترمذی' کتاب الجہاد [۲۴] باب مایستحب من الخیل [۲۰] حدیث: ۱۶۹۶' مستدرک حاکم ۲: ۹۲' مسند احمد ۵: ۳۰۰]

(۲) من قَتَلَ قتيلاً فله سَلَبُهُ. [معجم کبیر طبرانی ۷: ۲۴۵' حدیث: ۶۹۹۵] جب کہ دوسری کتابوں میں اس کے الفاظ اس طرح ہیں: من قَتَلَ قتيلاً له عليه بينةٌ فله سَلَبُهُ.
[صحیح بخاری' کتاب فرض الخمس [۵۷] باب من لم یخمس الاسلاب [۱۸] حدیث: ۳۱۴۲' کتاب المغازی [۶۴] باب قول اللہ: ویوم حنین [۵۵] حدیث: ۴۳۲۱' صحیح مسلم' کتاب الجہاد والسیر [۳۲] باب استحقاق القاتل سلب القتیل [۱۳] حدیث ۴۱-[۱۷۵۱] سنن ابی داود' کتاب الجہاد [۹] باب فی السلب یعطی القاتل [۱۴۷] حدیث: ۲۷۱۷]

(۳) حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۱۲۸-۱۲۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ دین، عبادات و معاملات کے بارے میں اور تبلیغ رسالت کے متعلقہ تمام احادیث پر عمل کرنا مسلمانوں پر لازم اور ضروری ہے، البتہ جو امور نبی اکرم ﷺ نے بطور عبادت کے نہیں کیے ہیں، بلکہ عادت کے طور پر کیے ہیں اور قصداً نہیں کیے ہیں بلکہ اتفاقاً کیے ہیں، یا آپ ﷺ نے ایسی جزئی مصلحت کے زیرِ نظر وہ کام کیے ہیں کہ وہ مصلحت ختم ہوگئی تو ایسے اتفاقی امور، عادت کے امور، وقتی مصلحت پر مبنی امور دینی اور دائمی تشریع بایں معنی کہ وہ فرض اور لازم تشریعی نہیں ہیں۔ امت پر واجب نہیں کہ ایسے امور کو دین کے اہم اور ضروری اوامر سمجھے۔ اگرچہ آپ ﷺ کی عادت اور اتفاقی امور اور جزئی مصالح پر مبنی امور میں استحباب اور اباحت کی تشریع باقی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے جو کام کیا ہے خواہ وہ عادۃً ہو یا اتفاقی طور پر، لیکن وہ اس تشریع سے خالی نہیں کہ وہ اب بھی مباح یا مستحب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے منع کرنا ثابت نہ ہو۔

صحیح بخاری میں کتاب الإعتصام باب الإقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ و باب الإقتداء بأفعال النبی ﷺ اور باب الأحکام التی تعرف با لدلائل میں ایسے امور مذکور ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ نے بطور عادت اور اتفاق کے کیا ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن کی تَاسِّیْ [پیروی] کرتے تھے اور ان سے اباحت پر استدلال کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے افعال کے بارے میں امت کے علماء، فقہاء اور محدثین کا فکر یہ ہے کہ اگر ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کا فعل واجب ہے یا مستحب یا مباح ہے تو امت کو نبی اکرم ﷺ کے ایسے افعال اور اسوہ کی تَـاسِّیْ کا حکم دیا گیا ہے اور اسی حیثیت وجوب یا استحباب اور اباحت کے اعتقاد کے ساتھ امت کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر ہم نبی اکرم ﷺ کے کسی فعل کا وجوب یا استحباب و اباحت نہیں جانتے تو شیخ ابوبکر رازی جصاص فرماتے ہیں کہ:

"ہم پر افعال نبوت کا اِتباع لازم ہے۔ ہاں اگر کسی دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ ہم پر ان کا اِتباع ضروری نہیں (۱)۔"

---

(۱) قال أبو بکر: والصحیح أنه لادلالة فیه علی الوجوب بل دلالته علی الندب أظهر منها علی الإیجاب لماذکرنا، ومع ذلك لوورد بصیغة الأمر لمادلّ علی الوجوب فی أفعاله ﷺ لأنّ التأسِی به هو أن نفعل مثل مافعل، ومتی خالفناهُ فی اعتقادالفعل أوفی معناهُ لم یکن=

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور صاحب کشف (۱) فرماتے ہیں کہ:

"ایسے افعال میں ہم کو رسول اللہ ﷺ کی متابعت جائز ہے' ہاں اگر کسی دلیل سے ان میں نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ثابت ہو جائے اور ہم ضرور ایسے کاموں کی اباحت کا اعتقاد رکھتے ہیں' البتہ اگر اس اعتقاد کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو (۲)"۔

فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ: "ہمیں سب سے زیادہ صحیح قول جصاص کا معلوم ہوتا ہے (۳)"۔

شمس الائمہ (۴) فرماتے ہیں: "صحیح وہی ہے جو جصاص نے کہا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [سورۃ الاحزاب ۳۳: ۲۱] میں نص ہے اور آپ ﷺ کے افعال کے تَاَسِّیْ کی خبر ہے اور جب تک کوئی دلیل مانع موجود نہ ہو تو اس آیت پر عمل کیا جائے گا اس معنی و مقصد پر قرآن مجید کی یہ آیت بھی دلالت

= ذلك تأسِّياً به' ألا ترى أنه إذا فعله على الندب و فعلناهُ على الوجوب كُنّا غير متأسّين به' و إذا فعلَ ﷺ فعلاً لم يجز لنا أن نفعله على اعتقاد الوجوب فيه حتى نعلم أنه ﷺ فعلَه على ذلك فإذا علمنا أنه ﷺ فعله على الوجوب لزمنا فعله على ذلك الوجه' لا مِن جهة هذه الآية' إذ ليس فيه دلالة على الوجوب لكن مِن جهةِ مَا أمرنا الله تعالي بإتباعه في غير هذه الآية.

[أحكام القرآن ۳: ۳۵۵-۳۵۶' بذیل تفسیر سورۃ الاحزاب ۳۳: ۲۱]

(۱) عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین بخاری' حنفی فقیہ اور علم اصول کے ماہر عالم تھے۔ بخارا سے تعلق تھا۔ کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام بزدوی کے نام سے اصول بزدوی کی شرح لکھی' جس کی چار ضخیم جلدیں ہیں۔ ۷۳۰ھ = ۱۳۳۰ء کو وفات پائی۔ [الجواہر المضیۃ ۱: ۳۱۷' الفوائد البھیۃ: ۹۴' الاعلام ۴: ۱۳]

(۲) علينا اتباعه' معناه: لَنَا جواز متابعته فيه' لا يُترك ذلك أي: لا يُحمَلُ على الخصوصية إلَّا بدليلٍ أو معناه وجب علينا اعتقاد إباحته في حقنا' لا يُترك ذلك الإعتقادُ إلَّا بدليلٍ.

[کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام بزدوی ۳: ۳۷۸]

(۳) وقال الجصاص مثل قول الكرخي إلَّا أنه قال: علينا اتباعه' لا نترك ذلك إلَّا بدليلٍ' و هذا أصح. [اصول البزدوی مع الشرح ۳: ۳۷۸-۳۷۹]

(۴) محمد بن احمد بن سہل ابوبکر' شمس الائمہ' قاضی اور حنفی فقیہ و مجتہد تھے۔ سرخس [خراسان] سے تعلق تھا۔ المبسوط اُن کی نہایت قیمتی تصنیف ہے' جسے اوزجند [فرغانہ] کے جیل میں تہ خانہ میں اسارت کی حالت میں املاء کروایا۔ خاقان کو نصیحت کرنے کی پاداش میں جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ رہائی کے بعد فرغانہ میں رہائش اختیار کی جہاں ۴۸۳ھ = ۱۰۹۰ء کو وفات پائی۔ [المنتظم ۹: ۵۲' الاعلام ۵: ۳۱۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہے: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ. [سورۃ الاحزاب ۳۳: ۳۷]

''پس جب زید نے اُس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا تو ہم نے اُس کو تم سے بیاہ دیا کہ مومنوں کے لیے اُن کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملے میں، جب کہ وہ اُن سے اپنا تعلق بالکل کاٹ لیں، کوئی تنگی باقی نہ رہے۔''

اس آیت کے مفہوم مخالف کا تقاضہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں لے پالک کی بیوی کو نکاح میں لے لینا جائز ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ نے حرج کی نفی - جو لے پالک کی بیوی میں ثابت ہے - کی تزویج کے لیے علت فرمائی ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لے پالک کی بیوی سے نکاح نہ کرتے تو یہ مومنین پر حرج تھا اور حرج کا ثبوت اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ مومنین بھی احکام میں نبی اکرم ﷺ کی مانند حکم میں شریک اور شامل ہوں۔

سوچو کہ مہر کے بغیر نکاح نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی تو قرآن مجید نے خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرما کر اس خصوصیت کی تنصیص کر دی۔ اگر امت کے لیے نبی ﷺ کا فعل مطلقاً دلیل نہ ہوتا تو پھر خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ کا کچھ فائدہ نہیں ہے''

[فتح الملہم جلد اول: ۴۳(۱)]

فقہاء کرام کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام افعال جو طبعی اور سہو کے علاوہ ہیں اور اُن

---

(۱) قال شمس الأئمة رحمه الله: الصحيح ماذهب اليه الجصاص لأن في قوله تعالى: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تنصيصٌ على جواز التأسي به في أفعاله فيكون هذا النص معمولاً به حتى يقوم الدليل المانع وهو مايوجب تخصيصه بذلك. وقد دلّ عليه قوله فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ، و في هذا بيان أنّ ثبوت الحل في حقه مطلقاً دليل ثبوته في حق الأمة، ألاترى أنه نصّ على تخصيصه فيما كان هو مخصوصاً به بقوله: خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وهو النكاح بغير مهر، فلولم يكن مطلقُ فعله دليلاً للأمة في الإقدام على مثله لم يكن لقوله تعالى: خَالِصَةً لَّكَ فائدةٌ، فإنّ الخصوصية ثابتةٌ بدون هذه الكلمة.

[كشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام بزدوى ۳: ۳۸۱]

شمس الائمہ امام سرخسی کی یہ عبارت اُن کی تصنیف اُصول السرخسی ۲: ۸۹ میں پڑھی جا سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَفعال کی آپ ﷺ کے ساتھ خصوصیت بھی دلیل سے ثابت نہیں تو وہ تمام کی تمام امت کے لیے تشریع ہیں' خواہ وہ اباحت یا استحباب کے درجہ میں ہوں یا فرض اور واجب کے درجہ میں' نیز یہ کہنا ناکافی ہوگا کہ وہ وقتی اور جزئی مصلحت تھی اور اب وہ فعل باقی نہیں رہا' جب تک دلیل سے اس کا وقتی اور جزئی مصلحت پر محصور بتلانا ثابت نہ کیا جائے ۔

وقتی احکام کی مثالیں

شاہ ولی اللہ نے رمل اور سلب کو ایسے احکام کی مثال میں ذکر فرمایا ہے کہ رمل اور سلب کا امر رسول اللہ ﷺ نے کسی خاص مصلحت کے پیش نظر فرمایا تھا' جب وہ مصلحت نہ رہی تو دونوں امر بھی مسلمانوں پر لازم نہ رہے' جیسے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر منقول ہے' مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمانے کے باوجود بھی کہ جن کے دکھانے کے لیے ہم رمل کیا کرتے تھے' اُن کو رب نے ہلاک کر دیا اب رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے' اُنہیں یہ خیال رہا کہ شائد ہم نے رمل کرنے کی جو مصلحت سمجھی تھی اُس کے علاوہ رمل کرنے کی کوئی اور مصلحت بھی ہو اس لیے اُنہوں نے رمل کرنا ترک نہیں کیا۔

شاہ صاحب کی مراد ظاہر ہے کہ شرعی اَحکام کی مصلحت اگر شارع علیہ السلام نے خود بتا دی ہے تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ اس حکم کی بناء اسی مصلحت پر ہے اور اگر شارع علیہ السلام نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ حکم اس لیے ختم کیا جاتا ہے کہ اس کی بنیادی مصلحت باقی نہیں رہی' تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ وقتی مصلحت کے ساتھ ساتھ وہ حکم بھی وقتی تھا' دائمی نہیں تھا' لیکن شارع علیہ السلام کے سوا اگر کسی کو یہ خیال ہوتا ہو کہ اس حکم کی بنیاد اس مصلحت پر ہے اور مصلحت باقی نہیں رہی اس لیے حکم بھی باقی نہیں رہنا چاہیئے تو اس کا اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ مصلحت اس حکم کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اس حکم میں کوئی اور مصلحت یا مصالح بھی ہوسکتے ہیں جیسے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہو رہا تھا کہ رمل کی مصلحت باقی نہیں رہی مگر رمل کا حکم آپ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا نہیں بلکہ اس کو باقی رکھا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے کہا کہ مدینہ کے بخار نے ان کو کمزور کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امر فرمایا کہ طواف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پہلے تین پھیروں میں سینہ نکال کر دوڑیں اور دو رکنوں کے درمیان چل کر جائیں۔ آپ ﷺ نے تمام پھیروں میں ان کو دوڑنے سے اس لیے روکا کہ اس پر آسانی ہو(۱)۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس اثر میں رمل کرنے کی مصلحت کا ذکر ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اس کو ایسی مصلحت ہونے کا خیال ہوا کہ اس کے نہ ہونے کی صورت میں رمل چھوڑ دینا چاہیے۔ مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس مصلحت کو بھی جانتے تھے جس کے اوپر کوئی دوسری مصلحت نہیں' اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی رمل کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمل کرنے کا امر بھی دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فعل اور اس امر کے ہوتے ہوئے اِتباعِ رسالت کی ضرورت نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو رمل کے موقوف کرنے سے عاجز کر دیا تھا کیونکہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ رمل کی مصلحت رہے یا نہ رہے مگر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی ضروری ہے اور نبی اکرم ﷺ کے کسی فعل یا امر کو موقوف کرنے کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں طاقت نہیں ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ: "طواف میں رمل کی کیا ضرورت ہے؟ ہم تو مشرکوں کو دکھانے کے لیے رمل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور فرمایا رمل کرنا ایسا کام ہے جس کو رسول اکرم ﷺ نے کیا ہے(۲)۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ دین کے نظام میں پیغمبرانہ اَفعال واَوامر کی پیروی سب سے زیادہ مقدم' اہم مقصد اور بڑی مصلحت ہے اگر کسی کی تحدید اور توقیت خود شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں ہوتی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے مزاج شناسِ نبوت کو بھی مصالح کے ہونے یا نہ ہونے پر سنن کو تبدیل کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

---

(۱) قدِمَ رسولُ اللّٰه ﷺ وأصحابه فقال المشركون: إنّه يَقدَمُ عليكم وقد وَهَنَهم حُمَّى يثرِبَ فأمرهم النبي ﷺ أن يرملوا الأشواط الثلاثة' وأن يمشوا ما بين الركنين' ولم يَمنَعْهُ أن يأمُرَهُم أن يَرمُلوا الأشواطَ كلَّها إلّا الإبقاءُ عليهم.

[صحیح بخاری' کتاب الحج [۲۵] باب کیف کان بدء الرمل [۵۵] حدیث: ۱۶۰۲]

(۲) أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال للركن: أما واللّٰهِ إني لأعلمُ أنك حجرٌ "لا تضرُّ ولا تنفعُ' ولولا أني رأيتُ رسول اللّٰه ﷺ استلمكَ ما استلمتُكَ' ثم قال: ما لنا وللرَّمَلِ؟ إنما كُنّا رَاءَيْنا به المشركين' وقد أهلكهم اللّٰه' ثم قال: شيء صنعهُ النبي ﷺ فلا نُحِبُّ أن نتركه.

[صحیح بخاری' کتاب الحج [۲۵] باب الرمل فی الحج والعمرۃ [۵۷] حدیث: ۱۶۰۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلط فہمی

منکرین حدیث ہمیشہ فقہاء محدثین اور بزرگانِ دین کی ایسی عبارتوں کی تلاش اور ٹوہ میں رہتے ہیں جن سے ان کے خیال میں حدیث کی غیر تشریعی حیثیت کا ثبوت ہوتا ہے اور جہاں کہیں بھی ایسی تھوڑی بہت عبارت ان کو مل جاتی ہے تو حدیث کی تشریعی حیثیت کے خلاف شبہات کا طوفان اٹھا لیتے ہیں لیکن بعض اہل قلم فضلاء کو بھی اس تاثر میں شاہ ولی اللہ کی مذکورہ تحریر سے کچھ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے' اگرچہ شاہ صاحب کا تمام علمی ونظری ماحول اور دین کے نظام شناس علماء کا فکر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی غیر تشریعی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے مگر یہ لوگ اپنے خیال کی تائید کے لیے شاہ صاحب کی ادھوری عبارتیں اور ناتمام مثالیں نقل کرتے ہیں تاکہ یہ بتائیں کہ فقہاء اور محدثین نے بعض مسائل اور بعض حدیثوں کی غیر تشریعی حیثیت کو تسلیم کیا ہے چنانچہ فاضل محترم جناب سید رئیس احمد صاحب جعفری سیرت ائمہ اربعہ میں شاہ صاحب کا یہ فقرہ' جو اس تمام بحث میں جان ڈالتا ہے اور شاہ صاحب کے قصد کی وضاحت کرتا ہے نقل کیا ہے: ثم خشي أن يكون له سبب آخر. "پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ شائد رمل کرنے کا کوئی دوسرا سبب ہو اس لیے اُنہوں نے رمل کرنے کو نہیں روکا۔"

سید صاحب یا لکھنا بھول گئے یا کسی دوسرے خیال پر اس کو حذف کر دیا۔ رمل اور سلب کی مثالوں کے علاوہ سید صاحب نے چند اور مثالوں کا بھی اضافہ فرمایا اور سیرت ائمہ میں ذیل کے دو عنوانوں :-۱: تشریعی اور غیر تشریعی احادیث کا فرق

۲-: جو مسائل تشریعی نہیں ہیں

کے تحت ان مسائل کی تفصیل لکھ دی ہے جن کو سید صاحب غیر تشریعی مسائل سمجھتے ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی تبدیلی کا حق دیا ہے اس لیے میں ان مسائل کو یہاں تفصیل کے ساتھ لکھنا چاہتا ہوں تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان مسائل میں بھی حدیث کے اتباع اور حدیث کے معنی مراد کے تعین اور منضبط کرنے کے سوا اور کچھ تبدیلی نہیں کی ہے۔

---

(۱) سیرت ائمہ اربعہ: ۶۷ وما بعد' شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور' تاریخ طباعت موجود نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رمل

طواف کی حالت میں سینہ نکال کر چلنے کو رمل کہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ۶ ہجری میں نبی اکرم ﷺ عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ سیدنا بُدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ عنہ (۱) نے چند رفقاء کے ساتھ یہ پوچھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے تشریف لانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا ہے، لیکن قریش آڑے آئے اور عمرہ کرنے سے بھی آپ کو روک دیا۔ قریش نے سیدنا سہیل بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ (۲) کو رسول اللہ ﷺ کے پاس صلح کرنے کے لیے بھیجا۔ صلح کی ایک ضروری شرط یہ تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کی نیت سے تشریف لائیں مگر تین دن سے زیادہ قیام نہیں کریں گے، چنانچہ آئندہ سال ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کی نیت سے نبی اکرم ﷺ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ عمرہ کرتے وقت آپ نے رمل کیا اور صحابہ کو بھی رمل کرنے کا امر فرمایا۔ ۸ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے مکہ معظمہ فتح کیا۔ ۱۰ ہجری میں آپ ﷺ نے آخری حج کیا اور عمرۃ القضاء کے تین سال بعد حج کے طواف میں آپ ﷺ نے رمل کیا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے پہلے تین پھیروں میں رمل کیا۔ باقی پھیروں میں چل کر گئے (۳)۔“

---

(۱) بُدَیل بن وَرقاء بن عمرو بن ربیعۃ بن عبدالعزیٰ بن ربیعۃ بن جُزی بن عامر بن مازِن خزاعی۔ بعض مؤرخین اُنہیں قدیم الاسلام مانتے ہیں، جب کہ بعض کا خیال ہے کہ آپ اور سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے روز مرالظہر ان میں اسلام قبول کیا۔ آپ اپنے فرزند سمیت غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں شریک تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے پہلے وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۱: ۲۲۷-۲۲۸]

(۲) سہیل بن عمرو بن عبد شمس قرشی عامری، بنولوی سے تعلق تھا۔ خطیبِ قریش اور جاہلیت میں اُن کے سردار تھے۔ جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے لڑتے ہوئے پکڑے گئے اور قیدی بنائے گئے۔ فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا اور وہیں رہنے لگے، پھر مدینہ منورہ چلے گئے۔ ۱۸ھ = ۶۳۹م کو طاعون میں مبتلا ہو کر شام میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۲: ۳۶۴، الاعلام ۳: ۱۴۴]

(۳) سعى النبي ﷺ ثلاثة أشواطٍ ومشى أربعةً في الحج والعمرة.
[صحیح بخاری، کتاب الحج [۲۵] باب الرمل فی الحج والعمرۃ [۵۷] حدیث: ۱۶۰۴]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین پھیروں میں رمل فرمایا (۱)۔'' [دارمی، باب من رمل ثلاثا ومشی اربعا]

حجۃ الوداع کے طواف میں آپ نے ایسے رمل کیا ہے کہ مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ مشرکین کے کفر اور شرک کی نجاست سے مکہ معظّمہ پاک ہو چکا تھا اُن کی جمعیت ختم کر دی گئی تھی۔ طواف کی حالت میں کے رمل کرنے کو مسلمانوں کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ سوچئے کہ رمل کرنے کی وہ جزئی مصلحت اور وقتی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی آب وہوا کے ناموافق آنے والے طعن زن مشرک کہاں ہیں جن کے دکھانے کے لیے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ سمجھ لو کہ رمل کرنے میں مشرکین مکہ کے دکھانے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا رمل کی بنیادی مصلحت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ رمل کرنا وقتی حکم تھا اور یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تبدیل کرنا چاہا یا بدل دیا ہے سراسر غلط اور بے بنیاد وہم ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''لوگوں کو خیال ہوگا کہ ان پر رمل کرنا لازم نہیں ہے اس لیے کہ قریش کو دکھانے کے لیے رمل کیا گیا تھا لیکن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ایسے وقت بھی رمل فرمایا ہے جب کہ قریش کے معاندانہ اور مخالفانہ اعتراضات کا وجود ختم ہو چکا تھا تو رمل کے دائمی سنت اور لازم رکھنے میں کیا شبہ اور کون سا شک رہتا ہے (۲)؟'' [سیرت ابن ہشام]

امام محمد (۳) فرماتے ہیں کہ: ''ہم سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اثر پر عمل

---

(۱) قال جابر رضی اللہ عنہ: حتى إذا أتينا البيت معه 'استلم الركنَ فرمَلَ ثلاثاً 'ومشى أربعاً.
[صحیح مسلم' کتاب الحج [۱۵] باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم [۱۹] حدیث: ۱۴۷-[۱۲۱۸]]
سنن دارمی کے الفاظ یہ ہیں: رمَلَ رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم من الحجر إلى الحجر ثلاثة أشواط.
[سنن دارمی ۲: ۶۴' کتاب المناسک [] باب من رمل ثلاثا ومشی اربعا [۲۷] حدیث: ۱۸۴۰]

(۲) كان الناس يظنون أنها ليست عليهم 'وذلك أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إنما صنعها لهذا الحيّ من قريش 'الذي بلغه عنهم 'حتى إذا حجَّ حِجّةَ الوداع فلزِمها 'فمضتِ السنةُ بها.
[السيرة النبوية ۴: ۱۳' عمرة القضاء]

(۳) محمد بن حسن بن فرقد۔ فرقد بنو شیبان کے موالی میں سے تھے۔ ابوعبداللہ' فقہ اور اصول کے امام......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ اہل مکہ اور غیر اہل مکہ کے لیے رمل کرنا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ اور عام فقہاء کہتے ہیں کہ رمل کرنا ہمیشہ کے لیے تشریع واجبہ ہے (۱)۔" [موطا امام محمد]

رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اور آئمہ فقہاء کی تصریحات کے بعد کسی کو کیا حق ہے کہ رمل کے حکم کو بند کر دے اور کہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور امام ابوحنیفہ رمل کے فعل اور امر کو وقتی اور غیر تشریعی امر سمجھتے تھے؟

دوسرا مسئلہ سلب

مقتول کے قاتل کو مقتول کا سامان دلانے کو سلب کہا جاتا ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر امیر نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ مقتول کا سامان اس کے قاتل کے لیے ہے تو قاتل کو مقتول کے سامان لینے کا خصوصی حق پہنچتا ہے اور اگر امیر نے ایسا اعلان نہیں کیا تو مقتول کا سامان غنیمت ہے۔ قاتل کے لیے اس میں خصوصیت کے ساتھ کوئی حق نہیں ہے۔

امام شافعی، امام اوزاعی اور لیث فرماتے ہیں کہ مقتول کا سامان لینا اس کے قاتل کا حق ہے خواہ امیر نے اس کا اعلان کیا ہے یا نہیں کیا ہے۔ طرفین کے دلائل احکام القرآن للجصاص جلد ۳ صفحہ ۶۶ میں مذکور ہیں۔ دل چسپی رکھنے والے وہاں ملاحظہ کر سکتے ہیں (۲)۔

...... تھے۔ امام ابوحنیفہ کے علم کو آپ نے پھیلایا۔ اُن کی اصل غوطۃ دمشق کے گاؤں حرستۃ سے تھا۔ ۱۳۱ھ = ۷۴۸م کو واسط میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں پلے بڑھے۔ امام ابوحنیفہ کے قریبی ساتھی رہے ہیں، اُن سے حصول علم کے بعد بغداد تشریف لے گئے، وہاں ہارون الرشید نے اُنہیں قضاء کی ذمہ داری سونپ دی، پھر اُنہیں معزول کیا اور جب خراسان جانے کے لیے نکل پڑے تو اُنہیں اپنے ساتھ لے لیا اور اسی سفر کے دوران ۱۸۹ھ = ۸۰۴م کو آپ نے رَیّ میں وفات پائی۔

[الفوائد البہیۃ: ۱۶۳، الاعلام ۶: ۸۰]

(۱) قال محمد: وبهذا نأخذُ، الرملُ واجبٌ على أهل مكة وغيرهم في العمرة والحج، وهو قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا.

[موطا امام محمد: ۲۱۸-۲۱۹، کتاب الحج، باب المکی وغیرہ یحج او یعتمر ہل یجب علیہ الرمل]

(۲) تفصیل کے لیے پڑھیے: احکام القرآن، جصاص ۳: ۵۳، بذیل تفسیر سورۃ الانفال ۸: ۱، مطلب فی سلب القتیل اور احکام القرآن ابن العربی ۲: ۸۳۸-۸۳۹ بذیل تفسیر سورۃ الانفال ۸: ۱، المسألۃ الثامنۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہاء اور محدثین نے سلب کے امر کو وقتی اور غیر تشریعی کبھی نہیں سمجھا ہے بلکہ اس کو غیر مؤقت' دائمی اور منضبط قاعدہ میں قائم رکھا ہے۔ سنن اور آثار میں سلب کے امر کے وقتی اور غیر تشریعی ثابت کرنے کے لیے کوئی تصریح اور وجہ نہیں پائی جاتی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سنن' صحابہ ﷺ کے آثار اور فقہاء و محدثین کے اقوال اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں کہ سلب ہمیشہ کے لیے شرعی ضابطہ ہے۔

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا اور جب میں نے اپنے دائیں بائیں جانب کا جائزہ لیا تو انصار کے دو نو عمر بچے دیکھے' مجھے یہ آرزو ہوئی کہ میں ان سے زیادہ طاقتور لوگوں میں ہوتا' ان دونوں سے ایک نے مجھ سے اشارہ کیا اور کہا کہ چچا! آپ ابو جہل کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں' تمہارا اُس سے کیا کام ہے؟ اُس نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھوں تو میرا جسم اس کے جسم سے الگ نہ ہوگا یہاں تک کہ ہم دونوں میں سے جس کی موت پہلے ہو وہ مر جائے' مجھے اس سے تعجب ہوا' اس کے دوسرے ساتھی نے بھی مجھے اشارہ کیا اور اسی طرح کہا۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میں نے ابو جہل کو لوگوں میں چکر لگاتے ہوئے دیکھا' میں نے ان بچوں کو کہا دیکھو! یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق آپ دونوں نے مجھ سے پوچھا تھا' یہ سننا تھا کہ وہ دونوں تلواریں لے کر اس کی طرف دوڑے اور اس کو مار کر قتل کر دیا۔ [اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا رحمتیں ہوں انصار کے ان دو نوجوان بچوں پر' جنہوں نے ابو جہل جیسے بدزبان اور معاند نبوت کو جنگ کے میدان میں مردانہ وار ٹھنڈا کر دیا] دونوں بچے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ دونوں میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دونوں نے اپنی تلواروں کو صاف کر دیا ہے؟ دونوں نے عرض کیا: نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کو غور سے دیکھا اور فرمایا: تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اور ابو جہل کا سامان معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ (۱) کو عنایت فرمایا (۲)۔'' [صحیح بخاری]

---

(۱) معاذ بن عمرو بن الجموح بن زید' انصاری' خزرجی' سلمی' بنو کعب بن سلمۃ سے تعلق تھا۔ شجاع اور بہادر تھے۔ ابو جہل کو قتل کرنے کے لیے پہلا وار اُنہوں نے کیا تھا اور اُس کی پنڈلی توڑ دی تھی' جس کے جواب میں عکرمہ بن ابی جہل نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے اُس کا ہاتھ کاٹ دیا مگر آپ ایک ہاتھ سے دن کے آخر تک لڑتے رہے۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔ ۲۵ھ = ۶۴۵م کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۴: ۲۹۹' ترجمہ: ۴۹۷۱' الاعلام ۷: ۲۵۸]

(۲) صحیح بخاری' کتاب فرض الخمس [۵۷] باب من لم یخمس الاسلاب [۱۸] حدیث: ۳۱۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا معاذ بن عفراء (۱) اور سیدنا معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہما میں ہر ایک نے قتل کے قصد سے ابوجہل کو تلوار کی گہری مار ماری تھی مگر سیدنا معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی تلوار کی زیادہ گہرائی کو نبی اکرم ﷺ نے جان لیا اور اس کو قاتل قرار دیا اور ابوجہل کا سامان اس کو عنایت فرمایا۔

سیدنا عبدالرحمن بن عوف کے اس بیان میں مقتول کے سامان دلوانے کا سوائے اس سبب کے کہ وہ قاتل ہے' کسی دوسری مصلحت کا ذکر نہیں ہے۔

سیدنا قتادۃ رضی اللہ عنہ (۱) فرماتے ہیں کہ:

''ہم حنین کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے' میں نے مشرکوں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے اوپر ہے' میں گھوم کر آیا اس کے پیچھے سے ہو کر اس کے پاس پہنچا اور اس کے مونڈھے کی رگ پر تلوار ماری وہ میری طرف بڑھا اور مجھے ایسا دبایا کہ مجھے اس سے موت کی بدبو آئی' پس اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس کا ثبوت ہو تو اس کے مقتول کا سامان اس کے لیے ہے۔ سیدنا قتادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کھڑے ہو کر عرض کرنا چاہا مگر خیال آیا کہ میری گواہی کون دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی ایسا فرمایا تو میں اٹھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا اور فرمایا: ابوقتادۃ! تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے اپنا واقعہ بیان کر دیا' ہم میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ سچ کہتے ہیں' ان کے مقتول کا سامان میرے پاس ہے۔ یارسول اللہ آپ میری طرف سے ان کو راضی کر لیں کہ یہ اپنا یہ سامان مجھے دے دیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ فرمایا: نہیں' اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے شیر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ایسا ہرگز نہیں کریں گے' جس نے اللہ اور رسول کے لیے تلوار اٹھائی جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑتا ہے اور اس کا سامان تمہیں دے دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر سچ کہتے ہیں۔ ابوقتادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اپنے مقتول کا سامان دے دیا گیا (۲)۔''

اس حدیث میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو لڑتا ہے اس کے مقتول کا سامان اس کا ہے۔ سلب کے امر میں مؤثر علت ہے' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی مدد میں تلوار اٹھاتا ہے اور اس کے حریف کو کچلتا ہے اور نبی ﷺ کی حمایت

---

(۱) قتادۃ بن نعمان بن زید بن عامر انصاری ظفری اوسی' بدری صحابی ہیں۔ نہایت شجاع و دلیر تھے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ جنگ بدر یا جنگ اُحد میں اُن کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی مگر رسول اللہ ﷺ نے اُسے اپنی جگہ پر رکھا تو وہ پہلے سے زیادہ تیز اور بہتر ہوگئی۔ ۲۳ھ = ۶۴۴م کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۴: ۴۳' الاعلام ۵: ۱۸۹]

(۲) صحیح بخاری' کتاب فرض الخمس [۵۷] باب من لم یخمس الاسلاب [۱۸] حدیث: ۳۱۴۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں دین کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے اس کو یہ حق دیا ہے کہ اس کے مقتول کا سامان اس کو دیا جائے گا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''نبی ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا تو مقتول کا سامان اُس کا ہے۔ ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ (۱) نے بیس کافروں کو حنین کے دن قتل کیا تھا اور آپ نے سب کا سامان لیا تھا (۲) ''۔ [سنن دارمی]

اَحادیث میں سلب کے امر کے لیے کسی جزئی مصلحت کی تصریح اور کسی وقت کی تحدید مذکور نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ: ''نبی اکرم ﷺ نے کئی ایک موقعوں پر مقتول کا سامان اس کے قاتل کو دلوایا ہے۔ بدر کے دن ابو جہل کے قاتل سیدنا معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو' احد کے دن سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ (۳) کو اور موتہ کے دن سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۴)

---

(۱) زید بن سہل بن اسود نجاری اَنصاری' شجاع و بہادر صحابی ہیں۔ ۳۶ قبل ہجری = ۵۸۵ م کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے' جب اسلام کا نور پھیلا تو اس کے معاون و ناصر بنے۔ بیعت عقبہ اور سارے غزوات میں شریک ہوئے۔ ۳۴ھ = ۶۵۴ م کو غزا کی نیت سے سمندری سفر اختیار کیا' جس کے دوران وفات پائی' کوئی مناسب جگہ دفن کرنے کی نہیں تھی' اس لیے سات روز بعد ایک جزیرہ میں دفن کیے گئے۔

[اسد الغابۃ ۲:۱۹۷' ترجمہ: ۵۱۸۴۴:۱۴۰-۱۴۱' ترجمہ: ۶۰۳۸' الاعلام ۳:۵۸]

(۲) مَن قتل کافراً فله سَلَبه' فقتَلَ أبو طلحةَ یومئذٍ عشرین و أخذ سلاحهم.

[سنن ابی داوُد' کتاب الجهاد [۹] باب فی السلب یُعطی القاتل [۱۴۷] حدیث: ۲۷۱۸' سنن دارمی ۲:۳۰۱' کتاب السیر [۱۷] باب من قتل قتیلاً فله سلبه [۴۴] حدیث: ۲۴۸۴]

(۳) حاطب بن ابی بلتعہ [عمرو بن عمیر] لخمی' ۳۵ قبل ہجری = ۵۸۶ م کو پیدا ہوئے۔ صحابی ہیں' اُن کی تیراندازی مشہور ہے۔ بہت بڑے تاجر تھے۔ اسکندریہ کے حاکم مقوقس کو رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک انہوں نے پہنچایا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے بہت بڑے شاعر اور گھوڑ سوار تھے۔ ۳۰ھ = ۶۵۰ م کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۱:۴۵۱' ترجمہ: ۱۰۱۱' الاعلام ۲:۱۵۹]

(۴) عقیل بن عبد مناف [ابو طالب] بن عبد المطلب ہاشمی قرشی' اُن کی کنیت ابو یزید تھی۔ فصیح اللسان صحابی ہیں۔ سیدنا علی اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہما کے باپ شریک بڑے بھائی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں قریش میں جو چار حکم تسلیم کیے جاتے تھے اُن میں سے ایک ہیں۔ جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے لڑتے ہوئے پکڑے گئے۔ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اُنہیں رہائی دلائی۔ حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ اختلافات میں اپنے بھائی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بجائے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۶۰ھ = ۶۸۰ م کو یزید کے دورِ حکومت کے شروع میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۳:۴۲۷' الاعلام ۴:۲۴۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو مقتول کا سامان دلوایا ہے۔ [فتح الباری' جلد۶:۱۸۸ (۱)]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ عام ضابطہ رہا ہے۔ جیسے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (۲) کو اس کے مقتول کا سامان نہیں دیا تو انہوں نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ پر نکیر فرمائی۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اُحد کے دن یہ دعاء فرماتے تھے:

''یا اللہ! کسی طاقتور اور سخت گیر سے میرا مقابلہ ہو اور تو مجھے اس پر غلبہ دے دے' میں اس کو قتل کروں اور اس کا سامان لے لوں''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خندق کے دن عمرو بن عبدود کو قتل کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نے اس کی زرہ کیوں نہیں لی؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں اس ناپاک لاش سے بچتا ہوں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذکورہ واقعات اور آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کو مقتول کا سامان دلوانا عام ضابطہ اور دائمی تشریع ہے پھر یہ کیونکر کہا جائے گا کہ وہ وقتی ضابطہ تھا اور عام تشریع

---

(۱) واحتج الجمهور بقوله ﷺ: مَن قتل قتيلاً فله سلبه' فإنه خُصَّ من ذلك العموم' وتُعُقِبَ بأنه ﷺ لم يقل: مَن قتل قتيلاً فله سلبه إِلَّا يوم حنين' وأجاب الشافعي وغيره بأن ذلك حُفِظَ عن النبي ﷺ في عدة مواطن' منها يوم بدر كما في أول حديثي الباب' ومنها حديث حاطب ابن أبي بلتعة أنه قتل رجلاً يوم أُحُد فسلَّمَ له رسول الله سلبه أخرجه البيهقي' ومنها حديث جابر أن عقيل بن أبي طالب قتل يوم مؤتة رجلاً فنفله النبي ﷺ درعه' ثم كان ذلك مقرراً عند الصحابة كما روى مسلم من حديث عوف بن مالك في قصته مع خالد بن الوليد وإنكاره عليه أخذه السلب من القاتل. الحديث بِطوله' وكما روى الحاكم والبيهقي بإسنادٍ صحيح عن سعد بن أبي وقاص: أن عبدالله بن جحش قال يوم أحد: تعال بنا ندعو' فدعا سعد: اللهم ارزقني رجلاً شديداً بأسه فأقاتله ويقاتلني ثم ارزقني عليه الظفر حتى أقتله وآخذ سلبه...... وكما روى ابن إسحق في المغازي في قصة قتل علي بن أبي طالب عمرو بن عبد ود يوم الخندق فقال له عمر: هلا استلبت درعه فإنه ليس للعرب خير منها؟ فقال: إنه أتقاني بسوء ته [فتح الباری ۶: ۲۴۷-۲۴۸' کتاب الخمس [۵۷] باب من لم یخمس الاسلاب [۱۸] بذیل حدیث: ۳۱۴۱]

(۲) عوف بن مالک اَشجعی غطفانی' شجاع اور رئیس صحابی تھے۔ غزوہ خیبر و مابعد کے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ فتح مکہ کے روز اشجع کے علم بردار تھے۔ دمشق میں رہائش اختیار کی تھی۔ اُن سے ۶۷ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ۷۳ھ = ۶۹۲م کو وفات پائی۔ [الاعلام ۵:۹۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ کسی کے خیال اور خواہش سے تو ہم بحث نہیں کرتے اور نہ اس کا کچھ علاج ہے مگر سنن اور آثار کی روشنی میں سلب کے عام ضابطہ اور تشریع ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

تیسرا مسئلہ: امہات الاولاد کا بیچنا

اُمہات الاولاد وہ لونڈیاں ہیں جن سے اولاد ہو چکی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اتباع سنت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بلند اور رفیع شان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قریب درجہ اور اُن کے مناقب اس کے بین اور واضح ثبوت ہیں۔ کسی دیدہ ور کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ عہد نبوت میں امہات الاولاد کا بیچنا جائز تھا مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس کو روکا۔

یاد رکھئے کہ امہات الاولاد کے بیچنے کو اگر عہد نبوت نے جائز رکھا تھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے حقوق کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور عمل کرنے کے لیے سب سے آگے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اطاعت و پیروی کرنے پر مامور تھے اور اُنہیں عہد نبوت کے خلاف تشریع کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہرگز یہ توقع نہ کرنی چاہیے کہ تشریع نبوت کے خلاف انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ضابطہ بنانے کی اجازت دی یا کسی سنت کے خلاف ایسے امر میں انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا۔

منکرین حدیث اور ان کے متاثر کردہ لوگوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ حدیث کی تشریعی حیثیت کو خواہشات کے تاریک پہلو میں ظاہر کریں اس لیے کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رد کیا اور امہات الاولاد کے بیع کو منع فرمایا اُن کی غرض اس سے صرف اتنی ہے کہ حدیث غیر تشریعی ہوتی ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بعض حدیثوں کے حکم کو تبدیل کر دیا ہے اس لیے ہمیں بھی زمانہ کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق حدیث کے فیصلوں کے بدل دینے کا حق ہونا چاہیے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان صاحبوں نے جب چاہا اور جس حدیث کو چاہا اس کے متعلق یہ کہہ دیں گے کہ وہ غیر تشریعی حدیث اور حکم ہے لہٰذا شوریٰ کو اس کے تبدیل کرنے کا حق حاصل ہے، یہ بات بالکل غلط ہے کہ امہات الاولاد کا بیچنا عہد نبوت میں جائز تھا اور یہ کہ امہات الاولاد کے بیع کی حدیث غیر تشریعی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات الاولاد کا بیچنا اور ہبہ کرنا منع فرمایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی کی کنیز بچہ جنے تو وہ بچہ جننے کے بعد آزاد ہے (۱)۔''

[سنن دارمی جلد۲: ۲۵۷، مسند امام احمد، حدیث: ۲۷۵۹، ۲۹۱۲، ۲۹۳۹]

امہات الاولاد بچہ جننے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے اور آزاد ہو جانا اس کے بیچنے کی حرمت کی ضمانت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امہات الاولاد کے بیچنے کی ممانعت کی خبر ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ امہات الاولاد کی اولاد ہو جانے کے بعد حدیث نے اس کے آزاد ہونے کی اطلاع دی ہے۔ آزاد کو بیچنا حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں تین قسم کے آدمیوں سے قیامت کے دن مقابلہ کروں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا تھا اور پھر اس کو توڑ دیا۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد کو بیچا اور اس کی قیمت کھالی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور سے پورا کام لے لیا اور اس کو مزدوری نہیں دی (۲)۔'' [بخاری، باب اثم من باع حرًا]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث نے ام ولد کے آزاد ہونے کی خبر دی ہے اور سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث نے آگاہ کیا کہ امہات الاولاد کو بیچنا اس قدر عظیم گناہ ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ اس کا مقابل ہوگا جس کسی نے کسی آزاد کو بیچا ہے۔ اللہ جانے لوگوں نے کیوں یہ لکھنے اور کہنے کی جرأت کی ہے کہ امہات الاولاد کا بیع عہد نبوت میں جائز تھا۔ عہد نبوت پر اس سے زیادہ دروغ اور افتراء اور کیا ہوگا؟

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے امہات الاولاد کے بیچنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ امہات الاولاد نہ بیچی جائیں اور نہ ہبہ کی جائیں اور نہ وارث بنائی جائیں

---

(۱) مَن وَلَدَت منه أَمَتَهُ فهي معتقةٌ عن دُبُرٍ منهُ.

[مسند احمد ۱: ۳۰۳، مصنف عبدالرزاق ۷: ۲۹۰، حدیث: ۱۳۲۱۹، سنن دارمی، کتاب البیوع [۱۸] باب فی بیع المدبر [۳۷] حدیث: ۲۵۷۳، مستدرک ۲: ۱۹]

(۲) قال اللّٰه: ثلاثةٌ أنا خصمهم يومَ القيامةِ: رجلٌ أعطى بِي ثم غَدَرَ، ورجلٌ باعَ حُرًّا فأكل ثمنهُ، ورجل استأجر أجيرًا فاستوفى منه ولم يعطه أجره.

[صحیح بخاری، کتاب البیوع [۳۴] باب اثم من باع حرًا [۱۰۶] حدیث: ۲۲۲۷، کتاب الاجارۃ [۳۷] باب اثم من منع اجر الاجیر [۱۰] حدیث: ۲۲۷۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا مالک جب تک زندہ ہے اُن سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جب ان کا مالک فوت ہو جائے تو وہ آزاد ہیں (۱)"۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مؤطا امام محمد اور سنن دار قطنی میں موقوف روایت کی گئی ہے (۲) اس میں شک نہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرفوع کی طرح موقوف بھی روایت کی گئی ہے مگر یہ اجتہادی اور مدرک بالقیاس نہیں ہے' اگرچہ بظاہر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ مرفوع کے حکم میں ہے اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ نے امہات الاولاد کی بیع کی نفی فرمائی تھی مگر زیادہ مشہور نہیں ہوئی لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس پر اتفاق ہوا تو اس نے شہرت پائی (۳)"۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "ہم نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں امہات الاولاد کو بیچا کرتے تھے' جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو ہم کو روک دیا اور ہم رک گئے (۴)"۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے زیادہ تر لوگوں کو یہ غلطی لگی ہے کہ عہد نبوت اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی امہات الاولاد کے بیع کی اِباحت کی تشریع کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے

---

(۱) عن عمر رضی اللہ عنہ أنّ النبی ﷺ نهی عن بیع أمهات الأولاد' وقال: لا یبعنَ' ولا یُوهبنَ' ولا یورثنَ' یستمتع بها سیدها مادام حیاً' فإذا مات فهی حُرّةٌ. [سنن دار قطنی ۴:۱۳۴]

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن عمر رضی اللہ عنہ قال: قضی أن أم الولد لا تُباع' ولا توهبُ' ولا تورثُ' یستمتع بها صاحبها ما عاش' فإذا مات فهی حُرّةٌ. [سنن دار قطنی ۴:۱۳۴]

(۳) قد یحتمل أن یکون ذلك مباحاً فی العصر الأول ثم نهی النبی ﷺ عن ذلك قبل خروجه من الدنیا ولم یعلم به أبوبکر رضی اللہ عنہ لأن ذلك لم یحدث فی أیامه لقصر مدتها ولإشتغاله بأمور الدین ومحاربة أهل الردة واستصلاح أهل الدعوة' ثم بقی الأمر علی ذلك فی عصر عمر رضی اللہ عنہ مدةً من الزمان' ثم نهی عنه عمر رضی اللہ عنہ حین بلغه ذلك عن رسول اللہ ﷺ فانتهوا عنه.
[معالم السنن ۴:۲۶۴' کتاب العتق [۲۳] باب فی عتق امہات الاولاد [۸] بذیل حدیث: ۳۹۵۴]

(۴) بِعنا أمهات الأولاد علی عهد رسول اللہ ﷺ وأبی بکر' فلما کان عمر' نهانا' فانتهینا.
[سنن ابی داود کتاب العتق [۲۳] باب فی عتق امہات الاولاد [۸] حدیث: ۳۹۵۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرمت کی تشریع میں تبدیل کر دیا۔

یاد رہے کہ تحریم اور اباحت کی نسبت فقہاء اور بلغاء کے کلام میں تحریم اور اباحت ظاہر کرنے والے اور دلیل سے ثابت کرنے والے کی طرف بھی کی جاتی ہے مثلاً ہم کہتے ہیں کہ امام شافعی نے نبیذ کو حرام کیا ہے اور امام ابو حنیفہ نے اس کو حلال قرار دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ابو حنیفہ نے نبیذ کی حلت کی اور امام شافعی نے نبیذ کی حرمت کی تشریع کی ہے بلکہ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ امام شافعی نے نبیذ کی حرمت کو دلیل سے ظاہر اور امام ابو حنیفہ نے نبیذ کی حرمت کو دلیل سے ثابت کر دیا ہے' اسی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امہات الاولاد کے بیچنے کی حرمت کو دلیل سے ثابت اور ظاہر کر دیا اور اس کی دلیل یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات الاولاد کو آزاد بتایا ہے اور ان کے بیچنے سے منع فرمایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں کتاب اللہ کے بعد حدیث کو تلاش کرتے تھے اور سنت میں آپ کو امہات الاولاد کے بیع کی نہی مل گئی تھی' اس لیے آپ نے اس کو روکا۔

آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں کتاب و سنت کے بعد کسی تیسری چیز کی اس درجہ قدر و قیمت نہیں تھی کہ سنت کے خلاف اس کی تشریع پر اتفاق کریں گے۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بالفرض عہد نبوت کے خلاف کچھ کرنا چاہا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ اس پر کبھی بھی اتفاق نہ کرتے۔

مسروق (۱) فرماتے ہیں کہ: "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے چار صد درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے کو منع فرمایا تو قریش کی ایک عورت بولی: عمر! تو نے نہیں سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا [سورۃ النساء۴: ۲۰]

"اور تم پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ مت لینا۔"

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ! معاف فرما۔ عمر سے سب لوگ زیادہ سمجھدار ہیں۔

---

(۱) مسروق بن اَجدع بن مالک ہمدانی' وادِعی' ابو عائشہ' ثقہ اور جلیل القدر تابعی تھے۔ یمن کے باشندے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے' اس کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ ۶۳ھ = ۶۸۳م کو وفات پائی۔ [الطبقات الکبریٰ ۶: ۷۶' الاعلام ۷: ۲۱۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے اور فرمایا: لوگو میں نے چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے کو منع کیا تھا۔ مگر سنو۔ جتنا چاہو دے دو (۱)۔" [ابن کثیر' روح المعانی]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ متبع مزاج نبوت ہیں اور صحابیات کی یہ دلیری ہے۔ یہ گمان کیوں کیا جاتا ہے کہ امہات الاولاد کے بیچنے کو رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جائز سمجھتے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی جرأت کی اور کوئی صحابی نہ بولے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نعوذ باللہ اس منکر پر اتفاق کر لیا' نیز ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت بھی جانتے ہیں کہ اگر آپ کی رائے کی تائید کتاب وسنت سے نہیں ہوتی تھی تو آپ نے کبھی ایسی رائے کو دوسروں پر مسلط کرنا نہیں چاہا جس طرح اپنے لیے رائے کی آزادی پسند کرتے تھے اسی طرح انہوں نے دوسروں کو بھی آزادئ رائے کا حق دیا تھا۔ اگر دوسروں کی رائے آپ کی رائے کے خلاف ہوتی تھی تو آپ نے برداشت کیا اور کبھی کسی کو مخالفانہ رائے پر سرزنش نہیں کی' نہ ہی کبھی اپنی رائے سے مخالفانہ رائے کو مٹایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب کے لیے رائے کا دروازہ کھلا ہے۔ میں اپنی رائے کے تغلب سے اس کو بند نہیں کرنا چاہتا چنانچہ ایک صاحب کے معاملہ میں سیدنا علی اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما نے فیصلہ دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس فیصلہ کے خلاف تھی۔ صاحب واقعہ نے درخواست کی کہ امیر المومنین آپ اپنی رائے سے میرا فیصلہ کیجیے۔ لیکن آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کتاب وسنت

---

(۱) ركب عمربن الخطاب رضي الله عنه منبر رسول الله ﷺ ثم قال: أيها الناس! ما إكثاركم في صُدُق النساء وقد كان رسول الله ﷺ وأصحابه وإنما الصدقات فيما بينهم أربعمائة درهم' فما دون ذلك' ولو كان الإكثار في ذلك تقوى عند الله أو كرامة لم تسبقوهم اليها' فلا أعرفن ما زاد رجل في صداق امرأةٍ على أربعمائة درهم' قال: ثم نزل فاعترضته امرأةٌ من قريش فقالت: ياأمير المؤمنين! نهيتَ الناس أن يزيدوا النساء صداقهم على أربعمائة درهم؟ قال: نعم' فقالت: أما سمعتَ ما أنزل الله في القرآن؟ قال: وأيُّ ذلك؟ فقالت: أما سمعتَ الله يقول: وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَاراً الآية؟ قال: فقال: اللهم غفراً' كل الناس أفقه من عمر' ثم رجع فركب المنبر فقال: إني كنتُ نهيتكم أن تزيدوا النساء في صداقهن على أربعمائة درهم' فمن شاء أن يعطي من ماله ما أحب' قال أبو يعلى: وأظنه قال: فمن طابت نفسه فليفعل' إسناده جيد قوي.
[تفسير ابن كثير ۱: ۶۲۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میری رائے کی تائید نہیں کرتی اور صرف اپنی رائے سے میں دوسروں کی رائے کو رد کرنا نہیں چاہتا۔ رائے کا دروازہ عمر کی طرح سب کے لیے کھلا ہے (۱)۔

ظاہر ہے کہ اگر امہات الاولاد کے بیچنے کی ممانعت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہ ہوتی تو عام امت کے لیے صرف اپنی رائے کو ایسا شرعی ضابطہ نہ رکھتے کہ اس کے خلاف کسی کی آواز نہیں اٹھتی اور اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی رائے سے سیدنا علی اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما کی رائے کو مسترد کرنا پسند نہیں کیا تھا تو صرف اپنی رائے سے اپنی مستمر عادت اور اصولی دستور میں عہد نبوت اور عہد صدیقی کے دوران امہات الاولاد کے بیع کی اباحت کو امہات الاولاد کے بیچنے کی حرمت میں بدلنا جائز نہیں رکھتے تھے۔ عہد نبوت اور خلیفہ اول کے عصر کی اباحت کو منسوخ کرنا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف عظیم اتہام اور بڑی بات ہے جو ان صاحبوں کے منہ سے نکلتی ہے' اس میں شک نہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خصوصیت سے امہات الاولاد کے بیچنے کی ممانعت پر توجہ فرمائی ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ تشریعی مسئلہ نہیں تھا یا اس وقت کے تقاضہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے ہے' بلکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کا وہ معنی ہے جس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امہات الاولاد کے آزاد ہونے کے اعلان میں دہرایا ہے۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امہات الاولاد کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا تھا (۲)۔'' [دار قطنی]

مثال

امہات الاولاد کے بیچنے کی ممانعت کی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کے بیان میں

---

(۱) عن عمر رضی اللہ عنہ أنـه لـقی رجلاً فقال: ماصنعت؟ قال: قضی علی وزید رضی اللہ عنهما بکذا' قـال: لـو کـنـتُ أنا لقضیت بکذا' قال: فما یمنعك والأمر إلیك؟ قال: لو کنتُ أردك إلی کتاب اللہ عزوجل أو إلی سنة نبیه ﷺ لفعلتُ' ولکنی أردك إلی رأیی' والرای مشترك.

[جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۵۸' روایت: ۱۶۱۴]

(۲) أن عمر رضی اللہ عنہ أعتق أمهات الأولاد' وقال: أعتقهن رسول اللہ ﷺ. [سنن دار قطنی ۲: ۱۳۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: ''ہم عہد نبوت اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں متعہ کرتے تھے حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو متعہ کرنے سے روکا اور ہم رک گئے (۱)۔'' [مسلم شریف]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ممانعت متعہ کی نسبت کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ عہد نبوت میں متعہ روکا گیا تھا اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سختی سے منع فرمایا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین دن تک متعہ کی اجازت دی تھی اور پھر اس کو حرام فرمایا (۲)۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا ایسے لوگوں کا کیا حال ہے' جو نبی اکرم ﷺ کے منع کرنے کے بعد بھی متعہ کرتے ہیں؟ (۳)۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ متعہ کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا اس لیے اُنہوں نے اس کو روکا۔

سیدنا سبرۃ جہنی رضی اللہ عنہ (۴) فرماتے ہیں کہ: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا' اُنہوں نے یہ ارشاد فرمایا: ''لوگو! میں نے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی مگر اللہ نے قیامت تک اس کو حرام کر دیا ہے جس کے پاس کوئی ایسی عورت ہے تو اس کو باہر نکالے (۵)۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے زمانہ میں

---

(۱) كُنّا نستمتعُ بالقُبضَةِ من التمرِ والدّقيقِ الأيّامَ على عهد رسول الله ﷺ وأبي بكر حتى نهانا عمر [وفي رواية: فلم نعدلهما أي: متعة الحج ومتعة النساء].
[صحیح مسلم' کتاب النکاح [۱۶] باب نکاح المتعۃ [۳] حدیث: ۱۶' ۱۷- [۱۴۰۵]

(۲) لما وَلِيَ عمربن الخطاب خطب الناس فقال: إنّ رسول الله ﷺ أذِنَ لنا في المتعة ثلاثاً ثم حرمها' والله لاأعلم أحداً يتمتعُ وهو محصَنٌ إلّا رجمتهُ بالحجارة. إلّا أن يأتيني بأربعة شهداء أنّ رسول الله ﷺ أحلّها بعد إذ حرّمها.
[سنن ابن ماجۃ' کتاب النکاح [۹] باب النھی عن نکاح المتعۃ [۴۴] حدیث: ۱۹۶۳]

(۳) لم أجده.

(۴) سَبرَۃ بن معبد [عوسجۃ] بن حرملۃ بن سَبرَۃ جُہنی رضی اللہ عنہ. [اسد الغابۃ ۲: ۲۳۱]

(۵) يأيها الناسُ! إني قد كنتُ أذِنتُ لكم في الإستمتاع من النساء' وإنّ الله قد حرّم ذلك إلى يوم القيامة' فمن كان عنده منهن شيء فَلْيُخلِّ سبيله ولاتأخذوا ممآ آتيتموهن شيئاً.
[صحیح مسلم' کتاب النکاح [۱۶] باب نکاح المتعۃ [۳] حدیث: ۲۱- [۱۴۰۵]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حمار اہلیہ [پالتو گدھے] کے گوشت اور متعہ کرنے سے منع فرمایا ہے (۱)۔"
روایات میں تصریحات کے بعد یہ کون کہے گا کہ عہد نبوت اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں متعہ جائز تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ممانعت کی ہے؟ ممانعت متعہ کے بارے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ روکنے کا اعلان فرمایا اور اس کو روکنے میں بلیغ سعی فرمائی ہے اسی طرح امہات الاولاد کے بیع کے بارے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی غرض اتنی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے منع کرنے کی عام اشاعت اور تبلیغ کرنے کا اہتمام فرمایا تھا اور عام امت کو اطلاع کردی تھی کہ وہ امہات الاولاد کے بیچنے سے رک جائیں، اگرچہ اس کی ممانعت عہد نبوت میں ہو چکی تھی۔

شیخ ابن ہمام (۲) نے فتح القدیر باب الاستیلاد میں امہات الاولاد کے بیع کی نہی کی مرفوع حدیث پر بڑی عمدہ محدثانہ بحث کی ہے۔ اگر قاری چاہیں تو اس سے استفادہ فرمالیں (۳)۔

شیخ نے لکھا ہے کہ: "اس مسئلہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر بھی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی مرفوع حدیث بھی نقل کی جاتی ہے (۴)۔"

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ مرفوع روایت مرجح اور زیادہ ثقہ ہے۔

فائدہ: یحییٰ بن سعید القطان ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے تھے اور بصرہ میں ۱۹۸ھ کو فوت ہوئے آپ امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے (۵)۔ سفیان ثوری، ابن عیینہ، عبدالرحمٰن

---

(۱) عن علي رضي الله عنه أنه سمع ابن عباس رضي الله عنه يُلَيِّنُ في متعة النساء فقال: مَهلاً. يا ابن عباس! فإنَّ رسول الله ﷺ نهى عنها يوم خيبر وعن لحوم الحمر الإنسية.
[صحیح مسلم، کتاب النکاح [۱۶] باب نکاح المتعۃ [۳] حدیث: ۳۱، ۳۲-[۱۴۰۷]]

(۲) محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید بن مسعود سیواسی اسکندری کمال الدین، حنفی فقیہ اور عالم تھے۔ اصول، تفسیر، فرائض، فقہ، حساب، لغت، موسیقی اور منطق کے ماہر عالم تھے۔ ۷۹۰ھ = ۱۳۸۸ء کو اسکندریہ میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں پرورش ہوئی۔ حلب میں کافی عرصہ تک رہے ہیں۔ ۸۶۱ھ = ۱۴۵۷ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ [الضوء اللامع ۸: ۱۲۷ الاعلام ۶: ۲۵۵]

(۳) فتح القدیر، کتاب العتاق، باب الاستیلاد ۵: ۳۰...... وما بعد۔

(۴) وأيّاما كان وجب الحكم الآن بعدم جواز بيعهن. هذا إذا اقتصرنا النظر على الموقوف، فأمّا بملاحظة المرفوعات المتعاضدة فلاشك. [فتح القدیر ۵: ۳۳]

(۵) كان يفتي بقول أبي حنيفة. [تہذیب الکمال ۳۰: ۴۷۵، العبر ۱: ۲۵۴، تذکرۃ الحفاظ ۱: ۳۰۷، النجوم الزاہرۃ ۲: ۱۹۳، بذیل ترجمہ وکیع بن جراح]

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن مہدی، احمد بن حنبل، یحییٰ ابن معین، علی بن المدینی اور اسحق بن راہویہ کبار آئمہ حدیث و فقہ آپ کے شاگرد ہیں۔ ابن المدینی فرماتے ہیں: میں نے رجال کی تنقید و توثیق میں یحییٰ سے زیادہ کسی کو جانچنے والا نہیں دیکھا۔ امام احمد فرماتے ہیں: بصرہ میں یحییٰ بن سعید پر حفظ و تثبت ختم ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: میں نے اپنی آنکھوں سے تمام احوال میں یحییٰ کا مثل نہیں دیکھا۔ بیس سال سے متواتر ایک رات دن میں قرآن مجید ختم کرتے تھے (۱)۔

[تذکرۃ الحفاظ، تہذیب الاسماء]

چوتھا مسئلہ: طلاق

طلوعِ اسلام نے نومبر ۱۹۵۲ صفحہ ۶۷ پر لکھا ہے کہ: "نبی کریم ﷺ کی جن جزئیات میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہوتی تھی خلفاء نے بلا تامل تبدیلی کر دی، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ طلاق کے معاملہ میں جو فیصلہ آپ نے فرمایا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے خلاف ہے، تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے حالات کا تقاضہ وہی تھا اور ہمارے زمانہ کے حالات کا تقاضہ یہ ہے، جو نئے معاملات پیش آئے ان میں اسی طرح سے خود نئے فیصلہ کیے۔"

تعجب ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ کی طرح حدیث کے اِتباع کا جس قدر اہتمام کے ساتھ التزام رکھا تھا اس قدر کثرت کے ساتھ انکارِ حدیث کی تائید میں منکرین حدیث نے اُن پر جھوٹ بولنے اور افتراء کرنے میں اصرار کیا ہے، جس عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب کے ساتھ ساتھ حدیث سے زندگی بھر سرِ مو تجاوز نہیں کیا ہے اسی کو منکرین حدیث نے جگہ جگہ حدیث شکن ظاہر کیا ہے۔ ہمیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تمام واقعات میں کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا جس میں اُنہوں نے وقت اور زمانہ کی تائید میں کتاب و سنت کے خلاف فیصلہ کیا ہو۔ طلوع اسلام کا یہ مذکورہ سوال و جواب کچھ بعید نہیں کہ اس کا جھوٹ ہو اور ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں کی عادت ہے کہ اپنی خواہشات کی تائید کے لیے اکابر دین کا نام لے کر جھوٹ بولنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ میری تلاش کے باوجود مذکورہ الفاظ و

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۹۸، ترجمہ: ۲۸۰، تہذیب الاسماء واللغات، قسم اول، جلد ۲: ۱۵۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معانی میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا بیان نہیں ملا۔ صحیح مسلم میں طلاق کے انضباط کی بحث اور دستور یہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مفاہمت کا بیان مذکور ہے مگر اس کو طلوع اسلام کی تحریر کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ ہم اس بحث میں اس کا ذکر کریں گے۔

عہد نبوت میں تین طلاق

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا (۱) کو اُس کے خاوند نے تین طلاق دی تھیں اور اس کو نبی کریم ﷺ نے یہ امر دیا تھا کہ وہ اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (۲) کے گھر میں اپنی پوری عدت گزارے (۳)۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی طلاق کا ذکر کیا گیا کہ اس کے خاوند نے اس کو تین طلاق دی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اسے نان نفقہ اور سکنیٰ کا حق نہیں دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ: ''میں اپنے رب کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث نے ایسی مطلقہ عورت کو بھی نان، نفقہ اور سکنیٰ کا حق دیا ہے جس کو تین طلاق دی گئی

---

(۱) فاطمہ بنت قیس بن خالد الاکبر بن وہب بن ثعلبہ بن وائلہ بن عمرو قرشیہ فہریہ۔ مہاجرات میں سے ہیں۔ صاحب عقل و کمال تھیں، انہیں سیدنا ابوحفص بن مغیرہ نے طلاق دی تھی۔ سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں، جو کوفہ کے امیر تھے، اُن کے پاس چلی گئیں، جہاں امام شعبی نے اُن سے حدیث سنی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شوریٰ کا اجلاس ان ہی کے گھر میں ہوا تھا۔ ۵۰ھ=۶۷۰م کو وفات ہوئیں۔

[اسد الغابۃ ۵:۵۲۵، ترجمہ: ۷۱۹۶، الاعلام ۵:۱۳۱]

(۲) عمرو بن قیس بن زائدۃ بن اصم، شجاع و بہادر صحابی ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ نادار اور نابینا تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد اور مہاجرین اولین میں سے تھے، انہیں رسول اکرم ﷺ نے کئی بار اپنی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ کا نگران مقرر فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کی غیر موجودگی میں نماز پڑھانی بھی تھی۔ ۲۳ھ=۶۴۳م کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

[اسد الغابۃ ۳:۵۲۱، ترجمہ: ۴۰۱۲، الاعلام ۵:۸۳]

(۳) اعتدی عند عبداللہ بن أم مکتوم فإنه رجل أعمی تضعین ثيابكِ عنده فإذا حللتِ فآذِنيني. [موطا امام مالک ۲:۵۸۰، کتاب الطلاق [۲۹] باب ما جاء فی نفقۃ المطلقۃ [۲۳] حدیث: ۶۷، صحیح مسلم، کتاب الطلاق [۱۸] باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لھا [۶] حدیث: ۳۶-[۱۴۸۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں (۱)۔'' [سنن دارمی]

رسول اللہ ﷺ کے امر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوت میں تین طلاق دی جاتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق کا اثر بَیْنُوْنَتْ [علیحدگی] کو تسلیم کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے بیان کو اس لیے رد کیا کہ آپ کے پاس ایک ایسی حدیث تھی جس کی صحت پر آپ کو کامل یقین تھا۔ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا اُس کے خلاف بیان کر رہی تھیں انہیں رسول اللہ ﷺ کا یہ امر دینا کہ وہ عدت گزارے یہ ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مطلقاً تین طلاق کو ایک نہیں گنتے تھے' ورنہ ایک طلاق دینے کے بعد رجعت کی توقع ہے یا دوسری طلاق دینے کا انتظار ہے۔

فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۲۹]

''اس کے بعد دستور کے موافق رکھ لینا ہے یا بھلی طرح سے چھوڑ دینا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں تین طلاق دے دوں تو کیا مجھے رجعت کرنے کا حق حاصل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں وہ بائنہ ہوگئی اور تین طلاق دینا بھی گناہ ہے (۲)۔ [سنن دارمی' جلد۲:۱۶۵]

---

(۱) لا ندعُ کتاب ربنا وسنة نبيه بقول امرأة فجعل لها السكنىٰ والنفقة.
[سنن الدارمی ۲:۲۱۸' کتاب الطلاق [۱۲] باب فی المطلّقة ثلاثا ألها السكنىٰ والنفقة ام لا؟ [۱۰] حدیث: ۲۲۷۴]

(۲) یارسول اللہ الو طلقتها ثلاثاً كان لی أن أراجعها؟ قال: إذا بانت منك وكانت معصية.
[مسند الشامیین' حدیث: ۲۳۹۸' بحوالہ المکتبة الشاملة' مجمع الزوائد ۴:۳۳۶' سنن دارقطنی ۴:۳۲' نصب الرایة ۳:۲۲۰' حدیث: ۴۹۷۸]
امام ہیثمی لکھتے ہیں کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے' اس کے باقی راوی تو سب ثقہ ہیں البتہ سعید بن علی رازی کو امام دارقطنی نے لیس بذاك فرمایا ہے۔ [مجمع الزوائد ۴:۳۳۶]
- حافظ ابن حجر ان کو حافظ' رحّال و جوّال لکھتے ہیں۔ حافظ ابن یونس فرماتے ہیں کہ وہ صاحب فہم وحفظ تھے۔ مسلمة بن قاسم فرماتے ہیں کہ: حدیث کے ثقہ عالم تھے۔ [لسان المیزان ۴:۲۳۱' ترجمہ: ۶۱۵]
- حافظ زیلعی لکھتے ہیں: اسے عبدالحق نے احکام میں ذکر کیا ہے اور اسے معلّیٰ بن منصور کی وجہ سے معلول کہا ہے' اس لیے کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ معلّیٰ بن منصور کذاب ہے۔
میں [حافظ زیلعی] کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے المعرفة [معرفة السنن والآثار ۵:۴۶۰' کتاب الخلع و......

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اگر نبی کریم ﷺ مطلقاً تین طلاق کو ایک طلاق شمار کرتے تھے جیسے منکرین حدیث اور محترم رئیس احمد صاحب جعفری نے خیال کیا ہے (۱) تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رجوع کرنے سے نہ روکتے اور یہ نہ فرماتے کہ وہ بائین ہوگئی۔ تین طلاق کو نبی ﷺ نے اس لیے گناہ بتایا کہ ایک وقت میں تین طلاق واقع ہوتی ہیں' ورنہ گناہ بتلانے کے کوئی معنی نہیں (۲)۔''

[احکام القرآن ۱:۴۵۱]

سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ (۳) اپنی بیوی کو اَلْبَتَّۃُ [تعلق قطع کرنے والی طلاق] کے ساتھ طلاق دی تھی' اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ آپ کی نیت کیا تھی؟ انہوں نے کہا میری نیت ایک طلاق دینے کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قسم دی' انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اس کی نیّت ایک طلاق کی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر تیری نیت پر ہے (۴)۔ [ابوداود]

...... الطلاق' باب الاختیار فی الطلاق' بذیل حدیث: ۴۴۲۰] میں اسے عطاء خراسانی کی وجہ سے معلول کیا ہے اور فرمایا ہے کہ: اس نے اس روایت میں ایسے اضافے کیا ہیں' جن کی متابعت نہیں کی جاتی' جب کہ روایت کرنے میں عطاء خراسانی ضعیف ہیں اور اُن کا تفرد قابل قبول نہیں۔

[معرفۃ السنن والآثار ۵:۴۶۱' نصب الرایہ ۳:۲۲۰]

(۱) سیرت ائمہ اربعہ: ۱۶۹' بذیل: جو مسائل تشریعی نہیں ہیں۔

(۲) امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ: فأخبر ﷺ نصًا في هذاالحديث بكون الثلاث معصية.

[احکام القرآن ۱:۳۸۲' بذیل سورۃ البقرۃ ۲:۲۲۹]

(۳) رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف بن قصی القرشی المطلبی رضی اللہ عنہ' فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا۔ زمانہ جاہلیت میں رسول اکرم ﷺ کو کشتی کرنے کی دعوت دی تھی اور آپ ﷺ نے اُنہیں دو تین مرتبہ زمین پر چاروں شانے چت گرایا تھا' اُن کی بیوی کا نام سیدہ سہیمہ بنت عویمر تھا۔ ۴۲ھ کو وفات پائی۔ [الاستیعاب: ۲۶۹' ترجمہ: ۷۹۴]

(۴) طَلَّقَ عبدُ يزيد أمَّ ركانة...... قال: إني طلقتها ثلاثًا يا رسول الله! قال: قد علمتُ' راجعها و تلا يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ. [سورۃ الطلاق ۶۵:۱]

[سنن ابی داود' کتاب الطلاق [۷] باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث [۱۰] حدیث: ۲۱۹۶]

اس کی سند میں ایک مبہم راوی ''أخبرني بعض بني أبي رافع'' بھی ہے' اس لیے یہ ضعیف ہے۔ امام ابوداود فرماتے ہیں کہ: وحديث نافع بن عجير وعبدالله بن علي بن يزيد بن ركانة عن أبيه......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ کی نیت تین طلاق دینے کی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اُن کی نیت کا اعتبار کرتے مگر اُن کی نیت ایک طلاق دینے کی تھی اس لیے آپ ﷺ نے اُن کی نیت کے اعتبار پر ایک طلاق گردانا۔ اگر عہد نبوت میں مطلقاً تین طلاق ایک طلاق گردانی جاتی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ اُن کی نیت کو دریافت نہ فرماتے اور اُن کو قسم دے کر وثوق حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور مذکورہ فیصلہ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ عہد نبوت میں تین طلاق ایک رجعی طلاق سمجھی جاتی تھی سراسر زیادتی اور بڑی بے جا بات ہے۔

ابو الصہباء اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی گفتگو

ابو الصہباء (۱) نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ:

"آپ جانتے ہیں کہ عہد نبوت اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے تین سال میں تین طلاق کو ایک طلاق گردانا جاتا تھا؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! میں جانتا ہوں ایسا کیا جاتا تھا (۲)۔"

اس گفتگو سے منکرین حدیث نے یہ طوفان اٹھا دیا ہے کہ عہد نبوت کے دستور کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تبدیل کر دیا ہے۔ صحیح مسلم میں اس کی تفصیل مذکور ہے جس سے پوری حقیقت کھل جاتی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

...... عن جده طلّق امرأته البتّةَ فردّها اليه النبی ﷺ أصح، لأن ولد الرجل و أهله أعلم به: إنَّ ركانةَ إنما طَلَّقَ امرأته البتَّةَ فجعلها النبی ﷺ واحدة. [سنن ابی داود ۲: ۶۴۵-۶۴۶]

امام حاکم لکھتے ہیں کہ: أنَّ ركانة بن عبد يزيد رضی اللہ عنہ طَلَّقَ امرأته البتَّةَ على عهد رسول الله ﷺ قال فسألتُ النبی ﷺ عن ذلك، فقال: ما أرَدْتَّ بذلك؟ قال: أرَدْتُّ به واحدةً، قال: آللّٰه؟ قال: آللّٰه. قال: فهو ما أرَدْتَّ. [مستدرک ۲: ۱۹۹-۲۰۰]

(۱) ابو الصہباء: صہیب البکری البصری، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ حدیث کے ثقہ راوی ہیں۔ [تہذیب الکمال ۱۳: ۲۴۱، ترجمہ: ۲۹۰۶]

(۲) أنَّ أبا الصهباء قال لابن عباس: أتعلمُ أنَّما كانت الثلاث تُجعلُ واحدةً على عَهد النبی ﷺ وأبی بكر وثلاثاً من إمارة عمر؟ فقال ابن عباس: نعم.
[صحیح مسلم، کتاب الطلاق [۱۸] باب طلاق الثلاث [۲] احادیث: ۱۶، ۱۷- [۱۴۷۲]]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''لوگوں نے طلاق دینے میں جلدی کی' اُن کو مناسب یہ تھا کہ سوچ سمجھ کر طلاق دینے میں دیر کرتے اور ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک طلاق دیتے تا کہ اگر وقتی تأثر ہوتا تو اس کا اثر زائل ہو جاتا جاتا اور اگر یہ ثابت ہوتا کہ میاں بیوی کی معاشرت اس قدر بگڑ گئی ہے کہ طلاق دیے بغیر کوئی اور چارہ نہیں رہا تو پھر تیسری طلاق دے کر تین طلاق پورا کر لیتے' مگر لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ ایک وقت میں تین طلاق دینے کی نیت اور ارادہ کرتے ہیں تو اس میں کیا حرج ہے کہ لوگوں کی عادت اور نیت کے مطابق میں اس پر تین طلاق کو نافذ کر دوں۔''

اور آپ نے تین طلاق دینے کے بعد لوگوں کو بَیْنُوْنَتْ [علیحدگی] کا فیصلہ دے دیا:

فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ (۱).

صحیح مسلم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بیان میں یہ بھی مذکور ہے کہ لوگ ایک وقت میں تین طلاق دینے لگے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ بتلا دیا کہ یہ تین طلاق اس قسم کی تین طلاق نہیں ہیں کہ ظاہر میں تین ہیں بلکہ ان کی حقیقت بھی یہ ہے کہ وہ تین طلاق ہیں چنانچہ فرمایا ہے کہ

تَتَابَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ فَأَجَازَهُ عَلَيْهِمْ. (۲)

اس تفصیل کا مقصد صرف اتنا ہے کہ عہد نبوت میں اگر کسی نے تین دفعہ طلاق طلاق طلاق کہا بھی تھا تو اس کی نیت تاکیدی ہوتی تھی استیناف کا اس وقت لوگ ارادہ نہیں کرتے تھے' ان کی نیت کو نبی اکرم ﷺ نے لغو نہیں کیا اور ان کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ بتایا کہ نیت اور ارادہ کے مطابق وہ ایک طلاق ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ طلاق طلاق کا تکرار تاکید کی نیت سے نہیں بلکہ استیناف کے ارادہ سے کرنے لگے۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی اکرم ﷺ کی طرح ان کی نیت کو لغو نہیں کیا اور ان کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے یہ بتا دیا کہ تمہاری نیت اور ارادہ کے مطابق وہ تین طلاقیں ہیں۔

اس تفصیل میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا حکم یا فیصلہ تبدیل کر دیا ہے۔ لوگوں کی عادت اور استعمال کے مطابق ان کو دو حکم دیے گئے اگر نبی اکرم ﷺ کے عہد جیسی عادت اور استعمال ہے تو رسول اللہ ﷺ کا امر رہے گا اور اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد جیسی

---

(۱) صحیح مسلم' کتاب الطلاق [۱۸] باب طلاق الثلاث [۲] حدیث: ۱۵- [۱۴۷۲]
(۲) صحیح مسلم' کتاب الطلاق [۱۸] باب طلاق الثلاث [۲] حدیث: ۱۷- [۱۴۷۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عادت کو استعمال کیا گیا ہے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حکم بتایا جائے گا۔

محترم رائیس احمد صاحب سے میری نیاز مندانہ التماس ہے کہ سیرۃ ائمہ اربعہ میں تشریعی اور غیر تشریعی احادیث اور جو مسائل تشریعی مسائل نہیں ہیں کے متعلق عنوانات پر دوبارہ غور فرمائیں۔

پانچواں مسئلہ: جزیہ کی مقدار

آپ جانتے ہیں کہ کتاب وسنت نے جزیہ کی جنس اور مقدار متعین نہیں کی ہے۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں سے جزیہ پر صلح کی اور نجران کے عیسائیوں سے جزیہ کی مقدار یہ تھی کہ وہ دو ہزار حلہ نصف صفر میں اور نصف رجب میں ادا کریں گے اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر عاقل و بالغ سے ایک دینار یا اس کے برابر معافر [یمن کا مشہور کپڑا ہے] لیا کیجئے (۱)۔

حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ: ''نجران کے عیسائیوں سے جزیہ لینے کی کیفیت اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد میں اس بات کی دلیل ہے کہ جزیہ کی جنس اور مقدار کو حدیث نے متعین نہیں کیا' بلکہ جائز ہے کہ جزیہ میں کپڑا لیا جائے یا سونا اور حلل لیے جائیں اور یہ کہ جزیہ زیادہ بھی کیا جا سکتا ہے اور کم مقدار میں بھی لیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کو جس چیز کی ضرورت ہو اُس کو جزیہ میں لے سکتے ہیں اور جن سے جزیہ لیا جاتا ہے وہ جس قدر مقدار کو برداشت کر سکتے ہیں اُن سے اتنی مقدار لی جائے گی اور اُن کے یُسْر و عُسْر [مالی مشکلات اور فراوانی] کا لحاظ رکھا جائے گا (۲)۔'' [زاد المعاد جلد ۳: ۸۰]

ابو بکر رازی جصاص فرماتے ہیں کہ: ''سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے جزیہ میں ایک

---

(۱) عن معاذ بن جبلٍ قال: بعثنی النبی ﷺ إلی الیمن فأمرنی أن آخُذَ من کل ثلاثین بقرۃ' تبیعاً أو تبیعۃ' و من کل أربعین مُسِنَّۃً' و من کل حالِمٍ' دیناراً أو عِدلَہٗ مَعافِرَ.
[سنن ترمذی' کتاب الزکاۃ [۵] باب ماجاء فی زکاۃ البقر [۵] حدیث: ۶۲۳]

(۲) وفی ھذا دلیلٌ علی أنَّ الجزیۃ غیرُ مقدرۃ الجنس' ولا القدرِ' بل یجوزُ أن یکون ثیاباً و ذھباً و حُلَلاً' و تزیدُ و تنقُصُ بحسب حاجۃ المسلمین' واحتمال مَن تؤخَذُ منہ' و حالہ فی المیسرۃ' وما عندہ من المال. [زاد المعاد ۳: ۱۵۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینار لینے کا امر فرمایا تھا مگر یہ مت سمجھو کہ ایک دینار جزیہ کی مقدار تھی جو حدیث نے متعین کی ہے بلکہ اس مقدار پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح کی گئی تھی' اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو امر دیتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر بالغ مرد اور عورت سے ایک ایک دینار لیجئے۔ عورت جزیہ کے حکم سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ عورت سے جزیہ صرف اس وقت لیا جاتا ہے جب اس پر صلح کی گئی ہو کہ عورت اور مرد سب جزیہ ادا کریں گے' جیسے کہ نجران کے عیسائیوں نے از خود یہ صلح نامہ پیش کیا تھا اور صلح کی صورت میں ایک دینار کی مقدار کا جزیہ میں معلوم کیا جانا مطلقاً جزیہ کی مقدار کا تعین نہیں ہے (۱)۔" [احکام القرآن جلد ۳: ۳۰]

اب آپ خیال فرمائیے کہ بقول سید رئیس احمد صاحب اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ۴۸-۲۴-۱۲ کی شرح سے جزیہ لیا ہے تو یہ کیونکر کہا جائے گا کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریع کو تبدیل کر دیا ہے اور یا یہ کہا جائے کہ جزیہ کی مقدار کے بارے میں حدیث تشریعی نہیں تھی اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ کی مقدار کی یہ تشریع کر دی کہ کہیں اس کو زیادہ رکھا اور کہیں اس کو کم کر دیا اس لیے کہ حدیث نے پہلے سے جزیہ کی مقدار میں توسیع رکھی ہے کہ جزیہ میں جس قدر مقدار کا تحمل کیا جا سکتا ہے اسی قدر جزیہ رکھنا چاہیے اور جن سے جزیہ لیا جائے گا اُن کی وسعت کے مطابق جزیہ کی مقدار میں کمی بیشی کی جائے گی۔ جزیہ کی مقدار میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کمی بیشی حدیث میں جزیہ کی مقدار کی کمی اور بیشی پر مبنی ہے۔ سیدنا عمر کا رضی اللہ عنہ یہ ضابطہ حدیث کی تشریع کا تفصیلی ضابطہ ضرور ہے مگر اس کو متبادل ضابطہ بتلانا کسی صورت میں روا نہیں۔

چھٹا مسئلہ: شراب کی حد

شرابی کو سزا کی کیفیت یہ تھی کہ جب شرابی لایا جاتا تھا تو اس وقت جیسے ممکن تھا اس کو تادیب کی جاتی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ شرابی کو جرید اور نعال

(۱) وهذا عندنا فيما كان منه على وجه الصلح أو يكون ذلك جزية الفقراء منهم' وذلك عندنا جائز' والدليلُ عليه ماروى في بعض أخبار معاذ رضي الله عنه أنّ النبي ﷺ أمره أن يأخذ من كل حالمٍ أو حالمةٍ ديناراً' ولا خلاف أنّ المرأة لا تؤخذُ منها الجزية إلّا أن يقع الصلحُ عليه.
[احكام القرآن ۳: ۹۶' تفسير سورة التوبة ۹: ۲۹' باب من تؤخذ منه الجزية' مطلب في مقدار الجزية]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے سزا دیتے تھے(۱)۔" [بخاری]

روایات میں چالیس جلد پر اس حد کا اندازہ کیا گیا ہے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح دستور رہا(۲) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی قدر اور اسی طرح تادیب کرتے تھے۔ لیکن شرابیوں کی تعداد بڑھ رہی تھے۔ شراب کا چرچا زیادہ ہو رہا تھا اور بے احتیاطی اس قدر بڑھتی جا رہی تھی کہ بعض متاولین [تاویل کرنے والے] شراب کی اِباحت اور جواز کا خیال پھیلانے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا اور ان سب صحابہ کی یہ رائے تھی کہ اس بارے میں سختی کرنی چاہیے اور جس طرح ہو سکے اس قباحت کا روکا جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں بیس جلد کی تعزیر کا اضافہ کیا اور چونکہ اس اُمّھاتُ الْمَآتِمْ [گناہوں کی جڑ] کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جڑ سے اکھاڑ کر ختم کرنا چاہتے تھے اس لیے اس میں کچھ دنوں کے بعد بیس جلد کی تعزیر کا اور اضافہ فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحث کرتے ہوئے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ زنا اور سرقہ [چوری] کی مانند شراب گناہ نہیں ہے اور ان کی حد جتنی اس کی حد میں شدت بھی نہیں ہے۔ شراب پینا گناہ ضرور ہے مگر وہ حد قذف کی مانند گناہ ہے اور اس کی تعزیر بھی حد قذف کی مانند ہونی چاہئے جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ مہاجرین اور انصار سے بھی رائے لی گئی ان کی رائے بھی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اجتہاد جیسی تھی کہ قذف کی حد کی مانند شراب پینے کی تعزیر بھی اَسّی [80] جلد [دُرّے] ہونی چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شوریٰ میں اجتہادی رائے کا بالاتفاق یہ فیصلہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جناب میں پیش کیا گیا انہوں نے شراب کی حد میں چالیس جلد کا اضافہ پسند فرمایا(۳)۔

---

(۱) أنّ النبی ﷺ ضرب فی الخمر بالجریدِ والنعال. [صحیح بخاری، کتاب الحدود [۸۶] باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر [۲] حدیث: ۶۷۷۳، باب الضرب بالجرید والنعال [۵] حدیث: ۶۷۷۵]

(۲) وجلد أبو بکر أربعین. [صحیح بخاری، کتاب الحدود [۸۶] باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر [۲] حدیث: ۶۷۷۳، باب الضرب بالجرید والنعال [۵] حدیث: ۶۷۷۵]

(۳) کُنّا نُوتیٰ بالشاربِ علی عهد رسول اللّٰه ﷺ وإمرةِ أبی بکر وصدراً من خلافة عمر، فنقومُ الیه بأیدینا ونعالِنا وأرْدِیَتِنَا حتی کان آخرُ إمرةِ عمر فجلد أربعین حتی إذا عتوا و فسقُوا جَلَدَ ثمانین.

[صحیح بخاری، کتاب الحدود [۸۶] باب الضرب بالجرید والنعال [۵] حدیث: ۶۷۷۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ جانتے ہیں کہ تعزیر میں کمی وبیشی اور تعزیر دینے میں شریف اور رذیل میں فرق کرنا امیر کی صواب دید پر موقوف ہے اس بحث میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شرابی کو سکر میں ہذیان ہوتا ہے' وہ بے ہودہ بکواس کرتا ہے اس لیے ایسے مفتری کو قذف کی حد جتنی سزا دینی چاہیے (۱)۔ اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مستند رائے اور صواب دید پر شراب پینے کی سزا اسّی [80] کوڑے کی تعزیر کا ضابطہ منظور فرمایا ہے (۲)۔ [فتح الباری]

چونکہ حدیث میں شراب کی حد کے بارے میں تحدید کی صراحت نہیں تھی اس لیے اس میں ارتداع [ڈرانے' دھمکانے] کی نیت سے اضافہ کرنے کی گنجائش بھی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے ومشورہ کا پاس اور سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کا معقول استدلال اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حیثیت کہ وہ امیر ہیں اور امیر کو تعزیر کی کمی اور بیشی کرنے کا اختیار ہے۔ حد اور قذف کو شبیہ ونظیر رکھ کر شراب کی حد میں چالیس جلد کی تعزیر کا اضافہ کرنے کا انضباطی مرحلہ ہے۔ کتاب وسنت کی بصیرت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ارتداعی تعزیر کو اس درجہ بڑھا دیا جس درجہ میں وہ زیادہ مؤثر ہو سکتی تھی اور کتاب وسنت کی روشنی اس کی اجازت دیتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس کوشش اور تجسس کو یہ ظاہر کرنا کہ آپ نے حدیث کی تشریع کو بدل دیا' یا حدیث کی تشریع کی جگہ از خود دوسری تشریع کر دی ہے یا تو یہ کم نگاہی ہے یا دھوکہ ہے۔ دیدہ وری نہیں ہے۔

اس تمام تفصیل کی غرض یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کے خلاف یہ افتراء ہے کہ آپ منکر حدیث تھے اور یہ کہ مذکورہ واقعات کے بارے میں احادیث غیر تشریعی تھیں۔ بے اصل اور بے بنیاد جھوٹ ہے اور یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ کی ضرورت اور مصلحت کی آڑ لے کر حدیث کا کوئی امر اور فیصلہ تبدیل نہیں کیا بلکہ اُن کے تمام آثار کی تہہ میں ارشادات نبویہ روشن اور درخشاں ہیں۔ حدیث نبویہ کے خلاف کسی وقت اور کسی معاملہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی اقدام نہیں کیا ہے۔

---

(۱) أنّ عمر بن الخطاب استشار في الخمر يشربها الرجل' فقال له علي بن أبي طالب: نرى أن نجلده ثمانين' فإنه إذا شرب سكر' وإذا سكر هذى وإذا هذى افترى' أو كما قال' فجلد عمر في الخمر ثمانين. [موطا امام مالک ۲: ۸۴۲' کتاب الاشربۃ [۴۲] باب الحد في الخمر [۱] حدیث ۲' مصنف عبد الرزاق ۷: ۳۷۸' حدیث: ۱۳۵۴۲]

(۲) یہ ساری تفصیل فتح الباری ۱۲: ۶۹' کتاب الحدود [۸۶] باب الضرب بالجرید والنعال [۵] بذیل حدیث: ۶۷۷۹ میں پڑھی جا سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق

ڈاکٹر برق صاحب نبی کریم ﷺ کی رسالت کے حقوق اور احکام کو وقتی اور غیر مؤثر کہنے اور لکھنے سے ہچکچاتے بھی ہیں' مگر مختلف حیلوں اور متعدد بہانوں سے رسول اللہ ﷺ کے احکام و اَخبار کو مشکوک اور ناقابل اعتبار بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور بھی لگاتے ہیں۔ اندرونی طور پر اپنے ضمیر' پرویز صاحب اور اُن کے رفقاء کے ضمیروں کو ایک دوسرے سے ملاتے ہوئے اس مقام پر پہنچنا چاہتے ہیں جس مقام سے مسٹر پرویز اور اس کے رفقاء بول رہے ہیں۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۱۸]

''اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے' وہ بھی انہیں کی سی باتیں کیا کرتے تھے' اِن لوگوں کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں۔''

حجیت حدیث کے انکار میں یہ سب ضد اور عداوت پر اڑے ہوئے ہیں اور انکار کی بنیاد محض بے بصیرتی ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب مسٹر پرویز کی طرح منکرین حدیث کی صف میں کھڑا ہونے کے لیے بے تاب بھی ہیں مگر کسی اوٹ اور پردے کے سہارے امام بخاری اور امام مسلم جیسے بلند پایہ اور گراں قدر جامعین حدیث کو بے سود روایات کی نقل واخذ کے دھبوں سے آلودہ بھی کرنا چاہتے ہیں' اُن پر کذب و وضع کا الزام لگانا چاہتے ہیں۔ آج پندرہ سو سال کے بعد اگر منکرین حدیث جامعین حدیث کے مقدس گروہ کے خلاف زبان درازی' الزام تراشی اور ذلیل قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی توقع ان صاحبوں سے نہیں ہونی چاہیے۔

آخر وہ کیا کہیں اور ان کے پاس اس کے سوا اور کون سی متاع ہے؟ امت مسلمہ نے جامعین حدیث کا عموماً اور امام بخاری اور امام مسلم کے احسان عظیم کا خصوصیت کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ علم و بصیرت کی دنیا آج تک اُن کی سعی و جہد کے بارِ احسان سے سر نہیں اٹھا سکی اور نہ اٹھا سکے گی۔ امت مسلمہ کو آج تک امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں کی تحقیق' تنقید کی محنت اور اِتقان کی یہ قدر رہتی ہے کہ ہر متجسس ناقد کو ان کی تصحیح اور صواب دید کے مقابلہ پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سپر ڈالنا اور عجز کا اعتراف کرنا پڑ رہا ہے۔ دنیا کے اطراف اور گوشے گوشے میں آج تک امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں کے درس اور شرح کی جلیل علمی خدمات سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ زمانہ کے ہر دور اور دنیا کے ہر حصہ میں امت مسلمہ کے دیدہ ور علماء آثار و اَخبار کو ان کی صحت پر وثوق اور ان کے مقصد میں کامیابی پر یقین اور پورا بھروسہ ہے۔ امت مسلمہ کے وہ ائمہ اَخیار جن کو آثار و سنن کی تنقید اور تفتیش کی دنیا میں حجت اور برہان کا مقام حاصل تھا تسلیم کرتے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم کی وسیع اور باریک نگاہ میں صحتِ حدیث کے لیے جس قدر احتیاط اور سعی کی ضرورت تھی اس میں انہوں نے ایک دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کی دقتِ نظر' کثیر الاطلاع اور کڑی شرطوں نے صحیح حدیثوں کے انتخاب میں جس درجہ کامیابی حاصل کی ہے۔ شائد اس درجہ کی فضیلت ان کے بعد کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر جیلانی صاحب اُن باکمال اور اُن صد آفرین بزرگوں کے علم وبصیرت کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے' اُن کی کتابوں کے بارے میں اِن صاحبوں کی رائے کی صرف اتنی حقیقت ہوسکتی ہے جتنا کسی شہر کے گندے نالے کو سمندر کے ساتھ نسبت ہو۔ ڈاکٹر برق صاحب ''دو اسلام'' کے بیسویں باب میں کہتے ہیں کہ: ''صحیح وہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح ہو' اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم دلائل سے ثابت کرسکیں کہ فلاں قول نبی اکرم ﷺ کی زبان سے واقعی نکلا ہے اور ایسی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے البتہ ظن غالب ہے کہ بعض اقوال صحیح ہوں گے اور کہتے ہیں حدیث کا مضمون اگر صحیح ہے یعنی قرآن کے خلاف نہیں تو ہم اس کو صحیح حدیث کہتے ہیں اور اس معنی میں ہزاروں حدیثیں صحیح ہیں پس ہر ایسی حدیث صحیح ہے خواہ اس کا راوی ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہو یا بابا رتن (۱)۔''

صحیح حدیث کے پہچاننے کے لیے ڈاکٹر جیلانی صاحب نے مذکورہ اصول بنائے ہیں اور یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث ایسی صحیح ثابت نہیں ہوتی جس کا صحیح ہونا دلائل سے ثابت نہ ہو۔ ہم اس دعویٰ کو اور مذکورہ اصول کو دیکھنا اور پرکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اِدّعاء صحیح ہے اور یہ اصول کافی ثابت ہوتے ہیں کہ نہیں؟

---

(۱) پس ہر ایسی حدیث صحیح ہے' خواہ اس کا راوی ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہو یا بابا رتن...... [دو اسلام: ۳۳۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بابا رتن ہندی (۱)

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان صاحبون کا یہ مورثِ اعلیٰ کون ہے جس سے ان کی روحانیت اور علم کا سلسلہ جاملتا ہے اور جس کو وثوق اور اعتبار میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا مقام دیا گیا ہے۔ رتن ہندی یا خواجہ رتن قنوج برن کا باشندہ بتایا جاتا ہے۔ عہد نبوت کے چھ سو سال بعد ظاہر ہوا اور ۶۳۲ھ میں فوت ہونا بتایا گیا ہے۔ رتن کا کہنا ہے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں دیکھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی عمر کے لیے برکت کی دعاء کی۔ رتن کا کہنا ہے کہ وہ خندق کی جنگ میں بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک تھا۔ رتن کی روایت سے یعقوب بن ابراہیم الطیبی اور محمد ابو القاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالکریم الھوینی کاشغری اور ابوالفتح موسیٰ بن مجلی الصوفی نے بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں۔ عوام صوفیہ ان کی واہیات روایات کو مجلسوں میں بیان کرتے ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں کہ:

''جانتے ہو رتن ہندی کون ہے؟ رتن ہندی کے دجال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ بڑا جھوٹا ہے اور دوسروں کے کذب وافتراء کا مرکز ہے۔ کاشغری طیبی اور موسیٰ بن محلی بن بندار دسیری نے کذب وافتراء کا سلسلہ ہے (۲)۔''

حافظ ذہبی یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ''مجھے ایسا ایک نسخہ ملا جس کو عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز سمرقندی روایت کرتے ہیں اور عبداللہ بن محمد سمرقندی کہتے ہیں مجھے صفوۃ الاولیاء جلال الدین موسیٰ بن محلی بن بندار دسیری نے کہا مجھے شیخ کبیر عدیم النظیر رتن بن نصر بن کربال ہندی نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بیان کیا ہے۔''

اس نسخہ کی آخیر میں لکھا ہے کہ یہ احادیث مجھے ابوالقاسم محمد بن عبدالرحمٰن حسینی کاشغری نے

---

(۱) اس کذاب کے بارے میں پوری تفصیل میری کتاب توضیحات میں پڑھیے۔ حنیف۔

(۲) رَتَن الهندی. وما أدراك ما رَتَن! شيخٌ دجّالٌ بلاريب، ظهر بعد الستمائة فادّعى الصُّحبة، و الصحابة لايكذبون. وهذا جريء على الله ورسوله...... وقد قيل: إنه مات اثنتين و ثلاثين وستمائة. ومع كونه كذّاباً فقد كذبوا عليه جملة كبيرةً من أسمج الكذب و المحال.

[میزان الاعتدال ۲: ۴۵، ترجمہ: ۲۷۵۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھ کر سنائی ہیں اور میں ان احادیث کو سن رہا تھا کہ کاشغری نے ابو المحاسن یعقوب بن ابراہیم طیبی کو یہ احادیث سنائیں اور طیبی نے ان حدیثوں کو حافظ جلال الدین موسیٰ بن محلی دیسیری سے ۶۶۵ھ میں خوارزم میں سنا ہے اور موسیٰ نے رتن سے سنی ہیں اور محمد بن ابی بکر ابن اسماعیل بن علی الانصاری نے ۷۱۰ھ میں ان کو لکھا ہے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ''یہ تمام خرافات موسیٰ بن محلی جاہل نے وضع کیا ہے یا اس نے اختلاق کیا ہے جس نے رتن کے ذکر کی بدعت ایجاد کی ہے اس تمام کہانی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر ہم رتن کے وجود اور ظہور کو چھ سو سال بعد ہونا تسلیم کریں تو یہ ایک شیطان تھا جو انسان کے لباس میں ظاہر ہوا اور اس نے نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہونے کا اِدّعاء کیا اور اس قدر طویل عمر کی بات بنائی اور واہی' تباہی اور مہلکات کا افتراء کیا ہے یہ وہ گمراہ شیخ ہے جس نے نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ بولا اور جہنم میں اپنا گھر بنالیا۔''

اس کے بعد حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''۶۰۰ھ سے پہلے رتن اور رتن کی روایات کا علم کسی کو نہیں تھا اور ۶۰۰ھ کے بعد رتن کا ظہور ہوتا ہے اور اس کی روایات کی اطلاع صرف موسیٰ بن محلی کو ہوتی ہے اس سے بڑھ کر استبعاد [ناممکن] اور کیا ہوگا کہ خلیفہ منصور اور مہدی اور مامون کے زمانہ میں رتن کی اطلاع کسی کو نہیں ہوتی۔ ۴۰۰ھ میں محمود سبکتگین ہندوستان کے ان شہروں کو بھی فتح کر لیتا ہے جن میں رتن کا وجود بتلایا جاتا ہے مگر کسی کو علم نہیں ہوا اس قدر طویل عمر پانے کے باوجود تاریخ اس کے ذکر سے بالکل خاموش ہے۔ کوئی تاجر' کوئی مؤلف رتن ہندی کو نہیں جانتا اور اس کا ذکر نہیں کرتا۔ علمائے حدیث اس امر میں متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سب سے اخیر میں سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ (۱) نے ۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: ''آج زمین کی سطح پر جو لوگ زندہ ہیں ایک سو سال کے بعد ان میں

(۱) عامر بن واثلۃ بن عبداللہ بن عمیر بن جابر بن عمیس بن جدی بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانۃ اللیثی' ابو الطفیل رضی اللہ عنہ' جنگ اُحد کے سال ۳ھ = ۶۲۵م کو پیدا ہوئے۔ بنو کنانۃ کے شاعر اور اُن کے شہسوار تھے۔ اُن سے نو احادیث مروی ہیں۔ ۱۰۰ھ = ۷۱۸م کو مکہ معظمہ میں وفات پائی۔
[الاستیعاب: ۱۰۴' ترجمہ: ۱۳۵۲' الاعلام ۳: ۲۵۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی زمین پر زندہ موجود نہیں ہوگا(۱) یہاں سب باتیں ختم ہوگئیں اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔۶۰۰ھ کے بعد رتن صحابی کیسے اور کہاں سے آ گیا(۲)؟

یہ ہے بابا رتن ہندی، جس کی روایت کو ڈاکٹر صاحب سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کا درجہ دیتے ہیں اور اس کی روایت پر اس درجہ وثوق اور بھروسہ ہوتا ہے جس درجہ میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت پر وثوق اور بھروسہ ہوتا ہے' یہ اصول تو ہماری سمجھ میں نہیں آتے کہ بابا رتن جیسا مجہول اور جھوٹا کوئی بات کہہ دے اور یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگرچہ وہ بات کیسی ہو تو ہم تسلیم کرلیں کہ یہ کہنے والا مجہول اور جھوٹا ہے مگر اس کی بات ہمیں اچھی لگتی ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ وہ سچی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔روایت کے یہ اصول بھی عجیب ہیں کہ رُواۃ جھوٹے ہیں مگر ان کی روایت صحیح اور قابل اعتبار ہے۔روایت کی صحت رُواۃ کے صدق اور ثقاہت (۳) پر موقوف ہے۔اگر رواۃ نا معلوم الحال اور جھوٹے ہیں تو ان کی روایت کو یہ کہنا کہ وہ سچی اور صحیح ہے۔یہ بھی ڈاکٹر صاحب کے اصول ہو سکتے ہیں' محدثین اس روایت کو کبھی صحیح نہیں کہتے اور نہ صحیح تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں جس میں کوئی راوی جھوٹا ہے یا کسی راوی کا ثقہ اور عادل ہونا معلوم نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اس سادگی پر افسوس ہوتا ہے جب وہ یہ کہتے ہیں کہ بابا رتن جیسا ضال اور مفتری [جھوٹا] کوئی بات کہہ دے اور وہ بات ایسی ہو جو قرآن مجید کے خلاف نہ ہو تو اس کو مان لینا چاہیے کہ وہ صحیح ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب صحیح بات اور صحیح حدیث میں فرق نہیں کرتے۔ڈاکٹر صاحب نے بھی کبھی تو صحیح بات بیان کی ہوگی۔کیا وہ حدیث ہے؟ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور فعل و تقریر کا نام ہے۔صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جو ثقہ

---

(۱) أرأیتم لیلتکم هذه، فان رأسَ مائةِ سنةٍ منها لا یبقَی ممن هو علی ظهر الأرض أحدٌ.
[صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ [۹] باب ذکر العشاء والعتمۃ [۲۰] حدیث: ۵۶۴، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ [۴۴] باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ الیوم [۵۳] حدیث: ۲۱۷۔ ۲۵۳۷]

(۲) سیر أعلام النبلاء ۲۲: ۳۶۷، المغنی فی الضعفاء ۱: ۲۳۰، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۱: ۵۳۲، ترجمہ: ۲۷۵۹ تذکرۃ الموضوعات: ۱۰۲۔۱۰۸.

(۳) وثاقت درست ہے، نہ کہ ثقاہت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور صادق رُواۃ نے بیان کی ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یا اُنہوں نے ایسا کیا ہے۔ ہر صحیح خبر حدیث نہیں ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہر حدیث صحیح ہوتی ہے مگر ہر صحیح بات حدیث نہیں ہوتی اگر چہ اس کی صحت دوسرے صحیح قرائن اور اصول سے معلوم ہوں اور جب حدیث کا حدیث ہونا ثابت ہو تو پھر ہر حدیث صحیح ہوتی ہے اور اس کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان سے حق ہی نکلتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر حدیث بشرط ثبوت صحیح اور سچی ہے اور ہر صحیح خبر اور بیان کے لیے اس کا حدیث ہونا ضروری نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا دعویٰ

کیا یہ صحیح ہے کہ کوئی حدیث صحیح اور قطعی ثابت نہیں ہوتی جیسے کہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے؟ حدیث کے متعلقہ تمام بحثیں اصول حدیث کی کتابوں میں ہو چکی ہیں۔ کوئی بحث تشنہ بیان نہیں رہی مگر اس کا علاج کیا ہے کہ ان صاحبوں کو سمجھنے اور پڑھنے کی کوشش نہیں ہوتی بلکہ حدیث کے خلاف نکتہ چینی اور سلف صالح کے خلاف طعن آمیزی کو اسلام کی ہمدردی اور قوم کی رہبری اور پاکستان کی بڑی خدمت سمجھتے ہوئے زعماءِ دین کے خلاف ورق سیاہ کرتے ہیں مگر اپنی اصلاح کا خیال تک نہیں گزرتا۔ اپنا جائیزہ نہیں لیتے کہ ان کا رخ کدھر کو ہے۔ اپنا محاسبہ نہیں کریں گے کہ کیا کہا ہے اور کیا کرنے کا خیال ہے۔ میں احادیث کو مثال کے لیے یہاں نقل کروں گا جن کی قطعیت میں کسی کو بھی شک نہیں ہوا ہے اور غالباً ڈاکٹر صاحب کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا۔

آپ خیال کیجئے کہ جس امت کا ہمیشہ یہ شیوہ اور شعار رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حرمت نبوت اور عظمت ادب پر جان و مال اور عزت وحیات کو قربان کرتی چلی آ رہی ہے اس کے لیے اس سے بڑھ کر زیاں کاری اور نبی اکرم ﷺ سے بے وفائی اور اجنبیت اور کیا ہو گی کہ اس کے پاس رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغمبرانہ سرمایہ محفوظ نہیں ہے اور اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیے دوسری شقاوت کون سی ہو گی کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک ارشاد اور ایک ایک فعل کی تعمیل اور تَـاَسِّی [پیروی] کرنے کا قرآن مجید ان کو حکم دیتا ہے مگر اُن کے پاس رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اثاثہ نہیں ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف حق تعالیٰ قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجید کے جامع معنی اور مقاصد کی تفصیل اور وضاحت کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کو مامور فرماتے ہیں اور دوسری طرف امت مسلمہ کو اس قدر توفیق اور ہمت نہیں دیتا کہ قرآن مجید کے ان مقاصد اور معانی کی حفاظت پر جو الفاظ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے اور ظاہر ہوئے ہیں پوری ہمت اور توجہ رکھے تاکہ قرآن شریف کے ظاہری الفاظ کی طرح قرآن مجید کے معانی کی جامعیت بھی کوئی ضیاع کار تبدیل وتحریف نہ کر سکے۔

یاد رکھیے کہ اس خیر الامم میں بکثرت ایسے فقہاء اور محدثین اٹھائے گئے ہیں جن کے قلوب میں حُبِّ نبوی کی حرارت تیز تر ہو رہی تھی اور اسوۂ نبوی کی حفاظت کے لیے بے لوث اور مخلصانہ تگ ودو اُن کا شِعار تھا اور وہ محبت کے جوش اور جذبات کو تعلق بالحدیث میں تسلی دے رہے تھے اور ان کے فکر اور نظر کے تلاطم میں کسی صورت میں سکون نہ تھا ان کا مقصد حیات علوم نبوت کے اِحیاء و اشاعت کے سوا اور کچھ نہ تھا ایسے وارفتگانِ نبوت کی جان کاہ محنتیں اور بے پناہ جدوجہد حق تعالیٰ سبحانہ کی توفیق اور احسان عظیم کی رہین منت ہیں اور ان کی تمام تر مساعی جمیلہ بار آور ہوئیں اور حدیث نبوت کا ایک ایک صفحہ اور ایک ایک سطر کتاب وسنت میں نقش و ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس آخری رسول ﷺ کا عالم گیر اسوہ قیامت تک کے لیے روشنی کا مینار ہے جس کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے نہ کسی کو نبوت دی جائے گی اور نہ کسی کا اسوہ ہی قابل احتجاج ہوگا۔ اب اللہ تعالیٰ قیامت تک ایمان والوں کے قلوب کو تعلق نبوت محمدیہ سے روشن اور اپنی محبت سے معمور رکھے گا۔ و الحمدللہ علی ذالک

خبر متواتر کا افادہ علم بدیہی ہے

ہمارے زمانہ کے دوسرے منکرین حدیث کی طرح برق صاحب بھی محدثین کی زبان اور علم حدیث کے اصول سے واقف نہیں اس لیے اُن سے بھی یہ غلطی ہوئی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی حدیث یقینی طور پر صحیح نہیں ہے' البتہ ظن غالب ہے کہ بعض اقوال صحیح ہوں گے۔

ظن کے معنی' معاملات' فصل قضایا [فیصلے کرنے] اور شرعی احکام یا غالب ظن کے اعتبار کی پوری تفصیل پہلے حصہ میں گزر چکی ہے۔ میں یہاں اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ ذکر کرنا مقصود ہے کہ کتب احادیث میں بے شمار حدیثوں کا ذخیرہ یقیناً صحیح ثابت ہوتا ہے جن حدیثوں پر مسلمانوں کا عہد نبوت سے آج تک متواتر عمل چلا آتا ہے اور جو حدیثیں بطور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدر مشترک متواتر منقول آ رہی ہیں ان کی بہت بڑی تعداد ہے اور وہ حدیثیں جو متواتر سند سے ثابت ہوتی ہیں کثرت سے موجود ہیں' اِن متواترات کی قطعی صحت میں کسی کو شک نہیں ہے۔ محدثین کے اس بیان نے کہ خبر متواتر علم یقین کو مفید ہوتی ہے اور خبرِ واحد علم یقین کو مفید نہیں ہوتی برق کو یہ غلط فہمی پیدا کر دی کہ خبر واحد جب علم ویقین کو مفید نہیں ہے اور وہ تو ظنیات کا مجموعہ ہیں اس لیے وہ یقینی صحیح ثابت نہیں ہوتیں۔ محدثین جب کہتے ہیں کہ خبر واحد علم یقین کو مفید ہے تو اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ خبر واحد سے ایسا علم بدیہی حاصل ہوتا ہے جس کے لیے دلیل اور برہان کی ضرورت نہیں ہوتی' جیسا کہ آفتاب کے وجود کا علم ہر سمجھ دار اور احمق کے یکساں بدیہی ہوتا ہے اور ایسا علم بدیہی ظاہر ہے کہ اپنے مشاہدات پر حاصل ہوسکتا ہے اِس کے سوا اگر ہزاروں انسان بھی کسی بات کو نقل کر دیں تو اس سے علم بدیہی حاصل نہیں ہوتا مثلاً کروڑوں انسان سیدنا مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا اور آواگون کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کی خبر دیتے ہیں مگر اتنے انسانوں کی خبر دینے کے باوجود بھی یقین تو درکنار اس کا ظن بھی نہیں ہوتا اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کا مبنیٰ محسوس نہیں بلکہ معقول ہے اور خبر واحد سے جو علم ہوتا ہے وہ خبر واحد کی طرح علم بدیہی نہیں ہوتا بلکہ کبھی علم ظنی اور کبھی علم نظری ہوتا ہے اس لیے کہ فکر و نظر کی بنیاد اہلیت ہے۔

آپ غور کریں کہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف متواتر اور ایک ایک آیت قطعی الثبوت ہے مگر ان فروعی مسائل کے تواتر کا کوئی شخص بھی دعویٰ نہیں کرسکتا جو قرآن مجید سے مستنبط ہوتے ہیں' ورنہ بعض آیات کا مفہوم سمجھنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اور ائمہ مجتہدین کے دور میں خلاف ثابت نہ ہوتا اس لیے اگر ان آیات کے مفہومات بھی الفاظ کی طرح متواتر ہوتے تو ان میں کسی کو خلاف کی مجال نہ ہوتی کیونکہ بدیہات میں خلاف کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کیا برق صاحب قرآن مجید کے مفہومات کو کلیات میں گنتے ہیں؟

برق صاحب سے تو یہ مستبعد نہیں مگر کوئی سمجھ دار یہ تسلیم نہیں کرے گا اور نیز قرآن مجید کے غیر محسوس احکام اور عالم غیب کے ہزاروں اسرار و حقائق کو غیر محسوس ہونے کی وجہ سے متواتر نہیں کہا جاسکتا اور علم بدیہی کو مفید ثابت نہیں ہوتے اور متواتر کی تعریف میں نہیں آتے اس لیے کہ وہ محسوس نہیں ہیں۔ کوئی سننے والا ان کو دلیل کے بغیر تسلیم نہیں کرتا۔ کیا برق صاحب اور اس کے اَمثال قرآن مجید کے غیر محسوس احکام اور عالمِ غیب کے اَسرار و حقائق کو ظنی بتلانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہیں؟ ان کے لیے تو یہ بڑی بات نہیں ہے مگر کسی مسلمان کو قرآن مجید کے کسی حکم اور غیب کے اسرار وحقائق کی قطعیت میں ذرہ برابر شک نہیں ہے۔ اگر دین کی تمام بنیاد خبر متواتر اور علم بدیہی کے افادہ پر قائم کی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دین کے عقائد' اصول شرائع' مغیبات اور تمام نظری مسائل چونکہ غیر محسوس ہیں' سب کے سب ظنی ہو جائیں گے اور برق صاحب کے امثال منکرین حدیث کے زعم میں نا قابل اعتبار رہیں گے۔

امام شاطبی فرماتے ہیں کہ: ''عام طور پر جو دلائل یہاں معتبر ہیں وہ اس قسم کے ہیں جو اگرچہ علیحدہ علیحدہ ظنی ہیں مگر کسی ایک مسئلہ میں جب سب متفق ہو جاتے ہیں تو وہ اس مسئلہ میں یقین کا فائدہ دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دلائل کے ملنے کے بعد جو قوت پیدا ہو سکتی ہے وہ ان کی انفرادی حیثیت میں نہیں ہو سکتی۔ خبر متواتر بھی اسی اجتماعی قوت کی وجہ سے یقین کا فائدہ دیتی ہے' پس جب کسی مسئلہ کے لیے متفرق دلائل جمع ہو جائیں تو اُن کے مجموعہ سے یقین حاصل ہو جاتا ہے اور یہ بھی ایک قسم کا معنوی تواتر بن جاتا ہے جیسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم کا جُود [سخاوت] جو اُن کے منقولہ وقائع کی کثرت سے حاصل ہے۔ دین کے احکام بھی اسی طریقہ سے ثابت ہیں ورنہ نماز اور زکوۃ وغیرہ کی قطعی فرضیت پر اگر اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وغیرہ اوامر سے استدلال کیا جائے تو اس مجرد استدلال میں کئی وجہ سے تامل ہو سکتا ہے (۱)۔''

اس لیے کہ لغت میں صلوٰۃ کے معنی دعاء اور زکوٰۃ کے معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں۔

---

(۱) وإنما الأدلّةُ المعتبرةُ هنا المستقرأة من جملة أدلةٍ ظنيّةٍ تضافرت على معنى واحد حتى أفادت فيه القطعَ' فإنّ للإجتماع من القوة ماليس للإفتراق. ولأجله أفاد التواتر القطع. وهذا نوعٌ منه. فإذا حصل من استقراء أدلّةِ المسألةِ مجموع يفيد العلمَ فهو الدليلُ المطلوبُ' وهو شبيهٌ بالتواتر المعنوي' بل هو كالعلم بشجاعة علي رضي الله عنه وَجُودَ حاتمٍ' المستفاد من كثرة الوقائع المنقولة. ومن هذا الطريق ثبت وجوب القواعد الخمس كالصلاة والزكاة وغيرهما قطعاً' وإلّا فلو استدلّ مستدِلٌّ على وجوب الصلاة بقوله تعالى: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ' وما أشبه ذلك لكان في الإستدلال بمجرده نظرٌ من أوجُهٍ' ولكن حَفَّ بذلك من الأدلة الخارجية والأحكام المترتبة ماصارَ به فرض الصلاة ضرورياً في الدين' لايشكُّ فيه إلّاشاكٌّ في أصل الدين. [الموافقات ۱: ۲۴-۲۵]

www.KitaboSunnat.com

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. [سورۃ التوبۃ ۹: ۱۰۳]:۱۱۳

''ان کے مال میں سے زکوٰۃ لیجیے کہ اس کی وجہ سے آپ ان کو پاک اور بابرکت کریں اور ان کو دعاء دیجیے' بے شک آپ کی دعاء ان کے لیے تسکین ہے۔''

لیکن جب ہم اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی نص اور امر کے ساتھ خارجی قرائن کو ملاتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور مسلمانوں کے مجموعی تعامل کو دیکھتے ہیں تو یہ حکم یقینی و بدیہی ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے معروف معنوں میں صرف وہی شخص شک کر سکتا ہے جس کو مسلمانوں کے اصل دین میں شک ہو۔

امام شاطبی کے اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین کے مسائل اگرچہ متواتر حدیثوں سے ثابت ہوں یا اکثر احادیث اگرچہ سند متواتر سے ثابت نہیں ہیں مگر پھر بھی وہ قطعی اور یقینی صحیح اس لیے ہیں کہ یقین کا افادہ صرف تواتر میں منحصر نہیں ہے بلکہ جب متفرق دلائل اور خارجی قرائن کسی ایک امر کی شہادت دیتے چلے جاتے ہیں تو اس میں لفظ اور سند کا تواتر نہ سہی مگر ایک قوم کا معنوی تواتر پیدا ہو جاتا ہے اور اس مجموعہ دلائل اور قرائن کے اجتماع سے خبر غیر متواتر بھی علم و یقین کو مفید ہوتی ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں یقینی صحیح ہیں

جب ہم یہ جانتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں ایک سند سے نہیں بلکہ متعدد طریقوں سے ثابت ہیں اور ایک ایک سند اور طریقہ کے تمام رُواۃ ثقہ اور عادل ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حدیث کی معرفت علل میں امام بخاری اور امام مسلم کی جلالت قدر اور دقت نظر امتِ مسلمہ کو مسلّم ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم کمال ضبط و احتیاط میں حدیث کو روایت کرتے ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ التزام کیا ہے کہ اپنی کتابوں میں ایسی حدیث نقل کرتے ہیں جن کی سند معروف اور مشہور ہے اور امت کے عوام اور اخیار نے بالاتفاق ان کی حدیثوں کو صحیح تسلیم کر لیا ہے' یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حدیث کے ارباب علم کی یہ ثابت اصل ہے کہ دلائل کے مجموعہ اور قرائن کے اجتماع سے خبر واحد بھی یقینی صحیح ثابت ہوتی ہے تو پھر کسی معقول انسان کو صحیح بخاری اور صحیح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مسلم کی حدیثوں کی یقینی صحت تسلیم کرنے میں تامل نہیں رہتا اس لیے محدثین کی بڑی بھاری جماعت نے یہ کہا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں قطعی صحیح اور قطعیت کو مفید ہیں۔

امام ابواسحاق اسفرائینی (۱) کہتے ہیں کہ:

"حدیث کے اہل علم کو اتفاق ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں کے اصول و متون قطعی صحیح ہیں اس لیے کہ امت نے ان کی اخبار کو بالاتفاق صحیح تسلیم کرلیا ہے (۲)۔"

حافظ ابوعمرو بن صلاح (۳) فرماتے ہیں کہ:

"حدیث کا علم رکھنے والے جس خبر کو یہ کہتے ہیں کہ صحیح متفق علیہ ہے تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے اور وہ سب سے اعلیٰ قسم کی ہے اور جس حدیث کے صحیح ہونے پر امام بخاری اور امام مسلم کو اتفاق ہے تو اس حدیث کی صحت یقینی ہے۔ علم یقینی اور علم نظری اس سے حاصل ہوتا ہے (۴)۔"

---

(۱) ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن مہران ابواسحاق، فقہ اور اصول کے عالم تھے۔ رکن الدین لقب تھا۔ اَسفرائین۔ جو نیسابور اور جرجان کے درمیان واقع ہے۔ میں پلے بڑھے۔ نیسابور میں اُن کے لیے ایک وسیع مدرسہ تعمیر کیا گیا جہاں آپ پڑھاتے رہے ہیں۔ شافعی المسلک تھے۔ ۴۱۸ھ = ۱۰۲۷ء کو نیسابور میں وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۷: ۳۵۳، الاعلام ۱: ۶۱]

(۲) أهل الصنعة مجمعون على أنّ الأخبار التي اشتمل عليها الصحيحان مقطوعٌ بصحة أصولهما ومتونهما ولا يحصل الخلاف فيها بحالٍ، وإن حصل فذاك اختلافٌ في طرقها و رواتها. [توجیہ النظر: ۱۲۵]

(۳) عثمان بن عبدالرحمٰن: صلاح الدین بن عثمان بن موسیٰ بن ابی نصر، شہرزوری، کردی، ابوعمرو، تقی الدین ابن الصلاح، ۵۷۷ھ = ۱۱۸۱ء کو شرخان میں پیدا ہوئے، جو شہرزور کے قریب ہے۔ موصل، خراسان اور بیت المقدس آتے جاتے رہے۔ بیت المقدس کے مدرسہ صلاحیہ میں مدرس تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ حدیث اور اسماء رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔ تیرہ سال تک دمشق کے دارالحدیث کے مدرس رہے ہیں۔ دمشق ہی میں ۶۴۳ھ = ۱۲۴۵ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳: ۲۴۳، الاعلام ۴: ۲۰۷]

(۴) وهذا القسم جميعه مقطوع بصحته والعلم اليقيني النظري واقعٌ به خلافاً لقول من نفى ذلك محتجاً بأنه لا يفيد في أصله إلّا الظن وإنما تلقته الأمة بالقبول لأنه يجب عليهم العمل بالظن، والظنُّ قد يُخطئُ، وقد كنتُ أمِيلُ إلى هذا وأحسبه قويًّا ثم بانَ لِيَ أن ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جزائری کہتے ہیں کہ:

”مجھے یہ ظاہر اور ثابت ہوا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں قطعی اور یقینی صحیح ہیں، جس نے یہ کہا ہے کہ امت نے بنا بر ظن ان کی حدیثوں کو قبول کیا ہے اور ظن کبھی خطاء بھی کرتا ہے تو یہ خود ان کا خطا کار ظن ہے اس لیے کہ معصوم عن الخطاء ظن کبھی خطاء نہیں کرتا۔ امت من حیث المجموعہ خطاء سے معصوم ہے اس لیے اجتہاد پر مبنی اجماع قطعی حجت ہوتا ہے اور علماء کے اکثر اجماعات اس بنیاد پر قطعی ہوتے ہیں اور اس طرح اس حدیث کی حجت بھی یقینی ہے جس کو صرف امام بخاری یا صرف امام مسلم نے نقل کیا ہے اس لیے کہ امت نے ہر ایک کی کتاب کو ان کی جلالت شان اور رُواۃ کے احوال پر کثیر الاطلاع اور نقل صحیح کے التزام کی اصل پر صحیح تسلیم کیا ہے (۱)۔“

حافظ عمرو بن صلاح کے ساتھ اس حقیقت واقعی کی تحقیق میں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث قطعی اور یقینی صحیح ہیں ابو اسحاق شیرازی، ابو حامد اسفرائینی شافعی، قاضی ابو الطیب، شیخ ابو اسحاق، شمس الائمہ سرخسی حنفی، قاضی عبد الوہاب مالکی، ابو یعلی، ابو الخطاب، ابن الزاغونی حنبلی، ابن فورک، اکثر اہل کلام، امام اشعری اور اہل حدیث حفاظ متاخرین کی جماعت نے اتفاق کیا ہے۔ [توجیہ النظر: ۱۲۵-۱۲۷]

حافظ ابن تیمیہ (۲) نے امام ابن صلاح کی نصرت اور تائید کرتے ہوئے حسب عادت دو

...... المذهب الذي اخترناهُ أوّلًا هو الصحيح، لأنّ ظن مَن هو معصومٌ من الخطإ لا يُخطئُ، و الأمّةُ في إجماعها معصومةٌ من الخطإ ولهذا كان الإجماع المبتَنى على الإجتهاد حجة مقطوعاً بها و أكثر اجماعات العلماء كذلك، وهذه نكتةٌ نفيسةٌ نافعةٌ، ومن فوائدها القول بأنّ ما انفرد به البخاري أو مسلم مندرجٌ في قبيل ما يقطع بصحته لتلقي الأمة كل واحد من كتابيهما. [مقدمۃ ابن الصلاح مع الشرح: ۴۱-۴۲، مبحث الصحیح، فائدہ: ۷]

(۱) یہ جزائری کا قول نہیں بلکہ حافظ ابن صلاح کا قول ہے اور امام جزائری نے ابن صلاح ہی کا نام لے کر اسے نقل کیا ہے، جو مِن وعن سابقہ حاشیہ [Foot Note] میں موجود ہے۔

(۲) احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم، حرانی، دمشقی، حنبلی، ابو العباس، تقی الدین ابن تیمیہ۔ ۶۶۱ھ = ۱۲۶۳ء کو حران میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں مصر منتقل ہو گئے۔ ۷۲۸ھ = ۱۳۲۸ء کو قلعہ دمشق میں حالتِ اسارت میں وفات پائی۔ بڑے فطین اور ذکی عالمِ دین تھے۔

[المعجم المختص بالمحدثین، ذہبی: ۲۵، البدایۃ والنہایۃ ۱۴: ۱۴۱، الاعلام ۱: ۱۴۴]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مقالے نہایت ہی مدلل لکھے ہیں' میں ناظرین کے استفادہ کے لیے یہاں ان کا اختصار پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

''متواتر سے مراد علم کا اِفادہ ہے لیکن بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس خبر کو کثیر عدد نے روایت کیا ہے اُس کی رُواۃ کی کثرت سے علم حاصل ہوتا ہے۔ جس عدد نے کسی قضیہ میں علم کا اِفادہ دیا ہے تو اسی عدد سے کل قضیہ میں علم کا اِفادہ ہوگا مگر یہ بات ضعیف ہے۔ صحیح بات وہ ہے جو اکثر اکابر علماء نے کہا ہے کہ علم کبھی کثرت رُواۃ سے اور گاہے رُواۃ کے دین اور ضبط میں اعلیٰ صفات سے حاصل ہوتا ہے اور کبھی داخلی اور خارجی قرائن کے اجماع سے وہ خبر علم کا فائدہ دیتی ہے۔ کبھی ایک جماعت کی تعداد کی خبر سے علم حاصل ہوتا ہے اور اسی تعداد میں دوسری جماعت بھی ہوتی ہے جس کی خبر سے علم حاصل نہیں ہوتا پس جس حدیث کو امت نے صحیح تسلیم کر لیا ہے' اس کے تقاضا کے بموجب عمل کرتی چلی آتی ہے تو جمہور سلف اور خلف نے یہ کہا ہے کہ ایسی خبر علم کا فائدہ دیتی ہے اور ایسی خبر متواتر کے معنی میں ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اکثر متون معلوم اور متیقن ہیں اور علم حدیث کے علماء نے ان کی تصدیق کی ہے اور ان کی صحت کو بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے اور ان کے اتفاق میں خطاء اور غلطی نہیں ہے جیسے کہ احکام پر فقہاء کے اجماع میں خطاء نہیں۔ اگر فقہاء نے کسی ایک حکم پر اتفاق کیا ہے تو ان کا اجماع حجت ہے اگرچہ ان کے اجماع کا مستند خبر واحد یا قیاس یا عموم ہو اسی طرح حدیث کا علم رکھنے والے جب کسی حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق کرتے ہیں تو ان کا اتفاق علم کا فائدہ دیتا ہے اگرچہ ان میں سے ایک ایک میں خطاء کا احتمال ہے لیکن ان کا اجماع خطاء اور غلطی سے پاک ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں ایسی ہیں جن میں متواتر بھی ہیں اور مشہور بھی اور بعض کو ان کا متواتر اور مشہور ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ بعض دوسروں کو نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ جن اَخیارِ امت کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں کی صحت ثابت ہوتی ہے اور ان سے علم حاصل کیا وہ اُن کی رُواۃ کی اعلیٰ صفات کو جانتے ہیں اور ان کی حدیثوں کے اُن قرائن اور ضمائم کو سمجھتے ہیں جن سے علم اور یقین حاصل ہوتا ہے اور جن کو ان کی صحت کا یقین اور علم کا افادہ نہیں ہوتا وہ اپنی بے علمی اور بے بصیرتی پر مجبور بھی ہیں اور مجہول بھی۔ صحیح یہ ہے کہ جمہور علماء نے تواتر کے لیے کسی محصور عدد کی قید نہیں رکھی ہے۔ اخبار کے بعد قلب میں ضرورتاً علم حاصل ہو جاتا ہے جیسے کھانے پینے کے بعد ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور بھوک پیاس باقی نہیں رہتی۔ بھوک پیاس کے لیے کھانے اور پینے کی کوئی خاص مقدار معلوم نہیں ہے کیونکہ کبھی زیادہ مقدار بھوک اور پیاس کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اگر کبھی کھانا مرغن اور ثقیل قسم کا ہوتا ہے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی کفایت کرتی ہے' اگر کم خوردگی کی عادت ہو تو تھوڑی مقدار کافی ہو جاتی ہے۔ فرطِ مسرت یا غضب اور حزن جیسے احوال میں تھوڑا کھایا پیا جاتا ہے اسی طرح کبھی خبر دینے والوں کی کثرت اور کبھی خبر دینے والوں کا تدین یا ان کا ضبط علم کا فائدہ پہنچاتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ کبھی دو آدمیوں کی خبر سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ دوسرے دس بیس آدمیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی خبر سے بھی وہ علم حاصل نہیں ہوتا اور وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کی دیانت وضبط پر وثوق نہیں ہوتا اور کبھی دو آدمیوں کی خبر سے اس لیے علم حاصل ہو جاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اس خبر کی ایک ایک جزء کو ایک موقع پر بیان پڑتا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان دونوں کو اس پر اتفاق کرنے کا موقع نہیں ملا اور نہ ایک دوسرے کو ملاقات کا اتفاق ہوا ہے' مثلاً کو یہ ایک حدیث بیان کی گئی اور اس میں فصول اور مباحث ہیں اور دوسرا آدمی بھی اس کو اسی ترتیب وتفصیل سے بیان کرتا ہے مگر نہ ان کی آپس میں ملاقات ہوئی اور نہ ان کو ایسے ایک بیان پر اتفاق کرنے کا موقع ملا ہے تو اس خبر کی صحت وصدق کے سوا ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ کبھی اس خبر سے اس لیے علم حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ فطانۃ اور ذکاء کا مالک ہے' وہ رواۃ کے احوال کو اور خبر کو جانچتا جانتا ہے اور کبھی خبر دینے والا ایسی جماعت کے سامنے اس خبر کو بیان کرتا ہے جو اس کے ساتھ علم میں شریک اور برابر ہے اس جماعت میں سے کسی ایک نے اس خبر کی تکذیب نہیں کی چونکہ کثیر جماعت کتمان علم پر اتفاق نہیں کرتی جیسا کہ جھوٹ بولنے پر کثیر جماعت کا اتفاق ناممکن ہے اس لیے ایسی خبر سے بھی علم حاصل ہوتا ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ مجرد عدد کی کثرت کے سوا بھی اور بہت سے ایسے اسباب ہیں جن کی بناء پر خبر سے علم حاصل ہو جاتا ہے تو جس نے خبر سے یقین اور علم حاصل کرنے کے لیے ایک معین عدد کی شرط لگائی ہے اس نے عظیم غلطی کی اس لیے تواتر کے بارے میں عام اور خاص کی تقسیم ہے۔ حدیث اور فقہ کے اہل علم کو ایک حدیث ثابت ہوتی ہے اور اس سے ان کو علم ویقین حاصل ہو جاتا ہے لیکن دوسرے عام لوگ اس حدیث کو متواتر نہیں جانتے اور ان کو اس سے علم ویقین حاصل نہیں ہوتا' جب کوئی حدیث کسی کو متواتر ثابت ہوتی ہے اور کسی کو متواتر ثابت نہیں ہوتی۔ کسی کو حدیث کی صحت کا علم ہوتا ہے اور کسی کو نہیں ہوتا تو جن کو اس حدیث کا علم اور اس کی صحت کا علم ویقین ہوا ہے ان کو اس کے مقتضاء پر عمل کرنا واجب ہے اور جس کو اس حدیث سے علم اور اُس کی صحت پر یقین حاصل نہیں ہوا اس پر لازم ہے کہ اہلِ علم کے اجماع پر باور کرے اور اس حدیث کی صحت کے بارے میں اہل اجماع کے اتفاق کو تسلیم کرے جیسے کہ جن احکام پر اہل اجماع نے اتفاق کیا ہے تو ان کا تسلیم کرنا لوگوں پر واجب ہے اس لیے کہ امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے ضلالت اور خطاء پر اجماع کرنے سے معصوم رکھا ہے اور اہل اجماع کا اتفاق بھی تب حجت ہے کہ غیر اہل علم اس کو تسلیم کرلے اس لیے کہ غیر عالم کی بات تو بات نہیں ہوتی۔ دین اور علم میں اس کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اگر غیر اہل علم کو کسی حدیث سے علم اور کسی حدیث کی صحت پر یقین حاصل نہیں ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اس کے علم اور یقین کے نہ ہونے کا کوئی مقام نہیں ہے۔ جب ایک واقعہ ایک شخص کی زبانی ہمارے پاس نقل کیا جاتا ہے اور پھر مختلف گوشوں سے اس کی مختلف شہادتیں مل جاتی ہیں تو اگرچہ ہر ایک شہادت اپنی جگہ خبر واحد ہے لیکن ان خبروں کے مجموعہ سے ہمیں یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ یقیناً صحیح ہے اور اس کے جھوٹ اور غلط ہونے کا امتناع قطعی ہو جاتا ہے اس لیے کہ عقل ہرگز یہ باور نہیں کر سکتی کہ مختلف اشخاص ایک دوسرے کی لاعلمی میں ایک واقعہ نقل کریں اور پھر اس واقعہ میں اول سے اخیر تک ایک ایک ترتیب اور موقع کے بیان کرنے میں متفق ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائیں مثلاً یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے سفر میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور متعدد طریقوں سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا ہے۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے اور ہمارے پاس کوئی ثبوت اور قرینہ نہیں ہے کہ ان اشخاص نے پہلے ایک جگہ بیٹھ کر اس خبر کے بتانے میں کوئی مشورہ کیا تھا یا اس خبر کے بیان کرنے سے اس کو کوئی غرض متعلق ہے تو اس واقعہ کے یقین کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہیں ہوتا اگر اس کے بعد بھی ہم اس واقعہ میں محض عقلی طور پر شک اور تردد کریں تو اس کا نام تحقیق واقعہ نہیں بلکہ اس کا نام وہم پرستی ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے اصحاب نے اصول فقہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کو تسلیم کیا ہے کہ اہل علم کے اجماع اور اتفاق سے ظاہراً و باطناً حکم ثابت ہوتا ہے اسی طرح خبر واحد کا حال ہے کہ امت مسلمہ کے اخیار اور ارباب علم وبست وکشاد نے جب اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا ہے تو پھر اس کی صحت قطعی ہو جاتی ہے اور کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا' وہ خبر علم ویقین کا افادہ دیتی ہے۔ غرض یہ کہ تعدد طرق عدم تشاعر واتفاق سے حدیث کی صحت اور اس کے مضمون پر علم ویقین حاصل ہوتا ہے (۱)"۔

حافظ ابن تیمیہ کی اس تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں کی صحت یقینی نہیں بلکہ ان کی حدیثوں کے علاوہ بھی جس حدیث کے طرق متعدد ہیں اور اس کے رُواۃ صدق وعدالت وغیرہ کی اعلیٰ صفات کے حامل ہیں اُن کی خبر یقیناً صحیح ہوتی ہے اور نیز یہ کہ صرف متواتر کی صحت یقینی اور افادہ علم نہیں دیتی بلکہ کثرت عدد رواۃ کے تدین اور ضبط سے بھی صحت کا یقین اور علم کا افادہ ہوتا ہے اور جس حدیث میں داخلی اور خارجی قرائن کا اجتماع ہوا ہے اور جس حدیث کو امت نے صحیح تسلیم کر کے اس کے مقتضاء پر عمل کرتی چلی آئی ہے تو ایسی خبر کی صحت اور افادہ علمی میں شک نہیں ہے۔

اور یہ کہ حدیث کے صحیح سمجھنے اور علم کے افادہ میں اصول حدیث کا عالم اور جاہل برابر نہیں۔ اہل علم جامعین حدیث کے ضبط واتقان' روایات میں احتیاط وتثبت' معرفِ حدیث کے اصول اور رُواۃ کے احوال وصفات کو بخوبی جانتے ہیں اس لیے ان کو حدیث متواتر مفید اور صحیح ثابت ہوتی ہے جب کہ جاہل لوگ جامعین حدیث' رُواۃ کی جلالت حال اور صدق مقال وغیرہ صفات کو نہیں جانتے اور ان کے علم وتدین کے اعلیٰ محاسن سے متاثر اور واقف نہیں ہوتے تو ان کو ایسی حدیث کی جو رُواۃ کی کثرت عدد سے مروی نہیں تواتر اور یقینی صحت ثابت نہیں ہوتی مگر کسی جاہل کو اگر حدیث نے علم کا افادہ نہیں دیا یا یقینی صحیح ثابت نہیں

www.kitabosunnat.com

(۱) مجموع الفتاویٰ' امام ابن تیمیہ' المجلد العاشر ۱۸: ۲۴-۲۶' توجیہ النظر الی اصول الاثر ۱۳۲-۱۳۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی تو حدیث کے تواتر معنوی اور قطعی صحت کے لیے وہ مخل نہیں ہے اس لیے کہ علم اور دین کے مباحث میں جاہل اور غیر عالم کے کسی اقرار و فرمودہ کا کوئی اعتبار و حقیقت نہیں۔

جب برق صاحب اور ان کے امثال منکرین حدیث کو کوئی حدیث یقینی صحیح اور مفید ثابت نہیں ہوتی تو ہمیں اُن سے کوئی شکایت نہیں اور ان کو گلہ نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ ان میں وہ اہلیت نہیں ہے جس کی بصیرت میں حدیث کی قطعی صحت کو دیکھا' پرکھا جا سکتا ہے اور اس سے اِفادہ علم کیا جا سکتا ہے' ان کا انکار حدیث صحت حدیث کے یقین اور افادۂ علمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اس لیے کہ جس چیز کو کوئی نہیں جانتا وہ لامحالہ اس کا انکار ہی تو کرتا ہے امام ابو محمد ابن حزم نے تواتر کی بحث میں محققانہ لطائف کا اضافہ کیا ہے۔ میں اس موقع پر اس کا خلاصہ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ:

"جس صاحب نے بھی تواتر کے لیے کسی خاص عدد کی قید رکھی ہے تو اس کے پاس اس کے لیے منقول اور معقول کوئی دلیل نہیں ہے اور کسی دلیل کے بغیر کسی کا خیال اور قول اعتبار اور تسلیم کے مقام سے گر جاتا ہے اور اس خیال کی تردید اور اس قول کے بطلان کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس نے تواتر کی حد کے لیے کوئی معین عدد رکھا ہے اس سے اگر یہ پوچھا جائے کہ دین اور دنیا کے جس امر کے متعلق اس کو صحت کا یقین ہے کیا اس کی صحت اُس کی عائد کردہ شروط اور تعداد پوری کرتی اور اسے ثابت کرتی ہے؟ اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں مراتب میں اس کی مشروط عدد پوری ہوتی ہے؟ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ تمام مراتب میں اس خبر کی صحت اس کی مشروط عدد سے ثابت ہوتی ہے' یہ ہو سکتا ہے کہ جس کو وہ خبر پہنچے۔ مشروط عدد سے پہنچی ہو لیکن اس کے اوپر کے مرتبہ میں اگر وہ عدد نہیں ہے تو اس سے اوپر کے مرتبہ میں اس کی صحت باطل ہو جاتی ہے اور یہ خود باطل ہے کہ ایک خبر صحیح تسلیم کی گئی اور وہ اوپر کے مرتبہ میں باطل ثابت ہوتی ہے اور جو باطل کو پیدا کرتا ہے وہ خود بھی باطل ہوتا ہے اور اسی طرح تواتر کے لیے جو عدد شرط کی گئی ہے اس سے ایک عدد بھی کم ہو جائے تو پھر وہ خبر متواتر نہیں ہوگی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ایک عدد کی کمی اس خبر کے تواتر کو باطل کرتی ہے یا نہیں؟ اگر کہو کہ اس خبر کا تواتر باطل ہو گیا ہے تو اس کے لیے دلیل چاہیے۔ دلیل کے بغیر کوئی دعویٰ قبول نہیں ہوتا اور اگر کہو کہ ایک عدد کی کمی کے باوجود بھی اس خبر کا تواتر قائم اور باقی رہتا ہے تو ہم ایک اور عدد گرا دیتے ہیں اور پھر وہی سوال کرتے ہیں' یہاں تک کہ اس خبر کی رُواۃ کی عدد ایک رہ جائے۔ تحدید عدد کا ثبوت کسی دلیل سے نہیں کیا گیا ہے۔"[4]

اور اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ حدیث کے لیے کتنے راویوں کی ضرورت ہے جس کے بعد حدیث بداہۃً علم کو مفید ہوتی ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ اس کے لیے کوئی خاص عدد مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر دو اشخاص بھی کوئی خبر دیں جن کے متعلق ہمیں یہ یقین ہو کہ وہ اس سے پہلے کبھی ایک دوسرے سے نہیں ملے اور اس خبر میں اُن کی طمع اور خوف یا کسی اور غرض کا کوئی مضمون نہیں ہے اور پھر وہ ایک دوسرے سے لاعلمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اس طویل خبر کو ہمارے سامنے پیش کر دیں اور وہ بھی از خود نہیں بلکہ ایک جماعت کے واسطے سے تو ہمیں اس کے صدق کا بدیہی اور اس خبر کی صحت کا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو دنیا کے معاملات میں سے گزرتا ہے' ہمارے اس بیان کی شہادت دے گا کہ کسی کی موت و ولادت' نکاح' عزل ولایت اور اس قسم کے تمام واقعات کا بدیہی علم ان ہی طریقوں سے حاصل ہوتا ہے' یہاں وہ شخص شک و شبہ کرے گا جو اپنے دنیوی معاملات میں غور نہ کرے اور روزمرہ کے واقعات سے صرف نظر کرتا ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی کسی آدمی سے ایک جھوٹا افسانہ تیار کرنے کے لیے کہے تو وہ یقیناً ایک لمبا افسانہ گھڑ سکتا ہے' لیکن اگر دو مکانوں میں دو شخصوں کو علیحدہ علیحدہ بند کر دیا جائے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی ایسی حکایت اپنی طرف سے تیار کر لیں جس میں دونوں اول سے آخر تک متحد ہو جائیں۔ ہاں شاذ و نادر اور بہت ہی کم ایسا واقع ہو جاتا ہے کہ دو شاعروں کے خیالات ایک آدھے مصرعے میں کچھ تطابق کر گئے ہوں۔ ممکن ہے ان میں لفظی اتحاد بھی پیدا ہو گیا ہو مگر ہمیں اپنی عمر میں اب تک ایک واقعہ بھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا جس میں دو شاعروں کا کسی ایک نظم میں پورا پورا اتفاق ہو گیا ہو اگرچہ لوگوں نے اس بارے میں ایسے کلام کی ایک فہرست پیش کی ہے مگر ہمارے نزدیک وہ اکثر علمی سرقے ہیں جن میں اپنی عیب پوشی کے لیے اتحاد خواطر کے دعوے کر دیے گئے ہیں۔ ہاں کبھی خبر واحد میں بھی ایسے قرائن جمع ہو جاتے ہیں کہ وہ بدیہی طور پر اس کی قطعی صحت اور یقین کو مفید ہو جاتی ہیں۔ خبر واحد بھی اگر باضابطہ سچے اور عادل اشخاص کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ تک متصل ہو جاتی ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کی صحت کا علم ضروری ہے۔ حارث بن اسد محاسبی اور حسین بن علی نے اسی طرح کہا ہے۔ ابوسلیمان کا پسندیدہ طریقہ بھی یہی تھا اور ابن خویز نے امام مالک سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے (۱)"۔

[توجیہ النظر]

غرض یہ ہے کہ جو حدیث مختلف رُواۃ اور متعدد طریقوں سے ثابت ہوتی ہے اور اس کی سند اور متن میں کسی قسم کی علت' ثقات کی مخالفت اور عام اصول شرع کی مخالفت نہیں ہے تو ایسی حدیث کی سند اور متن کی صحت کا علم بدیہی اور یقینی ہوتا ہے۔ قطعی صحت اور افادہ علم کے لیے تواتر سند کی شرط ایک عظیم غلطی کے علاوہ اور دلیل و برہان کے بغیر ایک بے بنیاد دعویٰ ہے۔

ناظرین خود انصاف کریں کہ حدیث کے اہل سلف اور خلف' حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی حفاظ حدیث جو یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ شروط کے ساتھ جو حدیث مروی ہے اس کی صحت اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثوں کی صحت یقینی ہے اور صحیحین کی حدیثوں کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ایسی حدیثیں موجود ہیں جن کی قطعی صحت کا امت مسلمہ کے اخیار علماء اور حفاظ

---

(۱) الاحکام فی اصول الاحکام المجلد الاول ۱-۴: ۲۰۲ و ما بعد' توجیہ النظر: ۴۲-۴۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو علم ویقین حاصل ہے لیکن برق صاحب اور اُن کے ہم نوا مخالف فریق بنتا ہے کہ اہل علم اور ارباب حدیث کے تذکرہ میں ان کا ذکر کرنا اس گروہ کی شدید توہین ہے۔ رُواۃ کی عمدہ صفات اور اعلیٰ محاسن کے بارے میں وہ امی ہیں۔ ضبط اور تدین کے ظاہری مراتب اور باطنی مراحل سے اجنبی ہیں، اُن کے مشاغل بھی ایسے ہیں کہ علوم حدیث کے کسب وذوق وِجدان کے حاصل ہونے میں مانع اور سخت رکاوٹ ہیں۔ علم وفضل اور تعدیل وتنقید کی دنیا میں ایک ایسے عامی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے جس کے لیے علماء کی تقلید اور ارباب اجماع کا اتفاق تسلیم کرنے کے سوا کوئی دوسرا کوئی نیک چارہ نہیں ہے۔ برق صاحب اور ان کے امثال کو سچا جاننا اور فریق اول کو جھٹلانا اخیار امت کے علم وفقاہت کو بے آب کرنا اور امت مسلمہ کے علم ویقین کو ناقابل اعتبار بتانا ہے اور خیر الامم پر اس سے بڑھ کر دوسرا ظلم کیا ہوگا؟

ہر وہ شخص جس کو حدیث کے بارے میں شیخین [سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما] کے حزم و احتیاط کے اصول کا علم ہے اور تدوین حدیث کے متعلق خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کے عظیم الشان اہتمام اور نقد حدیث میں حفاظ اور ائمہ آثار کی بے باک اور بے لوث جرح وتعدیل اور انتخاب حدیث میں جامعین کی تعجب انگیز اور فوق العادۃ مساعی جمیلہ کو جانتا ہے اس کو برق صاحب اور ان کے ہم نواؤں کو جھٹلانے میں تامل نہ ہونا چاہیے۔

متواتر حدیث کی چند مثالیں

[۱] سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میں اپنے مال کو دو ثلث صدقہ کر دینا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آدھا مال صدقہ کردوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک ثلث صدقہ کردوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، ثلث بھی بہت ہے اور فرمایا: اگر تیرے وارث غنی ہوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے محتاج ہوں اور فرمایا تم کچھ بھی نفقہ کرو اس میں تیرے لیے اجر ہے حتی کہ اگر ایک لقمہ بھی تم نے اپنی بیوی کے منہ میں ڈال دیا ہے اس میں بھی تیرے لیے اجر ہے (۱)۔ [بخاری، ابوداود]

(۱) أُوصِي بمالي كله؟ قال: لا، قلتُ: فالشطرُ؟ قال: لا، قلتُ: الثلث؟ قال: فالثُّلث، والثُّلثُ ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابوبکر رازی جصاص فرماتے ہیں کہ: ”یہ حدیث خبر تواتر میں ہے اور علم و یقین کو مفید ہے۔ امت نے بالاتفاق اس کو تسلیم کیا ہے (۱)۔“ [احکام القرآن، ج ۲: ۱۱۸]

[۲] سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے۔ وارث کے لیے وصیت نہیں ہے (۲)۔“

[ابوداوٗد]

سیدنا عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ (۳) فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا۔ ”وارث کے لیے وصیت نہیں

...... كثيرٌ، إنَّكَ أنْ تَدَعَ ورثَتَكَ أغنياءَ خيرٌ من أن تدعهم عالَةً يتكفّفون الناسَ في أيديهم و إنَّكَ مهما أنفقْتَ من نَفَقَةٍ فإنها صدقةٌ، حتى اللقمة تَرفَعها إلى فِيّ امرأتك.

[صحیح بخاری، کتاب الوصایا [۵۵] باب ان یترک ورثته اغنیاء خیر من ان یتکففوا الناس [۲] حدیث: ۲۷۴۲، سنن ابی داوٗد، کتاب الوصایا [۱۲] باب ماجاء فی مالا یجوز للموصی من مالہ [۲] حدیث: ۲۸۶۴.

(۱) وهذا عندنا في حيز الخبر المتواتر الموجب للعلم، والنافي للريب والشك.

[احکام القرآن ۲: ۹۸، تفسیر سورۃ النساء ۴: ۱۱، باب الوصیۃ لوارث]

آپ اس حدیث کے تحت یہ بھی لکھتے ہیں کہ: قال أبو بكر: قد حوى هذا الخبر ضروباً من الأحكام والفوائد، منها: أنّ الوصية غيرَ جائزة في أكثر من الثلث. والثاني: أنّ المستحب النقصان عن الثلث ولذلك قال بعض الفقهاء: استحب النقصان عنه لقوله ﷺ: والثلث كثيرٌ. والثالث: أنه إذا كان قليل المال وورثته فقراء أنّ الأفضل أن لّا يوصي بشيء لقوله ﷺ: إنّك إنْ تدعْ وَرَثَتَكَ أغنياء خيرٌ من أن تدعهم عالةً يتكففون الناس، وفي ذلك أيضاً: دليل على جواز الوصية بجميع المال إذا لم يكن له وارثٌ لأنه أخبر أن الوصية بأكثر من الثلث ممنوعةٌ لأجل الورثة، وفيه الدلالة: على أن الصدقة في المرض وصيةٌ غير جائزة إلّا من الثلث لأن سعداً رضي الله عنه قال: أتصدّقُ بجميع مالي؟ فقال ﷺ: لا، إلى أن ردّهُ إلى الثلث.

[احکام القرآن ۲: ۹۶، تفسیر سورۃ النساء ۴: ۱۱، باب مقدار الوصیۃ الجائزۃ]

(۲) إنّ الله قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث.

[سنن ابی داوٗد، کتاب الوصایا [۱۲] باب ماجاء فی الوصیۃ لوارث [۶] حدیث: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا [۲۲] باب لا وصیۃ لوارث [۶] حدیث: ۲۷۱۳]

(۳) عمرو بن خارجہ بن منتفق اسدی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔ شام میں سکونت اختیار کی تھی۔ [الاستیعاب: ۵۶۷، ترجمہ: ۹۳۶]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے (۱)۔"

امام ابوبکر رازی جصاص فرماتے ہیں کہ: "یہ حدیث خبرِ تواتر میں ہے اور متواتر رُواۃ سے ہم کو پہنچی ہے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں (۲)۔" [احکام القرآن جلد۲: ۱۱۹]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ: "اس حدیث کا متن متواتر ہے۔ جن سے ہم نے اس کو پڑھا اور یاد کیا۔ قریش اور غیر قریش کے اہل مغازی نے بالاتفاق یہ کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے سال یہ ارشاد فرمایا کہ وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔ اس حدیث کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور یاد کیا انہوں نے جماعت در جماعت اس کو روایت کیا ہے (۳)۔"

[فتح الباری]

---

(۱) أنّ النبی ﷺ خطب علی ناقته وأنا تحت جِرانِها وهی تقصع بجرتها وإنّ لعابها يسيلُ بين كِتْفَيَّ فسمعتهُ يقولُ: إنّ اللّٰه أعطى كلَّ ذِی حقٍّ حقَّهُ، ولا وصيَّةَ لوارثٍ......

[سنن ترمذی، کتاب الوصایا [۳۱] باب ماجاء لاوصیۃ لوارث [۵] حدیث: ۲۱۲۱، سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا [۲۲] باب لاوصیۃ لوارث [۶] حدیث: ۲۷۱۲]

(۲) ونقل أهل السير خطبة النبی ﷺ فی حجة الوداع، وفيها: أن لا وصية لوارث، فورد نقل ذلك مستفيضاً كإستفاضة وجعب الإقتصار بالوصية على الثلث دون مازاد، لافرق بينهما من طريق نقل الإستفاضة. [احکام القرآن ۲: ۹۸، باب الوصیۃ للوارث]

(۳) ولا يخلو إسناد كل منها عن مقالٍ، لكن مجموعها يقتضی أنّ للحديث أصلاً، بل جنح الشافعی فی "الأم" إلى أنّ هذا المتن متواتر فقال: وجدنا أهل الفتيا ومَن حفظنا عنهم من أهل العلم بالمغازی من قريش وغيرهم لا يختلفون فی أنّ النبی ﷺ قال عام الفتح: لا وصية لوارث، ويؤثرون عمن حفظوه عنه ممن لقوه من أهل العلم، فكان نقل كافة عن كافة، فهو أقوى من نقل واحد. وقد نازعَ الفخر الرازی فی كون هذا الحديث متواتراً، وعلى تقدير تسليم ذلك فالمشهور من مذهب الشافعی: أنّ القرآن لاينسخ بالسنة، لكن الحجة فی هذا الإجماعُ على مقتضاهُ كما صرّحَ به الشافعی وغيره.

[فتح الباری ۵: ۳۷۲، کتاب الوصایا [۵۵] باب لاوصیۃ وارث [۶] بذیل عنوان باب]

امام شافعی کی اپنی عبارت کچھ اس طرح ہے: رأيتُ متظاهِراً عند عامة مَن لقيتُ من أهل العلم بالمغازی أنّ رسول اللّٰه ﷺ قال فی خطبته عام الفتح: "لا وصية لوارث" ولم أربين الناس فی ذلك اختلافاً، وإذا قال رسول اللّٰه ﷺ: "لا وصية لوارث" فحكم الوصية لوارث حكم مالم يكن. [کتاب الام ۴: ۱۴۳، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ لوارث]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۳] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب تم جمعہ پڑھنے کے لیے جانا چاہو تو غسل کر لو(۱)۔''

محدث ابوعوانہ(۲) اپنی صحیح میں اس حدیث کو ستر طریقوں سے تخریج کرتے ہیں(۳)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ''میں نے مزید کوشش کی تو ایک سو بیس طریقوں سے یہ مجھے ثابت ہوئی(۴)۔'' [فتح الباری' جلد۲: ۲۸۵]

جو حدیث ایک سو بیس مختلف طریقوں سے ثابت ہوتی ہے اُس کی صحت میں کیا شک رہتا ہے؟

[۴] خُفَّیْن [موزوں] پر مسح کرنی کی حدیث(۵)۔ [بخاری]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ''حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ خُفَّیْن پر مسح کرنے کی حدیث ستر صحابہ نے مجھ سے بیان کی ہے(۶)۔ [فتح الباری' جلد۲: ۲۴۴]

---

(۱) إذا جاء أحد کم الجمعةَ فلیغتسل.
[صحیح بخاری' کتاب الجمعۃ [۱۱] باب فضل الغسل یوم الجمعۃ [۲] حدیث: ۸۷۷]

(۲) یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم' نیشاپوری' اسفرائینی' ابوعوانۃ' اکابر حفاظِ حدیث میں تھے۔ یاقوت حموی اُنہیں حافظ الدنیا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ طلب حدیث میں شام' مصر' عراق' حجاز' جزیرہ' یمن اور فارس کے طویل سفر کیے۔ اسفرائین میں سکونت اختیار کی۔ وہیں امام شافعی کا مسلک خوب پھیلایا اور وہیں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۳: ۷۷۹' وفیات الاعیان ۶: ۳۹۳' معجم البلدان ۱: ۱۷۷-۱۷۸]

(۳) فقد اعتنی بتخریج طرقه أبو عوانة فی صحیحه فساقَهُ من طریق سبعین نفساً رووهُ عن نافع. [فتح الباری ۲: ۳۵۷' کتاب الجمعۃ [۱۱] باب فضل الغسل یوم الجمعۃ [۲] بذیل حدیث: ۸۷۷]

(۴) وقد تتبعتُ ما فاتَهُ' وجمعتُ ما وقعَ لی من طرقه فی جزء مفرد لغرض اقتضٰی ذلك فبلغت أسماء مَن رواه عن نافع مائة وعشرین نفساً.
[فتح الباری ۲: ۳۵۷' کتاب الجمعۃ [۱۱] باب فضل الغسل یوم الجمعۃ [۲] بذیل حدیث: ۸۷۷]

(۵) فغَسَلَ وَجههُ ویدیه ومَسَحَ برأسه' ومَسَحَ علی الخُفَّین.
[صحیح بخاری' کتاب الوضوء [۴] باب الرجل یوضئ صاحبه [۳۶] حدیث: ۱۸۱]

(۶) وقد صَرَّحَ جمعٌ من الحفاظ بأنَّ المسح علی الخفین متواترٌ' وجمع بعضهم رواته فجاوزوا الثمانین ومنهم العشرة' وفی المصنَّف لابن أبی شیبة وغیره عن الحسن ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابوبکر رازی فرماتے ہیں کہ: ”مسح خفین کی حدیث تواتر سے ثابت ہے (۱)۔“

[۵] نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میرے نام پر نام رکھو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو، جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے سچ مچ مجھے خواب میں دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، جس نے مجھ پر جھوٹ بولا اس نے ضرور اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا (۲)۔“

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ”یہ حدیث تیس صحابہ سے صحیح طریقوں روایت کی گئی ہے۔ یوسف بن خلیل اور ابو علی البکری دونوں متعاصروں نے ایک صد صحابہ سے الگ الگ طریقوں میں یہ حدیث روایت کی، اسی طرح ساٹھ اور اسی صحابہ سے ابو بکر صیرفی اور ابن مندہ نے اس حدیث کی روایت کی اور محدثین اس کو متواتر کہتے ہیں، اس کی صحت میں کسی کو شبہ نہیں (۳)۔“ [فتح الباری، جلد ۱: ۱۴۹]

......البصری: حدثنی سبعون من الصحابة بالمسح علی الخفین.

[فتح الباری ۲: ۳۰۶، کتاب الوضوء [۴] باب المسح علی الخفین [۴۸] بذیل حدیث: ۲۰۲]

(۱) قال أبو بکر: قد ثبت المسح علی الخفین عن النبی ﷺ من طریق التواتر والإستفاضة من حیث یوجب العلم.

[احکام القرآن ۲: ۳۴۸، تفسیر سورة المائدة ۵: ۶، ذکر الخلاف فی المسح علی الخفین]

(۲) تَسمُّوا بإسمی ولا تکتَنُوا بکنیتی، ومَن رآنی فی المنام فقد رآنی، فإنَّ الشیطان لا یتمثَّل بصورتی، ومَن کذبَ عَلَیَّ متعمِّداً فلیتبوأ مقعده من النار.

[صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۱۰]

(۳) فهؤلاء ثلاثة وثلاثون نفساً من الصحابة، وورد أیضاً عن نحو من خمسین غیرهم بأسانید ضعیفة، وعن نحو من عشرین آخرین بأسانیدِ ساقطةٍ، وقد اعتنی جماعةٌ من الحفاظ بجمع طرقه، فأول مَن وقفتُ علی کلامه فی ذلك علی بن المدینی وتبعه یعقوب بن شیبة فقال: رُوی هذا الحدیث من عشرین وجهاً عن الصحابة من الحجازیین وغیرهم، ثم ابراهیم الحربی وأبو بکر البزار فقال کل منهما: إنه وردَ من حدیث أربعین من الصحابة، وجمع طرقه فی ذلك العصر أبو محمد یحیی بن محمد بن صاعد فزاد قلیلاً، وقال أبو بکر الصیرفی شارح رسالة الشافعی: رواه ستون نفساً من الصحابة، وجمع طرقه الطبرانی فزاد قلیلاً، وقد جمع طرقه ابن الجوزی فی مقدمة کتاب "الموضوعات" فجاوَزَ التسعین، وبذلك جزم ابن دحیة، وقال أبو موسی المدینی: یرویه نحو مائة من الصحابة، وقد جمعها بعده الحافظان: یوسف ابن خلیل وأو علی البکری، وهُما متعاصرانِ، فوقع لکل منهما ما لیس عند الآخر، وتحصل ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر یہ بھی لکھتے ہیں کہ: ''متواتر حدیثوں کی بہت سی مثالیں ہیں، جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث کہ جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت میں مکان بنایا پھر دعاء میں رفع یدین کی حدیث، شفاعت کی حدیث، قیامت میں اللہ تعالیٰ کی رویت کی حدیث اور یہ کہ قریش سے ائمہ ہوں گے، یہ سب متواتر احادیث ہیں (۱)۔''

متواتر حدیثوں کی تعداد صرف اتنی نہیں بلکہ جس قدر بھی ان کی تلاش میں محنت کی جائے اسی قدر اُن کی تعداد زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ اگر برق صاحب سلف اور خلف کے حفاظ حدیث کی بتلائی ہوئی حدیث کو تسلیم نہیں کرتے تو ان کو یہ توقع کیوں ہوتی ہے کہ ان کا بے سرو پا کہنا تسلیم کیا جائے گا؟

...... من مجموع ذلك كله رواية مائة من الصحابة على ما فصّلتُه مِن صحيحٍ وحسنٍ و ضعيفٍ وساقطٍ، مع أنّ فيها ما هو فى مطلق ذم الكذب عليه ﷺ من غير تقييد بهذا الوعيد الخاص، ونقل النووى: أنه جاء عن مائتين من الصحابة ﷺ، ولأجل كثرة طرقه أطلَقَ عليه جماعةٌ أنه متواترٌ، و نازَعَ بعض مشائخنا فى ذلك قال: لأنّ شرط التواتر استواء طرفيه و ما بينهما من الكثرة، و ليست موجودةٌ فى كل طريق منها بمفردها. وأُجيب: بأن المراد باطلاق كونه متواتراً رواية المجموع عن المجموع من ابتدائه إلى انتهائه فى كل عصر، وهذا كافٍ فى إفادة العلم.

[فتح الباری ۱:۲۰۳، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۸] بذیل حدیث: ۱۱۰]

(۱) والصفات العلية فى الرواة تقومُ مقام العدد أو تزيد عليه كما قررته فى نكت علوم الحديث وفى شرح نخبة الفكر، وبيَّنتُ هناك الرد على مَن ادعى أن مثال المتواتر لا يوجدُ إلّا فى هذا الحديث، وبيّنتُ أنّ أمثلته كثيرةٌ منها: حديثُ مَن بنى للّٰه مسجداً، والمسح على الخفين، ورفع اليدين، والشفاعة، والحوض، و رؤية اللّٰه فى الآخرة، والأئمة من قريش، وغير ذلك، واللّٰه المستعان.

[فتح الباری ۱:۲۰۳، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۸] بذیل حدیث: ۱۱۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا علم کیسے ہوتا ہے؟

آپ جانتے ہیں کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو ہم عقل اور حواس سے معلوم کرسکتے ہیں، جیسے ہم جانتے ہیں کہ ایک عدد دو کا آدھا ہے اور ہر حَـادِثْ [مخلوق/نئی چیز] کے لیے مُحْدِثْ [خالق/موجد] کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم کہتے ہیں زید نے ایسا کہا ہے اور ایسا کیا ہے۔ زید کا کہنا اور زید کا کرنا قول اور فعل سمع اور بصر کی حس سے معلوم ہوتے ہیں اور جو سمع و بصر کی حس سے معلوم ہوتے ہیں یا تو ان کو وہ لوگ جانتے ہیں جنہوں نے اس کو براہ راست سنا اور دیکھا یا وہ لوگ ہی جانتے ہیں جنہوں نے اس کو براہِ راست تو نہیں دیکھا اور نہ سنا مگر ان کو ایسے لوگوں نے ان امور کی خبر دی ہے جنہوں نے ان کو دیکھا اور سنا ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر مخبر صادق اور ہر خبر سچی ہو بلکہ ہر خبر میں فی نفسہٖ صدق و کذب دونوں کا احتمال ہے اس لیے ایسے امور کی بحث ضروری ہوتی ہے جن سے کسی خبر کا صادق ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔ اگر وہ خبر تواتر سے ثابت نہیں ہوتی مگر ایسے امارات اس خبر میں موجود ہوتے ہیں جو اس خبر کے صدق کو ثابت کرتے ہیں اور یہ اکبر ظن اور غالب رائے ہے جس پر شرعی احکام مبنی ہوتے ہیں اور چونکہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور افعال کا نام حدیث ہے تو جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور افعال کو براہِ راست نہ سنا ہے اور نہ دیکھا ہے اُن کے لیے آپ ﷺ کے ارشادات اور افعال کی خبر کے سوا اور کوئی سبیل نہیں ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا کل اسوہ صحابہ کرام ؓ، تابعین عظام اور اُن کے بعد رُواۃ کی راہ سے ہم کو پہنچتا ہے اس لیے محدثینِ صحابہ و تابعین نے اور ان کے بعد حفاظِ حدیث اور ائمہ نے سند اور اِسناد میں فوق العادۃ سختی اور غیر معمولی احتیاط سے کام لیا ہے۔

سند متنِ حدیث کے طریق کو کہا جاتا ہے۔ اِسناد تمام رُواۃ کے ذکر کے بعد نبی کریم ﷺ تک حدیث کے پہنچانے کا نام ہے۔ سند کو سند اس لیے کہتے ہیں کہ حدیث کی صحت اور ضعف کی تحقیق اس سے ہوتی ہے۔ سند کے معنی میں اِسناد کا اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔

امام محمد بن سیرین (۱) فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) محمد بن سیرین بصری اَنصاری بالولاء ابوبکر، جلیل القدر تابعی ہیں۔ اپنے زمانہ میں بصرہ کے امام تھے ۳۳ھ = ۶۵۳م کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۱۰ھ = ۷۲۹م کو وفات پائی۔ بزاز تھے۔

[تاریخ بغداد ۵: ۳۳۱، الاعلام ۶: ۱۵۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یہ علم حدیث دین ہے۔ تم دیکھو اور سوچو کہ کس سے دین لیتے ہو(۱)۔"

دین تو ان سے لیا جائے گا جن میں دین ہے اور ان کے دین پر اعتماد ہے۔

امام ابن سیرین یہ بھی فرماتے ہیں کہ: "پہلے سند اور اِسناد کا سوال اور ذکر نہیں کیا جاتا تھا لیکن جب فتنہ پڑا(۲) تو یہ سوال شروع ہوا کہ بیان کرنے والوں کے نام بتائے جائیں۔ اگر حدیث کو بیان کرنے والے سنت کے پابند ہیں تو ان کی حدیث لی جائے گی اور اگر مبتدعین [نئی روشنی کے لوگ] ہیں تو اُن کی حدیث نہیں لی جائے گی(۳)۔"

امام عبداللہ بن مبارک(۴) فرماتے ہیں کہ:

"اِسناد تو دین ہے' اگر اسناد نہ ہوں تو جس کے جی میں جو آئے کہہ دے(۵)۔"

اور فرمایا کہ: "ہمارے اور قوم کے درمیان قوائم ہیں(۶)۔"

جس طرح کوئی مکان قوائم [ستونوں] کے بغیر کھڑا نہیں ہوتا اسی طرح اِسناد کے بغیر حدیث ثابت نہیں ہوتی۔

ابراہیم بن عیسیٰ طالقانی نے عبداللہ بن مبارک سے کہا: ابوعبدالرحمٰن! یہ حدیث ہے کہ نیکی

---

(۱) إنّ هذا العلمَ دِينٌ فانظروا عمن تأخذون دينكُم.
[صحیح مسلم ۱:۱۴' المقدمۃ' باب الاسناد من الدین [۵]

(۲) محدث قرطبی لکھتے ہیں: هذه الفتنة يعني بها فتنة قتل عثمان ﷛. [المفہم ۱:۱۲۳]
"اس فتنہ سے مراد سیدنا عثمان ﷛ کے قتل کا فتنہ ہے۔"

(۳) لم يكونوا يسألون عن الإسناد' فلما وقعت الفتنة قالوا: سَمُّوا لنا رجالكم' فيُنظَرُ إلى أهل السنة فيُؤخَذُ حديثهم ويُنظَرُ إلى أهل البدع فلا يُؤخَذُ حديثُهم.
[صحیح مسلم ۱:۱۵' المقدمۃ' باب الاسناد من الدین [۵]

(۴) عبداللہ بن مبارک بن واضح حنظلی' تمیمی' مروزی' ابوعبدالرحمٰن' خراسان سے تعلق تھا۔ ۱۱۸ھ = ۷۳۶م کو پیدا ہوئے۔ دریائے فرات کے ساحلی گاؤں "ہیت" میں ۱۸۱ھ = ۷۹۷م کو وفات پائی۔ حافظ حدیث' شیخ الاسلام اور تاجر و مجاہد تھے۔ علم حدیث' فقہ' عربیت' تاریخ اور شجاعت و سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ [وفیات الاعیان ۳:۳۲' تاریخ بغداد ۱۰:۱۵۲' تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۷۴' الاعلام ۴:۱۱۵]

(۵) الإسناد من الدين' ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء' ولكن إذا قيل له: من حدثك بقي. [صحیح مسلم' مقدمہ ۱:۱۵' باب: الاسناد من الدین [۵]

(۶) بيننا وبين القوم القوائمُ. يعني: الإسنادُ. [صحیح مسلم' مقدمہ ۱:۱۵' باب: الاسناد من الدین [۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد یہ نیکی ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ اپنی ماں اور باپ کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزہ کے ساتھ اپنی ماں اور باپ کے لیے روزہ رکھے۔ عبداللہ بن مبارک نے یہ سن کر کہا کہ آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ اس نے کہا شہاب بن خراش نے۔ آپ نے فرمایا یہ تو ثقہ ہیں مگر اُن سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ اس نے کہا کہ حجاج بن دینار نے۔ ابن مبارک نے کہا وہ بھی ثقہ ہیں، مگر وہ اس کو کن سے نقل کرتے ہیں؟ اُس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے، عبداللہ بن مبارک نے یہ سن کر فرمایا کہ حجاج بن دینار اور نبی کریم ﷺ کے درمیان لمبے اور بے آب و گیاہ صحرا ہیں جن میں سواریاں عاجز ہو کر ہلاک ہو جاتی ہیں (۱)۔"

حجاج بن دینار تبع تابعین میں سے ہیں، اُن کے درمیان اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان کم از کم ایک تابعی اور ایک صحابی کے اِنقطاع کا بڑا فاصلہ ہے (۲)۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ: "چار قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے حدیث نہیں لی جاتی:
[۱] بے علم اور بے وقوف سے [۲] بدعتی، ہوا پرست، جو اپنی بدعات اور خواہشات کی طرف لوگوں کو بلاتا اور ان کو تسلیم کرنے پر اصرار کرتا ہے۔ [۳] وہ شخص جو لوگوں کی باتوں اور معاملات میں جھوٹ بولتا ہے اگرچہ حدیث کے بارے میں وہ مُتَّهَمْ بِالْكَذِبْ [جھوٹ بولنے سے بدنام] نہ ہو۔ [۴] وہ شیخ [زاہد، عابد] جو فضل وصلاح میں معروف ہے مگر وہ یہ نہیں

---

(۱) يا أبا عبد الرحمن! الحديث الذي جاء: "إِنَّ من البِرِّ بعد البر أنْ تُصَلِّيَ لأبويك مع صلاتك، وتصومَ لهما مع صومك" فقال عبد الله: يا أبا إسحق عمَّن هذا؟ قال: قلتُ له: هذا من حديث شِهاب بن خِراش، فقال: ثقةٌ، عمَّن؟ قال: قلتُ: عن الحجاج بن دينار، قال: ثقةٌ، عمَّنْ؟ قال قلتُ: قال رسولُ الله ﷺ، قال: يا أبا إسحق! إِنَّ بين الحجاج بن دينار وبين النبي ﷺ مفاوِزَ تَنقطِعُ فيها أعناقُ المَطِيِّ، ولكن ليس في الصدقة اختلافٌ.
[صحیح مسلم ۱:۱۶، المقدمۃ، باب الاسناد من الدین [۵]

(۲) وذلك لأنَّ الحجاج بن دينار هذا من تابعي التابعين، فأقلّ ما يُمكِنُ أن يكون بينه وبين النبي ﷺ اثنان: التابعيُّ والصحابيُّ، فلهذا قال: بينهما مفاوز، أي: اِنقطاعٌ كثيرٌ.
[شرح صحیح مسلم نووی ۱:۸۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانتا کہ کیا کہہ رہا ہے (۱)۔"

اور فرمایا کہ: "جس نے باقاعدہ علم حدیث حاصل نہیں کیا اور محدثین کی مجالس میں شریک نہیں رہا اُس سے حدیث کا علم نہ لیا جائے (۲)۔"

اور فرمایا کہ: "اگر چہ ایک شخص ثقہ ہو مگر حافظ نہ ہو۔ علم حدیث کا فارغ التحصیل اور محدثین کی مجالس کا رفیق نہ ہو۔ حدیث کی صحت اور سقم کو نہ جانتا ہو۔ آزمودہ کار نہ ہو' ایسے لوگوں سے بھی حدیث نہیں لی جائے گی (۳)۔"

ان اساطینِ علم کے مذکورہ دستور سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے حدیث لی گئی وہ کس قسم کے لوگ تھے اور سند کو محدثین نے دین کا مقام دے کر یہ ظاہر فرمایا کہ سند کے بارے میں تابعین اور تبع تابعین کا نظریہ کیا تھا اس قدر ثقہ اور عادل سند کے لیے تابعین اور ان کے تلامذہ نے مشکور سعی فرمائی ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طرح کی بلیغ سعی' کڑی شرطوں اور شدت انتقاد کے باوجود ان محدثین کو صحیح حدیثیں حاصل کرنے میں کامیابی کیوں نہیں ہوئی ہے؟

روایت حدیث کی پہلی لڑی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی قولی اور فعلی حدیث کی روایت کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت اور صداقت میں کسی کو کلام نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی جرح و تعدیل جاری نہیں ہوئی۔ قرآن مجید نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صداقت و عدالت اور خلاص و ایثار پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور اعلان فرمایا کہ: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. [سورۃ التوبۃ ۹:۱۰۰]

---

(۱) لايؤخذُ الحديث عن أربعةٍ ويؤخذ عمن سواهم: رجلٌ معلنٌ بفسقه' وإن كان أروى الناس' ورجلٌ يكذب في أحاديث الناس' وإن كنتَ لاتتّهِمُهُ على حديث رسول الله ﷺ و صاحب بدعة يدعو إلى بدعته' ورجلٌ له فضلٌ لايعلمُ مايُحدث به.
[إكمالُ المعلم بفوائد مسلم ۱:۱۲۶]

(۲) سُئِلَ مالكٌ أيؤخذُ العلم ممن ليس له طلبٌ' ولامجالَسة؟ فقال: لا. [توجيه النظر: ۲۶]

(۳) وقيل له: أيؤخذُ ممن هو صحيحٌ ثقةٌ غير أنه لايحفظ' ولايفهم مايحدث به؟ فقال: لا يُكتب العلم إلّا عمن يحفظ ويكون قدطلب وجالَس الناس وعرف وعمل ويكون معه ورع. [توجيه النظر: ۲۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اُس سے راضی ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کے جمالِ بے مثال سے اپنے قلوب و ایمان کو روشن کیا اور ان کے اقوالِ گراں قدر کے مقام کو جانا اُنہوں نے قرآن مجید کے بعد نبی اکرم ﷺ کا تمام اُسوہ اپنے قلوب پر ایسا کندہ کیا کہ اس کو بعینہ دوسرے لوگوں کو سنایا' دکھلایا اور جس طرح عہد نبوت میں قرآن مجید کے تحفظ اور اِنضباط کا دارو مدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یادداشت پر رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ کی خاطر اور محبت میں تمام خویش و اقارب' مال و دولت اور ہر قسم کے تعلقات کو خیر باد کہا۔ عرب و عجم' خویش و اقارب' ماں باپ اور بیٹے بیٹیوں سے نبی اکرم ﷺ کی نصرت و حمایت میں جنگ کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تمام عالم میں اسلام کا علم بلند کیا ان کی تمام زندگی فقیرانہ اور درویشانہ تھی۔ خلفاءِ راشدین اور ان کے حکام کا یہ حال تھا کہ حکمرانی کے باوجود کوئی سرمایہ نہیں چھوڑا۔ عبادات و معاملات' اخلاق و عمل کسی شعبہ زندگی کے حسن میں کوئی فرق نہیں آیا۔ قرآن مجید میں مؤمنین' متقین' صادقین صالحین اور صابرین وغیرہ اس قسم کے جتنے اوصاف حمیدہ مذکور ہیں' وہ سب سے پہلے رسول اکرم رضی اللہ عنہم کے صحابہ پر صادق آتے ہیں اور ان کے بعد باقی امت پر بولے جائیں گے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام روایات کو کسی تحقیق اور تنقید کے بغیر امت نے قبول کیا ہے۔

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت اور ان کی روایت کی قطعی صحت کو قبول نہ کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ دین قیم صرف عہد نبوت تک محصور کیا جانا منظور ہے اور آج۔ اللہ نہ کرے۔ قرآن مجید کی قطعیت میں شبہ ہوگا اس لیے کہ قرآن مجید بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے ہم کو پہنچا ہے۔

روایت حدیث کی دوسری لڑی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد روایت حدیث کی دوسری لڑی تابعین عظام ہیں' جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم رتبہ نہیں مگر اُن کے علم و عمل کے نمونہ ضرور ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رنگ ان پر چڑھا ہوا تھا اور اُن ہی کی سی خُو بو [اخلاق] لیے ہوئے تھے' یعنی تابعین پر صلاح و تقویٰ اور دیانت و امانت کا غلبہ رہا۔ حافظ شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں کہ:

"بے انتہا تحقیق و تفتیش کے باوجود بھی تابعین میں سے کوئی ایک راوی جھوٹا نہ مل سکا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان اوصاف کے پیدا ہونے کا صدقہ تھا کہ قرآن مجید نے تابعین کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دوش بدوش خیر و برکت کی صف میں کھڑا کیا ہے۔ اعیانِ مومنین، مہاجرین اور انصار جنہوں نے ہجرت میں سبقت، نصرت و اعانت میں پہل کی اور جو لوگ نیک کاری اور حسن نیت سے ان پیش روانِ اسلام کی پیروی کرتے رہے، ان سب کو درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو کر رہی:

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. [سورۃ التوبہ ۹: ۱۰۰]

"اور جو لوگ ان کے پیرو ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اُس سے راضی ہیں۔"

اسی دورِ تابعین میں تدوین حدیث کی بنیاد رکھی گئی۔ اگرچہ حدیث کے متفرق مجموعے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں لکھے جا چکے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بطور خود احادیث نبویہ لکھتے رہے۔ پہلے حصہ میں اس کی تفصیل کی گئی ہے، مگر تابعین کے دور میں عمر بن عبدالعزیز نے یہ فرمان جاری کیا کہ احادیث نبویہ کو کتابی شکل میں مدون اور مرتب کیا جائے، چنانچہ بڑی سرعت کے ساتھ تدوین حدیث کا کام شروع ہوا اور بہت جلد انجام کو پہنچا۔

سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ: "عمر بن عبدالعزیز نے ہم کو احادیث نبویہ کی کتابت کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور جہاں کہیں کوئی صوبہ کا والی اور بڑا فرماں روا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ایک ایک دفتر اس شہر میں بھیج دیا (۱)۔"

زہری فرماتے ہیں: ہمیں حدیث کا لکھنا گراں تھا اس لیے کہ ہم کو حفظ اور زبانی روایت کی عادت تھی مگر امراء نے ہم کو حدیث کے لکھنے پر مجبور کیا پھر ہماری رائے بھی یہ ہوئی کہ حدیث کے لکھنے سے کسی مسلمان کو منع نہ کریں (۲)۔"

مزید کہتے ہیں: "ہم صرف احکام حلال و حرام کو لکھا کرتے تھے لیکن ابن شہاب جو کچھ سنتے تھے۔ قلم بند کر لیا کرتے تھے، بعد میں معلوم ہوا کہ انہیں کا علم سب سے زیادہ ہے (۳)۔"

---

(۱) أمرنا عمر بن عبدالعزيز بجمع السنن فكتبناها دفتراً دفتراً، فبعث إلى كل أرض له عليها سلطانٌ دفتراً. [جامع بیان العلم وفضلہ ۱: ۷۶، روایت: ۴۳۸]

(۲) كُنّا نكرهُ كتاب العلم حتى أكرهنا هؤلاء الأمراء، فرأينا أن لا نمنعه أحداً من المسلمين. [جامع بیان العلم وفضلہ ۱: ۷۶، روایت: ۴۳۹]

(۳) كُنَّا نكتب الحلال والحرام، وكان ابن شهاب يكتب كل ما سمع، فلما احتيج إليه عَلِمْتُ أنه أعلم الناس. [جامع بیان العلم وفضلہ ۱: ۷۹، روایت: ۴۱۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسن بصری فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے پاس کتابیں ہیں، جنہیں ہم برابر دیکھا کرتے ہیں (۱)۔''

عادل، ثقہ، نیک کار اور نیک نیت تابعین نے باضابطہ اور انتظامِ حکومت کے اہتمام میں حدیث کی کتابیں لکھیں اور آنے والے جامعین حدیث نے اس میں زیادہ ترقی کی۔

فائدہ: سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن ۱۲۵ھ میں فوت ہوتے ہیں اور ابن شہاب زہری نے ۱۲۴ یا ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔ حسن بصری ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ ایسے اہل تقویٰ اور اربابِ ورع کبار تابعین علماء نے حدیث کی کتابیں لکھیں۔ آپ غور کریں کہ اگر اُن کتابوں کی صحت میں شک ہوتا ہے تو وہ کس راستہ سے آتا ہے؟

تابعین خود علم و عمل کی فضیلت، عدل و ثقاہت (۲) کے مالک ہیں اور اُن سے اوپر صحابہ کا طبقہ ہے جس میں بحث و کلام کی گنجائش نہیں ہے۔

روایت حدیث کی تیسری لڑی

تابعین عظام کے بعد اُن کے تلامذہ تبع تابعین کا طبقہ ہے، ان نفوسِ قدسیہ کے دور میں ایسے لوگ نکلے ہیں جنہوں نے حق و صدق میں باطل و کذب کو ملانا چاہا اور حدیثیں وضع کرنی شروع کیں مگر حق تعالیٰ کو اپنے نبی ﷺ کی شریعت اور دین کی حفاظت مقصود تھی اس لیے وضاعینِ حدیث کی سرکوبی اور امت مسلمہ کی رشد و ہدایت کے لیے تنقید رجال کے ائمہ، جبال علم اور حفاظ کو کھڑا کر دیا جنہوں نے کاذب کا کھوج لگانے میں دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور علم اسماء الرجال و علم جرح و تعدیل کی بنیاد رکھی، جس سے سچے اور جھوٹے راوی اور صحیح و سقیم روایت میں فرق اور امتیاز ہو جاتا ہے اور نقدِ روایات میں محدثین نے ان ہی علوم کو مشعلِ راہ بنایا۔ حاکم نیشاپوری [وفات: ۴۰۵ھ] اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث کی ابتداء میں لکھتے ہیں کہ: ''جب ہم نے اپنے زمانہ میں دیکھا کہ بدعات کی کثرت اور اصول سنن کی معرفت کم ہو رہی ہے اور مہمل لوگ غفلت اور بے احتیاطی کے ساتھ اخبار کو لکھتے اور پڑھتے ہیں تو میں نے یہ کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تاکہ علوم حدیث کے ایسے انواع کا اس میں ذکر کروں جن کی ضرورت ہے اور ان کے بغیر احادیث لکھنے پڑھنے والوں کو خطاء اور غلطی میں گرنے کا بڑا

---

(۱) إِنَّ لنا كتباً نتعاهدها. [جامع بیان العلم وفضلہ ۱: ۲۸۲، روایت: ۴۲۳]

(۲) درست لفظ وثاقت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطرہ ہے(۱)۔“

علی بن سلطان انصاری (۲) کہتے ہیں کہ: ”ہارون الرشید کے پاس ایک زندیق لایا گیا۔ اُس نے اِس زندیق کے قتل کا حکم دے دیا تو اس نے کہا امیر المؤمنین! میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں' ان کو کیا کرو گے؟ ہارون الرشید نے کہا: زندیق! تم عبداللہ بن مبارک ابن اسحاق غواری (۳) کو نہیں جانتے' وہ تمہاری وضع کی ہوئی حدیثوں کے ایک ایک حرف کو الگ کر دیں گے (۴)۔“

محمد طاہر بن علی ہندی (۵) [وفات: ۹۷۶ھ] اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ:

---

(۱) فإني لما رأيتُ البدع في زماننا كثرت' ومعرفة الناس بأصول السنن قلّتْ' مع إمعانهم في كتابة الأخبار و كثرة طلبها على الإهمال والإغفال دعاني ذلك إلى تصنيف كتاب يشتمل على ذكر أنواع علم الحديث مما يحتاج إليه طلبة الأخبار. [معرفة علوم الحديث: ۱-۲]

(۲) ملا علی قاری بن سلطان محمد' نور الدین' حنفی فقیہ تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۰۱۴ھ = ۱۶۰۶ کو وفات پائی۔ سال میں ایک مصحف لکھ کر اسے فروخت کر کے اس پر گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ [البدر الطالع ۱۱:۴۴۵' الفوائد البہیۃ: ۸ من التعلیقات]

۞ بصائر السنۃ کے مطبوعہ نسخہ میں ”انصاری“ ہے جو نادرست ہے۔ درست ”القاری“ ہے۔

(۳) ابراہیم بن محمد' کوفہ میں پیدا ہوئے۔ دمشق میں رہائش اختیار کی۔ بغداد چلے گئے۔ ہارون رشید نے اُن کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کی۔ باعمل عالم تھے۔ ۱۸۸ھ میں وفات پائی۔
[تہذیب الکمال ۲:۱۶۷]

۞ بصائر السنۃ کے مطبوعہ نسخہ میں ”ابن اسحاق غواری“ ہے۔ درست نام ”ابو اسحاق فزاری“ ہے۔

(۴) أخذ هارون الرشيد يوماً زنديقاً فأمر بضرب عنقه فقال له الزنديق: لم تضرب عنقي يا أمير المؤمنين؟ فقال: أريح العباد منك' فقال: فأين أنت من ألف حديث وضعتها على رسول الله ﷺ كلها ما فيها حرف نطق به؟ فقال له: فأين أنتَ يا عدو الله من أبي إسحاق الفزاري و عبدالله بن المبارَك؟ يتخللانها فيخرجانها حرفاً حرفاً.
[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲:۲۵۷' واللفظ لہ' تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۷۳' ترجمہ: ۲۵۹' تہذیب التہذیب ۱:۱۳۷' ترجمہ: ۲۴۳' الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: ۸۹-۹۰' فصل: ۲]

(۵) جمال الدین محمد بن طاہر پٹنی' ۹۱۴ھ = ۱۵۰۸ء کو گجرات [انڈیا] کے شہر نہر والہ میں پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے اساطین علم سے کسب فیض کیا۔ ۹۴۴ھ میں حج کیا اور وہاں کے علماء سے بھرپور علمی فوائد حاصل کیے۔ بوہرہ قوم سے تعلق تھا جو مہدویہ اسماعیلیہ کی پیرو تھی' انہوں نے عہد کیا تھا کہ جب تک......

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"کثیر التعداد وضاعینِ حدیث کے۔ اجو حق تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو ایسے علماء محدثین کے وجود سے نوازا ہے جنہوں نے وضاعین کے تمام دجل وفریب کا دامن چاک کیا اور ان کے تمام قبائح کا انبار الگ کر دیا اور صحیح حدیثوں کو روشن اور واضح کرتے ہوئے ان کی وضع اور کذب کا غبار اڑا دیا۔ دین کے مشہور اور محافظ یہی ہیں (۱)۔"

اگر تبع تابعین اور ان کے بعد وضاعین کی نجاست ظاہر ہوئی تھی تو عبداللہ بن مبارک، ابن اسحاق غواری (۲) اور ان جیسے دوسرے نقادوں اور علوم حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے وجود مسعود سے کوئی قرن خالی نہیں رہا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان سے خاتم النبیین رحمۃ للعلمین ﷺ کے علم و آثار کی حمایت اور نصرت کا فوق العادۃ کام لیا ہے۔ وضاعین حدیث موجود تھے مگر حق تعالیٰ نے ان کی پوری مدد فرمائی اور انہیں غیر معمولی توفیق بخشی جس سے محافظینِ حدیث وضاعینِ حدیث پر غالب آئے۔

معاویہ بن قرۃ (۳) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"میری امت میں قیامت تک ایسی جماعت رہے گی کہ حق تعالیٰ کی نصرت ان کے ساتھ رہے گی اور لوگ ان کی مخالفت کریں گے، اس کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گے مگر قیامت تک اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ لوگوں کی تمام مخالفانہ کوششیں فیل ہو جائیں گی (۴)۔"

...... اپنی قوم سے بدعت وضلالت کو دور نہ کروں گا عمامہ سر پر نہ باندھوں گا۔ ۹۸۶ھ = ۱۵۷۸ء کو آپ نے شہادت پائی۔ [تذکرہ علمائے ہند: ۴۴۰، ترجمہ: ۵۱۱]

(۱) الوضاعون خلق کثیرٌ، فمن کبارھم...... وقال النسائی: الکذابون المعروفون بالوضع أربعةٌ...... فخلق اللہ علماءَ یذبون، ویوضحون الصحیح، ویفضحون القبیح، فھم حراس الأرض وفرسان الدین، کثرھم اللہ إلی یوم القیامة.

[تذکرۃ الموضوعات: ۸، الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: ۴۲۶]

(۲) صحیح ابو اسحاق فزاری ہے۔

(۳) معاویہ بن قرۃ بن إیاس بن ہلال بن رِیاب، ابو اِیاس، مزنی، بصری، امام اور ثبت [کھرا] عالم تھے۔ قاضی اِیاس کے والد محترم ہیں۔ یوم جمل کے دن پیدا ہوئے اور ۱۱۳ھ کو وفات پائی۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ۷۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔ [سیر أعلام النبلاء ۵: ۱۵۳]

(۴) لایزال الناسُ من أمتی منصورین، لایضرھم مَن خذَلھم حتی تقوم الساعة.

[معرفۃ علوم الحدیث: ۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں کہ: ''میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ امت مسلمہ میں کون سی جماعت ہے کہ حق تعالیٰ کی حمایت اور پشت پناہی کرتی ہے۔؟ اُنہوں نے فرمایا وہ اصحاب حدیث کی جماعت ہے اور اگر اصحاب حدیث کو حق تعالیٰ کی اعانت حاصل نہ ہو تو میں نہیں جانتا کہ پھر اور دوسری جماعت کون سی ہے؟''

امام حاکم فرماتے ہیں کہ: ''امام احمد نے حدیث مذکور کی بہت عمدہ تفسیر کی ہے کہ اصحابِ حدیث حق تعالیٰ کی طرف سے منصور جماعت ہے اور کسی دوسرے کو اصحابِ حدیث سے زیادہ حق تعالیٰ کی نصرت اور توفیق کا حق نہیں پہنچتا (۲)۔''

صحت حدیث کی عظیم الشان شہادت

ظاہر بین جو چاہیں کہیں اور جیسا چاہیں فریب کریں مگر واقعات بہر حال واقعات رہتے ہیں۔ احادیث کی صحت پر بے شمار ایسے دلائل قائم ہیں اور قائم کیے جا سکتے ہیں جن کا وزن منکرین حدیث برداشت نہیں کر سکتے۔ آج کی دنیا میں عہد صحابہ کی یادگار سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اَلصَّحِیْفَۃُ الصَّحِیْحَۃُ جس قوم کی شہادت پیش کرتا ہے شائید منکرین حدیث کے فریب خوردہ معاونین بھی اس کی صحت سے انکار و تامل نہیں کریں گے۔

آپ جانتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس حدیث کی لکھی ہوئی کتابیں تھیں اور جب اُن کے تلامذہ [تابعین] اُن سے حدیث کا درس لیتے تھے تو اُن سے سنی ہوئی حدیثوں کو لکھ لیا کرتے تھے اور اُنہیں کو پڑھ کر سنایا بھی کرتے تھے تا کہ ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی تصدیق اور توثیق بھی حاصل کریں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اُن کی لکھی ہوئی حدیثوں کو نقل کرنے کے لیے تلامذہ اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ نقل کرنے کے بعد تصدیق و توثیق کے لیے اُن کو

---

(۱) موسی بن ھارون یقول: سمعتُ أحمد بن حنبل یقول و سُئِلَ عن معنی ھذا الحدیث فقال: إن لم تکن ھذہ الطائفةُ المنصورة أصحاب الحدیث فلا أدری مِن ھُم؟
[معرفة علوم الحدیث: ۲]

(۲) قال أبو عبد اللّٰہ: وفی مثل ھذا قیل: مَن أمَّرَ السنةَ علی نفسه قولاً و فعلاً نطق بالحق، فلقد أحسن أحمد بن حنبل فی تفسیر ھذا الخبر أن الطائفة المنصورة التی یرفع الخذلان عنھم إلی قیام الساعة ھم أصحاب الحدیث. [معرفة علوم الحدیث: ۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنا دیتے تھے' چنانچہ عمرو بن امیہ الضمری فرماتے ہیں کہ: ''میں نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حدیث بیان کی' انہوں نے اس کا انکار فرمایا' میں نے کہا کہ یہ حدیث میں نے آپ سے سنی ہے۔ وہ کہنے لگے: اگر آپ نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے تو میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی' وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھے حدیث کی بہت سی کتابیں دکھائیں اور فرمایا: ہاں! یہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے (۱)''۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ لکھی ہوئی حدیثوں کا زبانی درس دیا کرتے تھے۔

بشیر بن نہیک سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ:

''میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے جتنا کچھ سنتا پڑھتا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تھا جب میں اُن کے پاس جاتا تھا تو میں اس کو پڑھ کر اُن کو سناتا تھا اور میں یہ بھی پوچھتا کہ یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو میں نے آپ سے سنا ہے (۲)؟''

بشیر بن نہیک فرماتے ہیں کہ: ''میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ان کی کتاب نقل کرنے کو لے جاتا تھا اور جب اس کو لکھ کر واپس لاتا تھا تو میں اس کو سنا کر آپ رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھتا تھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ان حدیثوں کو سنا ہے؟ آپ فرماتے تھے کہ ہاں (۳)''۔

---

(۱) أخرج ابن وهب من طريق الحسن بن عمرو بن أمية قال: تحدث عند أبي هريرة بحديث فأخذ بيدي إلى بيته فأرانا كتباً من حديث النبي ﷺ وقال: هذا هو مكتوبٌ عندي.

[فتح الباری ۱: ۲۰۷' کتاب العلم [۳] باب کتابۃ العلم [۳۹] بذیل حدیث: ۱۱۲]

أخرج ابن وهب من طريق الحسن بن عمرو بن أمية قال: تحدثتُ عند أبي هريرة بحديث فأنكره' فقلتُ: إني سمعتُ منك' فقال: إن كنتَ سمعتَهُ مني فهو عندي مكتوب.

[فتح الباری ۱: ۲۱۵' کتاب العلم [۳] باب فضل العلم [۴۲] بذیل حدیث: ۱۱۹]

(۲) كنتُ أكتُبُ ما أسمع من أبي هريرة فلما أردتُ أن أفارقه أتيته بكتابه فقرأتُه عليه و قلتُ له: هذا ما سمعتُ منك؟ قال: نعم.

[سنن دارمی ۱: ۱۳۸' المقدمۃ' باب من رخص فی کتابۃ العلم [۴۳] روایت: ۴۹۴]

(۳) كنتُ آخُذُ الكتب من أبي هريرة فأكتبها' فإذا فرغتُ قرأتها عليه فأقول: الذي قرأتُهُ عليك أسمِعْتَهُ من رسول الله ﷺ فيقول: نعم.

[شرح معانی الآثار ۴: ۳۲۰' کتاب الکراہیۃ' باب کتابۃ العلم ہل تصلح أم لا؟]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بشیر بن نہیک کی طرح ہمام بن منبہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد ہیں۔ ہمام بن منبہ اپنے بھائی وہب بن منبہ سے عمر میں بڑے تھے۔ بڑی عمر پائی اور اپنے چھوٹے بھائی کی وفات کے بعد فوت ہوئے (۱)۔ [فتح الباری]

حافظ شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں کہ: ''ہمام بن منبہ کے پاس سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا مشہور نسخہ ہے، جس کا اکثر حصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ صحاح میں جگہ جگہ منقول ہے۔ معمر بن راشد اس نسخہ کو ہمام بن منبہ سے روایت کرتے ہیں (۲)۔''

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ یمنی تھے۔ ہمام بن منبہ بھی یمن کے باشندہ ہیں، اور حصول علم کے لیے مدینہ منورہ آئے تو سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے از راہِ شفقت بتقضائے وطنیت ایک رسالہ کی صورت میں احادیث مرتب کر کے ہمام کو املاء کرایا۔ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۸ ھ یا اس کے لگ بھگ زمانہ میں بیان کی جاتی ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ یقیناً ان کی وفات سے قبل کا ہے۔ دراصل یہ تالیف سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ہے، جس کا نام الصحیفہ الصحیحۃ تھا۔ آج بھی پہلی صدی کے قریباً وسط کی یہ تالیف تاریخی نقطہ نظر سے عہدِ صحابہ کی گراں مایہ یادگار ڈاکٹر حمید اللہ (۳) کے احسان سے ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے، اس صحیفہ کا صحاح ستہ سے مقابلہ کرنے پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے جامعینِ حدیث نے ہمام بن منبہ کے طریق سے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی جس قدر احادیث نقل کی ہیں، ان میں انہوں سے مفہوم تو کیا کوئی لفظ تک نہیں بدلا ہے۔ کچھ تفصیل آگے آتی ہے اور یہ صریح اور بیّن [واضح] شہادت ہے کہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اس صحیفہ میں جس قدر حدیثوں کو لکھ کر محفوظ

---

(۱) وطال عمر همام وعاش إلى سنة نيف وثلاثين ومائة. [تذکرۃ الحفاظ ۱:۱۰۱، ترجمہ: ۹۳]

(۲) ولهمام عن أبي هريرة نسخة مشهورة، أكثرها في الصحاح، رواها عنه معمر.
[تذکرۃ الحفاظ ۱:۱۰۱، ترجمہ: ۹۳]

(۳) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، حیدر آباد دکن میں ۱۳۲۸ھ = ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ دار العلوم حیدر آباد دکن میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ایم اے جامعہ عثمانیہ سے کیا۔ ایل ایل بی کرنے کے لیے طیلسان چلے گئے۔ جرمنی کے شہر بون کی یونیورسٹی سے ڈی فل اور پیرس [فرانس] سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ایک زمانہ میں پاکستان کا دستور بنانے کے سلسلے میں مولانا سید سلیمان ندوی کے ساتھ مل کر کام کیا تھا۔ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء کو وفات پائی۔ [شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۲:۸۸۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیا تھا۔

انہی احادیث کو ہمام بن منبہ کے طریق سے تابعین اور تبع تابعین رُواۃ نے علم اور دیانت داری سے ضبط اور حفظ کے ساتھ امام بخاری' امام مسلم اور دوسرے جامعین حدیث تک پہنچا دیا ہے' جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حدیث نبوی رسول اللہ ﷺ کے دو تین سو سال بعد لکھی گی ہے اور امام بخاری اور امام مسلم جیسے جامعین حدیث کو وضّاع بتلانا چاہتے ہیں ان کو شرم آنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ مابعد زمانہ کی طرح عہد نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور بھی حدیث کی کتابوں سے خالی نہیں رہا ہے۔ بصائر السنہ کے پہلے حصہ میں کچھ تفصیل دی گئی ہے' نیز یہ کہ' امام بخاری' امام مسلم اور دوسرے جامعینِ حدیث نے حفظ اور زبانی روایت میں ہمام بن منبہ کے طریق سے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی احادیث کو ثقہ اور عادل رُواۃ سے ایسے الفاظ اور مفہوم میں روایت کیا ہے جن الفاظ اور مفہوم میں ان حدیثوں کو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے خود اپنی کتاب میں لکھا تھا اور اگر سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے اس صحیفہ میں لکھی ہوئی حدیثوں کے مفہوم پر نظر ڈالی جائے تو اُن کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں میں اس کا مماثل مفہوم ملتا ہے جو اس حقیقت کی کھلی شہادت ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے اس صحیفہ کا انتساب رسول اللہ ﷺ کی طرف فرضی اور بے بنیاد نہیں ہے' ورنہ برق اور اس کے امثال کو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر اِس افتراء اور دروغ گوئی پر اتفاق کیا تھا یا مابعد کے رُواۃ نے' جن میں اکثر ایک دوسرے سے نہیں ملے' اور نہ ہم عصر تھے اور نہ کسی بین الاقوامی کانفرنس میں اس دھاندلی کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

نظریہ فوق [مندرجہ بالا] کی وضاحت کے لیے دو مثالیں لکھ دیتا ہوں۔

پہلی مثال

اس صحیفہ کے صفحہ: ۵۶ میں یہ حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک آدمی ہوتا۔ اگر لوگ ایک گھاٹی یا ایک وادی میں جاتے اور انصار ایک اور گھاٹی میں جاتے تو میں انصار کے ساتھ ان کی گھاٹی میں جاتا۔''

صحیح بخاری میں باب مناقب انصار جلد اول' صفحہ: ۵۳۳ میں اس مفہوم کی روایت سیدنا انس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے(۱)۔

دوسری مثال

اس صحیفہ کے صفحہ ۲۴ پر سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو پانی پلانے کے لیے حوض پر ڈول سے پانی کھینچ رہا ہوں پھر میرے پاس ابوبکر آئے اور انہوں نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا تاکہ وہ مجھے راحت پہنچائیں' پھر انہوں دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ ان کو معاف کرے' عمر آئے اور ڈول لے لیا پھر اُن جیسا کوئی شخص نہ کھینچ سکا یہاں تک کہ سب لوگ سیراب ہو کر واپس ہو گئے اور حوض بہتا ہی رہا(۲)''۔

صحیح بخاری میں باب نزع الماء من البئر کتاب التعبیر' باب علامات النبوۃ اور کتاب المناقب میں اس کا مفہوم سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری میں یہ روایت تین جگہ موجود ہے:

-عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ :لو أنّ الأنصار سَلَكوا واديا أو شِعباً لسلكتُ فی وادی الأنصار' ولو لا الهجرة لكنتُ امرأً من الأنصار. [صحیح بخاری' کتاب مناقب الانصار [۶۳] باب قول النبی ﷺ: لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار [۲] حدیث: ۳۷۷۹]

-عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ :لو لا الهجرة لكنتُ امرأً من الأنصار' ولو سلك الناس وادياً وسلكتِ الأنصار وادياً أو شعباً لسلكتُ وادی الأنصار أو شعب الأنصار.
[صحیح بخاری' کتاب التمنی [۹۵] باب ما یجوز من اللو [۹] حدیث: ۷۲۴۴]

- عن عبدالله بن زيد رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: لو لا الهجرة لكنتُ امرأً من الأنصار' ولو سلك الناس وادياً أو شِعباً لسلكتُ وادی الأنصار وشِعبها.
[صحیح بخاری' کتاب التمنی [۹۵] باب ما یجوز من اللو [۹] حدیث: ۷۲۴۴]

(۲) بينا أنا نائم رأيتُ أنی علی حوضی أسقی الناس فأتانی أبو بكر فأخذ الدّلو من يدی ليريحنی فنزع ذَنوبين وفی نزعه ضعفٌ' والله يغفر له' فأتى ابن الخطّاب فأخذ منه فلم يزل ينزعُ حتى تولّى الناس والحوض يتفجّر. [صحیح بخاری' کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ [۶۲] باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ بعد النبی ﷺ [۴] حدیث: ۳۶۶۴' کتاب التعبیر [۹۲] باب نزع الذنوب والذنوبین من البئر بضعف [۲۹] حدیث: ۷۰۲۰' ۷۰۲۱' کتاب التعبیر [۹۲] باب الاستراحۃ فی المنام [۳۰] حدیث: ۷۰۲۲' صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابۃ [۴۴] باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ [۲] احادیث: ۱۶-[۲۳۹۱]' ۱۷-[۲۳۹۲]]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوہریرۃ‘ سیدنا انس اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے ایک مفہوم کے بیان کرنے پر اتفاق کرتے ہیں اور تینوں ثقہ راوی ہیں‘ ان کے بیان میں برق صاحب اور اس کے امثال کو کیوں شک ہوتا ہے؟ ان سے نیچے کے راوی ہمام بن منبہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے‘ ابوالتیاح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اور نافع سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بالاتفاق اس مفہوم کو بیان کرتے ہیں‘ اور اس کا سبب صرف یہی ایک ہے کہ جس طرح ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے مفہوم کو تابعین تک پہنچایا تھا اسی طرح تابعین اور ان کے بعد کے رُواۃ نے اس مفہوم کو بلاکم وکاست نہایت ضبط و دیانت داری سے امام بخاری‘ امام مسلم اور دوسرے جامعین حدیث تک پہنچایا ہے۔ پھر برق صاحب اور اس کے امثال کو صحیح بخاری‘ صحیح مسلم اور سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ کی صحت میں کیوں کر شبہ ہوتا ہے؟ کیا عقل باور کرتی ہے کہ متعدد اور ایک دوسرے سے ناواقف ولاعلم اور الگ الگ قوم اور زمانہ کے لوگوں نے اپنے سے اوپر کے رُواۃ کے نام پر ایسا جھوٹ تراشا کہ سب پر اس کا توارُد ہوا؟ کوئی آزمودہ کار عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی۔

نظریہ فوق [درج بالا] کی وضاحت کے لیے ایسی چند مثالیں بھی یہاں لکھنا چاہتا ہوں کہ جن حدیثوں کو سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اپنے صحیفہ میں لکھ کر محفوظ کرلیا تھا‘ بعینہ اسی طرح ان حدیثوں کو امام بخاری اور امام مسلم نے ثقہ اور عادل رُواۃ سے حاصل کیا ہے۔

پہلی مثال

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ نمبر: ۱ میں رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ:

’’ہم دنیا میں آخری لوگ ہیں‘ لیکن قیامت کے دن سب امتوں سے آگے ہوں گے‘ اگرچہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہم کو ان کے بعد‘ پس یہ ان کا وہ دن ہے جس کو اللہ نے ان پر فرض کیا پھر انہوں نے اس میں اختلاف کیا لیکن اللہ نے اس بارے میں ہمیں ہدایت دی‘ پس وہ اس بارے میں ہمارے پیرو ہیں۔ یہود کل اور نصاریٰ پرسوں۔‘‘

صحیح بخاری باب قول اللہ: لایؤاخذکم اللہ باللغو‘ صفحہ: ۹۸۰‘ اور باب حدیث الغار کے بعد باب‘ صفحہ: ۴۹۵‘ اور صحیح مسلم کتاب الجمعہ‘ جلد ۳‘ صفحہ: ۳۹۶ میں بھی سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث موجود ہے (۱)۔

دوسری مثال

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی کتاب دوم میں نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ:

"میری مثال اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو عمدہ، خوب صورت اور کامل مکان بنائے مگر مکان کے کسی ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ جائے۔ لوگ پھر پھر کر مکان دیکھتے ہیں، عمارت کو پسند کرتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ کیوں یہاں ایک اینٹ نہیں رکھی دی جاتی جس سے عمارت مکمل ہو جائے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہی ہوں (۲)۔"

صحیح مسلم باب ذکر النبی ﷺ، صفحہ: ۱۰۵ میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موجود ہے۔

تیسری مثال

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی کتاب: ۲۴ میں رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ:

"قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ تقریباً تیس جھوٹے دجال نہ نکلیں، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

---

(۱) نحن الآخرون السابقون یوم القیامةِ، بَیدَ أنهم أوتوا الکتاب من قبلنا، ثم هذا یومهم الذی فُرِضَ علیهم فاختلفوا فیه، فهدانا اللّٰه له، فالناس لنا فیه تَبعٌ، الیهود غداً والنصاری بعد غدٍ.

[صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ [۱۱] باب فرض الجمعۃ [۱] حدیث: ۸۷۶، کتاب الجمعۃ [۱۱] باب هل علی من لم یشهد الجمعۃ غسل من النساء [۱۲] حدیث: ۸۹۶، کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب [۵۴] حدیث: ۳۴۸۶، صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ [۷] باب هدایۃ هذه الامۃ لیوم الجمعۃ [۶] احادیث: ۱۹، ۲۰، ۲۱ - [۸۵۵]]

(۲) مَثَلِی ومثل الأنبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بنیاناً فأحسنهٗ وأجمله فجعل الناس یطیفون به یقولون: ما رأینا بنیاناً أحسن من هذا، إلّا هذه اللبنة، فکنتُ أنا تلك اللبنة.

[صحیح بخاری، کتاب المناقب [۶۱] باب خاتم النبیین [۱۸] احادیث: ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، صحیح مسلم، کتاب الفضائل [۴۳] باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین [۷] احادیث: ۲۰، ۲۱، ۲۲ - [۲۲۸۶]، ۲۳ - [۲۲۸۷] واللفظ له]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری' باب ختم النبوۃ میں بھی سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موجود ہے۔

چوتھی مثال

سیدنا ابوہریرۃ کے صحیفہ نمبر: ۵۷ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مذکور ہے کہ:

''جب کسی عورت کا شوہر گھر پر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کو روزہ نہ رکھنا چاہیے جب اس کا خاوند گھر پر میں موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دینی چاہیے' اس کی آمدنی میں سے اس کے حکم کے بغیر اگر کچھ خیرات کیا جائے تو اس کا آدھا ثواب اس کے شوہر کو ملے گا (۲)۔''

صحیح بخاری باب قول اللہ تعالیٰ: انفقوا من طیبات ما کسبتم: ۲۷۷' باب صوم المرءۃ باذن زوجہا تطوعا اور باب لا تاذن المرأۃ فی بیت زوجہا الا باذنہ: ۲۸۷ پر بھی سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موجود ہے۔

بخوف طوالت مذکورہ چار مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں' ورنہ مقابلہ کرنے پر بیسیوں مثالیں موجود ہو سکتی ہیں۔ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اُن کی احادیث کو پڑھ کر یقین ہونا چاہیے کہ جس طرح سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ان حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اسی طرح اُن کے تلامذہ [شاگردوں] نے درجہ بدرجہ اُن کی ان احادیث کو امام بخاری اور امام مسلم تک کسی کمی بیشی کے بغیر پہنچا دیا ہے اور ان حدیثوں کو روایت کرنے والے تمام رُواۃ نے ان کی نقل و روایت میں اس قدر ضبط و احتیاط کو قائم رکھا ہے کہ ان کے الفاظ اور مفہوم میں کہیں تھوڑا سا بھی فرق نہیں آیا ہے۔

---

(۱) لاتقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان تكون بينهما مَقتَلَةٌ عظيمةٌ دعوتهما واحدةٌ' وحتى يُبعَثَ دجّالون كذّابون قريبٌ من ثلاثين' كلهم يزعم أنه رسول الله.
[صحیح بخاری' کتاب المناقب [۶۱] باب علامات النبوۃ فی الاسلام [۲۵] حدیث: ۳۶۰۹' کتاب الفتن [۹۳] باب [۲۵] حدیث: ۷۱۲۱]

(۲) لايحِلُّ للمرأةِ أن تصومَ وزوجها شاهدٌ إلّا بإذنه' ولا تأذَنَ في بيته إلّا بإذنه' وما أنفقتْ من نفقةٍ عن غيرِ أمْرِهِ فإنه يأدّى إليه شطره.
[صحیح بخاری' کتاب النکاح [۶۷] باب لا تاذن المرأۃ فی بیت زوجہا لاحد الا باذنہ [۸۷] حدیث: ۵۱۹۵' صحیح مسلم' کتاب الزکاۃ [۱۲] باب ما انفق العبد من مال مولاہ [۲۶] حدیث: ۸۴-[۱۰۲۶]]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر برق صاحب اور اس کے اَمثال کو یہ خیال ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی کتاب امام ہمام ابن منبہ اور امام بخاری و امام مسلم کی کتابیں صحیحین اُن کی جعل سازی ہے تو عقل اس کو کبھی باور نہیں کرتی کیونکہ ہمام بن منبہ جو ۱۰۲ ہجری یا اس کے بعد کے عرصہ میں فوت ہوئے، جب امام بخاری ۲۵۶ھ اور امام مسلم ۲۶۱ھ میں فوت ہوئے ہیں اور ان دونوں کی ہمام بن منبہ سے نہ تو کبھی ملاقات ہوئی اور نہ ان کا زمانہ ایک ہے کیونکہ ان دونوں کی ولادت ہمام بن منبہ کی وفات سے تقریباً ڈیڑھ صدی بعد ہوئی ہے اور ایسی سازشوں پر ان کو پھر اتفاق ہوا ہو جن کو انہوں نے از خود نہیں تراشا بلکہ جماعتوں سے ان کو روایت کیا اور ان میں اس درجہ اتحاد ہے کہ مفہوم اور الفاظ میں ذرہ برابر فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ مختلف زمانوں اور مختلف قوموں اور شہروں کے لوگوں کو اور وہ بھی ایک دوسرے کی لاعلمی میں کسی ایک بات کے افتراء کرنے میں متفق ہونا عقل باور نہیں کرتی جیسے کہ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن حزم کے صریح اور مدلل بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

ہمام بن منبہ

ہمام بن منبہ کی ولادت ۱۵ ہجری میں ہوئی، اُن کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ کسی نے ۱۰۲ھ اور کسی نے ۱۰۳ھ کہا ہے۔ کسی نے اس کے بعد کا عرصہ بتلایا ہے۔

امام حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں ایسے ائمہ تابعین کی فہرست لکھی ہے جن کی امامت اور ثقاہت (۱) مشہور و معروف ہے اور ان کی حدیثیں حفظ مذاکرہ کے لیے لکھی جاتی تھیں۔ مشرق و مغرب میں ان کا ذکر پہنچا ہے اور اس فہرست میں ہمام بن منبہ کا نامِ نامی بھی لکھا ہوا ہے (۲)۔

اسی کتاب میں اصح الاسانید کی بحث میں کہتے ہیں کہ اہل یمن کی سب سے زیادہ صحیح سند یہ ہے: معمر عن همام بن منبه عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ (۳)۔

ہمام نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے صحیفہ کا ہمیشہ درس دیا اور آپ سے بہتوں نے

---

(۱) درست لفظ ''ثقاہت'' ہے۔

(۲) ومن أهل اليمن: حُجر بن قيس ...... و ...... ووهب وهمام. [معرفة علوم الحديث: ۲۴۳]

(۳) وأصح أسانيد اليمانيين: مَعمر عن همام بن منبه عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. [معرفة علوم الحديث: ۵۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا درس لیا ہے مگر معمر بن راشد نے اس کو بغیر کسی حذف اور اضافہ کے اپنے شاگردوں تک پہنچایا ہے۔ معمر بن راشد کے شاگرد رشید عبدالرزّاق بن ہمام بن نافع حمیری نے اس کتاب کی روایت کا سلسلہ بعینہٖ جاری رکھا۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

''عبدالرزاق بن ہمام نے کہا کہ میں نے معمر بن راشد نے دس ہزار حدیثیں لکھیں (۱)۔''

عبدالرزاق بن ہمام خود بڑے مؤلف ہیں۔ مُصَنَّفْ عَبْدُالرزاق آپ کی ضخیم تالیف ہے ان کے دو تلامذہ میں سے ایک تلمیذ امام احمد نے اپنی کتاب المسند میں اس صحیفہ کو بجنسہٖ شامل کر دیا اور جب تک روئے زمین پر امام احمد کی مسند باقی ہی اس کے ساتھ ساتھ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا صحیفہ بھی یادر ہے گا۔

عبدالرزّاق بن ہمام کے دوسرے شاگرد احمد بن یوسف سلمی نے اس کتاب کی زبانی روایت کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں ۵۷۷ھ کے دوران مدرسہ ناصریہ صلاحیہ میں جس کو سلطان صلاح الدین نے قائم کیا تھا۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن مسعود نے اس کا درس دیا ہے۔ آج بھی دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا صحیفہ محفوظ ہے۔

مسند امام احمد کے پرانے ایڈیشن کے صفحہ:۳۱۲ سے یہ صحیفہ اس سند کے ساتھ شروع ہوتا ہے:

حدثنا عبداللّٰہ ثنا أبی حدثنا عبدالرزاق بن همام حدثنا معمر عن همام بن منبه قال: هذا ما حدثنا به أبو هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰه ﷺ اور ۳۱۹ پر آخری حدیث یہ ہے کہ:

العجماء جرحها جبار و البئر جبار و المعدن جبار و النار جبار و فی الركاز الخمس (۲).

''بے زبان جانوروں سے موت واقع ہو تو وہ معاف ہے۔ کنوئیں میں گر کر موت واقع ہو تو وہ بھی معاف ہے۔ کان میں گر کر موت واقع ہو تو وہ بھی معاف ہے۔ آگ سے موت واقع ہو تو وہ بھی معاف ہے' البتہ دفینہ ملے تو اس کا پانچواں حصہ زکوٰۃ میں دینا چاہئے۔''

(۱) قال عبدالرزاق: كتبتُ عن معمر عشرة آلاف حديث.
[تذکرۃ الحفاظ ۱: ۱۹۰ ترجمہ: معمر بن راشد: ۱۸۴]

(۲) مسند احمد ۲: ۳۱۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسند امام احمد کے نئے ایڈیشن میں - جو اب شائع ہو رہا ہے (۱) - کی تیرھویں جلد میں مسند سیدنا ابو ہریرۃ کی حدیث: ۷۵۵۵ آ چکی ہے جب کہ پرانے ایڈیشن کے صفحہ: ۲/۳۱۲ پر یہ جلد ختم ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ہمام بن منبہ کا جو صحیفہ شائع کیا ہے اس میں اور مسند احمد کی تین چار حدیثوں کی ترتیب میں کچھ خفیف سا فرق اور بھی ہے مگر مفہوم پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ دمشق اور حکومت پروشیا کے کتب خانہ واقع برلن سے ۱۳۵۱ھ میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو دستیاب شدہ صحیفہ ہمام کا یہ نسخہ جو کہ آپ نے ۱۳۷۴ھ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ایک طرف مسند امام احمد کی توثیق اور قابل اعتبار صحت کی شہادت دیتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ امام احمد نے پوری علمی دیانت داری کے ساتھ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا یہ صحیفہ اپنی مسند میں محفوظ کیا ہے۔ آج یہ صحیفہ امام احمد کی علمی دیانت و ضبط و اتقان کی جانچ کرنے کے لیے کافی ترازو ہے کہ اگر اس صحیفہ میں امام احمد نے جعل سازی نہیں کی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سند کے باقی اجزاء میں بھی امام احمد کے علم و دیانت پر سازش کا شبہ کیا جائے اور دوسری طرف امام احمد کی سند سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمام کے بعد صدیوں کے محدثین نے صحیفہ ہمام کی دیانت داری اور تحفظ میں کوئی کوتاہی نہیں کی بلکہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں جس طرح اس کو محفوظ کر لیا تھا اسی طرح محدثین کی زبانی روایت کے ضبط و اتقان و عدل و ثقاہت (۲) نے ۱۳۵۱ھ تک اس کو محفوظ رکھا نیز جب یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی طرح صحیفہ ہمام کی حدیثوں جیسی حدیثیں دوسرے صحابہ نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں تو صحیفہ ہمام کی توثیق کے علاوہ ان محدثین کی کتابوں کی صحت کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے جنہوں نے اپنے شیوخ اور اساتذہ سے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے اور اس سے مزید شہادت یہ ملتی ہے کہ تیسری اور چوتھی صدی میں امام بخاری، امام مسلم،

---

(۱) علامہ احمد محمد شاکر کی تحقیق و تعلیق والا نسخہ مراد ہے، جس کی بیس پچیس جلدیں طبع ہوئیں، جس کے بعد انہوں نے وفات پائی، اور کتاب مکمل طبع نہ ہو سکی، ابھی حال ہی میں مسند احمد کا نیا ایڈیشن علماء کی ایک کمیٹی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ پچاس جلدوں میں طبع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے۔

(۲) درست لفظ و ثاقت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحاح ستہ اور دوسرے جامعین حدیث نے اپنی کتابوں میں اپنے آپ سے یہ حدیثیں نہیں گھڑیں بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں ان حدیثوں کو لکھا جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد سے بحفاظت تمام ان کو پہنچی ہیں۔ آج اگر امت مسلمہ کے اَخیار [بہترین لوگ] کو امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے مؤلفین کی کتابوں پر مستحکم اعتماد ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان پر وثوق اور اعتماد کے علاوہ ان کے علم و دیانت میں شک اور بدگمانی کے لیے کوئی موقع اور محل نہیں ہے۔

عجمی سازش کا افسانہ

منکرین حدیث حجیت حدیث اور حقوق رسالت کے انکار کے معاملہ میں ضمیر کے مردہ اور عقل کے اندھے ہیں۔ نہیں سوچتے کہ وہ کیا کہتے ہیں کہ حدیث کی تدوین و تالیف عجمیوں کی سازش ہے۔ تمنا عمادی صاحب نے طلوع اسلام کے دو نمبروں ۶/ و ۲۰/ اگست 1955 کے صفحہ: ۱۱ پر مسند امام احمد پر شرم ناک حملہ کیا ہے کہ مسند کی تیس چالیس ہزار حدیثیں سب سازش ہیں۔

مجھے اختصار کے ساتھ منکرین حدیث کے اس افسانہ کا جائزہ لینا ہے کہ مسند احمد واقعی عجمیوں کی سازش کا مجموعہ اور علم حدیث عجمی سازشوں کا دفتر ہے؟ میرے خیال میں اگر تاریخ اور اس کے واقعات جھٹلائے جاسکتے ہیں اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ تاریخی دنیا میں کثیر الاطلاع کبیر العلم عظیم الفقہ امام احمد بن حنبل کا وجود ہی سازش اور فرضی ہے تو پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مسند احمد جعلی اور سازش کا مجموعہ ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ مامون الرشید نے ۲۱۸ھ میں مسئلہ خلق قرآن کی دعوت دی اور پوری قوت اور جبر کے ساتھ اس نے اپنا عندیہ علماء سے منوانا چاہا۔ بہت سے علماء مامون کی سخت گیری برداشت نہ کرسکے اور معتزلہ کی انگیخت پر مامون کے مستبدانہ خطرات کے پیش نظر خلق قرآن کے مسئلہ میں مامون سے اتفاق کرلیا مگر محمد بن فوج (۱) اور امام شافعی نے آپ کو خط

(۱) بصائر السنۃ ۲: ۱۳۹ کے مطبوعہ نسخہ میں اسی طرح لکھا ہوا' جو نادرست ہے' صحیح نام محمد بن الفرج ابوجعفر ہے' جو امام احمد کے ہمسایہ ہیں' اُنہوں نے خط بھی نہیں لکھا تھا۔ حافظ ابونعیم نے لکھا ہے کہ: قال محمد بن الفرج أبو جعفر -جار أحمد بن حنبل- قال: لما نزل بأحمد بن حنبل ما نزل من الحبس و الظلم و ...۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ احمد خلق قرآن کے فتنہ میں ڈالے جائیں گے مگر ان کو کہہ دینا کہ ثابت قدم رہیں (۱)۔

مامون، معتصم اور واثق نے امام احمد کے بارے میں جو زیادتیاں کیں اُن کو امام احمد جیسے شخص ہی برداشت کر سکتے تھے۔ اسحاق بن ابراہیم معتزلی مامون سے اصرار کر رہا تھا کہ امام احمد کو کڑی سے کڑی سزا دی جائے۔ امام کے پیروں میں بھاری بیڑیاں ڈال دی گئیں، اُن کے دونوں ہاتھ کس کر باندھ دیے گئے اور کوڑے مارنے والوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا گیا اس وقت امام احمد نے معتصم سے مخاطِب ہوتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''کسی مؤمن کا خون زنا، ارتداد اور قتلِ ناحق کے سوا بہانا جائز نہیں ہے (۲)۔ میں نے ان تینوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''جس نے لا إلٰہ إلّا اللہ کہا اس کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہے (۳)۔''

......الضرب، دخلَتْ عَلَيَّ مِن ذلك مصيبةٌ فأُتِيتُ في منامي فقيل لي: أما تَرضى أن يكون أحمد ابن حنبل عندالله تعالى بمنزلة أبي السوداء العدوي، أولستَ تروِي خبرأبي السوداء؟ قلتُ: بلى، قال: فإنه عندالله بتلك المنزلة...... قال أبو جعفر محمدبن الفرج: فأتيتُ أباعبدالله فأخبرتُه بذلك فسُرَّ به. [حِلیۃ الاولیاء، ابونعیم ۹: ۱۹۳-۱۹۴، مناقب الامام احمد بن حنبل، ابن الجوزی: ۶۰۹-۶۱۰]

(۱) قال الربيع: خرج الشافعي إلى مصر وأنا معه فقال لي: يا ربيع! خُذ كتابي هذا فامضِ به و سَلِّمْهُ إلى أبي عبدالله أحمد بن حنبل وايتني بالجواب، قال الربيع: فدخلتُ بغداد ومعي الكتاب فلقيت أحمد في صلاة الصبح فصليتُ معه الفجر فلماانفتل من المحراب سَلّمتُ إليه الكتاب وقلتُ له: هذا كتاب أخيك الشافعي من مصر، فقال لي: هل نظرتَ فيه؟ فقلتُ: لا، فكسر الختم و قرأالكتاب فتغرغرت عيناه بالدموع فقلتُ: إيشٍ فيه يا أباعبدالله؟ فقال: يذكر فيه أنه رأى النبي ﷺ في النوم فقال له: أُكتُب إلى أبي عبدالله أحمدبن حنبل واقرأ عليه مني السلام وقل له: إنّكَ ستُمتَحَنُ وتُدعى إلى خلق القرآن فلاتُجيبهم، فسيرفع الله لك علماً.

[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲: ۴۳-۴۴، مناقب الامام احمد بن حنبل: ۶۱۰-۶۱۱]

(۲) لايَحِلُّ دمُ امرئٍ مسلمٍ يشهدُ أن لا إله إلّاالله وأني رسول الله إلّا بإحدیٰ ثلاثٍ: النفسُ بالنفسِ، والثيبُ الزاني، والمارقُ من الدين التّاركُ الجماعةَ.

[صحیح بخاری، کتاب الدیات [۸۸] باب قول اللہ: انّ النفس بالنفس [۶] حدیث: ۶۸۷۸]

(۳) أُمرتُ أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلّا الله، فمن قالها فقدعصم مني مالَه ونفسَهُ إلّا بحقه، وحسابه على الله. [صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ [۲۴] باب وجوب الزکاۃ [۱] حدیث: ۱۳۹۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟ قیامت کے دن کو یاد کیجئے‘ جس طرح میں اس وقت آپ کے سامنے کھڑا ہوں اسی طرح قیامت کے دن آپ حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے پھر میرے خون کا کیا جواب دو گے؟ اس کے بعد معتزلی درباریوں کے اصرار پر آپ کو ستر اَسّی کوڑے لگائے گئے۔ معتصم اور واثق کے سامنے درباریوں نے آپ سے اس مسئلہ پر بحث کی۔ ندامت اور شرمندگی کے سوا اُن کو مناظرہ میں کچھ حاصل نہ ہوا۔ امام احمد نے فرمایا کہ: ’’قرآن اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور جس نے اللہ کے علم کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ عبدالرحمٰن معتزلی نے کہا یہ بتاؤ ایک زمانہ تھا کہ اللہ تھا مگر قرآن نہ تھا۔ امام احمد نے فرمایا کیا ایسا زمانہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ تھا مگر اس کا علم نہ تھا؟

اور ابن ابی داود (۱) کے جواب میں امام احمد نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ امام احمد نے فرمایا پھر تم کیوں ایسا کہتے ہو اور دوسروں کو اس کے ماننے پر مجبور کرتے ہو (۲)؟

معتصم نے دورانِ مناظرہ بار بار امام احمد سے کہا افسوس! کہ مجھ سے اتفاق نہیں کرتے‘ میں اپنے بیٹے کی طرح آپ سے شفقت کرتا ہوں۔ دیکھو کیا کہتے ہو؟ مگر امام احمد یہی فرماتے رہے کہ مجھے کتاب یا نبی اکرم ﷺ کی سنت بتا دیجئے‘ ورنہ مجھ سے یہ توقع نہ رکھئے کہ آپ کی ناجائز بات میں آپ سے اتفاق کروں گا (۳)۔

غور کیجئے کہ خلفاء کے اور مخالف درباریوں کے سامنے امام احمد ان سے حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور درباریوں میں عجم کی کثرت ہے۔ اگر حدیث عجمیوں کی سازش ہے اور ان سے حدیث کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو ان سب کی زبانیں گنگ کیوں ہیں؟ کسی کو بھی اُس

---

(۱) اس شخص کا نام ابن ابی داود نہیں‘ بلکہ ابن ابی دُواد ہے‘ جیسا کہ مناقب الامام احمد: ۴۲۶ اور سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۳۱۳ میں ہے۔

(۲) ھذا شیء عِلمَہُ النبی ﷺ وأبوبکر وعمر والخلفاء الاشدون أم شیء لم یعلموہ؟ قال: شیء لم یعلموہُ فقال: سبحان اللّٰہ شیء لم یعلمہ النبی أعلِمتَہُ أنت؟ فخجِلَ.
[مناقب الامام احمد: ۴۲۶ اور سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۳۱۳]

(۳) أعطونی شیئاً من کتاب اللّٰہ أو سنة رسول اللّٰہ ﷺ حتی أقول به. [سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۲۴۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آڑے وقت میں حدیث کی سازش اور جعل کا خیال نہیں آتا؟ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ بدبخت معتزلہ بھی ایسی ضرورت کے وقت سرخ روئی کے لیے جھوٹی حدیث بنانے کا اِقدام نہیں کرتے تھے۔ امام احمد نے جب برسر دربار خلیفہ اور خلیفہ کی مجلس کے سامنے اپنی مسند کی چند حدیثیں سنائیں حالانکہ عجمی دشمنوں سے خلیفہ کی مجلس بھری پڑی ہے' وہ سب امام احمد کے علم' حیات [زندگی] اور عزت کو نہیں چاہتے مگر کسی ایک درباری کی مخالفانہ آواز نہیں اٹھی کہ امام احمد کی سنائی ہوئی حدیثیں اس کی اپنی بنائی ہوئی ہیں یا ہم نے اس کے بنانے کی سازش کی ہے۔ معتزلی علماء کے لیے امام احمد کو جھٹلانے کے لیے اس سے بہتر دوسرا حیلہ اور موقع اور کیا ہوسکتا تھا؟ ان کی زبان کی ایک ہلکی جنبش سے اس کی آرزو برآتی کہ امام احمد بن حنبل حدیث بنانے کے مجرم ہیں اور بڑی سرعت کے ساتھ امام احمد قتل کردیے جاتے مگر ان بے رحم ظالموں نے بھی مسند امام احمد کو سازش کہنے کی جرأت نہیں کی جیسے آج ہمدردانِ اسلام اور مصلحین قوم اس جھوٹ بولنے میں دلیری کرتے ہیں کہ امام احمد وضاع اور مسند احمد سازشوں کا مجموعہ ہے۔

حافظ ابوالحسن علی بن محمد (۱) [وفات: ۷۰۱ھ] سے پوچھا گیا کہ آپ کو صحاح حفظ ہیں؟ آپ نے فرمایا یاد بھی ہیں اور نہیں بھی' سائل نے کہا یہ کیسے؟ فرمایا مجھے مسند احمد ساری یاد ہے جس میں صحاح کا اکثر حصہ موجود ہے' کچھ تھوڑا سا حصہ ایسا بھی ہے جو کہ مسند احمد میں نہیں ہے اس معنی میں مجھے صحاح یاد نہیں (۲)۔ [المصعد الاحمد' صفحہ: ۳۲]

مسند احمد کے نئے ایڈیشن کے ساتھ صفحہ: ۱۸ سے صفحہ: ۵۸ تک مکتوب ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ مسند کا ایک حصہ وہ ہے جو صحاح ستہ میں آگیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ صحاح ستہ کے مؤلفین نے امام احمد کے توسط کے بغیر اپنے اساتذہ کی سند کے ساتھ ان حدیثوں کو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیسے روایت کیا؟ امام احمد کی سازش اور جعل سازی کا دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحاح ستہ کے مؤلفین کے حدیث تراش ذہن اور دماغ پر بالاتفاق توارد

---

(۱) شیخ' امام' حافظ ابوالحسین علی بن شیخ' امام' حافظ' فقیہ محمد یونینی. [المَصْعَدُ الأَحْمَدُ: ۲۸]

(۲) أنت تحفظ الكتب الستة؟ فقال: أحفَظها و ما أحفظها' فقيل له: كيف هذا؟ فقال: أنا أحفظ مسند أحمد' و مايفوت المسند من الكتب الستة إلّا قليل' أو قال: و مافي الكتب هو في المسند' يعني: إلّاقليلٌ' و أصله في المسند فأنا أحفظها بهذا الوجه. [المَصْعَدُ الأَحْمَدُ: ۲۸-۲۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیسے کیا گیا؟ وہ تو صرف امام احمد کی سازش تھی' یہ دوسرے لوگ جن سے امام احمد کو ملنے کا اتفاق تک نہیں ہوا ہے اور حدیث تراش گروہ بھی ایک زمانہ کا نہیں ہے۔

نیز امام احمد نے جن اساتذہ کی سند سے اپنی مسند میں حدیثوں کو روایت کیا ہے' ان شیوخ کی تعداد جن سے صرف روایت لی ہے مگر مسند میں ان کی روایت کو نہیں لکھا ہے ۲۸۳ ہے۔ حافظ ابوبکر بن نقطہ (۱) نے ان کی تعداد چار سو سے زائد لکھی ہے (۲)۔ [المصعد الاحمد:۳۲]

امام احمد کے اساتذہ میں سفیان بن عیینہ اور یحیٰ بن سعید قطان بھی ہیں۔ یحیٰ بن سعید قطان سے درس لینے میں امام شافعی' یحیٰ بن معین' عبداللہ بن مبارک اور عبدالرحمٰن بن مہدی آپ کے ہم درس ہیں۔ [تذکرۃ الحفاظ' ترجمہ یحیٰ بن سعید (۳)]

اب سوال یہ ہے کہ امام احمد اپنے اساتذہ کی سند سے حدیثیں روایت کر کے اپنی مسند میں لکھتے ہیں اور آپ کے ہم درس ان حدیثوں کو اپنے شیوخ کی سند سے سنتے ہیں اور صرف خاموش نہیں رہتے بلکہ انہوں نے ان حدیثوں کی تصدیق اور توثیق کی ہے۔ اگر امام احمد کی حدیثیں جعلی اور سازش ہوتیں تو عبدالرحمٰن بن مہدی بن سعید اور عبداللہ بن مبارک جیسے کثیر الاطلاع اور بے باک نقاد اس سازش کو ضرور فاش کرتے' مگر ان اساطین علم نے حدیث کی روایت میں امام احمد کی دیانت اور علم کی تحسین فرمائی ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ: ''میں بغداد سے ایسے وقت نکلا ہوں کہ میں نے امام احمد سے

---

(۱) ابن نُقطَة: محمد بن عبدالغنی بن ابوبکر بن شجاع' ابوبکر' معین الدین' ابن نقطہ' حنبلی' بغدادی۔ ۵۷۹ھ = ۱۱۸۳م کو پیدا ہوئے۔ انساب کے ماہر عالم اور حدیث کے حافظ تھے۔ تراجم رجال حدیث سے متعلق التقیید لمعرفة الرُّواة والسنن والمسانید کے نام سے کتاب لکھی۔ ۶۲۹ھ = ۱۲۳۱م کو وفات پائی۔

[سیر أعلام النبلاء ۲۲: ۳۴۷' ترجمہ: ۲۱۶' الاعلام ۶: ۲۱۱]

(۲) وأمّا شیوخه الذین روی عنهم فی المسند فإنی عددتهم فبلغوا مائتین وثلاثة وثمانین رجلاً ... ولکن شیوخه الذین روی عنهم وسمع منهم فیزیدون علی الأربعمائة' ذکره الحافظ أبوبکر بن نُقطَة فی کتاب مفرد. [المُصْعَدُ الأحمد: ۳۲]

(۳) تذکرۃ الحفاظ میں ترجمہ یحیٰ بن سعید بن فروخ القطان کے ترجمہ میں کوئی ایسی بات نہیں' البتہ امام نسائی کا یہ جملہ مذکور ہے کہ: أُمَناءُ اللّٰهِ علی حدیث رسول اللّٰه ﷺ: مالكٌ' وشعبة ویحیی القطان.

[تذکرۃ الحفاظ ۱: ۳۰۰]

''امام مالک' امام شعبہ اور امام یحیٰ قطان احادیث رسول اللہ ﷺ کے امین ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ عالم اور فقیہ کوئی اس شہر میں دوسرا نہیں چھوڑا ہے (۱)۔" [تذکرۃ الحفاظ]

امام ابن معین فرماتے ہیں کہ: "لوگ چاہتے ہیں کہ امام احمد جیسا ہو جاؤں۔ اللہ کی قسم! میں امام احمد جیسا کبھی نہیں بن سکوں گا (۲)۔" [تذکرۃ الحفاظ' جلد۲: ۱۸]

امام احمد کے استاد یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ: "احمد بن حنبل اور یحییٰ جیسا ہمارے پاس کوئی دوسرا نہیں آیا ہے (۳)۔" [تذکرۃ الحفاظ' جلد۲: ۱۷]

نیز تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال سے امت مسلمہ امام احمد کی مسند کو دین قیّم کی عظیم الشان خدمت کہتی ہے۔ امت کے اخیار' علماء اور ائمہ نے تدوین مسند پر امام احمد کے احسان کا اعتراف اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ: "میں نے علم اور ورع میں امام احمد سے زیادہ کسی دوسرے کو نہیں دیکھا (۴)۔"

امام شافعی فرماتے ہیں کہ: "میں نے بغداد میں ایک جوان دیکھا جب وہ حدثنا کہتا ہے تو سب لوگ بول اٹھتے ہیں کہ اس نے سچ کہا۔"

مزنی نے امام شافعی سے کہا وہ جوان کون ہے جس کو سب لوگ سچا سمجھتے ہیں؟ فرمایا: وہ امام احمد ہیں (۵)۔"

---

(۱) قال حرملة: سمعتُ الشافعي يقول: خرجتُ من بغداد فماخَلَفْتُ بهارجلاً أفضل و لاأعلم و لاأفقه من أحمدبن حنبل.
[تہذیب الکمال ۱: ۴۵۱' تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۳۲' ترجمہ امام احمد بن محمد بن حنبل: ۴۳۸]

(۲) أرادالناس مِنّاأن نكون مثل أحمد بن حنبل! الا واللّٰه مانقوَى على مايقوى عليه أحمد بن حنبل' ولاعلى طريقة أحمد. [تہذیب الکمال ۱: ۴۵۳]

قال ابن مَعين من طريق عباس عنه: أرادوا أن أكون مثل أحمد' واللّٰهِ لاأكون مثله أبداً.
[تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۳۲' ترجمہ امام احمد بن محمد بن حنبل: ۴۳۸]

(۳) لم أجده.

(۴) مارأيتُ أفقه منه' ولاأورع. [تہذیب الکمال ۱: ۴۵۰]

(۵) قال المزني: قال لي الشافعي: رأيتُ ببغدادشاباً إذاقال: حدثنا' قال الناسُ كلهم: صَدَقَ' قلتُ: ومن هو؟ قال: أحمدبن حنبل. [سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۱۹۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام علی ابن المدینی فرماتے ہیں کہ: ''ارتداد کے ایام میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے حق تعالیٰ نے دین کی عزت بچائی اور خلق قرآن کے فتنہ میں امام احمد کی استقامت نے دین قیم کی لاج رکھ لی (۱)۔''

امام محمد بن یحییٰ ذہبی (۲) فرماتے ہیں کہ: ''میں نے اللہ اور اپنے درمیان میں امام احمد کو امام رکھا ہے (۳)۔''

عمرو الغاقد (۴) فرماتے ہیں۔ ''جب میرے ساتھ کسی حدیث پر امام احمد اتفاق کرتے ہیں تو میں ان لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا جو میری اس حدیث میں مخالفت کرتے ہیں (۵)۔''

عبدالوہاب الوراق فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم نہیں جانتے یا تم میں اختلاف پڑھ جائے تو اپنے کسی عالم کی طرف رجوع کرو پس میں نے امام احمد کی طرف رجوع کیا ہے اس لیے کہ یہ دورِ حاضر کے عالم ہیں (۶)۔''

قتیبہ فرماتے ہیں کہ: ''جب آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ امام احمد سے تعلق اور محبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ صاحب سنت ہے (۷)۔''

---

(۱) إنّ اللّٰہ أیّدَ ھذاالدین بأبی بکرالصدیق رضی اللہ عنہ یوم الردّۃِ وبأحمد بن حنبلٍ یوم المحنۃ.
[تذکرۃ الحفاظ ۲:۴۳۲، ترجمہ امام احمد بن محمد بن حنبل: ۴۳۸]

(۲) صحیح نام محمد بن یحییٰ ذُہلی ہے۔

(۳) جَعلتُ أحمدَ إماماً فیما بینی وبین اللّٰہ. [سیر أعلام النبلاء ۱۱:۱۹۸]

(۴) صحیح نام عمرو الناقد ہے۔

(۵) إذاوافقنی أحمد بن حنبل علی حدیث لاأُبالی مَن خالَفنی. [سیر أعلام النبلاء ۱۱:۱۹۸]

(۶) لماقال النبی ﷺ: فَرُدُّوہُ إلی عالمہ، رددناہ إلی أحمدبن حنبل، وکان أعلم أھل زمانہ.
[سیر أعلام النبلاء ۱۱:۱۹۹]

(۷) خیر زماننا ابن المبارَک، ثم ھذاالشاب یعنی: أحمد بن حنبل، وإذارأیتَ رجلاً یحبُّ أحمد فاعلم أنہ صاحب سنۃ. [سیر أعلام النبلاء ۱۱:۱۹۵]

حافظ مزی لکھتے ہیں کہ: قال ابن أبی حاتم: سمعتُ أبی یقول: إذارأیتم الرجل یُحبُّ أحمدَبن حنبلٍ فاعلموأنہ صاحب سنۃٍ، قال ابن أبی حاتم: وسمعتُ أباجعفرمحمدبن ھارون المُخرِّمی الغَلّاس یقول: إذارأیتَ الرجل یقع فی أحمدبن حنبل فاعلم أنہ مبتدعٌ. وقال أبویعلی المَوصِلی: سمعتُ أحمدَبن إبراھیم الدَّورقی یقول: مَن سمعتموہُ یذکرأحمدبن حنبل بسوءٍ فاتھموہُ علی الإسلام
[تہذیب الکمال ۱:۴۵۶-۴۵۷]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اگر کچھ لوگ مسند امام احمد کو کذب وسازش کا مجموعہ یا امام احمد کو وضاع اور حدیث تراش سمجھتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ تمام امت کو اور امت کے چیدہ اَخیار علماء اور ائمہ کو بے وقوف اور حدیث تراشوں کا گروہ سمجھتے ہیں' اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ ساڑھے گیارہ سو سال کے طویل عرصہ میں پوری امت اور پاسبانانِ دین کے کسی گروہ پر حدیث تراشوں کی حقیقت نہیں کھلی اور آج کراچی میں دین کے چند بے سروسامان اور آوارہ افراد کو اصل حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ شرم کرنی چاہئے کہ جن کی دشمن نے بھی تعریف کی ہے' تم اس کو سازشی اور خائن سمجھتے ہو۔ کون ہے کہ امت کے ذمہ داران علم کو جھٹلائیں اور منکرین حدیث کے چند بے علموں اور سنت نبوی سے دور بہت دور رہنے اور اس کی تکذیب والوں کو سچا کہہ سکیں۔

مامون نے ایک دن حلت متعہ کا اعلان کرنا چاہا۔ یحییٰ بن اکثم مامون کے پاس پہنچے اور مامون کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ مجھے زنا کے حلال کرنے کے اعلان نے پریشان کردیا ہے۔ مامون نے کہا زنا کیسے؟ یحییٰ نے سورۃ المومنون کی آیت پڑھ کر کہا: "اَزْوَاج اور مَا مَلَكَتْ أَيمَانُهُمْ کے علاوہ تعدی ہے' جو زنا ہے۔ امیر المؤمنین! وہ بیوی بھی نہیں ہے اور ملکِ یمین بھی نہیں ہے۔" مامون نے کہا درست ہے۔ یحییٰ نے کہا کہ زہری' عبد اللہ اور حسن بن محمد بن حنیفہ عن ابیہما علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ: "مجھے رسول اللہ ﷺ نے امر کیا ہے کہ میں متعہ کے حرام ہونے کا اعلان کردوں۔" مامون نے کہا: زہری کی یہ حدیث محفوظ ہے؟ یحییٰ نے کہا: ہاں! امام مالک نے اس کو روایت کیا ہے۔ مامون نے کہا: أستغفر اللہ اور حکم دیا کہ حرمتِ متعہ کا اعلان کیا جائے (۱)۔

[محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ' جلد ۳: ۱۸۱' شیخ خضری بک]

---

(۱) كُنَّا مع المأمون في طريق الشام' فأمر فنودي بتحليل المتعة' فقال لنا يحيى بن أكثم: بُكراً غداً إليه فإن رأيتما للقول وجهاً فقولا' وإلَّا فاسكتا إلى أن أدخل؛ قال: فدخلنا إليه وهو يستاك -وهو مغتاظ- متعتان كانتا على عهد رسول الله ﷺ وعلى عهد أبي بكر رضي الله عنه وأنا أنهى عنهما ومن أنت يا أحول حتى تنتهي عما فعله النبي ﷺ وأبو بكر رضي الله عنه! فأومأتُ إلى محمد بن منصور أن أمسك' رجل يقول في عمر بن الخطاب رضي الله عنه ما يقول نكلمه نحنُ؟ فأمسكنا وجاء يحيى فجلس وجلسنا' فقال المأمون ليحيى: مالي أراك متغيِّراً؟ قال: هو غمٌّ يا أمير المؤمنين لما حدث في الإسلام' قال: وما حدث فيه؟......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مامون کے دربار میں اہل علم کی کمی نہیں تھی۔ یونانی فلسفہ اور ایرانی ادب کے ماہرین کی بڑی تعداد موجود تھی۔ مامون کا دربار پورا عجمی نواز تھا۔ دربار پر عجمی وزراء محیط تھے۔ حکومت کے ملازم اور وظیفہ خواروں سے دربار سجا رہتا تھا۔ مامون کی خواہش بلکہ آمرانہ اعلان کے خلاف یحییٰ بن اکثم حدیث پڑھ کر سناتے ہیں۔ اگر یہ کوئی علمی سازش ہوتی تو یہ وظیفہ خوار اس راز کو طشت ازبام کرتے اس سے ایک طرف مامون کی تائید ہوجاتی اور وہ خوش ہوجاتا اور دوسری طرف ائمہ حدیث کو رسوا کردیتے جو ان کے مدمقابل حریف تھے مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ امام مالک کا نام سنا تو مامون کو حدیث کے حفظ اور صحت کا یقین آگیا اور خاموش ہو گیا اور اپنا اعلان واپس لے لیا اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں امام مالک کی کتاب اور روایت پر خلفاء اور اہل علم تمام طبقوں کو پورا اعتماد تھا اور اس کو سند اور حجت کا مقام دیا کرتے تھے۔ کسی طبقہ میں ادنیٰ سے ادنیٰ خیال نہیں تھا کہ علم حدیث عجمیوں کی سازش ہے اور امام مالک کی کتاب و روایات اختراعی سازش ہے۔ ہمیں تو یہ سازش معلوم ہوتی ہے کہ طلوع اسلام کے دفتر میں چودھویں صدی ہجری میں چند فرنگی مزاج دوستوں نے یہ افسانہ گھڑ لیا کہ یہ علم حدیث سازش کی پیداوار ہے۔

......قال: النداء بتحليل الزنا' قال: الزنا؟ قال: نعم المتعة زنا' قال: ومن أين قلتَ هذا؟ قال: مِن كتاب الله وحديث رسول الله ﷺ قال الله تعالى: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ- إلى قوله- وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْمَامَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ' يـاأمير المؤمنى ازوجة المتعةِ مِلكُ يمينٍ؟ قال: لا' قا: فهي الزوجة التى عَنَى الله ترث وتورث ويلحق الولد ولها شرائطها ؟ قال: لا' قال: فصار متجاوزُ هذين من العادِين' وهذا الزهرى ياأمير المؤمنين اروى عـن عبـدالله واحسن انَى محمد بن الحنفية عن أبيهما محمد بن علي عن علي بن أبي طالب ؓ قال: أمرني رسول الله ﷺ بـأن أنادِي بالنهى عن المتعة و تحريمها' بعد أن كان ﷺ أمر بها' فالتفتَ إليـنـا المأمون فقال: أمحفوظٌ هذا مِن حديث الزهرى؟ فقلنا: نعم ياأمير المؤمنين! رواه جماعةٌ منهم مالك. فقال: أستغفر الله' نادُوا بتحريم المتعة' فنادَوا بها.

[تاریخ بغداد ۱۴: ۱۹۹-۲۰۰' ترجمہ یحییٰ بن اکثم التمیمی' القاضی: ۷۴۸۹' المنتظم ابن الجوزی ۱۱: ۳۱۵' واقعات: ۲۴۳ھ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مؤطا امام مالک

امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ چالیس سال کے عرصہ میں مؤطا کی تالیف مکمل کی۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ: ''جب میں نے یہ کتاب لکھی تو میں نے مدینہ منورہ کے سترّ فقہاء کو پڑھ کر سنایا' ان سب نے مجھ سے اتفاق کیا اس لیے میں اس کا نام مؤطا رکھا۔''

امام مالک نے اس کتاب میں ۴۸ تابعین سے روایت کی ہے' جن میں سے ابولزبیر' حمید الطّویل' ابو سختیانی' عطاء بن عبداللہ' عبدالکریم اور ابراہیم بن علیّہ کے سوا باقی ۴۳ تابعین سب کے سب مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے بیٹوں امین' مامون نے اور مؤتمن نے امام مالک سے مؤطا کو سنا ہے (۱)۔

خلیفہ رشید نے امام مالک سے یہ بھی کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں پڑھا؟ آپ نے ان سے کوئی روایت نہیں لی ہے؟ امام مالک نے فرمایا یہ دونوں ہمارے شہر مدینہ منورہ میں نہیں رہے اور میں ان دونوں صحابہ کے ملنے والوں سے نہیں ملا ہوں تو میں ان کا ذکر اور ان سے روایت کیسے کرتا (۲)؟

[تنویر الحوالک مقدمہ شرح مؤطا مالک]

غور کیجئے کہ عہد نبوت کے کچھ عرصہ بعد اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متصل قریب زمانہ میں صحابہ اور تابعین کی روایتوں سے مؤطا کی تالیف کی گئی اور ایک ہزار آدمیوں نے مؤطا امام مالک سے سنی' جن میں امام شافعی جیسے امام اور ہارون الرشید جیسے خلیفہ بھی شریک ہیں اور اس وقت سے لے کر آج تک مؤطا کی شان مقبولیت میں اضافہ ہوتا چلا آتا ہے۔ مؤطا کی روایت کا تواتر بڑھتا چلا آتا ہے' نہ کوئی صاحب عقل یہ کہہ سکتا ہے اور نہ کوئی سمجھ دار باور کر سکتا ہے کہ مؤطا مالک جعل وافتراء کی ڈائری ہے۔ امام مالک نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر مؤطا

---

(۱) وذکروا أنّ الرشید وبنوه: الأمین' والمأمون' والمؤتمن أخذوا عنه المؤطا.
[ترتیب المدارک وتقریب المسالک ۱:۱۰۸]

(۲) قال الرشید لمالك: لم نَرَ في کتابك ذِکرَ العلي وابن عباس رضی اللہ عنہما؟ فقال: لم یکونا ببلدي' ولم ألق رجالهما. [تنویر الحوالک شرح مؤطا مالک' مقدمہ ۱:۷ فائدہ: ۳' مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا علی الاعلان درس دیا ہے اور ہزاروں آدمی بلاد اسلامیہ سے رخت سفر باندھ کر مدینہ آئے اور اس کتاب کا درس لیا اس کی نقلیں لے کر اپنے وطن واپس ہوئے' اُس عہد میں کثرت سے ایسے لوگ موجود تھے جن کا گھر اور خاندان ایسا نہ تھا جس کو نبی اکرم ﷺ سے وابستگی اور آپ کی خدمت میں حاضری حاصل نہ ہو' اسی سرزمین میں جہاں نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری دس سال گزرے ہیں۔ امام مالک حدیثوں اور سنن علی الاعلان سناتے ہیں مگر مدینہ منورہ میں یا کسی دوسری جگہ ایک متنفس بھی یہ نہیں کہتا کہ موطا کی ساری یا بعض حدیثیں جعلی ہیں۔ کیا رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات اور افعال سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تلامذہ تابعین کرام بڑے چھوٹے سب جاہل تھے؟ کوئی سمجھدار بتائے کہ مدینہ منورہ میں تابعین کی موجودگی میں امام مالک کو اس افتراء پردازی کی ہمت کیسی ہو سکتی تھی اور بالفرض اگر امام مالک نے ایسی ہی ٹھان لی تھی تو اہل مدینہ اس جعل و افتراء کے اضافہ اور اشاعت کا خاموشی کے ساتھ تماشہ کیوں دیکھتے رہے؟ امام مالک مدینہ منورہ کے تابعین کا نام لے کر فرماتے رہے کہ انہیں لوگوں نے مجھے یہ حدیثیں اور سنن بیان کی ہیں۔

بالفرض اگر امام مالک نے غلط بیانی سے کام لیا ہوتا تو جا لوگ اس وقت زندہ تھے' وہ ضرور امام مالک کو جھٹلاتے۔ تابعین کی ایک بڑی جماعت امام مالک کے کذب و اِفتراء کو ہرگز برداشت نہ کرتی۔ نعوذ باللہ.

نیز امام مالک کو اگر جعل و افترا کا وہم ہوتا تو سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نام سے حدیثیں گھڑ لینا کتنا آسان اور بے خطر مسئلہ تھا اس لیے کہ ان دونوں کے ملنے والے مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے لیکن امام مالک نے ان سے کوئی روایت نہیں کی اور اس کی وجہ امام مالک نے یہ فرمائی ہے کہ ان کے ملنے والوں سے آپ نہیں ملے ہیں۔ امام مالک کے ورع و تقویٰ' امانت و ضبط علم اور فقہ پر ائمہ ہدیٰ اور اخیار علماء کو اتفاق ہے۔ آج چودھویں صدی میں مسٹر پرویز وغیرہ اگر حدیث کو عجمی سازش بتاتے ہیں تو وہ امت مسلمہ کے سنگین مجرم ہیں' مسلمان تمام امتوں سے بہتر اور تمام قوموں سے زیادہ علم دوست اور سب سے زیادہ علمی خصوصیات کے حامل اور ایثار و قربانی میں سب سے زیادہ معروف و نمایاں ہیں' انہوں نے اپنے مال و جان سے زیادہ عزیز رسول اللہ ﷺ کے آثار اور اسوہ کو بقول منکرین حدیث کے اس قدر جلدی اور اس درجہ ضائع کر دیا ہے کہ دوسری صدی سے آج تک امت مسلمہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ میں اختراعی سازشوں کے پلندے کے سوا رسول اکرم ﷺ کے آثار و سنن کی کوئی یادگار نہیں ہے۔

سازش کا ثبوت

آپ جانتے ہیں کہ سازش بڑا جرم ہے۔ اگر حکومت کے خلاف کسی سازش کا ثبوت مل جائے تو اس کی سزا موت ہے مگر اس ثبوت میں بھی حتی الامکان احتیاط کی جاتی ہے اور اگر ثبوت میں کچھ شبہ پڑ جائے تو اس کا فائدہ ملزم کو ملتا ہے اور وہ اصل سزا کا مستحق نہیں سمجھا جاتا سازش ثبوت کے لیے قطعی اور حتمی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ محض ظن اور تخمین سے ایسے جرائم ثابت نہیں کیے جاسکتے۔ منکرین حدیث' حدیث کو عجمی سازش ضرور کہتے ہیں مگر اوہام اور وساوس کے علاوہ سازش کے ثبوت کا کوئی معقول دلیل نہیں دیتے۔ تمنا عمادی صاحب نے مسند امام احمد کو سازش ثابت کرنے کے لیے یہ اختراع کیا ہے کہ ابوبکر شافعی' عبداللہ بن احمد بن حنبل کے شاگرد اور قطیعی کے استاد ہیں اور قطیعی کے پاس جو کچھ ہے وہ ابوبکر شافعی کا ہے اور ابوبکر شافعی وضاع اور حدیث تراش ہونے کے علاوہ شیعہ بھی ہے۔

یہ بودی دلیل ہے اور اسی کے سہارے پر امام احمد کی احادیث و سنن رسول اللہ ﷺ کی عظیم الشان اور صد آفرین خدمت کو بے اثر اور بے آب کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ ثابت ہی نہیں کہ ابوبکر شافعی شیعہ اور وضاع ہیں اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسند کی روایت میں وہ امام احمد کے بیٹے عبداللہ بن احمد کے شاگرد ہیں اور کہیں یہ ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ ابوبکر شافعی نے مسند احمد کو روایت کیا ہے یا اُس کو پڑھا بلکہ مسند کے کسی سلسلہ میں ابوبکر شافعی کا ذکر نہیں آیا ہے یہ منکرین حدیث کی ایسی باتیں ہیں جن کو وہ گہری سازش کی انگیخت پر لکھتے اور بولتے ہیں۔

امام احمد کے بیٹے ابوعبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد ۲۱۳ھ میں متولد اور ۲۹۰ھ میں فوت ہوئے ہیں اور ابوبکر شافعی اور ابوبکر قطیعی دونوں آپ کے شاگرد ہیں' مگر دو باتیں یاد رکھیے۔

۔ ابوبکر شافعی امام احمد کے بیٹے کے شاگرد ضرور ہیں مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے عبداللہ ابن احمد سے پڑھا مگر یہ ضروری نہیں کہ اس نے عبداللہ بن احمد سے مسند کی روایت کی ہو۔

علم حدیث کا طالب علم خوب جانتا ہے کہ کسی استاد سے سماع اور پڑھنا اور بات ہے اور اس کی روایات کو کتاب میں لکھنا اور دوسروں سے بیان کرنا اور حقیقت ہے جیسے عبداللہ بن احمد کے وہ شیوخ جن کی روایات کو آپ نے مسند میں لکھا ہے' ان کی تعداد ۲۸۳ ہے اور جن سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کو سماع ہے اور مسند کے علاوہ اُن سے روایت کی ہے' ان کی تعداد ۴۰۰ سے بھی زیادہ ہے۔

- دوسری بات یہ کہ جس ابوبکر کو شیعہ اور کذاب بتلایا گیا اس کو ابوبکر عنبری اشنانی کہا گیا ہے وہ شافعی اور حنبلی نہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:

''دار قطنی فرماتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن ثابت اشنانی دجال ہے (۱)۔ ابوبکر بن شاذان اس سے روایت کرتے ہیں' اس کی کنیت ابوبکر ہے (۲)۔'' [لسان المیزان جلد۵: ۲۲۵]

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ: ''محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن ثابت ابوبکر بغدادی عنبری اشنانی کا خیال ہے کہ اُس نے یحیٰی بن معین اور احمد بن حنبل سے کچھ سنا ہے۔ دار قطنی فرماتے ہیں: وہ دجال ہے اور خطیب کہتے ہیں: وہ حدیث وضع کرتا تھا (۳)۔''

[لسان المیزان جلد۵: ۲۲۸]

---

(۱) محمد بن عبداللّٰہ بن إبراهيم بن ثابت الأُشنانى كذّابٌ' دجّالٌ...... دجّالٌ يضع الحديث.
[الضعفاء والمتروكين' ترجمہ: ۴۹۵]

(۲) میزان الاعتدال ۳: ۶۰۴' ترجمہ: ۷۷۸۵' لسان المیزان ۵: ۲۲۵' ترجمہ: ۷۹۲.

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: دَجّالٌ وَضَّاعٌ. [المغنی فی الضعفاء ۲: ۶۰۱' ترجمہ: ۵۷۰۲]

(۳) لسان المیزان جلد۵: ۲۲۸' ترجمہ: ۸۰۴.

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ: محمدبن عبداللّٰہ بن إبراهيم بن ثابت أبوبكر الأشنانى' حدث عن على بن الجعد' ويحيى بن معين' وأبى بكربن أبى شيبة' واسحاق بن راهويه وأحمدبن حنبل وأبى خيثمه: زهيربن حرب' وهشام بن عمار' وسرى السقطى أحاديث باطلة' وكان كذاباًيضع الحديث...... و لستُ أشُكُّ أنّ هذاالرجل ماكان يعرفُ من الصنعة شيئاً' وقد سمعتُ بعض شيوخنا ذكره فقال: كان يضع الحديث' وأنا أقول: إنه كان يضع ما لايُحسنه' غيرأنه -والله أعلم- أخذ أسانيد صحيحة من بعض الصُّحف فركب عليها هذه البلايا. [تاریخ بغداد ۵: ۴۳۹-۴۴۲' ترجمہ: ۲۹۶۳]

''محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن ثابت ابوبکر اُشنانی نے علی بن الجعد' یحیٰی بن معین' ابوبکر بن ابی شیبہ' اسحاق بن راہویہ' احمد بن حنبل' ابوخیثمہ: زہیر بن حرب' ہشام بن عمار اور سری سقطی سے باطل روایتیں نقل کی ہیں' وہ کذاب تھا اور احادیث وضع کرتا تھا اور مجھے اس باب میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اسے حدیث کا کوئی علم نہ تھا' ہمارے بعض اساتذہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور اسے احادیث وضع کرنے والا کہا ہے۔ میں [خطیب بغدادی] کہتا ہوں کہ اسے اچھے طریقے سے احادیث وضع کرنا بھی نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں مگر میرا خیال یہ ہے کہ اسے کسی کتاب سے صحیح اَسناد مل گئی ہیں' جن کے لیے اُس نے احادیث وضع کیں۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جس ابوبکر شافعی کو ہم جانتے ہیں وہ ابوبکر قطیعی کے استاذ بھی نہیں اور شیعہ اور کذاب بھی نہیں اس کا ابھی ذکر کیا جائے گا کہ وہ صاحب کون ہیں۔

ابوبکر قطیعی احمد بن جعفر بن صمدان (۱) قطیعة الدقیق میں رہا کرتے تھے (۲)۔

ایک دوسرے ابوبکر قطیعی محمد بن اسحاق بن محمد الناقد بھی ہیں لیکن وہ عمر میں چھوٹے ہیں۔ ۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۶۸ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ عبداللہ بن احمد کے علاوہ ابویعلیٰ موصلی وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں۔ ابوبکر شافعی کا ان میں ذکر نہیں ہے، حاکم، دارقطنی ابن شاہین، قاضی باقلانی اور ابوبکر برقانی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ قطیعی نے عبداللہ ابن احمد سے مسند احمد کو سنا ہے اور ابن احمد فرماتے ہیں کہ: میں اپنے پاس قطیعی کا بیٹھنا پسند کرتا ہوں۔ دارقطنی نے فرمایا ہے کہ قطیعی ثقہ، پرانا زاہد اور مستجاب الدعوۃ ہے۔ برقانی کہتے ہیں کہ: میں نے روایت کرنے میں اس کی نرمی بیان کی تو حاکم نے مجھے روکا اور اس کی تعریف کی اور کہا میرے شیخ ہیں اور ثقہ ہیں۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ میں کسی کو نہیں جانتا کہ ابوبکر قطیعی کو حجت نہیں جانتا (۳)۔ [المصعد الاحمد، صفحہ: ۳۴-۴۱]

ابوبکر شافعی کون تھے؟

ابوبکر شافعی محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبدویہ بغدادی بزاز جبلی (۴) ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۵۴ھ میں فوت ہوئے، اُن کے تلامذہ میں ابوبکر قطیعی کا ذکر نہیں ہے۔ خطیب بغدادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ثقہ اور ضابط ہیں، ان کی کتابیں اچھی ہیں۔ امام

(۱) درست نام حمدان ہے۔

(۲) تاریخ بغداد ۴: ۷۳، المَصْعَدُالأحمد فی ختم مسندالإمام أحمد: ۴۳

(۳) حدّث عنه الحاکم فأکثر، والدارقطنی وابن شاهین وابنُ رُزقُوَیْه وابن أبی الفوارس والقاضی الباقلّانی وأبوبکرالبرقانی وأبونُعیم الأصبهانی وأبوعلی بن المُذْهِبُ، وخلقٌ، آخرهم موتاً أبومحمد الجوهری، بقی إلی سنة أربع وخمسین وأربعمائة، وکان مکثراًعن ابن الإمام أحمد، سمع منه المسند......قال الدارقطنی: ثقةٌ زاهدٌ قدیمٌ، سمعتُ أنه مجاب الدعوة، وقال البرقانی: لَیَّنْتُهُ عند أبی عبدالله الحاکم فأنکرعَلَیَّ وحَسَّنَ حاله، وقال: کان شیخی. وقال الحاکم أیضاً: هوثقةٌ مأمونٌ، و قال الخطیب البغدادی: لم نرأحداًترك الإحتجاج به. [المَصْعَدُالأحمد: ۴۳-۴۴]

(۴) جَبُل ایک جگہ کا نام ہے، اس کی طرف منسوب ہو کر جَبُلِیْ کہلائے۔ [تاریخ بغداد ۵: ۴۵۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دار قطنی فرماتے ہیں: ثقہ ہیں۔ روایت میں غلطی اور چشم پوشی نہیں کرتے (۱)۔
یہ ابو بکر شافعی مسند احمد کی روایت میں عبداللہ بن احمد کے شاگرد اور قطیعی کے استاد نہیں ہیں۔
یہ ابو بکر شافعی شیعہ، کذاب اور حدیث تراش نہیں۔ حاکم جیسے کثیر العلم اور کبیر الاطلاع اور دار قطنی جیسے دلیر نقاد نے نہ صرف اُن کی توثیق کی بلکہ اُن کے حفظ وضبط کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ: دیلمی شیعوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرنے سے لوگوں کو روکا اور اُن کی مساجد پر گالیاں لکھوادی تھیں۔ ایسے میں بغداد کی جامع مسجد اور اپنے محلّہ واقع شامی دروازہ پر ابو بکر شافعی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل لکھا کرتے تھے (۲)۔

منکرین حدیث کے ابو بکر کو شافعی نہیں بلکہ عنبری اشتانی کو دجال کہا گیا ہے۔ تذکرۃ الموضوعات کے صفحہ: ۳۱۰ پر لکھا ہے کہ اشتانی جھوٹا ہے۔

یاد رکھئے کہ تیسری صدی کی سازش اور کذب وافتراء کی اطلاع اس زمانہ یا اس کے قریب کے دور میں ضروری تھی مگر آج چودھویں صدی میں اور وہ بھی منکرین حدیث کو کہاں سے اور کس راستہ سے اس کی اطلاع پہنچتی ہے؟

ارباب حدیث کا مقصد حیات

محدثین کا کام صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ایک حافظ حدیث سے حدیث حاصل کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچادیں بلکہ ان میں ایسے اہل صنعت بھی تھے کہ حدیث کی کثرت طرق اور قلت طرق کو دریافت کرتے اور ان کو جانچتے تھے۔ رُواۃ کے حالات اور صفات کو تلاش کرنا

(۱) أبو بكر جبُلّیٌ ثقة مأمونٌ، ما كان فی ذلك الزمان أوثق منه، ما رأيتُ له إلّا أصولاً صحيحةً متقنةً، قد ضبط سماعه فيها أحسن الضبط.

[سوالات حمزۃ بن یوسف: ۲۷۶، ترجمہ: ۴۰۳، تاریخ بغداد ۵: ۴۵۸، ترجمہ: ۲۹۹۵، تذکرۃ الحفاظ ۳: ۸۸۰، ترجمہ: ۸۴۹]

(۲) ولما منعت الديلم ببغداد الناس أن يذكروا فضائل الصحابة، وكتبت سبَّ السلف على المساجد، كان الشافعي يتعمد فی ذلك الوقت املاء الفضائل فی جامع المدينة وفی مسجده بباب الشام، ويفعلُ ذلك حِسبةً، ويَعدُّه قُربةً. [تاریخ بغداد ۵: ۴۵۷، ترجمہ: ۲۹۹۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جاننا چاہتے تھے۔ روایت کے اتصال اور انقطاع کو ٹٹولتے اور اس پر بحث کرتے تھے اور اس بنیاد پر انہوں نے حدیث کی صحیح، حسن، مرسل، منقطع وغیرہ کی تقسیم کی ہے اور اس کے ساتھ سند اور متن کا خیال رکھا گیا تھا کہ کسی سند کا متن تو نہیں بدلا گیا۔ جہاں ان کو سند یا متن میں کوئی فرق نظر آیا، اس کی صحت کر دی اور اس کی بڑی کوشش کی ہے کہ کوئی سند یا متن جعلی اور بناوٹی تو نہیں۔ کسی متن کا اختراع کسی وضاع نے تو نہیں کیا ہے۔ ملک اور قوم میں اُن تھک کوششوں اور بلیغ مساعی میں ایسے لوگوں کو دریافت کر لیا جن کا یہ پیشہ تھا کہ وہ حدیثیں بناتے تراشتے تھے۔ جعلی کتابیں لکھا کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کی صحیح نشان دہی کی گئی اور امت مسلمہ کو ان کے جعل وافتراء سے آگاہ کیا گیا۔ چوروں کی چوری بتائی گئی اور ہر ممکن طریقہ سے علوم نبوت کی حفاظت کا سامان کیا گیا تاکہ کسی دروغ گو کو رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر جھوٹ بولنے کا موقع نہ ملے۔ ذیل کی چند مثالوں سے محدثین کے مبصرانہ خدمات اور کسی کی رُو رعایت کیے بغیر ناقدانہ گرفت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

پہلی مثال

عبدان اہوازی کہتے ہیں: میں نے ابن زربی (۱) سے عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی: لاتمنعوا اِماءَ اللّٰہِ مساجدَ اللّٰہِ اور کچھ دنوں بعد اس نے اسی سند سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ: احتج ادم و موسیٰ، میں عمار بن زربی کے پاس آیا اور اُسے کہا: اے کذاب! یہ تم کیا کہہ رہے ہو میں نے تم سے لاتمنعوا اِماء اللہ مساجدِ اللہ کہا تھا (۲)۔

[معرفۃ علوم الحدیث: ۱۴۱]

---

(۱) عمار بن زربی.

(۲) قال عبدان الأھوازي: ذاکرتُ عمّار بن زربی بحدیث بشر بن منصور عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أنّ النبی ﷺ قال: لاتمنعوا إماءَ اللّٰہِ مساجداللہ، فما کان إلّا بعد أیام حتی حدث عن بشر بن منصور عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أنّ النبی ﷺ قال: احتجَّ آدم وموسی، وثَبتَ علیه یحدِّثُ به کلَّ مَن دَبَّ ودَرَجَ فأتیته فقلتُ له: یا کذّاب! مِن أین لك عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ: احتجَّ آدم وموسی؟ وإنما ذکرتُ لكَ: لاتمنعوا إماء اللہ مساجداللہ. [معرفۃ علوم الحدیث: ۱۴۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری مثال

ابوبکر محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ: میں امیر اسماعیل بن محمد کی مجلس میں بخارا پہنچا۔ اہل علم بیٹھے تھے، میں نے چند حدیثیں سنائیں۔ امیر نے یزید بن ہارون عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ مروی یہ حدیث سنائی: أُمَّتِي أُمَّةٌ مرحومةٌ، میں نے کہا: حمید نے یزید بن ہارون سے یہ حدیث نہیں بیان کی۔ امیر نے کہا پھر کیا ہے؟ میں نے کہا کہ سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ اس کو بیان کرتے ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ امیر کی سند کی یہ ہے: عن المسعودی عن سعید بن أبی بردة بن أبی موسی عن أبیه عن جده (۱)۔ [معرفۃ علوم الحدیث: ۱۴۶]

تیسری مثال

شعبة عن مالك بن عرفطة عن عبد خیر عن عائشه رضی الله عنها.

امام احمد نے فرمایا: شعبہ سے تصحیف (۲) ہوئی ہے۔ شعبہ عن خالد بن علقمہ ہے۔ حاکم کہتے ہیں: امام احمد کی دلیل یہ ہے کہ زائدۃ بن قدامہ اور ابوعوانۃ شریک بن عبداللہ عن خالد بن علقمہ عن عبد خیر عن عائشہ روایت کرتے ہیں (۳)۔ [معرفۃ علوم الحدیث: ۱۴۹]

چوتھی مثال

شعبة أخبرنا عمرو بن دینار عن طاؤس عن ابن المندلی عن زید بن ثابت رضی الله عنه.

---

(۱) قال أبوبکر محمد بن اسحق: لما دخلتُ بخارا ففي أول مجلس حضرتُ مجلس الأمیر اسمعیل لبن أحمد في جماعة أهل العلم فذكرتُ بحضرته أحادیث، فقال الأمیر: حدثنا أبي قال ثنا یزید بن هارون عن حُمَید عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: أمتي أمة مرحومةٌ...... الحدیث، فقلتُ: أیَّدَ الله الأمیر، ما حدَّث بهذا الحدیث أنس رضی الله عنه ولا حُمَید ولا یزید بن هارون، فسكت وقال: كیف؟ قلتُ هذا حدیث أبي موسی الأشعری رضی الله عنه ومداره علیه، فلما قُمنا من المجلس قال لي أبوعلي صالح بن محمد البغدادی: یا أبابكر، جزاك الله خیراً، فإنه ذكرنا هذا الإسناد غیر مرة ولم یجسُر واحد منا أن یرده علیه. [معرفۃ علوم الحدیث: ۱۴۵-۱۴۶]

(۲) لفظوں میں اشتباہ کی وجہ سے تسامح کا شکار ہونا، جیسے اس سند میں علقمة کے بجائے عُرفطة پڑھنا۔

(۳)...... حدثنا محمد بن جعفر قال شعبة مالك بن عُرفطة عن عبد خیر عن عائشة رضی الله عنها أنَّ رسول الله ﷺ نهی عن الدُّبَّاءِ والمزَفَّت، قال أحمد: صحَّفَ شعبة، إنما هو خالد بن علقمة. [معرفۃ علوم الحدیث: ۱۴۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام حاکم کہتے ہیں کہ شعبہ کو وہم ہوا ہے اس لیے کہ ابن جریج' اوزاعی' ثوری اور دوسرے محدثین نے عن عمر بن دینار عن حجر بن قیس المدری عن زید بن ثابت روایت کرتے ہیں (۱)۔

پانچویں مثال

ابوبکر الحنفی عن عبداللہ بن عبداللہ عن جدہ عن علی۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ ابوبکر حنفی سے غلطی ہوئی ہے اس لیے کہ عبدالرحمن بن مہدی حسین بن حفصی عبد اللہ بن ولید العدنی عن عبداللہ بن عبد اللہ عن جدته أسیلة روایت کرتے ہیں (۲)۔

چھٹی مثال

بقیة ثنا شعبة عن قتادة عن أبی أیوب العتکی عن صفیة بنت حُیَیٍّ رضی اللہ عنہا.

امام حاکم کہتے ہیں کہ بقیة بن ولید سے غلطی ہوئی ہے اس لیے کہ یحییٰ بن سعید غندر اور دوسرے عن شعبة عن قتادہ عن ابی ایوب العتکی عن جویریة بنت الحارث اس کو روایت کرتے ہیں (۳)۔ [معرفة علوم الحدیث: ۱۵۱]

---

(۱) قال شعبة قال أخبرنا عمرو بن دینار عن طاؤس عن ابن المندلی أو ابن أبی المندلی' قال: فذکرته لأیوب فقال: هو حجر المندلی عن زید بن ثابت قال: قال رسول اللہ ﷺ: العُمری للوارث.

قال أبوعبداللہ: وهذا مما وهم فیه شعبة وصَحّفَ فی الأقاویل الثلاثة' إنما هو حجر بن قیس المدری' هکذا رواه ابن جریج والأوزاعی والثوری وجماعة عن عمرو بن دینار. [معرفة علوم الحدیث: ۱۴۹]

(۲) أبوبکر الحنفی قال ثنا سفیان بن سعید عن ابن أبی لیلی عن عبداللہ بن عبداللہ عن جده أنه کان یتعشّی ثم یلتَفُّ فی ثیابه فیام قبل أن یصلی العشاءَ.

قال أبوعبداللہ: صَحّفَ أبوبکر الحنفی فی إسناده عن عبداللہ بن عبداللہ عن جده' وإنما هو عن عبداللہ عن جدته أسیلة. [معرفة علوم الحدیث: ۱۵۱]

(۳) قال بقیة ثنا شعبة عن قتادة عن أبی أیوب العتکی عن صفیة بنت حُیَیٍّ رضی اللہ عنها أنها دخلت علی رسول اللہ ﷺ أو دخل علیها رسول اللہ ﷺ فی یوم جمعة وهی صائمةٌ فقال لها صُمتِ أمس؟ قالت: لا' قال: فتصومین غداً؟ قالت: لا' قال فأفطری. قال أبوعبداللہ: صَحّفَ بقیة بن الولید فی ذکر صفیة' ولم یتابع علیه' والحدیث عند یحیی بن سعید وغُندر والناس..

www.KitaboSunnat.com

وضاعین اور جعلی کتابوں کی فہرست

موضوعات قضاعی' الاربعون الودعانیہ اور وصایا علی ﷛' یہ تینوں موضوعات پر مشتمل کتابیں ہیں۔ وصایا علی ﷛ (١) سے متعلق ساری احادیث میں سے ایک حدیث کے سوا تمام موضوع ہیں' اور وہ یہ ہے:

أنت مِني بمنزلة هارون من موسى غير أنه لا نبي بعدي .

"تو میرے بعد ایسا ہے جیسا کہ ہارون موسیٰ [علیہما السلام] کے بعد تھے' لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

......عن شعبة عن قتادة عن أبي أيوب العتكي عن جويرية بنت الحارث عن النبي ﷺ نحوه.
[معرفۃ علوم الحدیث: ١٥١]

(١) في الخلاصة قال الشيخ: قد صُنِّفَ كتب في الحديث وجميع ماحتوت عليه موضوع كما مَرَّ من موضوعات القضاعي' ومنها الأربعون الودعانية' ومنها وصايا علي ﷛ كلها موضوعة سوى الحديث الأول وهو: أنت مني بمنزلة هارون من موسى غير أنه لا نبي بعدي. قال الصغاني: ومنها وصايا علي ﷛ كلها' أولها: ياعلي! الفلان ثلاث علامات' وفي آخرها النهي عن المجامعة في أوقات مخصوصة كلها موضوعة. [تذکرۃ الموضوعات: ٨]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: ان وصايا علي' المصدرة بِ ياعلي كلها موضوعة' غيرَ قوله: ياعلي انت مني بمنزلة هارون من موسى الّا انه لا نبي بعدي.
[المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ٢١٤' ٢٣٤' حدیث: ٤١٠' ٤٣٦]

"یا علی سے شروع ہونے والی تمام وصیتیں بے اصل اور غیر ثابت شدہ ہیں' ہاں البتہ صحیح مسلم کی روایت یاعلي انت مني بمنزلة هارون من موسى الّا انه لا نبي بعدي کا یہ حکم نہیں۔"

شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اما هذه الوصايا المنسوبة لسيّد نا علي ﷛ والمكذوبة على رسول الله ﷺ فهي مطبوعة اكثر من مرّة' ولاتزال تُطبع وتُباعُ و يتداولها المغفّلون' فكاذبها آثم ملعون' وطابعها آثم ملعونٌ' وبائعها آثم ملعون' ومصدقها آثم ملعونٌ' قبّح الله من لايغار على دينه واسلامه وعقله. [المصنوع: ٢٣٥' حاشیہ: ١]

"سیدنا علی ﷛ کی جانب منسوب یہ وصیتیں رسول اللہ ﷺ پر افتراء و بہتان ہیں' یہ بارہا شائع ہوئیں اور برابر شائع ہوتی اور فروخت ہوتی رہتی ہیں' جاہلوں میں ان کا بہت رواج ہے' یاد رہے کہ ان کا گھڑنے والا شائع کرنے والا' فروخت کرنے والا اور ان کو سچ جاننے والا گناہ گار اور ملعون ہے' اس شخص کا برا ہو جس کے اندر اپنے دین و ایمان اور عقل پر غیرت و حمیت نہ ہو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حماد بن عمرو اور عبد اللہ بن زیاد بن سمعان یا اس کے شیخ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وصیتوں کا اختراع کیا ہے۔ الاربعون الودعانیہ زید بن رفاعہ نے وضع کیا تھا اور ابن ودعان نے اس کو چرایا ہے (۱)۔

شرف بلخی کی کتاب فضل العلماء موضوع ہے (۲)۔

ابن ابی الدنیا اور ابو نسطور رومی کی حدیثیں اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بشر و نعیم بن سالم کی حدیثیں، احادیث دینار عن انس رضی اللہ عنہ اور احادیث ابو ہدبہ ابراہیم بن ہدبہ قیسی سب کے سب موضوع ہیں۔ سمعان المہدی کی مسند انس بصری جو تین سو روایات پر مشتمل ہے۔ موضوع ہے (۳)۔

وہب بن وہب، محمد بن سائب کلبی، محمد بن سعید شامی مصلوب، ابو داؤد نخعی، غیاث بن ابراہیم، اسحاق بن نجیح ملطی، مغیرہ بن سعید کوفی، محمد بن قاسم طالکانی، محمد بن عبد اللہ جو یباری، مامون بن احمد ہروی، محمد بن عکاشہ کرمانی، محمد بن زیاد یشکری، ابن ابی یحییٰ، مدینہ منورہ میں واقدی، بغداد میں مقاتل بن سلیمان، خراسان میں محمد بن تمیم اور فاریابی وضع اختلاق میں مشہور ہیں (۴)۔

اسی مصنف نے اسی کتاب کے صفحہ: ۳۵ سے صفحہ: ۱۲۰ تک کذابین اور افتراء پردازوں کی پوری فہرست لکھی ہے۔ اگر چاہو تو ایک ایک کا نام یاد کر لو۔ آپ غور کریں کہ چور پکڑنے والوں کو مسٹر پرویز اور اس کے دوست عمادی صاحب چور بتاتے ہیں۔ وضاعین بتانے والوں کو وضاعین کہتے ہیں۔ افتراء پردازوں کی نشان دہی کرنے پر افتراپرداز بتائے جاتے ہیں۔

---

(۱) وقال السیوطی فی اللآلی: وکذا وصایا علی رضی اللہ عنہ موضوعة، واتهم بها حماد بن عمرو، وکذا وصایاہ التی وضعها عبد اللہ بن زیاد بن سمعان أو شیخه. [تذکرة الموضوعات: ۸]

(۲) قال الصغانی: ومنها کتاب فضل العلماء لمحدث شرف البلخی.
[تذکرة الموضوعات: ۸]

(۳) ومنها کتابٌ یدعی بمسند أنس البصری مقدار ثلثمائة حدیث یرویه سمعان المهدی عن أنس. [تذکرة الموضوعات: ۸]

(۴) تذکرة الموضوعات: ۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جہاں تک سمجھتا ہوں' ان صاحبوں کو یہ معلوم نہیں کہ کسی حافظ حدیث سے حدیث کی روایت حدیث کی صحت اور اعتماد کرنے لیے کافی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ حدیث اہل علم کے درس گاہوں اور علمی مجالس میں حدیث کے متن اور سند پر بحث کی جاتی تھی۔ رُواۃ کے اختلافات پر کلام کیا جاتا تھا اور جو حقیقت واضح اور ثابت ہو جاتی تھی اس کو قبول کرتے اور جس جانب کوئی کم زوری ظاہر کی گئی' اس کو اس مقام پر رکھتے تھے' جو اس کے مناسب مقام ہوتا تھا۔ علی بن المدینی [وفات: ۲۳۴ھ] جب بغداد تشریف لاتے تھے تو اہل علم ان کی علمی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کے لیے آتے تھے اور علمی مجلسیں منعقد کی جاتی تھیں۔ امام احمد بن حنبل' امام یحییٰ بن معین' امام خلف معیطی اور دوسرے اہل علم آپ کی موجودگی میں بحث اور مناظرہ کرتے تھے اور جب ان میں کسی سند وغیرہ کے متعلق اختلاف ہو جاتا تھا تو آپ فیصلہ کرتے تھے اور آپ کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جاتا تھا[1]۔ [تہذیب الاسماء]

محدثین نے اس طرح حدیث کی چھان بین کی اور علمی مجلسوں میں سند کے ایک ایک راوی پر بحث فرمائی اور رُواۃ کے اختلافات پر کلام کیا گیا۔ علم کو علم سے ٹکرایا گیا اور حدیث کے متعلقہ گوشوں پر اجتماعی نگاہ ڈالی گئی۔

کیا خیال ہے؟ ایسی تنقید وتبصرہ کی مجلس میں کسی وضاع کو جانے کی ہمت ہو سکتی ہے؟ اور اس طرح کی جانچ اور چھان بین کے بعد کسی جعل ساز کو ان اساطین علم کے ذخیرہ احادیث میں بناوٹی حدیث کے ملانے کا موقع مل سکتا ہے؟ اگر کراچی کے ارباب انکار کو ان واقعات کا علم ہے تو پھر دیدہ دانستہ ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے چشم پوشی اور تجاہل عارفانہ کیوں کرتے ہیں؟

---

(۱) تہذیب الاسماء واللغات' قسم اول' جزء:۲: ۱۵۶-۱۵۹' ترجمہ: ۴۲۶۔

موضوع احادیث سے متعلق کتابیں

[۱] الموضوعات: محمد بن عمرو بن مہدی' نقاش' اصبہانی' حنبلی ابو سعید [وفات: ۴۱۴ھ=۱۰۲۳م]
اس کتاب سے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے کافی فائدہ اٹھایا ہے' دیکھئے: میزان الاعتدال ۱: ۱۱۸-۱۱۹' لسان المیزان ۱: ۲۲۰ ترجمہ: احمد بن عثمان نہروانی' ۳: ۱۲' ۴: ۳۵۹ ترجمہ: سَرِی ابن عاصم بن سہل و ترجمہ: عمرو بن جمیع۔

[۲] تذکرۃ الموضوعات: محمد بن طاہر بن علی' مقدسی [وفات: ۵۰۷ھ=۱۱۱۳م]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۳] الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاھیر: حسین بن ابراہیم بن حسین بن جعفر ہمدانی، جورقانی [وفات: ۵۴۳ھ=۱۱۴۸م]
[۴] الموضوعات: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جوزی [وفات: ۵۹۷=۱۲۰۱م]
[۵] العلل المتناھیۃ فی الأحادیث الواھیۃ: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جوزی
[۶] کتاب القصّاص والمذکّرین: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جوزی
[۷] العقیدۃ الصحیحۃ فی الموضوعات الصریحۃ: عمر بن بدر سعید، ورانی، موصلی، حنفی [وفات: ۶۲۲ھ=۱۲۲۵م]
[۸] المغنی عن الحفظ والکتاب بقولھم: لم یصحّ شیئ فی ھذاالباب: عمر بن بدر سعید ورانی، موصلی، حنفی [وفات: ۶۲۲ھ=۱۲۲۵م]
[۹] الموضوعات: حسن بن محمد بن حیدر، حنفی، صاغانی [وفات: ۶۵۰ھ=۱۲۵۲م]
[۱۰] الدرالملتقط فی تبیین الغلط ونفی اللغط: حسن بن محمد بن حیدر، حنفی، صاغانی
[علامہ صاغانی [چاغان۔مَرُو] لاہور میں پیدا ہوئے، بچپن غزنہ [سندھ] میں گزارا، حصول علم کے لیے یمن اور بغداد تشریف لے گئے ان کی وفات بغداد میں ہوئی اور ان کی وصیت کے مطابق ان کی تدفین مکۃ الکرمۃ میں ہوئی۔ لغت میں مجمع البحرین اور حدیث میں مشارق الانوار بھی لکھیں۔] [نزہۃ الخواطر ۱: ۱۵۶، الاعلام ۲: ۲۱۴]
[۱۱] أحادیث القصاص: احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، حرانی، دمشقی [وفات: ۷۲۸ھ=۱۳۲۸]
یہ کتاب امام ابن تیمیہ کے مجموعہ فتاوی جلد: ۱۱ اور جلد: ۱۸ سے ماخوذ ہے۔
[۱۲] رسالۃ فی الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: محمد بن احمد بن عبدالھادی، ابن قدامۃ، حنبلی [وفات: ۷۴۴ھ=۱۳۴۳م]
[۱۳] ترتیب الموضوعات: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی [وفات: ۷۴۷ھ=۱۳۴۸م]
[۱۴] تلخیص الأباطیل: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی
[۱۵] تلخیص المستدرک: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی
[۱۶] المنار المنیف فی الصحیح والضعیف: محمد بن ابی بکر، ابن قیم، جوزی [وفات: ۷۵۱ھ=۱۳۵۰م]
[۱۷] التذکرۃ فی الأحادیث المشتھرۃ: بدرالدین ابوعبداللہ زرکشی [وفات: ۷۹۴ھ=۱۳۹۲م]
[۱۸] الباعِث علی الخلاص من حوادث القُصّاص: عبدالرحیم بن حسین، حافظ عراقی [وفات: ۸۰۶ھ=۱۴۰۴م]
[۱۹] المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الألسنۃ محمد بن عبدالرحمٰن، سخاوی [وفات: ۹۰۲ھ=۱۴۹۷م]
[۲۰] اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ: عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی [وفات: ۹۱۱ھ=۱۵۰۵م]
[۲۱] النکت البدیعات علی الأحادیث الموضوعات، عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی
[۲۲] الزیادات علی الموضوعات: عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۲۳]تحذیر الخواص من أکاذیب القصاص: عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی
[۲۴]الغُمّاز علی اللّماز فی الموضوعات المشہورات: نورالدین علی بن احمد سمہودی
[وفات:۹۱۱ھ=۱۵۰۶م]
[۲۵] الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ: محمد بن یوسف بن علی، شامی
[وفات:۹۴۲ھ=۱۵۳۶م]
[۲۶]تمییز الطیب من الخبیث فیما یدورعلی ألسنۃ الناس من الحدیث:
عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن دیبع [وفات:۹۶۳ھ=۱۵۵۶م]
[۲۷] تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ: علی بن محمد بن علی ابن عراق، کنانی [وفات:۹۶۳ھ=۱۵۵۶م]
[۲۸] تذکرۃ الموضوعات: محمد طاہر بن علی صدیقی، پٹنی، ہندی [وفات:۹۸۶ھ=۱۵۷۸م]
[۲۹]الأسرار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ: علی بن سلطان محمد، قاری، حنفی [وفات:۱۰۱۴ھ=۱۶۰۶م]
یہ کتاب الموضوعات الکبیر اور الموضوعات الکبریٰ کے ناموں سے بھی مشہور ہے۔
[۳۰] المصنوع فی معرفۃ الموضوع: علی بن سلطان محمد، قاری، حنفی
[۳۱] الھیئۃ السیئات فی تبیین أحادیث الموضوعات: علی بن سلطان محمد، قاری
[۳۲] مختصر المقاصد الحسنۃ: محمد بن عبدالباقی، زرقانی [وفات:۱۱۲۲ھ=۱۷۱۰م]
[۳۳] مختصر اللآلی المصنوعۃ: علی بن احمد خُرشی، مالکی [وفات:۱۱۴۳ھ=۱۷۳۰م]
[۳۴] کشف الخفاء ومزیل الألباس عمّا اشتہر من الأحادیث علی ألسنۃ الناس:
اسماعیل بن محمد عجلونی [وفات:۱۱۶۲ھ=۱۷۴۹م]
[۳۵]الدرر المصنوعات فی الأحادیث الموضوعات: محمد بن احمد سفارینی [وفات:۱۱۸۸ھ=۱۷۷۴م]
[۳۶]الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ: محمد بن علی بن محمد شوکانی [وفات:۱۲۵۰ھ=۱۸۳۴م]
[۳۷]الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: محمد بن عبدالحی لکھنوی [وفات:۱۳۰۴ھ=۱۸۸۷م]
یہ نہایت مفید اور جامع کتاب ہے۔ میں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس پر حواشی اور تعلیقات لکھ کر شائع کی ہے۔ والحمدللہ علی ذلك.
[۳۸] اللؤلؤ المرصوع فیما قیل: لا أصل له أو بأصله موضوع: محمد بن خلیل، قاوقجی، حنفی
[وفات:۱۳۰۵ھ=۱۸۸۸م]
[۳۹] تحذیر المسلمین من الأحادیث الموضوعۃ علی سید المرسلین: محمد بن بشیر ظافر ازہری [وفات:۱۳۲۹ھ=۱۹۱۱م]
[۴۰] سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وأثرھا السیئ فی الأمۃ:
محمد ناصر الدین البانی [وفات:۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹م]
[۴۱]المجموعۃ فی الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: محقق کی زیر ترتیب کتاب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی صحیح کتابیں

میں نے پچھلے صفحات میں تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر فقہاء اور محدثین کے تمام دوروں میں قرآن مجید کی طرح حدیث نبوی بھی دینی دستور تھی اور اول سے لے کر اخیر تک حدیث کی سند اور اس کے متن کے بارے میں سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم سے حفاظ اور ائمہ تک ثقہ، دیانت دار اور صدق وصفا میں معروف رُواۃ کی روایت لینے پر اصرار اور اعتماد رہا۔ حفاظِ حدیث نے دور دور کے سفر کیے اور بحث و کلام کرنے کے لیے ائمہ حدیث کی مجالس میں حدیثیں پیش کی گئیں۔ کڑی تنقید کی گئی اور عمیق تبصرہ ہوتا رہا اور کھوٹے کو کھرے سے الگ کر دیا گیا اور ایک ایک افتراء پرداز وضاع کا نام ونسب شہر وعلاقہ بتا دیا گیا اور یہ سب کسی ایک شہر اور کسی ایک صاحب کے سامنے نہیں کیا جاتا تھا بلکہ مختلف اور متعدد شہروں اور درس گاہوں میں انفرادی اور اجتماعی صورت میں کیا گیا ہے اور دور ونزدیک کے اہل علم اس میں شریک ہوتے تھے اور استفادہ لے کر واپس جاتے تھے۔

کیا ایسی کتابیں موجود ہیں جن کی صحت پر اہل تنقید اور ارباب علم کو اتفاق ہے اور امت مسلمہ کے عوام اور خواص نے ان کی صحت کو تسلیم کیا ہے؟ اور ایسے مؤلفین حدیث بھی ہیں جن کی حدیثوں کے صحیح ہونے پر سلف اور خلف کا اجماع ہے؟ میں اس بحث میں شاہ ولی اللہ کی تحریر نقل کرنا چاہتا ہوں اس لیے کہ ہمارے ملک میں اُن کے کبیر العلم اور کثیر الاطلاع ہونے کا کوئی سمجھ دار آدمی اور کوئی ہوش مند طبقہ انکار نہیں کرتا۔ شاہ صاحب کی تصانیف کے تراجم بھی ہمارے ملک میں عام ملتے ہیں۔ کتب حدیث کے طبقات بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب کہتے ہیں کہ:

”واضح ہو کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے سوا کوئی ذریعہ شرائع اور احکام کے معلوم کرنے کا نہیں، بخلاف مصالح کے کہ ان کو تجربہ غور کامل اور حدس (۱) وغیرہ سے بھی معلوم کر سکتے ہیں اور ہمارے لیے نبی کریم ﷺ کی احادیث کا علم حاصل کرنے کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ وہ روایتیں ہم پہنچیں جن کی سند آپ ﷺ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ احادیث آپ ﷺ کے الفاظ ہوں یا موقوف احادیث ہوں کہ ان کی

(۱) دانائی/ زیرکی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

روایت جماعت صحابہ ؓ اور تابعین تک پہنچی ہو اس طرح کہ اگر شارع علیہ السلام کی جانب سے نص یا اشارہ نہ ہوتا تو اس کی قطعی ہونے پر اقدام نہ کرتے۔ پس اس قسم کی روایات آپ ﷺ سے دلالۃً ماخوذ ہیں اور ہمارے زمانہ میں اس قسم کی روایتوں کے حاصل ہونے کا کوئی ذریعہ بجز اس کے نہیں ہے کہ جو کتابیں علم حدیث میں مدون ہیں' ان کا تتبع (۱) کیا جائے کیونکہ آج سوائے کتب مدونہ کے کوئی معتبر روایت نہیں پائی جاتی۔

کتب حدیث کے مختلف درجے اور طبقے ہیں اس لیے ان طبقات کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ صحت اور شہرت کے لحاظ سے کتب حدیث کے چار درجات ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تم جان چکے ہو کہ حدیث کی تین قسمیں ہیں:

اول: متواتر' جس کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے پر امت کا اجماع ہے' اس کے بعد دوسری قسم وہ ہے' جو متعدد طریقوں سے حاصل ہوتی ہیں اور ان کے ثبوت میں کوئی معتد بہ شبہ نہ رہا ہو' ان پر عمل کرنے میں جمہور بلاد متفق ہوں۔ خصوصاً علماء حرمین نے اختلاف نہ کیا ہو اس لیے کہ قرونِ اولیٰ میں حرمین خلفاء راشدین ؓ کی قیام کی جگہ تھی' پھر ہر زمانہ میں وہاں علماء آتے رہے ہیں' سو یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ علماء حرمین ظاہری خطاء کو تسلیم کر سکیں یا کوئی قول مشہور ہو گیا ہو اور ملک کے بڑے حصہ میں اس پر عمل کیا گیا ہو اور صحابہ کرام ؓ اور تابعین عظام کی ایک بڑی جماعت نے اس کی روایت کی ہو۔ تیسری قسم کی احادیث وہ ہیں جو صحیح ہوں' ان کی اسناد حسن ہوں۔ علماء حدیث نے ان کی شہادت دی ہو اور ایسی حدیث ایسا قول متروک نہ ہو جس کی طرف علماء امت میں کسی نے التفات نہ کیا ہو۔

کتب حدیث کے صحیح ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مؤلف کتاب نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہو کہ وہ انہیں احادیث کو روایت کرے گا جو صحیح یا حسن ہوں' نہ ایسی احادیث کو جو مقلوب' شاذ یا ضعیف ہوں۔

شہرت حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو احادیث کتب میں مذکور ہیں وہ تدوین کتب حدیث سے پہلے اور بعد میں محدثین کی زبان پر دائر اور سائر ہوں اور ائمہ حدیث نے مؤلف سے پہلے بھی ان حدیثوں کو مختلف طرق سے روایت کیا ہو اور اپنے سندوں اور مجموعوں میں ان کو ذکر اور بیان کیا ہو اور مؤلف کے بعد کے لوگوں نے اس کی روایت کرتے اور محفوظ رکھنے کی طرف توجہ کی ہو اور اشکال رفع کر دیا ہو' اس کے غریب الفاظ کی شرح کر دی ہو' اس کا اعراب بیان کیا ہو' اس کے طرق بیان کیے ہوں۔ کوئی فقہی مسئلہ اس سے

---

(۱) تلاش/ پیروی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستنبط کیا ہو اور ہر درجہ اور ہر مرتبہ میں ہمارے زمانہ تک اس کے راویوں کے حالات کا سراغ لگایا گیا ہو' یہاں تک کہ کوئی چیز جو حدیث کے متعلق ہے' باقی نہ رہے جس میں پورا غور نہ کر لیا ہو

إلا ما شاء اللّٰہ.

ناقدین حدیث نے مؤلف سے پہلے اور اس کے بعد اس کے اقوال سے موافقت کی ہو اور ان کی صحت کا حکم دیا ہو' اس کی کتاب کی ثناء خوانی بھی کی ہو اور ائمہ فقہ نے ہمیشہ ان احادیث سے استنباط مسائل کیا ہو اور ان پر اعتماد کیا ہو اور عام لوگ بھی ان پر اعتقاد رکھتے ہوں اور ان کی تعظیم کرتے ہوں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب کسی کتاب میں یہ دونوں اوصاف جمع ہوں تو وہ طبقہ اول سمجھی جائے گی پھر ان اوصاف کے اعلیٰ درجہ کے لحاظ سے فوقیت ہوتی جائے گی اور جس کتاب میں یہ دونوں اوصاف بالکل مفقود ہوں گے تو اس کتاب کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

جو کتاب طبقہ اولیٰ اعلیٰ درجہ کی ہے تو وہ تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہے اور اس سے کم درجہ کی مستفیض کے درجہ تک پہنچتی ہے' پھر اس کے بعد قطعی ہے جو قطعی صحت کے قریب ہو۔ قطعی ہونے سے مراد وہ یقین ہے جو علم حدیث میں معتبر اور منضبط اور مفید عمل ہے۔ پس استقراء اور تلاش کے بعد طبقہ اولیٰ کی صرف تین کتابیں ہیں: مؤطا امام مالک' صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ: کتاب اللّٰہ کے بعد سب کتابوں میں زیادہ صحیح کتاب امام مالک کی مؤطا ہے۔ علمائے حدیث متفق ہیں کہ امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے کے مطابق مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں اور دوسرے محدثین کی رائے کے مطابق اس میں کوئی مرسل اور منقطع حدیث ایسی نہیں ہے کہ دیگر طرق سے ان کی سند متصل نہ ہوتی ہو' پس اس وجہ سے مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

......لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل و مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچتی رہیں اور جو ان کی عظمت کو تسلیم نہ کرے وہ مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے اور وہ مبتدع ہے (1)۔"

[حجۃ اللّٰہ البالغۃ' باب کتب حدیث کے طبقات کا بیان]

شاہ صاحب کی مراد ظاہر ہے۔ مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے البتہ یہ نتیجہ آپ کے ذہن میں محفوظ ہو جانا چاہیے کہ مؤطا امام مالک' صحیح بخاری اور صحیح مسلم طبقہ اولیٰ میں اس لیے صحیح کتابیں ہیں کہ طبقہ اولیٰ میں ہونے کے لیے جن شرطوں کی ضرورت تھی وہ سب ان تینوں کتابوں میں موجود ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ان جامعین کی کتابوں میں جتنی حدیثیں مذکور ہیں وہ اس قسم کی حدیثیں ہیں کہ ان کی تدوین سے پہلے بھی وہ اپنے اپنے وقت کے ائمہ حدیث کی

---

(1) حجۃ اللّٰہ البالغۃ' مبحث سابع' باب طبقۃ کتب الحدیث 1: 133-134.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی زبانوں پر جاری اور معروف تھیں اور ان علماء کی تدوین سے پہلے بھی مختلف طریقوں سے ان کی روایت کی جاتی تھی' ان سے پہلے حدیث کے مجموعوں اور سندوں میں وہ لکھی جا چکی تھیں اور ان کی کتابوں کے آنے سے پہلے ناقدین حدیث نے ان کی جانچ پڑتال کی تھی اور بعد میں بھی ان کی ہر طرح حفاظت وخدمات ملحوظ رہیں' مثلاً غریب الفاظ کی شرح' اِشکالات کی تفصیل' متعدد طریقوں کا الگ الگ بیان اور اعراب وغیرہ لگائے گئے پھر بھی کڑی تنقیدوں کے بعد جامعین سے موافقت کی ہے اور فقہاء مجتہدین نے مؤلفین کی حدیثوں سے مسائل کا استخراج کیا اور جس مبصر نے بھی ان کتابوں پر نگاہ ڈالی ہے ان کو صحیح کہا اور ان کی صحت اور حسن کی تعریف کی اور اخیارِ امت نے بالاتفاق ان کی صحت تسلیم کیا ہے۔

علم حدیث کے ذمہ داروں' حدیث کے صحت شناسوں اور جرح وتعدیل کے ماہروں نے ان کتابوں کی صحت پر شہادت دی ہے۔ اگر آج برق صاحب اور اس کے اَمثال مؤطا امام مالک' صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی صحیح حدیثوں میں شک کرتے اور ان میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حدیث کو جانچنا نہیں جانتے اور ان جامعین کی حدیثوں کی تاریخ کو نہیں جانتے۔ جامعین حدیث کی تدوین سے پہلے ائمہ حدیث کی تنقیدی خدمات کو نہیں جانتے۔ جامعین حدیث کے اس التزام پر باور نہیں کرتے کہ وہ اپنی کتابوں میں صحیح احادیث کو نقل کرتے تھے اور امت مسلمہ کے اخیار علماء کو سچا نہیں سمجھتے جن کو چودھویں صدی تک امت مسلمہ کے باشعور طبقہ نے سچا جانا اور سچا کہا' ان پر اعتماد کی اور انہوں نے کامل تحقیق وتمحیص کے بعد ان جامعین کی کتابوں پر صحت کی ہر قرن میں بار بار شہادت دی ہے۔ اس کا علاج میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے کہ یہ صرف اپنے آپ کو سچا اور محقق کہتے ہیں اور ان تیرہ صدیوں میں جو محافظین دین اور محدثین وفقہاء گزرے ہیں اُن کو بے قوف اور ناقابل اعتبار بتاتے ہیں۔

ڈاکٹر برق صاحب کی غلط بیانی

برق صاحب ''دو اسلام'' کے صفحہ: ۵۴ پر لکھتے ہیں کہ:

''ان مشتبہ گوش بریدہ اور خود تراشیدہ احادیث کا سیلاب عظیم جب امام بخاری کے دور میں

www.KitaboSunnat.com

داخل ہوا تو آپ نے چھ لاکھ احادیث میں سے جو آپ کو یاد تھیں' صرف ۷۲۷۵ انتخاب کیں اور باقی تمام کو ناقابل اعتبار قرار دیا(۱)۔"

اور اس کے بعد "دو اسلام" کے صفحہ: ۵۹ پر لکھتے ہیں کہ: "چونکہ ہمارے بعض اسلاف لکھ چکے ہیں کہ صحیح بخاری کی ہر حدیث صحیح ہے اس لیے ہمارے علماء بخاری کی کسی حدیث کو ناقدانہ نظر سے دیکھنا یا معیار روایت پر پرکھنا کفر سے کم نہیں سمجھتے۔ علامہ ابن حجر ہزار کہیں کہ صحیح بخاری کی چالیس احادیث جھوٹی ہیں (۲)۔"

برق صاحب کی اس قابل قدر معلومات کے لیے خود امام بخاری نے جو کچھ لکھا ہے میں اس کو یہاں نقل کروں گا تاکہ آپ سمجھ لیں کہ ان صاحبوں کو جن معلومات پر اتنا گھمنڈ ہے' واقعات کہیں بھی اُس کی تصدیق نہیں کرتے اور کوئی تعجب نہیں کہ برق صاحب کے کسی دوست نما دشمن نے اس سازش سے آپ کو پچھاڑنا چاہا ہو' ورنہ اگر وہ کتابیں برق صاحب نے خود پڑھی ہوتیں جن کی مدد سے "دو اسلام" کے صفحات سیاہ کردیے ہیں تو ان میں یہ معلومات کہیں نہیں ملتیں جن کی تحدی کی گئی ہے۔

برق صاحب اور ان کے اَمثال حجیت حدیث کے انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں مگر ان کے پاس بدزبانی' طعن آمیز فقروں' افتراء اور الزام تراشی کے سوا دوسرا ثبوت نہیں ہوتا۔ فقہاء اور محدثین کے خلاف تحریروں اور تقریروں میں جس طرح اور جس قدر زہر اگلتے ہیں اس سے پہلی اور سطحی نگاہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ علومِ نبوت کے معاندانہ دشمن کی زبان اور ضمیر ایسا ہونا چاہیے۔

---

(۱) دو اسلام' پہلا باب: حدیث میں تحریف' بذیل عنوان: حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ' ۵۶-۵۷ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

(۲) دو اسلام' پہلا باب: حدیث میں تحریف' بذیل عنوان: حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ' ۷۰' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور میں اس طرح لکھا ہے کہ:

"دوم: وہ اَسلاف پرستی اور اندھی تقلید کے اَمراض میں مبتلا ہیں۔ چونکہ ہمارے بعض اَسلاف کہہ بیٹھے ہیں کہ صحیح بخاری کی ہر حدیث صحیح ہے اس لیے ہمارے علماء بخاری کی کسی حدیث کو ناقدانہ نظر سے دیکھنا یا معیار دِرایت پر پرکھنا کفر سے کم نہیں سمجھتے۔ شیخ عبدالحق دہلوی کی رائے تھی کہ صحاح میں انسانی اَقوال کی آمیزش ہے۔ علامہ ابن حجر کا خیال تھا کہ صحیح بخاری کی چالیس احادیث مشتبہ ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری فرماتے ہیں کہ: ''اسحاق بن راہویہ نے مجھے فرمایا کاش! کہ آپ حدیث کی مختصر اور صحیح کتاب لکھیں' تو میرے دل میں اپنے محترم استاذ کی یہ بات بیٹھ گئی اور میں نے جامع صحیح کے لکھنے کا ارادہ کیا اسی اثناء میں میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوں' میرے ہاتھ میں مِروَحۃٌ (۱) ہے میں اس کو ہلاتا ہوں اور رسول اکرم ﷺ کے جسم اقدس سے مکھیاں اڑاتا ہوں۔ میں نے اہل علم سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو اُنہوں نے مجھے بتایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے کلام سے جھوٹ کو ہٹاتے ہو' اس خواب کے بعد جامع لکھنے کا میرا ارادہ زیادہ پختہ ہو گیا میں نے کتاب لکھنا شروع کر دی۔ میری کتاب لکھنے کی کیفیت یہ تھی کہ غسل کرنے اور دو رکعت نماز پڑھے بغیر میں نے اس کتاب میں کوئی حدیث نہیں لکھی۔ میرے پاس ۶ لاکھ حدیثوں کا سرمایہ تھا اس عظیم سرمایہ سے میں نے اس کتاب کو تالیف کیا اور میں نے اس کا عہد اور التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں صحیح حدیث کے سوا کچھ نہیں لکھوں گا۔ اگر میں تمام صحیح حدیثوں کو اس میں لکھتا اور ایک ایک تَرجَمَۃُ البَابِ (۲) میں ایک ایک جماعت کی حدیثوں کے لکھنے کا اہتمام کرتا تو کتاب حد سے بڑھ جاتی' جو طبائع پر بوجھ ہوتی اور یہ جامع صحیح مختصر باقی نہ رہتی۔ کتاب کے بڑھ جانے اور طول کے خوف سے صحیح حدیث کے لکھنے کا التزام کیا ہے مگر تمام صحیح حدیثوں کو میں نے اس میں نہیں لکھا (۳)۔''

امام بخاری کی کتاب میں لکھی ہوئی حدیثوں کے علاوہ باقی سرمایہ حدیث کو موضوع بتانا اور ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے کے قابل کہنا ایسے بدباطن شخص کا دعویٰ ہو سکتا ہے جو صرف

---

(۱) مورچل/ ہاتھ والا پنکھا۔

(۲) عنوانِ باب [Heading] مراد ہے۔

(۳) قال أبو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری: کنا عند اسحق بن راھویه فقال: لو جمعتم کتاباً مختصراً لصحیح سنة رسول اللہ ﷺ' قال: فوقع ذلك فی قلبی' فأخذتُ فی جمع الجامع الصحیح...... رأیتُ النبی ﷺ وکأننی واقف بین یدیه وبیدی مِروَحَةٌ أذُبُّ بها عنه فسألتُ بعض المعبرین فقال لی: أنت تَذُبُّ عنه الکذب' فھو الذی حملنی علی إخراج الجامع الصحیح...... ما کتبتُ فی کتاب الصحیح حدیثاً إلّا اغتسلتُ قبل ذلك وصلّیتُ رکعتین...... وخرَّجتُ الصحیح من ستمائة ألف حدیث...... لم أخرج فی ھذا الکتاب إلّا صحیحاً' وما ترکتُ من الصحیح أکثر' قال الإسماعیلی: لأنه لو أخرج کل صحیح عنده لجمع فی الباب الواحد حدیث جماعة من الصحابة' ولذکر طریق کل واحد منھم إذا صَحَّتْ فیصیر کتاباً کبیراً جِدًّا...... وقال ابراھیم بن معقل النسفی یقول: سمعتُ البخاری یقول: ما أدخلتُ فی کتابی الجامع إلّا ما صَحَّ' وترکتُ من الصحیح حتی لا یطول.

[ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری: ۷' فصل اول]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح حدیثوں کا ہی دشمن نہیں بلکہ جھوٹ بولنا اور محدثین کے نیک کاموں میں عیب نکالنا اس کا پیشہ ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ: ''مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثوں کا ذخیرہ میرے پاس ہے' میں رات کو جب سوتا ہوں تو گن لیتا ہوں کہ میں نے اپنی کتابوں میں کتنی تعداد میں احادیث لکھی ہیں' میں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی حدیثوں کو گن کر معلوم کر لیا کہ میری تالیفات میں دو لاکھ حدیثیں لکھی گئی ہیں (۱)۔''

[مقدمہ فتح الباری' صفحہ: ۵۷۵]

یہ عقل مند یہ سمجھتے ہیں کہ امام بخاری کی تالیف صرف صحیح بخاری ہے' حالانکہ امام بخاری نے تاریخ کبیر' تاریخ صغیر اور تاریخ اوسط وغیرہ بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اہل علم ان سب کو خوب جانتے ہیں۔ آپ نے ان تمام تصنیفات میں دو لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور امام بخاری کے پاس غیر صحیح حدیثوں کا ذخیرہ بھی تھا۔ کوئی سمجھ دار یہ نہ سمجھے کہ وہ غیر صحیح حدیثیں جعلی یا موضوع تھیں بلکہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ صحیح حدیثوں کے علاوہ آپ کے پاس ایسی حدیثیں بھی تھیں جو حسن' ضعیف اور معلول کے درجہ میں ہیں' اگرچہ ان کو صحیح نہیں کہا جاتا مگر وہ اپنے مناسب مقام پر ثابت ہیں۔ وہ شخص جو اصول حدیث کے علم سے واقف نہیں ان کو موضوع کہنا پسند کرے گا ورنہ واقف شخص ایسا نہیں کر سکتا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ: ''میں نے سولہ سال کے عرصہ میں یہ کتاب لکھی۔ اللہ اور اپنے درمیان اس کو حجت گردانا۔ مسجد حرام میں اس کے ابواب کو ترتیب دیا اور رسول اللہ ﷺ کی قبر اور اُن کے منبر کے درمیان بیٹھ کر اس کے تراجم لکھے ہیں (۲)۔''

ابوزید مروزی فرماتے ہیں کہ: ''میں نے رکن اور مقام کے درمیان نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا کہ یا

---

(۱) أحفظ مائة ألف حديث صحيح وأحفظ مائتي ألف حديث غير صحيح' قال ورّاقه: سمعتُه يقول: مانِمتُ البارحة حتى عددتُ كم أدخلتُ في تصانيفي من الحديث فإذا نحو مائتي ألف حديث. [ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری: ۴۸۷' فصل عاشر]

(۲) صَنَّفتُ الجامع من ستمائة ألف حديث في ست عشرة سَنَةً' وجعلتُهُ حجة فيما بيني وبين الله. [ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری: ۴۸۹' فصل عاشر]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ محمد بن اسماعیل کی جامع میری کتاب ہے (۱)۔"

امام بخاری فرماتے ہیں کہ: "جب میں نے کتاب پوری لکھ دی تو میں نے اُسے امام علی بن المدینی، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کو پیش کیا انہوں نے اس کتاب کی تحسین فرمائی اور یہ نے شہادت دی کہ اس کی احادیث صحیح ہیں۔ امام بخاری نے نوے ہزار طلبہ کو اس کتاب کی احادیث پڑھ کر سنائی ہیں، ان ائمہ حدیث نے صحیح بخاری کی چار حدیثوں پر اعتراض کیا تھا مگر بحث وتمحیص اور تحقیق کے بعد یہ ثابت ہوا کہ ان میں بھی امام بخاری کی رائے اور فکر صواب ہے (۲)۔"

جس کتاب کی تالیف سولہ سال کے طویل عرصہ میں کی گئی ہے۔ اس کے سوچنے، سمجھنے میں فکر ونظر نے بڑی کاوش کی ہے اور جس کتاب کو مؤلف نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت گردانا ہے، اس پر مؤلف کا پورا پورا اعتماد تھا۔ مسجد حرام اور رسول اللہ ﷺ کے قبر اور منبر کے درمیان جو کتاب لکھی گئی ہے، وہ صدق وصحت جیسی برکات سے یقیناً معمور ہے۔ حرم کا جوار اور رسول اللہ ﷺ کے قبر کا قرب، تکرار طہارت اور اثناء نماز میں جس کتاب کی تالیف ہوتی ہے اس کی تالیف میں مؤلف کی دیانت، اخلاص اور تقرب الی اللہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ کی توفیق اور عظیم رحمت سے وثوق کے ساتھ یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ علیم وبصیر رب نے امام بخاری کے دامن کو انسانی لغزشوں سے بچایا ہے اور جس کتاب کے صحیح ہونے پر امام احمد، امام علی ابن المدینی اور امام یحییٰ بن معین شہادت دیتے ہیں اس کو برق اور اس جیسے دوسروں کی تنقید کا خوف نہیں ہے اور نہ ایسوں کی تصدیق اور تسلیم کا محتاج ہے۔

امام بخاری نے ازخود ائمہ حدیث کو اپنی کتاب تنقید کرنے کے لیے پیش کیا اس کے معنی یہ

---

(۱) كنتُ نائماً بين الركن والمقام فرأيتُ النبي ﷺ في المنام فقال لي: ياأبازيد إلى متى تدرس كتاب الشافعي ولاتدرس كتابي؟ فقلتُ: يارسول الله! وما كتابك؟ قال: جامع محمد بن اسمعيل. [ہدی الساری: ۴۸۹]

(۲) قال أبو جعفر العقيلي: لماصَنَّفَ البخاري كتاب الصحيح عرضه على ابن المديني و أحمد بن حنبل ويحيى بن معين وغيرهم فاستحسنوه وشهدوا له بالصحةِ إلّا أربعة أحاديث. قال العقيلي: والقول فيهاقول البخاري، وهي صحيحة. [ہدی الساری: ۴۸۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ امام بخاری نے اس کی صحت میں بحث و تمحیص کو پسند کیا تھا اسی طرح آج بھی صحیح بخاری کے صفحات بحث و تنقید کے لیے کھلے ہیں مگر اس کے لیے اہلیت کی شرط ضرور ہے۔

برق صاحب نے حدیث پر جو اعتراضات یا صحیح بخاری پر تنقیدات کی ہیں۔ کچھ صفحات کے بعد میں ان کو نقل کروں گا۔ آپ اسے پڑھ کر اندازہ کر سکیں گے کہ برق صاحب کا رخ کدھر ہے اور اس کا ذہن کس طرف چلتا ہے اور اس کا علم کس حد تک اس قابل ہے کہ وہ امام بخاری کی کتاب کو اپنی تنقیدات کا کھلونا بنائے۔

امام بخاری کی کتاب پر امام دارقطنی اور بعض دوسرے محدثین بعض روایات کے علل اور بعض رُواۃ پر یہ طعن کیا ہے کہ امام بخاری کی شرط پر وہ پورے نہیں اترتے مگر ان کے جوابات بھی وہیں مذکور ہیں۔ جزائری کی توجیہ النظر میں اور حافظ ابن حجر کے مقدمہ فتح الباری میں تمام تفصیلات مذکو ہیں۔ آج تک یہ کسی نے نہیں کہا ہے کہ امام بخاری کی کتاب میں چالیس موضوع احادیث ہیں۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ حسب عادت برق نے یہ جھوٹ لکھا ہے۔

اصل بات صرف اتنی ہے کہ حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ جب امام بخاری نے امام علی بن المدینی، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کو اپنی کتاب پیش کی تو انہوں نے امام بخاری کی کتاب کی چار حدیثوں پر اعتراض کیا لیکن باہمی بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ان میں بھی امام بخاری کی رائے صواب [درست] ہے۔ امام عقیلی فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں بھی امام بخاری کا کہنا درست ہے اور وہ حدیثیں بھی صحیح ہیں۔ برق صاحب نے چار کا چالیس بنا دیا۔ امام عقیلی کی تصحیح اور بحث کے بعد ان ائمہ کی رائے کو نظر انداز کر دیا گیا اور حافظ ابن حجر کے گلے [ذمہ] لگا دیا کہ بخاری کی چالیس احادیث موضوع ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ پنجاب کا دجال اصغر اور اس کا جانشین آج تک حجاز کی سرزمین میں قدم نہ رکھ سکا اور نہ اس دجال کو وہاں جانے کی ہمت ہے۔ امام بخاری پناہ نبوت میں بیٹھے اپنی کتاب کو ترتیب دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے قرب میں کسی دجال، کذاب اور مفتری کا گزر نہیں ہوتا۔ بقول برق گوش بریدہ اور خود تراشیدہ حدیثوں کا سیلاب رسول اللہ ﷺ کے دربار میں کیسے پہنچتا اور امام بخاری کو متاثر کر سکتا۔

فائدہ: آپ جانتے ہیں کہ امام احمد ۲۴۱ھ میں امام علی ابن المدینی ۲۳۴ھ میں اور امام یحییٰ ابن معین ۲۳۳ھ میں فوت ہوئے' جب امام بخاری نے ان کو اپنی کتاب سنائی ہے تو اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنی کتاب کی تالیف ۲۳۳ھ سے قبل فارغ ہو چکے تھے۔
امام مسلم نے بھی کہا ہے کہ: ''میں نے یہ التزام نہیں کیا ہے کہ تمام صحیح احادیث کو اپنی کتاب میں لکھوں گا بلکہ میرا قصد اور التزام یہ ہے کہ اس کتاب میں ان احادیث کو لکھوں گا جن کی صحت پر اتفاق ہے (۱)۔'' [مسلم شریف' باب التشہد]
آپ سوچیں کہ جب برق صاحب امام بخاری کی عادت اور معمول کی معمولی تاریخ کی کتاب کی تالیف کے بارے میں بھی نہیں جانتے یا اس سے مجرمانہ اغماض کرتے ہیں تو ان سے یہ امید کیوں کر کی جا سکتی ہے کہ امام بخاری کے بارے میں وہ علم و دیانت اور انصاف کے ساتھ کچھ لکھتے اور کہتے ہیں؟
حافظ ابن حجر اپنی کتاب فتح الباری کے مقدمہ کی آٹھویں فصل میں لکھتے ہیں کہ:
''جاننا چاہیے کہ صحیح بخاری کی احادیث اکثر ایسی ہیں کہ اصل موضوع کتاب میں ان پر قدح نہیں ہے اس لیے کہ دوسری جہت سے بھی مروی ہیں اور امام ابو عمرو بن الصلاح وغیرہ کا دعویٰ یہ ہے کہ امام بخاری کی کتاب کی تمام حدیثوں کو صحیح تسلیم کرنے پر اجماع اور اتفاق ہے اور جن روایات کی صحت میں کچھ اختلاف ہے اس معظم کتاب کے تلقی بالقبول کو اس سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا اور اگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کچھ احادیث پر اگر استدراکات کیے گئے ہیں تو ان کے جوابات بھی دیے گئے ہیں اور کمی پوری کر دی گئی ہے (۲)۔''

---

(۱) انھوں نے حدیث وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا کے تحت لکھا ہے کہ: وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا' ولیس فی حدیث أحد منھم...... فقال له أبو بکر: فحدیث أبی ھریرة ﷺ؟ فقال: ھو صحیح' یعنی: وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا' فقال: ھو عندی صحیح' فقال: لِمَ لَمْ تَضَعْهُ ھھُنا؟ قال: لیس کلُّ شیئٌ عندی صحیح وَضَعْتُهُ ھھُنا' إنما وَضَعْتُ ھھُنا ما أجمعوا علیه.
[صحیح مسلم ۱: ۳۰۴' کتاب الصلاۃ [۴] باب التشہد فی الصلاۃ [۱۶] بذیل حدیث: ۶۳ - [۴۰۴]]
(۲) وقبل الخوض فیه ینبغی لکل منصف أن یعلم أنّ ھذه الأحادیث وإن کان أکثرھا لا یُقدحُ فی أصل موضوع الکتاب فإنّ جمیعھا واردٌ من جھة أخری' وھی ما ادعاه الإمام أبو عمرو بن الصلاح وغیره من الإجماع علی تلقیّ ھذا الکتاب بالقبول والتسلیم لصحة جمیع ما فیه' فإن ھذه المواضع متنازع فی صحتھا فلم یحصل لھا من التلقی ما حصل لمعظم الکتاب' وقد تعرض لذلك ابن الصلاح فی قوله: إلّا مواضع یسیرة انتقدھا علیه الدارقطنی وغیره. [ہدی الساری: ۳۴۶' فصل ثامن]

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ''امام مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب امام ابوزرعۃ رازی (۱) کو پڑھ کر سنائی، جہاں انہوں نے کوئی علت بتائی، میں نے اس روایت کو چھوڑ دیا (۲)۔''

یہ حقیقت ثابت ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں کسی ایسی حدیث کی تخریج نہیں کی ہے جن میں کوئی ایسی علت ہو جو صحت حدیث کے لیے مضر و مؤثر ہے۔ حافظ ابن حجر کی ان تصریحات کے بعد اس میں کیا شک رہتا ہے کہ یہ برق صاحب نے جھوٹ لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر صحیح بخاری کی چالیس حدیثوں کو جعلی بتاتے ہیں۔

؎ تیرا جی ہی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

اگر برق صاحب کو اپنے کہنے پر اصرار ہے کہ حافظ ابن حجر ضرور ایسا کہتے ہیں تو حافظ کی کسی کتاب کو حوالہ دے دیں تاکہ ہم اسے معلوم کر لیں، ورنہ ہم یقین کر لیں گے کہ جو لوگ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت اور علوم رسالت کی ضرورت کو دین اسلام کا سرمایہ نہیں سمجھتے اور مسلمانوں کی جماعت میں نفاق اور افتراق کو پسند کرتے ہیں، دین کے اصول اور مسائل میں شبہات ڈالنا ان کی کوشش ہے، تو ایسے عاقبت نااندیش لوگ ایسا کہا ہی کرتے ہیں۔

تالیف بخاری کے وقت حدیث کی کتابیں

جب ڈاکٹر برق صاحب اور اس کے امثال حدیث کی مدون کتابوں کے بارے میں کچھ لکھتے ہیں تو یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کتابوں کی تالیف ایسے وقت میں ہوئی ہے کہ اس وقت حدیث کا وجود تسلیم نہیں کیا جاتا تھا اور اس وقت حدیث کی کوئی تصنیف نہیں تھی۔ حدیث کے درس اور حدیث کے حفظ و اشاعت کا کوئی طریقہ اور انتظام نہ تھا۔ امام بخاری اور آپ کے ہم قرن مؤلفین نے حدیث کی کتابیں لکھنے کی ابتداء کی اور معلوم نہیں کہاں سے حدیث لائے اور کس بنیاد پر ان کو کتابوں میں لکھا؟ اس بے بنیاد اور غلط

---

(۱) عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ مخزومی بالولاء ابوزرعۃ رازی، حافظ حدیث تھے۔ رَی سے تعلق کی وجہ سے رازی کہلائے۔ اُن کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ جو روایت اُنہیں معلوم نہ ہو وہ بے اصل ہوتی ہے۔ رَی میں ۲۶۴ھ = ۸۷۸م کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۱۰:۳۲۶، الاعلام ۴:۳۵۰]

(۲) عرضتُ کتابی ھذا علی أبی زرعة الرازی فکلُّ ما أشار أن له علة ترکته.

[ہدی الساری: ۳۴۷، فصل ثامن]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروپیگنڈے سے مسلمانوں کے اس طبقے میں جس کو تاریخ حدیث کا علم نہیں اور نہ اس جانب کبھی توجہ کی ہے۔امام بخاری اور دوسرے محدثین کے متعلق بے جا بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور یہ بُرا خیال جما لیتے ہیں کہ ۲۵۶ سال کے بعد حدیث کی اتنی ضخیم کتابیں کہاں سے اور کیوں لکھی گئیں؟ میں نے بصائر السنہ کے پہلے حصہ میں بالتفصیل لکھا ہے کہ حدیث کی کتابوں سے عہد نبوت' عہد صحابہ اور عہد تابعین کا کوئی دور بھی خالی نہیں رہا ہے۔ اور عہد نبوت' عہد صحابہ اور تابعین کے تمام ادوار میں حدیث کے حفظ' درس و تدریس کے لیے باقاعدہ اور تنظیم کے ساتھ متعدد مجالس قائم تھیں' جن میں حدیث کے طالب علم' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے حدیث کا درس لیا کرتے تھے اس موقع پر اس تفصیل کا اعادہ کرنا مقصود نہیں بلکہ یہاں اتنی بات بتلانی منظور ہے کہ امام بخاری اور آپ کے بعد مؤلفین حدیث کی کتابوں سے پیش تر امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز کے امر اور شاہی اہتمام میں حدیث کی کتابیں لکھی گئی تھیں اور ان کے پڑھنے اور حاصل کرنے کے لیے دور اور قریب کے ملکوں اور شہروں سے طالب علم جوق در جوق آتے تھے۔ ائمہ حدیث کے ناقدانہ تبصروں کے ساتھ جگہ جگہ متمدن شہروں میں علم حدیث کے مدارس میں علوم رسالت کا درس دیا جاتا تھا اور ان مؤلفین کی تصنیفات کی زمین' مؤلفین پیش روکی کتابیں اور حفاظ حدیث کے وہ ذخائر ہیں جن کا درس ائمہ حدیث استمداد کتاب کے بغیر دیا کرتے تھے مگر علمی اور زبانی ذخیرہ ان کے پاس لکھا ہوا محفوظ ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجر اور علامہ جزائری نے اس بارے میں بڑی عمدہ بحث اور صحیح نشان دہی کی ہے جس سے مذکورہ پروپیگنڈے کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ دین قیم کی مظلومیت کی حد ہو گئی ہے کہ خود اس کے نام لیوا بھی اس کے خلاف بیان دیتے وقت جھوٹ بولنے اور عیب لگانے میں باک نہیں کرتے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ جزائری لکھتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو ایک جگہ لکھنے کا اہتمام بہت جلد کیا اور تمام حدیثوں کی ایک کتاب میں اسی طرح تدوین کی طرف توجہ نہیں کی جیسے بعد کے زمانہ میں مدون کی گئیں اور ہمارے زمانہ میں موجود ہیں' اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے حفظ کرنے پر کامل توجہ تھی اور وہ حدیث حفظ کرنے کو زیادہ پسند کرتے تھے اس لیے کہ ان میں اکثر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کے آخری دور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آثار کی تدوین اور اخبار کی تبویب ایسے حالات میں شروع کی گئی جب کہ علمائے تابعین شہروں میں پھیل گئے تھے۔ خوارج' روافض اور منکرین قدر کے فرقے نکل آئے تھے اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ مبتدعین کے یہ فرقے سنن نبویہ میں خرابی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کے امر سے محمد بن مسلم بن عبداللہ بن عبیداللہ بن شہاب زہری نے حدیث کی کتاب لکھی اور ابن عمر' سہل بن سعد' انس بن مالک' محمود بن الربیع' سعید بن المسیب اور ابو امامہ بن سہل نے متاخرین صحابہ اور متقدمین تابعین کی احادیث اور روایات کو لکھا۔ ابن شہاب زہری سے معمر بن راشد' اوزاعی' لیث بن سعد' مالک بن انس اور ابن ابی ذئب وغیرہ نے حدیثیں لی ہیں۔ [ابن شہاب زہری ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ میں فوت ہوئے] ابن شہاب کے متصل زمانہ میں ابن جریج نے مکہ میں' ربیع بن صبیح' سعید بن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں' سفیان ثوری نے کوفہ میں' اوزاعی نے شام میں' ہشیم نے واسط میں' معمر نے یمن میں' جریر بن عبدالحمید نے رے میں' ابن المبارک نے خراسان میں حدیث کی کتابیں لکھیں اور یہ سب ایک ہی زمانہ کے علماء محدثین ہیں۔ غالباً ۱۴۰ھ سے کچھ اوپر کے زمانہ تک ان کتابوں کی تدوین ہو چکی تھی' ان کتابوں میں احادیث کے ساتھ صحابہ کے آثار بھی لکھے گئے تھے تاکہ مذکورہ مبتدعین فرقوں کی فلسفیانہ آراء کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے رد کر سکیں۔ ۱۵۸ھ میں خلیفہ منصور کے کہنے پر امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا لکھی جو آج بھی ہمارے ہاتھوں میں اسی طرح محفوظ اور موجود ہے' ان کے متصل زمانہ میں دو سو سال کے سرے پر عبداللہ بن موسیٰ کوفی نے مسدد بصری نے اسد بن موسیٰ نے نعیم بن حماد خزاعی نے آثار صحابہ کے بغیر صرف حدیثیں اپنی مسندوں میں لکھیں' ان کے بعد دوسرے ائمہ حدیث ان کے نقش قدم پر چلے۔ امام احمد' اسحاق بن راہویہ اور ابن ابی شیبہ جیسے فضلاء علماء نبلاء نے مسندیں لکھیں اور ان مذکورہ مسندوں میں اس لیے زیادہ تر کوشش کی جاتی تھی کہ حدیث کی کوئی روایت قید کتابت سے باہر نہ رہ جائے اور انہیں رجال روایت کے پرکھنے اور جائزہ لینے کے لیے فرصت بہت کم میسر آسکی اس لیے ان محدثین کی تالیفات سے استفادہ کرنے والے پر صحیح اور غیر صحیح حدیث کے معلوم کرنے کے لیے رجال روایت کی تحقیق و تفتیش کرنے کا بوجھ ابھی باقی تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر شخص اصول تنقید اور احوال رجال کو نہیں جانتا۔ اس قدر توجہ اور شغف نہیں رکھتا اور اس اہم ذمہ داری کا اہل نہیں ہوتا۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق تعالیٰ نے علوم اور ارشادات نبوی ﷺ کی اس اہم اور عظیم الشان خدمت کو انجام دینے کے لیے وقت کی ضرورت اور تقاضے پورے کرنے کے لیے امام بخاری جیسے عظیم الہمت اور کبیر البصیرت شخص کو توفیق بخشی۔ آپ نے اس وقت کی مدون کتابوں پر ناقدانہ نگاہ ڈالی اور ان کی خوش بو سے طراوت حاصل کی اور سمجھے کہ ان مؤلفین کی کتابوں کی روایات پرکھنا اور جانچنا اور ان تمام رواۃ کے حالات دریافت کرنا اور روایات کی ایک ایک لڑی اور ایک ایک گوشے پر سیر حاصل بحث کرنا اور روشنی ڈالنا ضروری ہے۔"

[مقدمہ فتح الباری: ۵، توجیہ النظر: ۸]

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ: "علم حدیث میں سب سے پہلے اہل حدیث نے چار فنون میں کتابیں لکھیں۔ علم فقہ میں امام مالک نے مؤطا اور اور سفیان نے جامع سفیان ترتیب دی۔ فن تفسیر میں ابن جریج اور فن سیر میں محمد بن اسحاق کی کتاب اور زہد و رقاق میں عبداللہ بن المبارک کی کتاب موجود تھی۔ امام بخاری نے چاہا کہ چاروں فنون کو اپنی کتاب میں اکھٹا کریں اور جن احادیث کو امام بخاری سے پہلے اور ان کے زمانہ میں ائمہ نے صحیح کہا اور بتلایا تھا ان فنون میں صرف انہی حدیثوں کو لکھیں اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنی کتاب کو حدیث مرفوع مسند اور آثار کے لیے خالص رکھا اس لیے اُنھوں نے اپنی کتاب کا نام الجامع الصحیح المسند رکھا۔" [رسالہ شرح تراجم ابواب بخاری]

شاہ صاحب کی تحریر کی مراد یہ ہے کہ امام بخاری نے ان مؤلفین کی پیروی میں اپنی کتاب ان چار فنون کی تدوین کی ہے اور جن احادیث کے صحیح ثابت ہونے پر آپ کے زمانہ اور اس سے پہلے ائمہ حدیث کو اتفاق تھا انہیں احادیث کو ان فنون میں اپنی کتاب کی تالیف و ترتیب میں لکھا ہے۔ امام بخاری نے از خود ایسا نہیں بلکہ ان کی کتابوں سے استفادہ کیا۔

خود امام بخاری کی کتاب میں بھی اس کی صریح شہادت موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ مسدد بصری، عبداللہ بن المبارک، ابن جریج، امام مالک، سفیان، ہشیم، امام احمد، حماد بن سلمہ ارباب کتب اور صاحب مسانید علی المدینی، یحییٰ بن معین جیسے ائمہ اور ارباب تنقید سے کثیر روایات کو عالی اور نازل طریقوں سے نقل کیا ہے اور امام بخاری کا ان مؤلفین سے استفادہ کرنے کی داخلی اور خارجی شہادت اور ثبوت موجود ہے۔

اس صورت حال نے برق صاحب کی اس تحریر کے دروغ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گوش بریدہ اور خود تراشیدہ حدیثوں کے سیلاب نے ٦ لاکھ احادیث میں سے ٧٢٧٥ احادیث کے چناؤ پر امام بخاری کو مجبور کر دیا تھا۔

صحیح حدیث تعریف اور حدیث کی قسمیں

سند اور رُواۃ کے اعتبار سے حدیث کی متعدد قسمیں بنتی ہیں جس قسم اور درجہ کے راوی ہوتے ہیں اسی کے لحاظ سے ہر ایک روایت کو مناسب درجہ دیا گیا ہے۔ محدثین نے صحیح حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔ ''وہ حدیث جس کی سند متصل ہے' اس کے رواۃ عادل اور ضابط ہیں اور سند میں شذوذ اور کوئی علت نہیں ہے۔''

شذوذ کے معنی یہ ہیں کہ ثقہ روایت کے خلاف نہ ہو اور علت سے مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی خفی عیب اور خامی نہ ہو۔

حسن حدیث اس کو کہتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی متہم راوی نہیں ہے اور شذوذ بھی نہ ہو اور ایک سند کے علاوہ بھی دوسرے طریق سے اسی طرح مروی ہے۔

ضعیف حدیث وہ ہے جس میں صحیح اور حسن حدیث کی شروط موجود نہ ہوں۔

علماء نے کہا ہے کہ وعظ اور قصص فضائل میں ضعیف حدیث کی روایت کرنے میں تساہل کیا جاسکتا ہے (١) لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات' حلال وحرام کے بیان میں ضعیف روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ امام احمد' عبدالرحمٰن' ابن مہدی اور عبداللہ بن المبارک نے فرمایا ہے کہ جب ہم حلال وحرام کی بحث کرتے ہیں تو حدیث کی روایت میں سختی کرتے یں اور جب فضائل بیان کرتے ہیں تو پھر تساہل کرتے ہیں۔

مسند حدیث وہ ہے جس کی سند متصل ہے خواہ مرفوع ہو یا موقوف۔

مرفوع حدیث وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

موقوف صحابی کا قول ہے۔

جب ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا یہ معنی ہوتا ہے کہ اس کی سند متصل ہے اور اس

---

(١) اس کی تحقیق میری کتاب المجموعة فی الأحادیث الضعیفة والموضوعة کے صفحہ:٢٤' وما بعد میں پڑھیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے تمام راوی عادل' ضابط اور ثقہ ہیں اور وہ کسی ثقہ روایت کے مخالف نہیں ہے' اس میں کوئی ایسی علت بھی نہیں جو حدیث کی صحت کے خلاف اور منافی ہے۔ اگر برق صاحب کسی سند کے اتصال اور رُواۃ کے عدل' ضبط' ثقاہت (۱) اور شذوذ و علت وغیرہ امور پر جرح کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے جانچنے اور تنقید کرنے کے اصول کا دروازہ کھلا ہے اور بقول ان کے کوئی عالم ان کو ملحد و بے دین نہیں کہے گا لیکن اگر وہ اوچھے پن پر اتر آتے ہیں اور علوم نبویہ کی پاک طینت حفاظ کے خلاف طعن و تشنیع کی زبان دراز کرتے ہیں تو پھر ان کو اپنے ذمائم سننا چاہئیں۔

برق صاحب کی کتاب دو اسلام اول سے آخر تک پڑھیے۔ کسی باب اور کسی بحث میں اُن کی رائے ایک نہیں ہے بلکہ ایک از خود بے بس شخص کی طرح غیر اختیاری طور پر کبھی کسی کی تحسین کرتے ہیں اور پھر اسی کی مذمت شروع کر دیتے ہیں۔ علم حدیث اور محدثین کے لیے اس نے جو مقام پسند کیا ہے اس کا حق صرف برق صاحب ہی کو ہے مگر پھر بھی سنیے کہ برق صاحب کیا کہتے ہیں۔

''ائمہ حدیث میں ایسے بزرگ بھی پائے جاتے ہیں جن پر ملت اسلامیہ کو ہمیشہ ناز رہا ہے' ان کا علمی مقام اتنا بلند اور ان کے علمی' ثقافتی کارنامے اتنے عظیم ہیں کہ ہمیں ان پر تنقید کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی (۲)۔''

معلوم نہیں یہ بزرگ ائمہ حدیث کون ہیں جن کے ساتھ برق کو بھی عقیدت ہے؟ جب کہ امام بخاری' امام مسلم اور امام مالک جیسے ائمہ حدیث کے دامن تحقیق کے تقدس کو برق صاحب نے کذب و افتراء کے طعن آمیز الزامات سے داغ دار کرنا چاہا ہے۔ اگر یہ محدثین کرام کچھ جواب دیتے تو یہ فرماتے:

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

میں اس بحث کو یہاں ختم کرتا ہوں اور اس کے بعد ان احادیث کے معانی کی تفصیل کرنا

(۱) درست لفظ وَثاقت ہے۔

(۲) دو اسلام' چوتھا باب: کچھ ائمہ حدیث اور معتبر راویوں کے متعلق: ۱۰۵'
مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہتا ہوں۔ برق صاحب ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور اجتناب عن المعاصی پیدا کرنے والی تعلیم پر حملہ آور ہوتے ہیں اور دوسری طرف محدثین کرام اور امام بخاری و امام مسلم جیسے ائمہ عظام کے خلاف سوقیانہ ہرزہ سرائی کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام یہ سمجھ لیں کہ اس قسم کی ناخوش گوار گفتگو کرنے والے مخبوط الحواس لوگ علوم وحی' علوم نبوت اور محدثین کرام کی دقت نظر اور بے بدل بصیرت اور علومِ حدیث کے علم معرفت سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے۔

برق صاحب کی مبتدعانہ خواہش کچھ ہی ہو لیکن رسول اللہ ﷺ کی پاک سیرت آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ امام بخاری و امام مسلم کے علم اور محنت کا گوشہ گوشہ اہل نظر کو معلوم ہے ان پر برق صاحب کی یاوہ گوئی کا کوئی بھی اثر نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق جمیلہ اوصاف حمیدہ و پاکیزہ' زندگی کے ظاہری اور باطنی محاسن' بے انتہا فضائل اور ان کے حکیمانہ علوم کے بارے میں ہمیں جس قدر بھی معلومات ہیں ان سب کا مآخذ قرآن مجید اور کتب احادیث ہیں۔ محدثین کرام نے سیرت مقدسہ کا ہر ہر پہلو پیش کر دیا ہے۔ دنیائے انسانیت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ دنیائے نبوت میں بھی رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوب صورت' بلند اور مکمل سیرت کسی نے نہیں پائی۔ آج اُن کی سیرت پاک کی دولت احادیث کی برکت اور محدثین کی جانکاہ محنت سے ہی ہمارے سامنے آتی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ برق صاحب جن افعال کو اپنے لیے شنیع جانتے ہیں بلکہ ان کی نسبت بھی اپنے لیے مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ناپسند کرتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم اور دوسرے محدثین کو ہرگز یہ گوارا نہیں ہو سکتا تھا کہ وہی افعال و اعمال رسول اکرم ﷺ سے منسوب کر دیں جن کو گم کردہ راہ اور صف انسانیت میں غیر معروف اور دنیائے اخلاق میں نامعلوم برق صاحب جیسا شخص بھی ایسا انتساب اپنے لیے عیب جانتا ہو۔

ہو نہ ہو امام بخاری اور امام مسلم کی احادیث کے معانی میں برق صاحب نے دیدہ دانستہ تحریف کی کوشش کی ہے۔ تاکہ دل کھول کر سیرت پاک کی آڑ میں ان نفوس قدسیہ کو اہل پاکستان کی نظر میں بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کرے۔

برق صاحب دو اسلام کے باب نہم' صفحہ: ۱۹۷ میں یہ سرخی جماتے ہیں:

حضور کی تصویر حدیث میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور صحیح بخاری سے روزہ کا فلسفہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: روزہ ہر قسم کی بدزبانی اور شہوت سے دور رہ کر اپنے اخلاق اور روحانیت کو بلند کرنے کا نام ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: ''آیئے ذرا دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ان ارشادات پر خود کہاں تک عمل کیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ [سیدہ] عائشہ [رضی اللہ عنہا] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ رکھ کر اپنی ازواج کے بوسے لیتے اور ان سے مباشرت کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید صرف رات کو رمضان شریف میں مباشرت کی اجازت دیتا ہے لیکن یہ حدیث کھلی چھٹی دیتی ہے کہ دن ہو یا رات کام چلاتے رہو' یہی وہ حدیث ہے جس نے مجھے احادیث سے بدظن کیا ہے اور اس کتاب کی محرک بنی۔ دیکھا آپ نے ہمارے صحیح الفکر علماء اس مباشرت کے کس قدر مخالف تھے لیکن دوسری طرف ہمارے محدثین اس مزیدار فعل کے اس قدر شائق تھے کہ ایک ایک بڑھیا حدیث گھڑتے چلے گئے۔ امام مسلم نے صرف بوس و کنار اور گھٹنوں سے نیچے استعمال آلت کی اجازت دی تھی۔ امام ابوداؤد ایک قدم آگے نکل گئے۔ کہتے ہیں: [سیدہ] عائشہ [رضی اللہ عنہا] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ رکھ کر مجھے چومتے اور میری زبان چوستے تھے (۱)۔''

برق صاحب لکھتے ہیں کہ: ''قرآن مجید نے حیض کی حالت میں عورتوں سے دور رہنے کا حکم دیا اور صحیح بخاری میں ہے کہ [سیدہ] عائشہ [رضی اللہ عنہا] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حیض کی حالت میں مباشرت کا ارادہ فرماتے تھے تو پہلے ایک تہ پوش پہنا دیتے اور پھر مباشرت کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ عجیب قسم کا ضبط تھا کہ بقول امام بخاری و امام مسلم آپ نہ روزے میں مباشرت سے رکتے تھے اور نہ حیض میں (۲)۔''

اس باب میں رسول اللہ ﷺ اور ازواج مطہرات ؓ میاں بیوی کی احیانی حالت کو جھوٹ بول کر جس بے رحمی اور بے دردی کے ساتھ منظر عام پر لانا چاہا ہے وہ برق صاحب کا دل گردہ ہے' میں چیلنج کرتا ہوں کہ امام بخاری اور امام مسلم کی کتاب میں ''دو اسلام'' کے ۲۰۵ کی عبارت کے مطابق یہ معنی بتادے کہ:

---

(۱) دو اسلام' نواں باب: حضور کی تصویر حدیث میں: ۲۰۶-۲۱۳ و مابعد' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

(۲) دو اسلام' نواں باب: حضور کی تصویر حدیث میں: ۲۱۶ و مابعد' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گھٹنوں سے نیچے استعمال آلت کی اجازت دی تھی۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم تو کیا' حدیث کی کسی کتاب میں نہ یہ عبارت ملے گی اور نہ اس کے معنی ملیں گے۔ برق صاحب نے حدیث اور قرآن مجید میں تصادم پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ قرآن مجید نے جس سے منع فرمایا ہے۔ حدیث شریف نے اس کی اجازت نہیں دی ہے اور حدیث نے جس کی اجازت دی ہے' قرآن مجید اس کو منع نہیں کرتا بلکہ حدیث کی اجازت بھی قرآن مجید کے اجمالی امر کی تفصیل اور تمام حدود کے تعین کا بیان ہے۔ اگر حدیث ایسا نہ کرتی تو قرآن مجید کے امر اعتزال [عورتوں سے دور رہنے کا حکم] کے حدود معلوم نہ ہوتے۔ قرآن مجید حیض کے ایام میں اعتزال کا عورت سے دور رہنے کا امر دیتا ہے اور اس امر کی علت یہ بتاتا ہے کہ وہ محل ایذا اور گندگی کی جگہ ہے اور محل ایذا معلوم ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ایام حیض میں حائضہ عورت کے ساتھ مل کر کھانا اور پینا ملامست وغیرہ اعتزال کے امر میں شامل نہیں ہے اور اس کے بعد: وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ ''ان کے نزدیک مت جاؤ۔'' فرما کر قرآن مجید نے یہ ہدایت کی کہ حیض کے ایام میں جماع کی حرمت کی طرح تم جماع کے قریب مبادی سے بھی منع کیے جاتے ہو اسی طرح حیض کے ایام میں جماع اور اس کے مبادی قریب سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی آیت اعتزال اپنی مراد میں مجمل تھی کہ اعتزال کی حدود کیا ہیں۔ اعتزال کے بہت سے مراتب ہو سکتے ہیں۔ آیا سب حرام ہیں۔ کیا عورت کے جسم کو کوئی حصہ بھی چھونا مرد کے لیے حلال نہیں ہے تو حدیث حلال و حرام کی حدود قائم کرتی ہے اور بتایا کہ عورت کے بعض اعضاء کو چھونا اور ملامست ناجائز اور حرام نہیں ہے جیسے یہود حرام سمجھتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ حائضہ عورت سے کیا کچھ جائز ہے؟ آپ نے کہا میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لك منها مافوق الإزار وليس منها ماتحته. [احکام القرآن' جلد اول: ۳۹۸]

'تیرے لیے اِزار سے اوپر عورت کے جسم کو چھونا جائز ہے اور اِزار سے نیچے [فرج اور اس کے حریم] تیرے لیے جائز نہیں۔'

---

(۱) عن عمير مولى عمر بن الخطاب أنّ نفراً من أهل العراق سألوا عمر عما يحلُّ لزوج ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن سعد (۱) فرماتے ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ حائضہ عورت سے کیا جائز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لك مافوق الإزار.

"اِزار سے اوپر اس کے جسم کا حصہ تیرے لیے جائز ہے۔"

اس کو ہاتھ لگانا یا مرد کا جسم اگر اس حصہ سے لگ رہا ہے تو جائز ہے۔

ایام حیض میں حدیث نے جماع کو منع فرمایا ہے

حدیث نے جس طرح فرج اور حریم کی حد بندی میں اس مسافت کو متعین فرمایا جس کا استعمال حرام ہے اسی طرح حدیث نے استمتاع کی بھی وہ صورت متعین فرما دی ہے جو حائضہ عورت سے اس قسم کا استمتاع ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ یہود حائضہ عورت سے بالکل بائیکاٹ کر دیتے ہیں، ان کو گھروں سے باہر نکال دیتے ہیں، ان کے ساتھ مل کر کھانا نہیں کھاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ ذکر اس لیے کیا کہ نبی اکرم ﷺ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں، اس کے جواب میں قرآن مجید نازل ہوا اور اعتزال کا حکم دیا گیا۔ آپ ﷺ

......الحائض منها وغير ذلك فقال: سألتُ عنه رسول الله ﷺ فقال: لك منها مافوق الإزار و ليس لك منها ماتحته. [احکام القرآن ۱: ۳۳۷، بذیل سورۃ البقرۃ ۲: ۲۲۲، باب الحیض]

زید بن اسلم کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ: أنّ رجلاً سأل رسول الله ﷺ فقال: مايحلُّ لي من امرأتي وهي حائضٌ؟ فقال رسول الله ﷺ: لِتَشُدَّ عليها إزارَها ثم شأنك بأعلاها.

[موطا امام مالک ۱: ۵۷، کتاب الطھارۃ [۲] باب ما تحل للرجل من امرأتہ وھی حائض [۲۶] حدیث: ۹۳]

اور سنن ابی داود میں ہے کہ: عن حرام بن حكيم عن عمه أنه سأل رسول الله ﷺ مايحلُّ لي من امرأتي وهي حائض؟ قال: لك مافوق الإزار.

[سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ [۱] باب فی المذی [۸۳] حدیث: ۲۱۲]

(۱) اس نام کے کسی راوی سے یہ روایت مروی نہیں۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: سألتُ رسولَ الله ﷺ عمايحلُّ للرجل من امرأته وهي حائضٌ؟ قال: فقال: مافوق الإزار، و التعفف عن ذلك أفضل. [سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ [۱] باب فی المذی [۸۳] حدیث: ۲۱۳]

امام ابوداود اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: وليس هو -يعني الحديث- بالقوي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: اصنعوا کل شي إلا النکاح. ’’جماع کے علاوہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔‘‘ حائضہ عورت سے کھانا پینا جائز ہے۔ گھروں میں رہنا سہنا اور ان سے اختلاط سب جائز ہے۔ مگر جماع حرام ہے۔ یہود نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ آپ ہماری ہر بات میں مخالفت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہود کی شکایت بری معلوم ہوئی اور سیدنا عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ (۱) نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر اجازت ہو تو ہم حائضہ عورت سے جماع بھی کریں، جب آپ ﷺ نے یہ سنا تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور ناراض ہو کر فرمایا کہ یہود کی مخالفت میں ناجائز کام کی اجازت کب دی جا سکتی ہے (۲)؟‘‘

[صحیح مسلم، جلد اول: ۱۴۰، ابوداؤد، جلد اول: ۳۴]

قرآن مجید کی طرح حدیث شریف نے بھی حیض کے ایام میں جماع کو منع فرمایا۔ آپ برق صاحب کے یہ امتحانی فقرات پھر پڑھیے اور اُن کا منہ دیکھئے کہ وہ آپ ﷺ کے عمل کا جائزہ لیتے ہیں۔ آیئے اب دیکھیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ارشادات پر کہاں تک عمل کیا ہے نعوذ باللہ برق صاحب نے آپ ﷺ کے عمل کرنے کا جائزہ لیا ہے کہ حیض کے آپ ﷺ کے ایام میں جماع کرتے تھے۔ یہ ظالم کاتب اس قدر بھی حیا نہیں کرتا کہ جس بے حیائی کو وہ اپنے لیے پسند نہیں کرتا اس کو مفتریانہ انداز میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نسبت دے کر رسول اللہ ﷺ کے لیے کیوں تجویز کرتا ہے؟

---

(۱) ان صحابی کا نام عبّاد بن بِشر رضی اللہ عنہ ہے۔
عباد بن بشر بن وقش بن زغبۃ بن زعوراء بن عبدالاشہل انصاری اشہلی رضی اللہ عنہ، ان کی دو کنیتیں تھیں: ابو بشر اور ابوالربیع، مدینہ منورہ میں سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بدر و اُحد اور سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے والوں میں شامل تھے۔ ایک موقع پر ان ہی کی لاٹھی روشن ہو گئی تھی۔ جنگ یمامہ میں ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

[الاستیعاب: ۲/۴۰۲، ترجمہ: ۱۳۵۴]

اس زیر بحث روایت میں ہے کہ وہ تنہا رسول اکرم ﷺ کے پاس نہیں گئے تھے بلکہ اُن کے ساتھ سیدنا اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(۲) عن أنس رضی اللہ عنہ أن الیھود کانوا إذا حاضتِ المرأۃُ فیھم لم یُؤاکلوھا ولم یجامعوھنّ فی البیوت فسأل أصحاب النبيّ ﷺ النبیَّ ﷺ فأنزل اللّٰہ تعالی: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ﴾ إلی آخر الآیۃ [سورۃ البقرۃ ۲: ۲۲۲] فقال رسول اللّٰہ ﷺ: اصنعوا کُلَّ شيئٍ إلَّا النکاح، فبلغ ذلك الیھود فقالوا: ما یریدُ ھذا الرجل أنْ یَدَعَ من أمرنا......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُباشَرَتْ کا معنیٰ کیا ہے؟

مُبَاشَرَتْ بابِ مُفَاعَلَة کا مصدر ہے۔ بَشَر سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ جسم ہے' پس اس کے معنی ہوئے: جسم کا جسم سے لگانا۔ جماع پر بھی اس کا اِطلاق ہوتا ہے اس لیے کہ جماع میں بھی جسم کو جسم سے لگایا جاتا ہے اور محض جسم سے جسم لگانے پر بھی مُبَاشَرَتْ بولا جاتا ہے (۱)۔

[لسان العرب]

سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں کہ: وصل المباشرة اِلزاق البشرة و اطلقت علی الجماع للزومهالها. [روح المعانی' جلد۲:۵۷ (۲)]

ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں کہ: و المباشَرة هی اِلصاق البشرة بالبشرة.

[احکام القرآن' جلد اول:۲۶۷ (۳)]

زید بن اسلم تابعی فرماتے ہیں کہ: المُباشَرة اِلصاق الجلد بالجلد (۴).

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: وأصل المباشَرة اِلتقاءُ البشرتین (۵).

امام نووی فرماتے ہیں کہ: البشرة ظاهر جلد الإنسان' والأَدَمَةُ باطن الجِلد (۶).

......إلّا خالفنا فیه' فجاء أُسَید بن حُضَیر وعَبَّاد بن بِشْرٍ فقالا: یارسول الله: إنّ الیهود تقول کذا و کذا' فلا نُجامِعُهنَّ؟ فتغیَّر وجهُ رسولِ الله ﷺ حتی ظننا أن قد وجد علیهما' فخرجا فاستقبلهما هدیة من لبن إلی النبی ﷺ فأرسل فی آثارهما فسقاهما فعرفا أن لم یجد علیهما.

[صحیح مسلم' کتاب الحیض [۳] باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجیله [۳] حدیث:۱۶-[۳۰۲]' سنن ابی داود' کتاب الطهارة [۱] باب فی مؤاکلة الحائض ومجامعتها [۱۰۳] حدیث:۲۵۸' کتاب النکاح [۶] باب فی إتیان الحائض ومباشرتها [۴۷] حدیث:۲۱۶۵]

(۱) وباشَرَ الرجل امرأته مباشَرةً وبِشاراً: کان معها فی ثوب واحد فَوَلِیَتْ بَشْرَتُهُ بَشْرَتَهَا.

[لسان العرب ۱:۴۱۳]

(۲) روح المعانی ۱-۲:۶۳۱' بذیل: فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ. [سورة البقرة ۲:۱۸۷]

(۳' ۴) احکام القرآن ۱:۲۲۷' بذیل: فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ. [سورة البقرة ۲:۱۸۷]

(۵) وأصل المباشَرة اِلتقاءُ البشرتین' ویُستعمَلُ فی الجماع' سواءً أولجَ أولم یولج.

[فتح الباری ۴:۱۴۹' کتاب الصوم [۳۰] باب المباشرة للصائم [۲۳] بذیل ترجمة الباب]

(۶) تهذیب الاسماء واللغات' قسم دوم' جزو اول:۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کہا ہے: بَاشَرالرجل المرأۃ من ذٰلك لأنه يُفضِي ببشرته إلى بشرتها[1].

اور المنجد میں لکھا ہے کہ: بَاشَرَ المرأۃَ: دخلَ عليها[2].

جس وقت کوئی مرد اس کے پاس آئے تو کہا جاتا ہے: بَاشَر المرأۃ مباشَرۃ، مگر جماع کا تصور بھی نہیں، جیسے: كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ. [سورۃ آل عمران ۳:۳۷]

"جس وقت [سیدنا] زکریا [علیہ السلام] اُس کے پاس حجرے میں آتے۔"

اصل لغت میں مُبَاشَرَتْ کا معنی ہے: جسم کو جسم سے لگانا، ظاہر کو ظاہر سے ملانا، کسی کے پاس جانا اور جماع پر بھی مُبَاشَرَتْ اس لیے بولا جاتا ہے کہ مُبَاشَرَتْ اور جماع میں یہ مناسبت ہے کہ مرد کا جسم اس کے جسم سے لگتا ہے۔ مرد کا ظاہر بیوی کے ظاہر سے ملتا ہے۔ جماع کے ساتھ مُبَاشَرَتْ لازم ہے مگر مُبَاشَرَتْ میں جماع ضروری نہیں ہے۔ مُبَاشَرَتْ اور جماع مترادف الفاظ نہیں ہیں اور اہل لغت نے خاص طور پر یہ محاورہ لکھا ہے کہ اگر مرد عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ہو جائے یا مرد عورت کے ساتھ مجامعت کے بغیر ایک کپڑا اوڑھے تو ایسا کہا جاتا ہے۔ یعنی مرد نے عورت کے ساتھ ایک کپڑا اوڑھ لیا یا مرد عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ہو گیا یا مرد عورت کے پاس گیا یا اگر مرد کا تمام جسم یا جسم کا کوئی حصہ عورت کے تمام جسم یا ایک حصہ سے لگ جائے تو یہ کہا جائے گا کہ مرد نے مُبَاشَرَتْ کی، اگرچہ جسم کے جسم سے یا ایک حصہ کو ایک حصہ کے ساتھ لگانے اور ملانے سے مطلقاً جماع کا ارادہ نہیں ہوتا۔ مُجَامَعَتْ کو مُبَاشَرَتْ کا ہم معنی بتلانا یا سمجھنا ایسے احمق کا کام ہے جو لغت اور محاورۂ عرب سے بالکل جاہل اور رسول اللہ ﷺ کی تقدس مآب سیرت میں گستاخ اور بے شرف ہے۔

حدیث میں مُبَاشَرَتْ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ایام حیض اور رمضان شریف کے دنوں میں رسول اکرم ﷺ کی طرف مُبَاشَرَتْ کی جو نسبت کی گئی ہے اس سے مراد وہی مُبَاشَرَتْ ہے جو اہل لغت نے مُبَاشَرَتْ کے معنی بتائے ہیں، یعنی ایامِ حیض اور رمضان کے دنوں میں

(۱) تہذیب الاسماء واللغات، قسم دوم، جزء اول: ۲۷

(۲) المنجد فی اللغۃ: ۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازواج مطہرات سے اس قدر اجتناب نہیں کیا جاتا تھا جس قدر کہ یہود کرتے تھے بلکہ جسم سے جسم کا چھونا اور ایک کپڑے میں میاں بیوی کا آرام کرنا اس لیے جائز ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ رمضان کے دنوں اور حیض کے ایام میں عام اختلاط اس لیے فرماتے تھے تاکہ مذکورہ امور کی اباحت معلوم ہو جائے اور یہ کہ حیض کے ایام اور رمضان کے دنوں میں جماع حرام ہے اور اس سے روزہ باقی نہیں رہتا اور اس کے علاوہ عام اختلاط جائز ہے۔ مفطر روزہ [روزہ توڑنے والا] نہیں ہے۔ ذیل کے دلائل اور قرائن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد جماع نہیں ہے بلکہ عام اختلاط مراد ہے جس کے لیے محاورات میں لفظ مُبَاشَرَتْ بولا جاتا ہے۔

مازری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے تقبیل کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس سے روزہ ٹوٹتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو کلی کرے تو کیا اس سے روزہ جاتا رہے گا(۱)؟ یہ رسول اللہ ﷺ کا پیغمبرانہ بدیع فقہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ کلی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ اول شرب(۲) ہے اسی طرح قُبْلَۃ(۳) اگرچہ دَوَاعِی(۴) جماع ہے مگر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پانی پینے سے جس طرح روزہ ٹوٹتا ہے اسی طرح جماع سے ٹوٹتا ہے اور جس طرح اوائل شرب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اسی طرح اوائل جماع سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

---

(۱) قال الإمام[المازری]:اختلف الناس فی جواز القُبلۃِ للصائم،ومن بدیع ما روی فی جواز ذلك قوله ﷺ للسائل عنها:أرأیتَ لو تمضمضْتَ؟فأشار هنا إلی فقهٍ بدیعٍ،وذلك أن المضمضة قد تَقَرَّرَ عندهم أنها لاتنقض الصوم لأنهم كانوا یتوضئون وهم صیامٌ،والمضمضةُ أوائل الشرب ومفتاحه،والشرب یفسد الصوم كما یفسده الجماع،فكما ثبت عندهم أن أول الشرب الذی هو المضمضة لاتفسدالصوم فكذلك أوائل الجماع الذی هو القُبلة لاتفسده.

[إکمال المعلم ۴:۴۲،کتاب الصیام[۱۳] باب بیان ان القُبلۃ فی الصوم لیست محرمۃ[۱۲] بذیل ترجمۃ الباب،فتح الباری ۴:۱۵۲،کتاب الصوم[۳۰] باب القُبلۃ للصائم[۲۴] بذیل ترجمۃ الباب]

حافظ ابن حجر اس عبارت کو لکھ کر کہتے ہیں کہ مضمضہ والی روایت کو امام نسائی نے منکر کہا ہے،جب کہ امام ابن خزیمہ،امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔[فتح الباری ۴:۱۵۲-۱۵۳]

(۲) پانی پینے کی ابتداء/شروعات۔ (۳) بوس و کنار۔

(۴) اَسباب/ذرائع۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی بحث میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سنن ابی داوٗد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کی سند ضعیف ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُن کی زبان چوستے تھے (۱)۔

[فتح الباری' جلد۴:۱۲۳]

آپ جانتے ہیں کہ حرام وحلال کی بحث میں ضعیف سند کی حدیث دلیل اور حجت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ دواعی سے روزہ باطل نہیں ہوتا اور قُبلہ وغیرہ بھی دواعی جماع ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فعل نے اس کی تائید کردی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ جو دین کے احکام اور مسائل کی مبلّغ ہیں۔ اس کی تبلیغ فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد اور مذکورہ تشبیہ کی طرح جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا جاتا کہ رمضان کے دن میں بیوی کا بوسہ لینا اور عام اختلاط جائز ہے؟ اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا؟ تو اُنہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ رمضان کے دن میں مُباشَرتْ فرماتے تھے اور فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی حاجت پر قابو رکھتے تھے (۲)۔

---

(۱) تنبیہ: روی أبو داود وحده من طریق مصدع بن یحیی عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن النبی ﷺ کان یُقبلها ویمصُّ لسانها وإسناده ضعیفٌ' ولو صَحَّ فهو محمولٌ علی مَن لم یبتلع ریقه الذی خالَطَ ریقها. والله أعلم. [فتح الباری ۴:۱۵۳]

حافظ ابن حجر اس عبارت کو لکھ کر کہتے ہیں کہ مضمضہ والی روایت کو امام نسائی نے منکر کہا ہے' جب کہ امام ابن خزیمہ' امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ [فتح الباری ۴:۱۵۲-۱۵۳]

۔ حافظ ابن حجر کا اشارہ اس روایت کی طرف ہے جسے امام ابوداود نے اپنی سنن' کتاب الصوم [۸] باب: الصائم یبلع الریق [۳۴] حدیث: ۲۳۸۶ کی طرف ہے' جس کے بعد یہ عبارت درج ہے: قال ابن الأعرابی: بلغنی عن أبی داود أنه قال: هذا الإسنادُ لیس بصحیح.

اور اُن کا لیس بصحیح کہنا بالکل درست ہے اس لیے کہ:

۔ اس کا راوی محمد بن دینار صدوق سیّئ الحفظ تھے اور بڑھاپے میں اِختلاط کا شکار ہوئے تھے۔

[تقریب التھذیب: ۲۹۷]

۔ اس کا ایک اور راوی سعد بن اوس عبدی ہے' جو صدوق تو ہے' مگر اُس نے کئی غلطیاں بھی کی ہیں۔

[تقریب التھذیب: ۱۱۷]

۔ اس کا ایک اور راوی مصدع بن ابی یحییٰ [متابعت کے بعد] مقبول ہے۔ [تقریب التھذیب: ۳۳۸]

(۲) کان النبی ﷺ یُقبِّلُ ویُباشِرُ وهو صائمٌ' وکان أملککُم لأربِه.

[صحیح بخاری' کتاب الصوم [۳۰] باب المباشرة للصائم [۲۳] حدیث: ۱۹۲۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی نبی اکرم ﷺ کی مباشرت ایسی ہوتی تھی جس کا نفسانی شہوت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا تھا اور یہ ایسی مباشرت تھی جس میں قوائے شہوانی کو کوئی دخل نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ مباشرت اس قسم کے امور کی اِباحت کی ہدایت اور روشنی تھی جن کے بیان کرنے اور بتلانے کے لیے آپ ﷺ تشریف لائے تھے۔

آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت قرآن مجید کی کلیات اور حدودِ شرع کی حد بندی کو بیان کرنے کی ذمہ داری لے کر آئی تھی اس لیے اس تقدس مآب علیہ السلام کے ارشاد اور فعل میں شرع کی حدود کے ایک ایک جزء اور ایک ایک کونہ کونہ کو ظاہر ہونا ضروری تھا۔ جو لوگ نبوت کی شان عظیم کی معرفت سے دور ہیں وہ جب اپنی خامیوں اور کمزوریوں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اُن کو تعجب یا انکار ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے یہ واقعات کیوں ہیں اور نفس نبوت کو اپنے نفس پر قیاس کرتے ہیں، اگرچہ صاحب نبوت اس قسم کی کمزوریوں اور خواہشات سے معصوم اور بدرجہا بلند ہوتے ہیں مگر رسالت الٰہیہ کے تبلیغی فریضہ میں شرع کی حدود کے بیان کرنے میں ان کو تامل نہیں ہوتا۔

برق صاحب اس بحث میں رسول اللہ ﷺ کے فعل کو ناجائز اور امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں کو مشکوک ظاہر کرنے کے لیے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے بیوی کا تصور بھی باندھا اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو فتح الملہم کے جلد اول صفحہ: ۱۲۷ سے نقل کیا ہے اور ہاں اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر برق کو اس سے کیا تعلق؟ اس گروہ کی تو غرض کچھ اور ہے۔

---

(۱) مَن تأمّلَ امرأته وهو صائمٌ بَطَلَ صومه. [دو اسلام: ۲۱۳، بحوالہ فتح الملہم]
یہ دراصل مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: مَن تأمّلَ خلقَ امرأةٍ وهو صائمٌ بَطَلَ صومه. [مصنف عبدالرزاق ۴: ۱۹۳، روایت: ۷۴۵۲]
جس کی سند اس طرح ہے: عبدالرزاق عن ابن التيمي عن ليث عن طلحة بن مصرف عن خيثمة بن عبدالرحمن عن حذيفة بن اليمان رضی اللہ عنہ......
اس کا راوی لیث ابن ابی سُلیم ہے جو صدوق تھا لیکن اخیر عمر میں اِختلاط کی وجہ سے اس کی روایات خلط ملط ہو گئیں اور اُن کے مابین تمیز کرنا مشکل ہوا اس لیے محدثین کے ہاں سچا اور ثقہ ہونے کے باوجود متروک ہے۔ [تقریب التہذیب: ۲۸۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر بھی اس روایت کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ: اس کی سند ضعیف ہے (۱)۔

ضعف سند کے علاوہ درایت بھی اس روایت کو تسلیم نہیں کرتی اس لیے کہ شارعانہ حیثیت صرف نبی اکرم ﷺ کی ہے۔ کسی فعل کے جائز اور ناجائز، صحیح اور باطل کرنے کا اختیار سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور کو نہیں ہے۔ مذکورہ روایت نبی کریم ﷺ کے ارشاد اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث کے خلاف ہے اور مذکورہ روایت ایک عظیم آفت ڈھاتی ہے۔

کتاب وسنت، کا دستور امورِ غیر اختیاریہ میں اس قدر سختی پسند نہیں کرتا' ان لوگوں کی دیانت یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم جیسے محدثین کے خلاف بحث کرتے ہیں اور اس اہم بحث میں ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں قوت اور حجیت کا جوہر نہیں اور عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اس لیے ایسی روایات کی حیثیت پر جو روشنی محدثین نے ڈالی ہے اس کو چھپاتے ہیں۔

اسی طرح حیض کے ایام میں بھی مُبَاشَرَتْ سے مراد جماع نہیں ہے بلکہ عام اِختلاط اور ایک کپڑا اوڑھنے اور جسم سے جسم کا حصہ چھونا ہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مراد ہے' جس طرح کہ نہارِ رمضان (۲) میں صراحتاً جماع کی ممانعت بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت سے ثابت ہے اسی طرح حیض کے ایام میں مُبَاشَرَت کی تفصیل بھی سیدہ ہی کی روایت سے ثابت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: روزہ کے دن بیوی کا فرج حرام ہے۔ بخاری باب المباشرة للصائم (۳)' امام طحاوی اور امام عبدالرزاق (۴) نے صحیح سند کے ساتھ حکیم بن عقال اور مسروق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب میں نے روزہ رکھا ہو تو میرے لیے بیوی سے کیا جائز ہے؟ ام المؤمنین نے فرمایا: فرج حرام اور جماع ناجائز ہے۔ باقی سب کچھ حلال ہے۔

---

(۱) فتح الباری ۴:۱۵۱' کتاب الصوم [۳۰] باب المباشرة للصائم [۲۳] بذیل حدیث: ۱۹۲۷.

(۲) روزوں کے دن.

(۳) عن الحکم عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان النبي ﷺ يقبِّلُ و يُباشِرُ وهو صائم. [صحیح بخاری' کتاب الصوم [۳۰] باب المباشرة للصائم [۲۳] حدیث: ۱۹۲۷]

(۴) عن مسروق قال: سألتُ عائشة رضي الله عنها: مايحلُّ للرجل من امرأته صائماً؟ قالت: كل شيئ إلَّا الجماع. [مصنف عبدالرزاق ۴:۱۹۰' حدیث: ۸۴۳۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسروق نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب عورت کو حیض آیا ہو تو میرے لیے اس سے کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: جماع کے سوا سب جائز ہے (۱)۔

ابو میسرۃ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین نے فرمایا کہ: ''میں حیض کے ایام میں تہ پوش پہن لیتی تھی پھر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک لحاف میں داخل ہوتی تھی (۲)۔'' [دارمی جلد اول: ۲۴۴]

یزید بن بابنوس فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

''نبی اکرم ﷺ مجھے ایام حیض میں وشاح پہناتے تھے اور میرے اور اُن کے درمیان میں کپڑا ہوتا تھا اور میرے سر کے قریب پہنچے ہوتے تھے (۳)۔''

عمرو بن شرحبیل فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ''جب ہم میں سے کسی کو حیض آتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو تہ پوش باندھنے کا امر دیتے تھے پھر اس کے ساتھ کروٹ لگا کر آرام فرماتے (۴)۔''

خلاس الہجری فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے حیض ہوتا تھا اور میں ایک کپڑے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتی تھی (۵)۔'' [ابوداؤد جلد اول: ۳۵]

۳۔ میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ:

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حائضہ عورت سے کیا جائز ہے؟ فرمایا کہ

---

(۱) عن حکیم بن عقال قال: سألتُ عائشة رضی اللہ عنها: مایحرُم عَلَیَّ مِن امرأتی إذا حاضتْ؟ قالت: فرجها. [شرح معانی الآثار ۳:۳۸، کتاب النکاح، باب الحائض ما یحل لزوجها منها]

(۲) کنتُ أتَّزِرُ وأنا حائضٌ ثم أدخل مع رسول اللہ ﷺ فی لحافه.

[سنن دارمی ۱:۲۶۰-۲۶۱، کتاب الطہارۃ [۱] باب مباشرۃ الحائض [۱۰۷] حدیث: ۱۰۴۸]

(۳) کان رسول اللہ ﷺ یتوشحنی وأنا حائض، ویصیب مِن رأسی وبینی وبینه ثوبٌ.

[سنن دارمی ۱:۲۶۱، کتاب الطہارۃ [۱] باب مباشرۃ الحائض [۱۰۷] حدیث: ۱۰۵۲]

(۴) کان رسول اللہ ﷺ یأمر إحدانا إذا کانت حائضاً أن تشدَّ علیها إزارها ثم یباشرها.

[سنن دارمی ۱:۲۶۰، کتاب الطہارۃ [۱] باب مباشرۃ الحائض [۱۰۷] حدیث: ۱۰۴۷]

(۵) کنتُ أنا ورسول اللہ ﷺ نبیتُ فی الشعار الواحد وأنا حائضٌ طامثٌ فإن أصابه منی شیئٌ غسل مکانه ولم یعدُه ثم صلی فیه، وإن أصاب -تعنی: ثوبه- منه شیئ غسل مکانه ولم یعدُه ثم صلی فیه. [سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ [۱] باب فی الرجل یصیب منها مادون الجماع [۱۰۶] حدیث: ۲۶۹، کتاب النکاح [۶] باب فی إتیان الحائض ومباشرتها [۴۷] حدیث: ۲۱۶۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِزار سے اوپر کا حصہ جائز ہے(۱)۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عمر ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ:

هل يباشر الرجل امراة و هي حائض ؟

’’کیا مرد اپنی بیوی کے جسم سے جسم لگا سکتا ہے یا ایک کپڑے میں اس کے ساتھ آرام کر سکتا ہے جب اُسے حیض ہو؟ کہا ہاں! اِزار کو سخت کر لے۔ نچلے حصہ سے اوپر حصہ سے جسم کا جسم سے لگانا درست ہے(۲)۔‘‘

اسی طرح جُمَیْع بن عُمَیْر نے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے(۳)۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اِن تمام تصریحات میں مُبَاشَرَتْ کا یہ معنی مراد بتایا گیا ہے کہ حیض کے ایام میں ازواج مطہرات کے ساتھ ایک کپڑے میں آرام فرماتے تھے اور تلوث عن النجاست سے احتراز کرنے کا اس قدر اہتمام کیا جاتا تھا کہ معمول کے لباس کے علاوہ اِزار باندھنے کا بھی امر فرماتے تھے۔ حیض کے ایام میں بھی نبی اکرم ﷺ کا حسن معاشرت اس درجہ کا ہوتا تھا کہ معمولی تجنب اور تنفر سے بھی ارتباطات منزلی کو مکدر کرنا پسند نہیں فرمایا بلکہ ارتباط منزل کے مقاصد کی حفاظت کے لیے اُلفت کے اظہار اور بڑھانے پر توجہ تھی۔ آپ ﷺ کو اِعراض ونشوز سے طبعاً کراہت تھی اور آپ کو تودد پیدا کرنے والے خصال پسند تھے اور سیدہ عائشہ اسی نکتے کو ظاہر کرنے کے لیے فرماتی ہیں کہ میں برتن کی جس جگہ پانی پیتی تھی، رسول اللہ ﷺ بھی اسی جگہ سے نوش فرماتے تھے۔

---

(۱) سُئِلَتْ عائشة رضي اللّٰه عنها: مايحلُّ للرجل من امرأته وهي حائضٌ؟ قالت: مافوق الإزار.
[سنن دارمی ۱:۲۵۹، کتاب الطہارۃ [۱] باب مباشرۃ الحائض [۱۰۷] حدیث: ۱۰۳۸]
خیال رہے کہ روایت میں سُئِلَتْ کا لفظ ہے یعنی: اُن سے کسی نے پوچھا۔

(۲) هل يُباشر الرجل امرأته وهي حائضٌ؟ فقالت: لتشد إزارها على أسفلها ثم يباشرها.
[سنن دارمی ۱:۲۵۸، کتاب الطہارۃ [۱] باب مباشرۃ الحائض [۱۰۷] حدیث: ۱۰۳۳]

(۳) قال جُمَيعُ بن عُمَير دخلتُ على عائشة رضي اللّٰه عنها مع أُمي و خالتي فسألتاها كيف كان يصنع رسول اللّٰه ﷺ إذا حاضت إحداكنّ؟ قالت: كان يأمرنا إذا حاضتْ إحدانا أن تتّزر بإزارٍ واسعٍ ثم يلتزمُ صَدرها وثدْيَيها. [سنن نسائی، کتاب الحیض والاستحاضۃ [۳] باب ذکر ما کان النبی ﷺ یصنعہ اذا حاضت احدی نساءہ [۱۳] حدیث: ۳۷۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مُبَاشَرَتْ کا معنی اگر جماع لیا جائے تو اس حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ آپ ﷺ کو اپنی حاجت پر قابو تھا بے معنی و بے جوڑ سا ہو جاتا ہے بلکہ دونوں جملے متصادم ہو جاتے ہیں اور اسی طرح اس حدیث میں اُن کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اِزار باندھنے کا حکم فرماتے تھے صرف بے فائدہ ہی نہیں بلکہ جماع کے متضاد اور مانع اسباب کا بیان ہے۔ اس تمام تفصیل کے بعد جس سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان اور محاورات عرب کی تائید سے جسم کا جسم سے لگانا اور بیوی کے ساتھ ایک کپڑے کا اوڑھنا اور ایک کپڑے میں میاں کا بیوی کے ساتھ داخل ہونے کا معنی مُبَاشَرَت ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ایام حیض اور رمضان کے دنوں میں اس قسم کی مُبَاشَرَت نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے' تو اب برق صاحب کے یہ بازاری جملے پھر پڑھیے اور اندازہ کیجیے کہ علمی دنیا میں اس کی تحقیق کی کیا قدر ہو سکتی ہے اور کیا اچھی زبان ہے۔ ایسے جمیل اخلاق کی تعریف ضرور کی جائے گی۔

- "لیکن یہ حدیث کھلی چھٹی دیتی ہے کہ دن ہو یا رات کام چلائے چلو (۱)۔" [دو اسلام:۲۰۲]
- "لیکن دوسری طرف ہمارے محدثین اس لذیذ فعل کے اس قدر شائق تھے کہ ایک سے ایک بڑھیا حدیث گھڑتے چلے گئے (۱)۔" [دو اسلام:۲۰۵]
- "مجھے یقین ہے کہ یہ احادیث یا تو یہود و نصاریٰ نے وضع کی تھیں اور یا ان شہوتی ملاؤں نے جو ہندؤوں کی طرح عیاش و شہوت رانی کو جزوِ مذہب بنانا چاہتے تھے۔"

[دو اسلام:۲۱۴]

یہ حیاء سوز تحریر اس کے لکھنے والے کی ضمیر کا آئینہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کو اسلامی علوم اور دینی ذفاتر میں وضع و کذب داخل کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوئی اور امام بخاری و امام مسلم سمیت محدثین کے مقدس گروہ نے جائز اور صحیح واقعات روایت کرنے میں کسی وضاع اور جھوٹے کی طرف رخ نہیں کیا ہے اور نہ کسی دم کٹے سے متاثر ہوتے ہیں کہ ضروری اور تعلیمی افعال کے نقل کرنے سے رک جاتے بلکہ انگلو پاکستانی ملاؤں کی یہ کارستانیاں ہیں کہ لفظ مُبَاشَرَتْ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کی اور رسول اللہ ﷺ کی مقدس سیرت کی

---

(۱) دو اسلام' نواں باب: حضور کی تصویر حدیث میں: ۲۱۳' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عصمت اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے عفت مآب دامن کو رمضان کے دنوں اور حیض کے ایام میں جماع کا دھبہ لگانے کی شرمناک خواہش رکھتے ہیں اور دنیا کے اندر ذلت اٹھانے میں باک نہیں کرتے اور نہ ہی قیامت کی سخت سزا کا ڈر رکھتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ جس نے روزہ رکھا ہے وہ مُباشَرتْ کرسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس کو رخصت دی اور ایک دوسرے آدمی نے آکر یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کو منع فرمایا، جس کو رخصت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع فرمایا وہ جوان تھا (۱)۔''

بوڑھے کو مُباشَرتْ کی اجازت دینے اور جوان کو اس سے منع کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جماع اور مُباشَرتْ دونوں الگ الگ ہیں، ورنہ جماع جوان اور بوڑھے دونوں کے لیے منع ہے۔ بوڑھے میں دواعی جماع کے باوجود بھی جماع کی تحریک کا خطرہ نہیں، یا بہت کم ہے اس لیے اس کو مُباشَرتْ کی اجازت فرمائی اور جوان کو دواعی جماع کے ساتھ جماع کا خطرہ غالب ہے اس لیے اس کو مُباشَرتْ کرنے سے یعنی جماع کے دواعی، اسباب و محرکات کے اِقدام سے بھی روکا گیا۔

ایک کپڑے میں ملابست کو رسول اللہ ﷺ نے مُباشَرتْ فرمایا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

لاتُباشِرالمرأۃُ المرأۃَ.

''کوئی عورت اپنا بدن دوسری عورت کے بدن کے ساتھ نہ لگائے، پھر اس کیفیت کو اپنے خاوند سے بیان کردے، گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔''

سنن نسائی کی روایت میں مسروق کے طریق سے اس روایت میں یہ ہے کہ: عورت عورت

---

(۱) أنّ رجلاً سأل النبی ﷺ عن المباشرۃ للصائم فرخّصَ له وأتاه آخر فسأله فنهاهُ، فإذا الذی رخّصَ له شیخٌ والذی نهاهُ شابٌّ.

[سنن ابی داود، کتاب الصوم [۸] باب کراہیۃ للشاب [۳۵] حدیث: ۲۳۸۷]

(۲) لاتُباشِرالمرأۃُ المرأۃَ فتنعتها لزوجها کأنّهُ ینظرإلیها.

[صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷] باب لاتُباشِرالمرأۃُ المرأۃَ فتنعتها لزوجها [۱۱۹] احادیث: ۵۲۴۰، ۵۲۴۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مباشرت نہ کرے اور مرد مرد سے مباشرت نہ کرے (۱)۔" [فتح الباری' جلد۹: ۲۷۸]
یعنی عورت کی طرح مرد اپنا بدن دوسرے مرد کے بدن سے نہ لگائے۔
اور سیدنا ابو سعید ﷛ کی روایت میں جو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے' اس سے زیادہ تفصیل مذکور ہے' جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:
"مرد مرد کے عورت ستر کی طرف نہ دیکھے اور عورت عورت کی ستر کی طرف نہ دیکھے اور مرد مرد کے بدن سے ایک کپڑے میں اپنا بدن نہ لگائے (۲)۔" [فتح الباری' جلد۹: ۲۷۸]
اس حدیث نے یہ ظاہر اور ثابت کر دیا ہے کہ مُبَاشَرَتْ کا معنی محض بدن کا بدن سے چھونا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف مُبَاشَرَتْ کی جو نسبت کی گئی ہے اس کی مراد صرف اسی قدر ہے کہ جسم کو جسم چھوتا تھا۔ ضرورت اور مصافحہ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے حدیث نے کسی حائل کے بغیر ایک جسم کو دوسرے جسم کے ملانے سے روکا ہے تاکہ محرکات شہوت کا دروازہ بند رہے اور ذرائع کا انسداد کیا جائے۔
برق صاحب وغیرہ کا معنی مُبَاشَرَتْ یعنی جماع باہمی دو عورتوں یا دو مردوں میں متصور نہیں ہے اس لیے بھی کہ اس قبیح اور مکروہ کو ایسا نام کتاب وسنت میں ہرگز نہیں دیا گیا ہے اور نہ دیا جا سکتا ہے جس میں ابتغاء اولاد اور نسلِ انسانی کا بقاء مقصود ہے۔
فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ. [سورة البقرة ۲: ۱۸۷]
"پھر اپنی عورتوں سے ملو اور اُس [اولاد] کو طلب کرو جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر کی ہے۔"
یعنی جو اولاد تمہارے لیے اللہ نے مقدر فرما دی ہے' عورتوں کی مباشرت سے مطلوب ہونی چاہیے۔ محض شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ کتاب وسنت کی زبان میں کسی ایسی خلاف فطرت

---

(۱) لا تُباشِر المرأةُ المرأةَ' ولا الرجلُ الرجلَ. [سنن نسائی الکبریٰ ۵: ۳۹۰' کتاب عشرة النساء [۷۹] باب مباشرة المرأةِ المرأةَ [۱۰۱] حدیث: ۹۲۳۲/۲.
(۲) لا ینظرُ الرجلُ إلى عورة الرجل' ولا المرأةُ إلى عورة المرأة' ولا یُفضی الرجل إلى الرجل في ثوب واحدٍ' ولا تُفضي المرأةُ إلى المرأةِ في الثوب الواحد.
[صحیح مسلم واللفظ لہ' کتاب الحیض [۳] باب تحریم النظر إلى العورات [۱۷] حدیث: ۷۴-[۳۳۸] سنن ابی داود' کتاب الحمام [۲۵] باب ماجاء فی التعری [۳] احادیث: ۴۰۱۸' ۴۰۱۹' سنن ترمذی' کتاب الادب [۴۴] باب فی کراهیة مباشرة الرجالِ الرجالَ والمرأةِ المرأةَ [۳۸] حدیث: ۲۷۹۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرکت کو مُباشَرتْ کا نام دینا کتاب وسنت کے حسنِ بیان اور فصاحت کے خلاف اور منافی ہے۔ ایسے غیر فطری فعل کو کتاب وسنت میں فاحشہ کا مذموم نام دیا گیا ہے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفٰحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ. [سورۃ النساء ۴:۱۵]

''اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا اِرتکاب کر بیٹھیں۔''

أَتَاْتُوْنَ الْفٰحِشَةَ مَاسَبَقَکُمْ بِهَامِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ. [سورۃ الاعراف ۷:۸۰]

''تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے اسی طرح کا کام نہیں کیا؟''

قطعی اور کلیہ قاعدہ

اصول فقہ کی یہ مشہور اصل ہے کہ جب شارع سے کوئی قطعی اور جامع قاعدہ ثابت ہو جائے اور اس کلی ضابطہ کے خلاف کوئی جزئی خبر یا جزئی واقعہ ثابت ہو جائے تو ہمیں یہ بات کرنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہئے کہ یہ جزئی خبر یا جزئی واقعہ اس قطعی اور جامع ضابطہ کے خلاف اور معارض نہیں ہے بلکہ اس جزئی خبر یا واقعہ کے ایسے غلط معنی سمجھے یا بتلائے گئے ہیں جس نے کلیہ وضابطہ اور جزئی واقعہ کے درمیان تصادم پیدا کر دیا ہے۔ حقیقت میں اس جزئی خبر یا واقعہ کے ایسے معنی مراد ہیں جس کے لیے الفاظ میں تحمل ہے اور اس کلیہ ضابطہ کے ساتھ ساتھ قائم رہتا ہے اور اگر آپ اس جزئی خبر یا جزئی واقعہ کے ایسے معنی کرتے چلے جاتے ہیں جو جامع قاعدہ کے خلاف ہیں اور اس کی کلیت پر مخالفانہ اور بداثر ڈالتے ہیں تو یہ دین میں زیغ اور ضلالت کی جڑ ہے اور کہا جائے گا کہ آپ ایسے معنی مراد لینے میں دین کی قطعیات میں شبہات اور دین کے محکمات میں شکوک ڈالنا چاہتے ہیں۔

[الموافقات، فصل رابع فی العموم والخصوص، المسئلۃ الاولیٰ، جلد۳]

اب آپ سوچیں کہ کتاب اللہ نے ایام حیض اور رمضان کے دنوں میں جماع سے منع فرمایا ہے اور یہ شارع کا قطعی کلیہ ہے اور صحیح حدیث میں حیض کے اور رمضان کے دنوں میں مُباشَرتْ ثابت ہوتی ہے اور یہ جزئی خبر یا واقعہ ہے۔ اگر آپ نے اس خبر میں مُباشَرتْ کا

---

(۱) الموافقات فی اصول الشریعۃ ۳:۱۹۴، الفصل الرابع فی العموم والخصوص، المسألة الأولی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنی جماع سمجھ لیا یا بتا دیا ہے تو آپ نے اس میں غلطی کی اور دیدہ دانستہ دین کی قطعیات اور محکمات میں شکوک وشبہات ڈالنے کا ارادہ اور زیغ وضلالت کی راہ چلنے کا قصد کر لیا ہے۔

حدیث میں مُبَاشَرَتْ سے مراد عام اختلاط ہے جس کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے کیونکہ کلیہ کی کلیت اور قطعیت بھی قائم رہتی ہے اور کتاب وسنت میں تصادم بھی پیدا نہیں ہوتا اور دین کی قطعیات اور محکمات میں شک وشبہ ڈالنے سے اجتناب بھی ہو جاتا ہے۔

دوسرا قطعی ضابطہ

شارع کا یہ قطعی ضابطہ ہے کہ جس طرح شریعت کے اصول میں اختلاف نہیں ہے اسی طرح شریعت کے فروع میں بھی اختلاف نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ. [سورۃ النساء ۴:۵۹]

"اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔"

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول کی سنت شریعت کا مآخذ ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ آیت ہدایت کرتی ہے کہ تنازع واختلاف کو اٹھاؤ اور تنازع واختلاف کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت رفع کرتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی طرف لوٹانے سے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرنا مراد ہے اور کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے سے تنازع اور اختلاف کا رفع کرنا تب ہی ممکن ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کا بعض حصہ اس کے دوسرے بعض حصہ کا مخالف نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحی کا ایک حصہ سنت نبوی اللہ تعالیٰ کی وحی کے دوسرے حصہ کی مخالف نہیں ہے، ورنہ اگر کتاب وسنت میں اختلاف ہوتا تو پھر کتاب وسنت سے اختلاف کو رفع کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ کتاب وسنت میں پورا پورا اتفاق واتحاد ہو اگر قرآن مجید نے حیض اور رمضان کے دنوں میں جماع کو منع فرمایا ہے اور برق صاحب سنت میں جماع کے جواز کو ان حالات اور اوقات میں ثابت کرتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ برق صاحب کتاب وسنت کے اتحاد کو توڑتے ہیں اور ان میں باہمی حرمت اور اباحت کے متضاد اور متخالف احکام کی راہ نکالتا ہے اور نیز قرآن مجید ہم کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور افعال نبوت کی تاسی کا مطلقاً حکم دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر حدیث نے قرآن مجید کی مخالفت کو برداشت کرلیا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن ہم کو دو متضاد دلیلوں کی اطاعت کا مکلّف بناتا ہے۔ یا تو ہم دونوں کو چھوڑ دیں اور برق صاحب اس کو پسند کریں گے کہ کتاب وسنت دونوں کو جواب دے دیا جائے یا ایک کو رکھ لیں اور دوسرے کو جواب دے دیں، لیکن یہ بھی ناممکن ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی میں کتاب و سنت دونوں مطلوب ہیں اور دونوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ تمام خرابیاں اس لیے پیدا ہوتی ہیں کہ برق صاحب نے حدیث میں مُبَاشَرَتْ کا معنی جماع بتایا ہے، جو سراسر غلط ہے اس لیے کہ مُبَاشَرَتْ کا وہ معنی مراد ہے جس کو قرآن مجید بھی برداشت کرتا ہے اور حدیث سے بھی اس کی توقع کی جاتی ہے اور شریعت کے قطعی کلیات بھی اس کے متحمل ہوتے ہیں۔

قرآن میں ردوبدل

برق صاحب دو اسلام: ۱۶۲، باب سات میں مؤطا امام مالک کی روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "امام مالک کا کردار تقدس اور خلوص تمام شبہات سے بالاتر تھا...... ہم مؤطا کی تعظیم ضرور کرتے ہیں لیکن وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے مندرجات واقعی اقوال رسول ہیں اور خصوصاً ان حالات میں اس کی بعض روایت محلِ نظر ہیں (۱)۔"

اس کے بعد مؤطا کی روایات کو کبھی بخاری و مسلم اور کبھی قرآن مجید سے ٹکرانے اور متصادم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ برق صاحب کی تان حدیث دشمنی پر ٹوٹتی ہے اس لیے ان کے خیال میں ان دو متصادم اَحادیث میں ایک حدیث جعلی ہے اور وہ حدیث تو یقیناً موضوع ہے جو قرآن مجید کی مزاحم اور مقابل ہوتی ہے اور اسی بحث میں وہ مؤطا اور امام بخاری کی کتاب سے ایسی احادیث نقل کرتا ہے جن سے برق صاحب کے خیال میں قرآن مجید میں ردوبدل ثابت ہوتا ہے اور پھر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جن احادیث سے قرآن مجید کی تحریف ثابت ہوتی ہے، وہ موضوع ہیں اور ایسی احادیث کے لکھنے والے مؤلفین وضاعین کی جعل سازیوں سے متاثر ہیں اور اس بحث میں برق صاحب نے جھوٹ لکھنے اور مؤطا کی عبارت کی قطع و برید میں اور حدیث کے معانی سمجھنے میں پوری پوری خیانت اور غلطی کی ہے، یہاں

---

(۱) دو اسلام، ساتواں باب: موطا پر ایک نظر: ۱۷۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمونہ کے لیے برق صاحب کی پیش کی ہوئی چند مثالیں درج کرتا ہوں۔

پہلی مثال

برق صاحب لکھتے ہیں کہ: ”مؤطا میں درج ہے کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے پہلے وضوء ضروری ہے اور إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ کی تفسیر: من المضاجع یعنی النوم دی ہوئی ہے' لیکن صحیح بخاری' کتاب الوضوء میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث دی ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو جاگے۔ صلوٰۃ تہجد ادا کی' پھر بستر پر دراز ہو گئے' پھر سو گئے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی اس کے بعد نماز کے لیے بلانے والا آیا۔ آپ ﷺ اُٹھ کر اُس کے ساتھ چل دیے اور وضوء کیے بغیر نماز پڑھی (۱)۔“

پہلے تو برق صاحب کی عقل اور سمجھ ملاحظہ کیجیے۔ مؤطا امام مالک میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر اور زید بن اسلم تابعی کا تفسیری قول اور صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کی فعلی حدیث مذکور ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر اور زید بن اسلم کا قول نبی اکرم ﷺ کی حدیث سے متصادم نہیں۔ بہت سے بہت یہ سوال پیدا ہوگا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن اسلم نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کے خلاف کیوں کہا؟ تو یہ سوال بھی سراسر بے سمجھی اور امام بخاری کی کتاب کی قطع و برید پر مبنی ہے۔ صحیح بخاری میں صرف اسی قدر نہیں ہے جس قدر برق صاحب نے نقل کیا ہے بلکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس بیان کا پہلا حصہ یہ ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ تہجد کے لیے اٹھے۔ آپ نے وضوء کیا۔ نماز پڑھی اور میں نے بھی اسی طرح وضوء کیا جس طرح اُنھوں نے وضوء کیا تھا اور آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو کر میں نے نماز پڑھی (۲)۔“

---

(۱) دو اِسلام ساتواں باب: موطا پر ایک نظر: ۱۷۰-۱۷۱' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

(۲) عن ابن عباس أن النبی ﷺ نام حتی نفخ ثم صلی' وربما قال: اضطجع حتی نفخ ثم قام فصلی' ثم حدثنا به سفیان مرةً بعد مرةٍ عن عمرو بن کریب عن ابن عباس قال: بِتُّ عند خالتی میمونةَ لیلةً' فقام النبی ﷺ من اللیل' فلما کان فی بعض اللیل قام النبی ﷺ فتوضأ من شَنٍّ معلَّقٍ وضوءً خفیفاً وقام یصلی فتوضَّأْتُ نحواً مما توضأ ثم جئتُ فقمتُ عن یساره' ......ثم صلی ماشاء اللّٰہ ثم اضطجع فنام حتی نفخ ثم أتاه المنادی فآذنه بالصلاة فقام معه إلی الصلاة فصلی ولم یتوضأ.

[صحیح بخاری' کتاب الوضوء [۴] باب التخفیف فی الوضوء [۵] حدیث: ۱۳۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب امام بخاری اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نیند سے جاگ کر وضوء کرنا ثابت ہوتا ہے تو پھر موطا امام مالک اور امام بخاری کی کتاب میں برق صاحب کیوں تعارض اور تصادم دیکھتے ہیں اور اس بیان میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ آگے فرماتے ہیں کہ:

''تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے آرام فرمایا اور سو گئے اور بلانے والے نے آپ ﷺ کو صبح کی نماز کے لیے اٹھایا تو آپ ﷺ نے وضوء کیے بغیر نماز پڑھائی۔ سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں بحث کی اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں اور آپ کا دل جاگتا ہے۔ عمرو بن دینار مکی فرماتے ہیں: میں نے عبید بن عمیر۔ جو کبار تابعین میں سے تھے۔ سے سنا ہے کہ انبیاء کا خواب وحی ہے پھر پڑھا: إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ.''

سفیان بن عیینہ کی غرض یہ ہے کہ نبی ﷺ کو سو جانے کے بعد اس لیے وضوء کرنے کی ضرورت نہیں پڑی کہ آپ کا دل جاگتا تھا۔ نیند ناقض وضوء نہیں ہے لیکن اس میں حدث کا مظنہ غالب [غالب گمان] ہے اور آپ ﷺ کی یہ خصوصیت تھی کہ سو جانے کے باوجود بھی آپ کو وہ عوارض عارض نہیں ہوتے تھے جیسا کہ عام مخلوق کو عارض ہوتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر خواب میں آپ ﷺ کا قلب بھی غافل ہو جاتا تو پھر آپ ﷺ اس وحی کی حفاظت کیسے کرتے جو آپ ﷺ کو خواب میں آتی تھی اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہے۔ اگر انبیاء کا خواب وحی نہ ہوتا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کرنے کا قدم کیوں اٹھاتے؟ کیونکہ آپ علیہ السلام نے خواب ہی میں دیکھا تھا۔

امام بخاری کی اس تفصیلی بحث سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تہہ او بطن پر روشنی پڑتی تھی اور یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی تھی کہ موطا کی روایت میں عام لوگوں کی نیند کا نتیجہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس سے وضوء جاتا رہتا ہے اس لیے کہ لوگوں کی آنکھوں کی طرح ان کے قلوب بھی غافل ہو کر سو جاتے ہیں اور ان کو حدث کا شعور اور علم نہیں ہوتا۔ گہری نیند میں جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور حدث کا گمان غالب ہوتا ہے اور نیند نفس کو سست بھی کرتی ہے اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن اسلم کا جو بیان موطا میں مذکور ہے۔ عام لوگوں کے بارے میں شارع علیہ السلام کے مقررہ قاعدہ کے متعلق ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث صحیح بخاری میں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدس سے تعلق رکھتی ہے کہ آپ ﷺ کا قلب کسی وقت بھی علم سے خالی نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کا خواب بھی بیداری کی مانند ہے۔ نہ اس میں جوڑ ڈھیلے ہوتے ہیں اور نہ حدث کا غالب مظنہ ہوتا ہے بلکہ بیداری میں لوگوں کو جس طرح حس اور شعور ہوتا ہے اسی طرح آپ ﷺ کو خواب میں علم ہوتا تھا۔ اگر حدث عارض ہوا تو آپ ﷺ نے وضوء فرمالیا اور اگر عارض نہیں ہوا تو آپ نے وضوء کی ضرورت نہیں سمجھی جیسا کہ آپ ﷺ نے کبھی نیند سے اٹھ کر وضوء فرمالیا ہے اور کبھی نیند سے اٹھ کر وضوء نہیں کیا۔

صحیح بخاری کی پوری عبارت سے برق صاحب کی ہزلیات کی عمارت گر جاتی ہے اس لیے اُن کی ایمان داری کا تقاضا یہ تھا کہ مؤطا مالک کو ناقابل اعتبار اور غیر ثقہ ثابت کرنے کے لیے صحیح بخاری کی عبارت اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دو ٹکڑے کر دے اور جس قدر حصہ اپنی جھوٹی خواہش کے لیے مؤید سمجھا اس کو نقل کر دیا۔ ان لوگوں کی تمام بنیاد غلط فہمی پیدا کرنے اور دھوکہ دینے پر ہے اس لیے یہ ہمیشہ ایسا کرتے ہیں اور بچارے مسلمان ان کی تزویر کے جال میں چکرا جاتے ہیں۔

مؤطا امام مالک کی روایات

مؤطا امام مالک کی مذکورہ روایات جن کی صحت پر برق صاحب کو وثوق نہیں ہے' یقیناً صحیح ہیں اگر چہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن اسلم کا قول ہے اور برق صاحب ان کو اقوال رسول اللہ ﷺ لکھتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کی احادیث ان کی صحت کی شہادت دیتی ہیں کہ نیند سے جاگنے کے بعد وضوء کرنا چاہیے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بیداری انسان کے لیے ایسی ہے جیسے مشک کے لیے وِکَاءٌ(۱) ہو' جب کوئی سو جائے تو اس کو وضوء کرنا چاہیے(۲)۔'' [ابوداوٗد' جلد اول: ۲۷]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بیٹھ کر سویا ہے اس پر

(۱) بندھن/ڈور۔

(۲) وِکَاءُ السَّہِ العینان' فمن نامَ فلیتوضأ۔ [سنن ابی داوٗد' کتاب الطہارۃ [۱] باب فی الوضوء من النوم [۸۰] حدیث: ۲۰۳' سنن ابن ماجۃ' کتاب الطہارۃ [۱] باب الوضوء من النوم [۶۲] حدیث: ۴۷۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضوء نہیں ہے اور جو لیٹ کر سویا ہے اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں (۱)۔"

[مجمع الزوائد' جلد اول: ۱۰۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کروٹ لگاتے تھے پھر ان میں سے بعض وضوء کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے' اس روایت کے تمام راوی بخاری کے رُواۃ ہیں (۲)۔"

جو صحابہ رضی اللہ عنہم کروٹ لگا کر غافل سو گئے ہوتے تھے وہ وضوء کر لیتے تھے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم کروٹ لگا کر سوئے ہوئے معلوم ہوتے تھے' وہ وضوء نہیں کرتے تھے۔

برق صاحب نے مؤطا کی جن روایات کو صحیح بخاری کے متصادم بتلایا تھا اور اس پر ان کو وثوق نہیں تھا اس کی بناء یہ تھی کہ وہ صحیح بخاری کے مزاحم ہیں' مگر آپ نے پڑھ لیا کہ وہ صحیح بخاری کے معارِض نہیں تھیں بلکہ صحیح بخاری کی روایت ان کی تائید کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تہجد کے لیے اٹھ کر وضوء کیا ہے اور سنن ابی داوٗد' مسند احمد اور مجمع الزوائد کی احادیث نے بھی ان کی تائید کی کہ رسول اللہ ﷺ نے نیند سے جاگنے کے بعد وضوء کرنا ضروری بتایا ہے' یہ ان لوگوں کے علم اور تنقید کی حقیقت ہے اور اس پر اس قدر زعم ہے کہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک کے خلاف لکھنے کے لیے قلم اٹھاتے ہیں۔ اس باب میں برق صاحب کے علم اور سمجھ کی داد دینے کے لیے اور نمونے بھی ہیں مگر توقع ہے کہ ان کے پڑھنے اور سمجھنے کے

---

(۱) مَن نامَ وھو جالسٌ فلا وضوء علیه' فإذا وضع جنبه فعلیه الوضوء.

[معجم اوسط طبرانی ۴: ۳۰۳' حدیث: ۶۰۶۰]

امام ہیثمی لکھتے ہیں: رواه الطبراني في الأوسط' وفيه الحسن بن أبي جعفر الجفري' ضعفه البخاري وغيره' وقال ابن عدي: له أحاديث صالحة' ولا يتعمد الكذب. [مجمع الزوائد ۱: ۲۴۷]

"اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں حسن بن ابو جعفر جفری ہے' جسے امام بخاری نے ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی بعض روایتیں قابل احتجاج واستدلال ہیں' اور یہ شخص قصداً عمداً جھوٹ نہیں بولتا۔"

(۲) عن أنس أنَّ أصحاب رسول الله ﷺ کانوا یضعون جنوبھم فمنھم من یتوضأُ ومنھم مَن لاَّ یتوضأُ' رواه البزار' ورجاله رجال الصحیح. [مجمع الزوائد ۱: ۲۴۸]

یہی روایت مسند ابی یعلیٰ موصلی ۵: ۲۶۷' حدیث: ۳۱۹۹/۲۴۴۴ میں بھی موجود ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغیر بھی برق صاحب داد لینے کا حق رکھتا ہے۔

میں اس باب میں عنوان فوق کی تفصیل کرنا چاہتا ہوں کہ برق صاحب نے قرآن مجید کی ہمدردی میں مؤطا امام مالک اور صحیح بخاری سے جو ناصحانہ گلہ کیا ہے اس کے لیے وہ صد شکریہ کے مستحق ہیں کہ امام مالک اور امام بخاری کو ان روایات کی تہہ میں قرآن مجید کے ردوبدل کا خیال تک پیدا نہیں ہوا مگر آج برق صاحب کی یہ شان ہے کہ قرآن مجید کو ردوبدل سے بچانے کے لیے مؤطا اور صحیح بخاری کی ان رویات کی صحت پر وثوق نہیں رکھتے۔

قرآن مجید میں ردوبدل کے عنوان میں برق صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ہمارا ایمان ہے کہ الٰہی پیغام کا ہر لفظ محفوظ ہے لیکن بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ چند آیات پہلے قرآن مجید میں موجود تھیں لیکن بعد میں نکال دی گئیں۔ مثلاً...... [آگے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر لوگ مجھے یہ نہ کہتے کہ عمر بن الخطاب نے قرآن مجید میں اضافہ کر دیا ہے تو میں یہ آیت اس میں شامل کر دیتا۔

الشیخ و الشیخة إذا زَنَیا فارجموهما فإنا قد قرأناها.

"جب کوئی بوڑھا اور بڑھیا زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں سنگسار کر دو۔ہم یہ آیت قرآن میں پڑھتے رہے ہیں۔"

اگر پڑھتے رہے تو نکالی کس نے؟ اور اگر نکال دی گئی تو اللہ کا قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ کیا ہوا؟ اس موضوع پر بخاری میں بھی ایک حدیث موجود ہے۔عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کو رسول بنا کر بھیجا اور ان پر ایک کتاب نازل کی جس میں آیت رجم میں موجود تھی۔"

برق صاحب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا پہلا مقولہ مؤطا مالک جلد۲: ۱۶۸ سے اور دوسرا مقولہ صحیح بخاری جلد۲: ۱۰۰۹ سے نقل کیا ہے اور اس تمام بحث میں کوئی حدیث نقل نہیں کی اور اُن کا دعویٰ یہ ہے کہ بعض احادیث سے قرآن میں ردوبدل ہونا ثابت ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال کو وہ حدیث کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ مؤطا امام مالک اور صحیح بخاری میں جو کچھ لکھا ہے وہ

---

(۱) دو اسلام ساتواں باب: مؤطا پر ایک نظر بذیل عنوان: قرآن میں ردوبدل: ۱۷۶-۱۷۷ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث ہے۔ برق صاحب شَیْخٌ اور شَیْخَۃٌ کا ترجمہ بوڑھا اور بوڑھی کرتے ہیں جو غلط ہے موطا میں اس کا ترجمہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت لکھا ہوا ہے (۱)۔

اور موطا امام مالک میں کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس کا برق نے یہ ترجمہ لکھا ہے کہ:

''ہم یہ آیت پڑھتے رہے (۲)۔''

جو الفاظ وہاں مذکور ہیں ان کا ترجمہ ہے کہ:

''تحقیق ہم نے اس کو پڑھا۔''

سوچو! اس میں کتنا بڑا فرق ہے؟ نیز صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ کہیں نہیں ہے کہ اللہ کی کتاب میں رجم کی آیت موجود تھی بلکہ صحیح بخاری کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''اللہ نے کتاب نازل کی اور ما انزل اللہ میں رجم کی آیت تھی (۳)۔''

رجم کی آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں تھی بلکہ کتاب کی طرح اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی تھی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید جوں جوں اترتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متعدد کاتبوں سے اس کو لکھواتے تھے اس لیے کسی کاتب کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا موجود نہ تھا البتہ تمام کاتبوں کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا مل سکتا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار اور اہتمام میں آپ کے زیر نگرانی حفاظ کی شہادت اور لکھے ہوئے اجزاء کی مدد سے قرآن مجید تمام اجزاء سے ایک جلد میں لکھا گیا۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آیت رجم کو قرآن مجید میں پڑھا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قرآن مجید میں لکھا جا چکا تھا اور جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ متعدد اجزاء کو ایک جلد میں لکھوانے لگے تو ان لکھے ہوئے اجزاء میں رجم کی لکھی ہوئی آیت بھی آنی چاہیے تھی۔ اگر لکھی ہوئی آ چکی تھی تو پھر انہوں نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے قرآن میں اضافہ کیا ورنہ میں اس کو لکھ دیتا؟ برق صاحب نے

---

(۱) قال یحیی: سمعتُ مالکاً یقول: قولُہ الشیخُ والشَّیخۃُ یعنی: الثَّیِّبَ والثَّیِّبَۃَ.
[موطا امام مالک ۲:۸۲۴' کتاب الحدود [۴۱] باب ما جاء فی الرجم [۱] حدیث: ۱۰.

(۲) فإنّا قد قرأناھا. [موطا امام مالک ۲:۸۲۴' کتاب الحدود [۴۱] باب ما جاء فی الرجم [۱] حدیث: ۱۰.

(۳) والرَّجمُ فی کتاب اللّٰہ حقٌّ علی مَن زنی إذا أحصِنَ من الرجال والنساء.
[صحیح بخاری' کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ [۸۷] باب رجم الحبلیٰ من الزنا اذا احصنت [۱۷] حدیث: ۶۸۲۹' ۶۸۳۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَكَتَبْتُهَا کا ترجمہ شامل کرنا غلط کیا ہے۔

اگر آیت رجم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے لکھی ہوئی نہیں آئی تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن مجید میں نہیں تھی، ورنہ لکھی ہوئی ہوتی اور اگر پہلے لکھی گئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکال دیا تھا تو آپ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اس کو نہیں نکال سکتے تھے بلکہ اس کے نکالنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہوگا۔

قُلْ مَايَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَايُوْحٰٓى اِلَيَّ.

[سورۃ یونس ۱۰: ۱۵]

”کہہ دیجیے کہ مجھے اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو اُسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے اس کے نکالنے کا حکم دیا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو رجم کی آیت قرآن مجید میں رکھنا منظور نہ تھا تو پھر یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کو قرآن مجید میں پڑھتے رہے اور رجم کی آیت قرآن مجید میں موجود تھی؟

رجم کی آیت قرآن میں لکھی ہوئی نہیں تھی۔

مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ: میں نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رجم کی آیت مصحف میں نہیں لکھیں گے؟ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہیں لکھوں گا اور کہا کہ ہم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس کو مصحف میں لکھنے کا ذکر کیا تھا تو اُنہوں نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے رجم کی آیت لکھا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں رجم کی آیت نہیں لکھا سکتا۔“ [قرآن مجید لکھنے والوں کی فہرس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چاہا ہوگا کہ قرآن مجید کے ان اجزاء میں جو آپ کے پاس لکھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجم کی آیت آپ کو لکھوا دیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا]۔

---

(۱) وأخرج النسائي [في الكبرىٰ ٤: ٢٧١، برقم: ١٨٤٨-٤] أن مروان بن الحكم قال لزيد بن ثابت: ألا تكتبها في المصحف؟ قال: لا، ألا ترى أن الشابين يرجمان؟ ولقد ذكرنا ذلك فقال عمر: أنا أكفيكم، فقال: يارسول الله أكتبني آية الرجم، قال: لا أستطيعُ.

[فتح الباری ۱۲: ۱۴۳، کتاب الحدود [۸۶] باب الاعتراف بالزنا [۳۰] بذیل حدیث: ٦٨٢٩]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:
"رجم کے بارے میں شک مت کرو وہ حق ہے اور میں نے اس کو مصحف میں لکھنا چاہا تھا پھر میں نے سیدنا ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا تو اُنہوں نے مجھے یاد دلایا کہ آپ اور میں دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور میں نے رجم کی آیت کو آپ ﷺ سے پڑھنا چاہا تو آپ نے مجھے روکا اور کہا کہ آپ اس کو رسول اللہ ﷺ سے پڑھنا چاہتے ہیں اور وہ اختلاف کرتے ہیں۔ سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہما دونوں مصحف لکھتے تھے، جب یہاں تک پہنچے تو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ سنا: اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں اس کو لکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے اس کا لکھنا برا جانا(۱)۔" [فتح الباری۔ جلد ۱۲۰۲]

سیدنا عمر، سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہم کے مذکورہ آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رجم کی آیت قرآن مجید کے اجزاء میں لکھی ہوئی نہیں تھی، اور رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کے اجزاء میں اس کا لکھا جانا بُرا جانا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو ایسا نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ وہ قرآن مجید کی دوسری آیتوں کو پڑھا کرتے تھے اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتفاق نہیں تھا کہ رجم کی آیت قرآن مجید کی آیت ہے اور یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کو قرآن کی آیت نہیں جانتے تھے، ورنہ اس کے لکھنے سے کبھی نہ رکتے۔ البتہ رجم کے حکم کو سیدنا عمر حق اور وحی جانتے تھے۔

(۱) وروينا في فضائل القرآن لابن الضريس من طريق يعلى وهو ابن حكيم عن زيد بن أسلم أنّ عمر رضي الله عنه خطب الناس فقال: لا تشكوا في الرجم، فإنه حق، ولقد هممتُ أن أكتبه في المصحف فسألتُ أُبيَّ بن كعب فقال: أليس أنت وأنا استقرئها رسول الله ﷺ فدفعت في صدري وقلت: استقرئه آية الرجم وهم يتسافدون تسافد الحمر.
[فتح الباري ۱۲: ۱۴۳، كتاب الحدود [۸۶] باب الاعتراف بالزنا [۳۰] بذيل حديث: ۶۸۲۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رجم کی آیت قرآن مجید میں نہیں تھی

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: آگاہ رہو۔ لوگ کہتے ہیں رجم کی کیا بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو جلد [کوڑوں] کی سزا ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا تھا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا ہے اور اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ عمر نے قرآن میں ایسا اضافہ کیا ہے جو اس میں سے نہ تھا تو میں اس کو قرآن مجید میں لکھ دیتا جیسے کہ رجم کی آیت نازل کی گئی تھی (۱)۔" [مسند احمد، حدیث:۱۹۷]

اور محمد بن جعفر کے طریق سے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیان میں یہ ہے کہ:

"اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے قرآن میں وہ لکھ دیا جو قرآن میں نہ تھا تو میں رجم کی آیت جیسے اتاری گئی تھی ویسے قرآن میں لکھ دیتا (۲)۔" [مسند احمد، حدیث:۳۵۲]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ فرمایا اور رجم کا ذکر کیا اور فرمایا کہ رجم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ دھوکہ مت کھاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا ہے۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے قرآن مجید میں ایسا اضافہ کیا ہے جو اس کا حصہ یا جزو نہ تھا تو میں رجم کی آیت کو قرآن مجید کے حاشیہ یا کنارے میں لکھ دیتا (۳)۔" [مسند احمد، حدیث:۱۵۶]

---

(۱) أن عمر بن الخطاب خَطَبَ الناسَ فسمِعَهُ يقول: ألا وإنّ ناساً يقولون: ما بالُ الرَّجمِ؟ في كتابِ اللّٰهِ الجَلدُ! وقد رجم رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعده، ولولا أن يقولوا قائلون أو يتكلّم متكلمون: أنّ عمر زادَ في كتاب اللّٰه لأثبتُّها كما نزلت. [مسند احمد ۱:۲۹]

(۲) وإنّ ناساً يقولون: ما بالُ الرَّجمِ؟ وإنما في كتابِ اللّٰهِ الجَلدُ؟ وقد رجم رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعده، ولولا أن يقولوا: أثبتَّ في كتاب اللّٰه ما ليس فيه لأثبتُّها. [مسند احمد ۱:۵۰]

(۳) خَطَبَ عمر بن الخطاب...... فذكر الرجمَ فقال: لاتُخدَعُنَّ عنهُ، ألا إنّ رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم قد رَجَمَ، ورجمنا بعده، ولولا أن يقول قائلون: زادَ عمر في كتاب اللّٰه عزوجل ما ليس منه لكتبتُهُ في ناحيةٍ من المصحف. [مسند احمد ۱:۲۳]

مسند احمد کے علاوہ یہ روایت مصنف عبدالرزاق ۷:۳۳۰، روایت: ۱۳۳۶۴، اور مسند ابی یعلیٰ ۱:۱۳۶، حدیث: ۷-[۱۴۶] میں علی بن زید، عن یوسف بن مہران، عن ابن عباس منقول ہے اور اس کی سند......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تمام مذکورہ آثار کی سند صحیح ہے (۱) اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رجم کی آیت کو قرآن مجید کی آیت یا آیت کا ایک جزء نہیں جانتے تھے اور اگر وہ رجم کی آیت کو قرآن مجید میں لکھتے تو اس کو قرآن مجید کی آیات کے اندر یا قرآن مجید کی آیت کا جزو بنا کر نہ لکھتے بلکہ قرآن مجید کی آیات سے باہر کسی کنارے یا حاشیہ پر لکھتے۔ رجم کی آیت کسی وقت بھی قرآن مجید کے اندر لکھی ہوئی اور موجود نہیں تھی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کسی وقت قرآن مجید کے اندر رجم کی آیت کو لکھا ہوا اور موجود نہیں پایا اور نہ ہی آپ نے قرآن مجید کے اندر اس کو پڑھا۔ برق صاحب کے اس سفید جھوٹ کو پھر پڑھیے کہ:

''لیکن بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ چند آیات پہلے قرآن میں موجود تھیں لیکن بعد میں نکال دی گئیں...... اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم یہ آیت رجم قرآن میں پڑھتے رہے۔''

اور برق صاحب کی اس مہارت کی داد بھی دیجیے کہ عوام کو فریب دینے میں اپنے دجل میں احادیث اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ رکھتے ہیں اور موطا امام مالک اور صحیح بخاری کو بھی طعنہ زنی کے لیے خوب سامنے رکھا ہے کہ انہوں نے بھی اس جھوٹ میں برق صاحب کی تائید کی ہے۔

رجم کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ سمجھتے تھے

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت دے کر بھیجا اور آپ پر کتاب اتاری:

فكان فيما أنزل عليه الرجم.

پھر ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا اور محفوظ کیا۔ میں ڈرتا ہوں کہ زیادہ زمانہ گزر جائے اور لوگ کہیں گے ہم رجم کی آیت نہیں پاتے، پس ایسے فریضہ کو چھوڑ دیں گے جس کو رب نے اُتارا

......ضعیف ہے، اس لیے کہ:

- اس کا راوی علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔ [تقریب التہذیب: ۲۴۶]

- علی بن زید بن جدعان کے استاذ یوسف بن مہران بصری اگرچہ ثقہ ہیں، لیکن اُن سے راوی صرف علی ابن زید بن جدعان ہے، جو لین الحدیث ہے۔ [تقریب التہذیب: ۳۸۹]

(۱) آخری روایت کی سند میں ضعف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔رجم کتاب اللہ میں حق ہے۔جس شادی شدہ عورت نے زنا کیا اور زنا کا اقرار کیا یا اگر عورت ہو تو اس کو حمل ہے یا شہادت ثابت کرے تو وہ رجم کیا جائے گا (۱)۔''

[مسند احمد' حدیث:۲۷۶]

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر کتاب اتاری:

و كان مماأنزل عليه آية الرجم.

رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا مجھے ڈر ہے کہ زیادہ زمانہ گزر جائے اور کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم رجم کی آیت کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس اللہ کا فرض کیا ہوا چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو اتارا ہے۔رجم کتاب اللہ میں حق ہے (۲)۔'' [مسند احمد' حدیث:۳۹۱]

اسی طرح صحیح بخاری میں باب رجم الحُبلَى مِن الزنى إذا أحصنت:۱۰۰۹ میں بھی مذکور ہے (۳)۔

سیدنا ابن عباس اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عظیم اہتمام میں یہ فرمایا ہے کہ رجم اللہ تعالیٰ کا فرض کیا ہوا حکم ہے اور فرائض میں وہ حق اور ثابت ہے۔انہیں یہ ڈر بھی تھا کہ زیادہ عرصہ گزرنے پر لوگ اس کا

---

(۱) إنَّ اللّٰه بعثَ محمداً ﷺ وأنزل عليه الكتاب فكان فيما أنزل عليه آيةُ الرجم، فقرأنا بها، و عَقلنَاها، ووَعيناها، فأخشَى أن يطول بالناس عهداً فيقولوا: إنّا لانجدآيةَ الرجم فتُترَك فريضة أنزلهاالله، وإنَّ الرجمَ في كتاب اللّٰه حَقٌّ على مَن زَنَى إذا أُحْصَنَ من الرجال و النساء إذا قامت البيِّنةُ أو كان الحَبلُ أو الإعتراف.[مسند احمد ا:۴۰]

(۲) إنَّ اللّٰه تبارك و تعالى بعثَ محمداً ﷺ بالحق و أنزل عليه الكتاب و كان مماأنزل عليه آية الرجم، فقرأناها، و وَعيناها، و رجم رسول الله ﷺ و رجمنا بعده، فأخشَى إن طال بالناس زمانٌ أن يقولَ قائلٌ: لا نجدُ آية الرجم في كتاب اللّٰه عزوجل فيَضِلُّوا بترك فريضةٍ قد أنزلها اللّٰه عزوجل، فالرجمُ في كتاب اللّٰه حَقٌّ على مَن زَنَى إذا أُحْصَنَ من الرجال و النساء إذا قامت البيِّنةُ أو الحَبلُ أو الإعتراف.[مسند احمد ا:۵۵]

(۳) صحیح بخاری' کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ [۸۷] باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت [۱۷] حدیث:۶۸۳۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں رجم کا حکم قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خوف بجا تھا۔ آج منکرین حدیث رجم کا انکار کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ اگر رجم کی آیت قرآن میں منصوص ہوتی یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کو قرآن مجید میں منصوص سمجھتے تھے تو پھر آپ کو مذکورہ خوف کیوں پیدا ہوتا؟ قرآن مجید کی طرح وہ منصوص امر بھی اس میں محفوظ ہوتا۔

برق صاحب اور ان کے ہم نوا عقل و دانش کی دنیا میں امتیازی شان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وقدر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وقار اور ائمہ حدیث کی دینی خدمات کی عزت کو نکالنا چاہتے ہیں اس لیے برق صاحب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بیان میں دیدہ دانستہ یا نادانستہ دو غلطیاں کی ہیں۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ برق نے اس طرح کیا ہے کہ:

”اللہ نے کتاب نازل کی جس میں آیت رجم بھی موجود تھی (۱)۔“

کاش برق صاحب کسی مسلمان بچے سے خط کشیدہ عبارت کی ترکیب کو سمجھ لیتے تو اس کے ترجمہ میں اس قدر فاش غلطی نہ کرتے۔ اہل علم تو ان صاحبوں کے علم کا لوہا مانتے ہیں مگر یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دامن علم کو جھوٹ اور غلطی سے آلودہ کرتے ہیں۔ أستغفر الله.

علامہ طیبی نے خط کشیدہ عبارت کی ترکیب اس طرح لکھی ہے:

”آیة الرّجم مرفوع ہے اس لیے کہ وہ کانَ کے لیے اسم ہے اور مما أنزل الله کان کے لیے خبر اور عبارت میں مقدم ہے اور مِنْ تبعیضی ہے (۲)۔“ [فتح الباری، جلد ۱۲: ۱۲۳]

اور اسی طرح عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بھی لکھا ہے (۳)۔

---

(۱) دو اسلام: ۱۷۷۔

مصنف علام کا اشارہ اس عبارت کی طرف ہے: وأنزل علیه الکتاب فکان فیما أنزل آیة الرّجم.

(۲) قال الطیبی: آیةُ الرجم بالرفع إسم کان، وخبرها من التبعیضیة فی قوله: مما أنزل الله، ففیه تقدیم الخبر علی الإسم، وهو کثیرٌ. [فتح الباری ۱۲: ۱۴۸، کتاب الحدود [۸٦] باب رجم الحبلی من الزنا إذا احصنت [۳۱] بذیل حدیث: ٦۸۵۰]

علامہ طیبی کی اپنی عبارت اس طرح ہے: ﴿آیةُ الرجم﴾ إسمُ ﴿کان﴾ و ﴿من﴾ التبعیضیة فی ﴿مما أنزل﴾ خبره. [الکاشف عن حقائق السنن ۸: ۲۵۱۳، بذیل حدیث: ۳۵۵۷]

(۳) عمدۃ القاری ۲۴: ۹، کتاب الحدود [۸٦] باب رجم الحبلی من الزنا إذا احصنت [۱۷] بذیل حدیث: ٦۸۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کَانَ صرف خبر کو اسم کے لیے ثابت نہیں کرتا بلکہ اس صفت پر اور اس کی تقریر پر دلالت کرتا ہے' اس کے معنی یہ ہیں کہ آیت رجم ما انزل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہے جیسے کہ کتاب اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں کتاب اللہ مذکور ہے اور برق صاحب کے زعم میں اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ برق صاحب نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض پر بھی کتاب اللہ کا اِطلاق قرآن مجید اور سنت نبوی میں کیا گیا ہے اور کیا جاتا ہے اور خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اثر میں رجم کو اللہ تعالیٰ کا فرض کیا ہوا بتلانا ہدایت کرتا ہے کہ کتاب اللہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مراد اللہ تعالیٰ کے فرائض ہیں۔ معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض اتارے اور ان فرائض میں ایک فرض رجم ہے' ورنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس طرح ارشاد فرماتے:

''اللہ نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن اتارا اور قرآن کی ایک آیت یا ایک حصہ رجم بھی ہے۔''

امام شاطبی فرماتے ہیں کہ: ''کتاب اللہ کا اِطلاق جس طرح قرآن مجید پر ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام اور فرائض پر بھی کتاب اللہ بولا جاتا ہے۔ بندوں پر جس قدر فرائض ہیں خواہ وہ قرآن مجید میں مذکور ہیں یا سنت میں' ان سب پر کتاب اللہ کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں سورۃ النساء میں ارشاد ہے: كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ. [سورۃ النساء ۴:۲۴]

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے۔''

اور یہ فرض کر دیا ہے کہ ذوات الازواج کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے' اور جیسے ارشاد ہوتا ہے

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ. [سورۃ المائدۃ ۵:۲۱]

''تو بھائیو! تم ارضِ مقدس [یعنی ملک شام] میں جسے اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے چل داخل ہو (۱)۔''

شیخ زین الدین (۲) فرماتے ہیں کہ: ''کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام و فرائض ہیں

---

(۱) لم أجد هذه العبارة فی الإعتصام للإمام الشاطبی.

(۲) عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمٰن' ابوالفضل' زین الدین' کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رازنان [اِربل] میں ۷۲۵ھ = ۱۳۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ بچپنے میں اپنے والد محترم کے ہمراہ مصر چلے گئے۔ وہاں علیم حاصل کی۔ حجاز مقدس اور شام و فلسطین کے سفر کیے۔ مصر واپس لوٹ آئے اور قاہرہ میں ۸۰۶ھ = ۱۴۰۴ء کو وفات پائی۔ [غایۃ النہایۃ ۱:۳۸۲' الاعلام ۳:۳۴۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ اس سے قرآن مجید بھی مراد لیا جاتا ہے (۱)۔" [عمدۃ القاری' جلد ۲۴:۴]

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ (۲) فرماتے ہیں کہ: "ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب زنا کا مقدمہ لے کر آئے اور آپ ﷺ سے کہا کہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا' پھر آپ ﷺ نے عورت کے رجم کرنے اور آدمی کے جلد اور تغریب عام (۳) کا فیصلہ سنایا (۴)۔

رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ میں رجم اور ایک سال کی جلا وطنی دونوں مذکور ہیں اور آپ ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا جب کہ رجم اور ایک سال کی جلا وطنی دونوں قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: "کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم اور وہ فرائض ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کر دیے ہیں (۵)۔" [فتح الباری' جلد ۱۲:۱۱۵]

اور امام ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ: "کہ کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام اور فرائض ہیں اس لیے کہ حدیث میں رجم اور تغریب کی حد دونوں قرآن میں مذکور نہیں ہیں مگر قرآن نے آپ ﷺ کے اتباع کا امر دیا ہے اور یہ امر قرآن مجید میں مذکور ہے اس لیے آپ

---

(۱) قال شیخنا زین الدین: هل المراد بقوله: بکتاب الله أی: قضائه و حکمه' أو المراد به القرآن' یحتمل کلا الأمرین.

[عمدۃ القاری ۲۴:۹' کتاب الحدود [۸۶] باب الاعتراف بالزنا [۱۶] بذیل حدیث: ۶۸۲۹]

(۲) زید بن خالد جہنی المدنی رضی اللہ عنہ' صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ فتح مکہ کے روز بنو جہینہ کے علم بردار تھے۔ آپ سے اکیاسی احادیث مروی ہیں۔ ۷۸ھ=۶۹۷م کو ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

[الاستیعاب: ۲۸۹' ترجمہ: ۸۴۱' الاعلام ۳:۵۸]

(۳) سال بھر کی جلا وطنی۔

(۴) والذی نفسی بیده لأقضینّ بینکما بکتاب الله جلّ ذِکرُهُ' المائةُ شاةٍ و الخادمُ ردٌّ علیك' وعلی ابنك جَلدُ مائةٍ و تغریب عام.

[صحیح بخاری' کتاب المحاربین [۸۷] باب الاعتراف بالزنا [۱۶] حدیث: ۶۸۲۷]

(۵) والمراد بکتاب الله ما حکم به و کتب علی عباده' وقیل: المرادُ القرآن' و هو المتبادر.

[فتح الباری ۱۲:۱۳۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی سنت پر قرآن اور کتاب اللہ بولا جاتا ہے(۱)۔'' [فتح الباری' جلد۱۲: ۱۱۵]

اَحکام وفرائض پر کتاب اللہ کا اِطلاق ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات واحادیث میں بھی احکام وفرائض بیان ہوتے ہیں جیسا کہ رجم اور تغریب کے احکام حدیث میں دیے گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر کتاب اللہ کا اِطلاق فرمایا ہے۔ تو قرآن مجید کے احکام اور فرائض کی طرح رسول اللہ ﷺ کے احکام وفرائض کے لیے بھی کتاب اللہ بولا جاتا ہے اس لیے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اثر میں رجم کو کتاب اللہ کا امر اور کتاب اللہ میں حق کہا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رجم رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے مگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرح آپ ﷺ کے اَمر وحکم پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ کا اطلاق فرمایا ہے اور غالباً اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان میں قرآن مجید کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کا ذکر موجود ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کی پیروی میں رجم کیا ہے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پڑھا اور یاد کیا اور اس کی حفاظت کی جیسا کہ مذکور ہے اور اس صورت میں برق صاحب کی قرآن مجید میں ردوبدل کی تمام ہرزہ سرائی ختم ہو جاتی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک.

قرآن مجید میں رجم کی آیت

آپ جانتے ہیں کہ شرعی احکام ومسائل کا پہلا مآخذ قرآن مجید ہے مگر قرآن مجید کے علوم کی تہہ اور گہرائی ہر کسی کو معلوم نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے اس لیے حق تعالیٰ نے قرآن مجید کی تفصیل اور شرح وتفسیر کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو منتخب فرمایا اور توسط نبوت کی ضرورت اس لیے سمجھی گئی ہے کہ قرآن مجید کے تمام علوم ومعارف کو رسول اللہ ﷺ ظاہر فرمائیں کہ فطرت نبوت کو علوم قرآن کے ساتھ وحی کی مخفی مگر بڑی گہری مناسبت ہے اس لیے آپ ﷺ

---

(۱) قوله: بكتاب الله' تنطلق هذه اللفظة على القرآن خاصةً' وقد ينطلق كتاب الله على حكم الله مطلقاً' والأولى حمل هذه اللفظة على هذا' لأنه ذكر فيه التغريب' وليس ذلك منصوصاً في كتاب الله إلّا أن يؤخذ ذلك بواسطة أمر الله تعالى بطاعة الرسول ﷺ واتباعه.

[إحكام الاحكام ۴: ۱۱۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے احکام اور سنن میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ قرآن مجید ہی ہوتا ہے اور حدیث اس کی شرح اور تفسیر ہوتی ہے۔ شرح اور تفسیر میں متن کے معنی کی توضیح کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔

حدیث شارح ضرور ہے مگر وہ قرآن مجید کے ان حقائق کو عام فہم بیان میں ظاہر کرتی ہے جن کے فہم سے عوام کے اذہان قاصر تھے اس لیے جب رسول اللہ ﷺ کوئی حکم دیتے ہوئے یہ فرمائیں کہ قرآن مجید نے جس حکم دینے کا مجھ سے وعدہ فرمایا تھا وہ میں نے پورا کر دیا اور قرآن کی آیت کا وہ حکم یہ ہے' مجھ سے سن لو اور یاد کر لو تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ یہ امر جو رسول اکرم ﷺ کی زبان سے ہم نے سنا وہ قرآن مجید کی آیت کی مراد اور اس کا حکم ہے' مثلاً سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے کہ: وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا. [سورۃ النساء۴:۱۵]

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو اُن پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو اگر وہ [ان کی بدکاری کی] گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے یا اللہ اُن کے لیے کوئی اور سبیل [پیدا] کر لے۔''

اس آیت میں نِسَاءٌ جمع اور مضاف ہے اور اس کی مضاف الیہ جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع کی طرف جمع مضاف ہوتی ہے تو مضاف کے آثار مضاف الیہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور اس اضافت سے مضاف الیہ کے ساتھ مضاف کی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ: وہ عورت جو تم میں سے کسی کی بیوی ہے' تو مذکورہ حکم اس کے لیے ہے کہ اس کو گھر میں بند رکھو اور کسی سے اس کا ملنا جلنا روک دو تاکہ اس کی گندگی دوسروں میں نہ پھیلے اور اس کو اس وقت تک بند رکھو کہ یا تو اس کو موت آ جائے اور یا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی راہ نکالے اور یہ اس شادی شدہ زانیہ کے لیے حد نہیں ہے بلکہ زانیہ کی نجاست کو روکنے کے لیے انتظام اور سیاست ہے۔ اس آیت نے وعدہ کیا ہے کہ شادی شدہ زانیہ کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی حکم دینے والے ہیں اور اس آیت میں اشارہ ہے کہ ایسی زانیہ کے لیے موت کے برابر کوئی حد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہے اور اس آیت کے بعد دوسرا حکم ایذا اور تَعْيِيْر (۱) کی تادیب کا مذکور ہے اور یہ دوسرا حکم پہلے حکم کے مقابلہ پر خفیف

(۱) عار دلانا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آسان ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دونوں حکم دو الگ الگ مجرموں کے لیے ہیں۔
پہلی آیت میں شادی شدہ زانیہ کے لیے۔ جس کی تادیب کا ذکر تھا اور دوسری آیت میں غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے ایذا اور تعییر کی تادیب مذکور ہے۔
چونکہ قرآن مجید شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی بدکاری کی حد میں فرق رکھنا چاہتا ہے اس لیے ان دونوں کی تادیب میں فرق رکھا تا کہ یہ معلوم رہے کہ ان دونوں کی حد میں فرق رکھا جائے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بَاکِرَۃ (۱) عورت میں زنا کے اثر جہت کا ظہور ہوتا ہے جو اِزالہ بکارت ہے اور فضیحت و رسوائی کا زیادہ ڈر رہتا ہے وہ خود بھی احتیاط کرے گی اور بدکاری سے بچنے کی کوشش کرے گی اور ایسے واقعات سننے میں کم آئیں گے لیکن شادی شدہ کو اس کا خوف نہیں اس لیے وہ بے احتیاط ہو جاتی ہے اور اس قسم کے واقعات زیادہ ہوتے ہیں اس لیے اس پر زیادہ سختی مناسب ہے۔

اور دوسری آیت: وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا. [سورۃ النساء ۴:۱۶]

''اور وہ دو جو تم میں سے بدکاری کریں تو ان کو ایذا دو۔''

میں جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور علماء نے لکھا ہے کہ غیر شادی شدہ مرد اور عورت مراد ہیں اور دو لوطی (۲) مرد اس لیے اس میں مراد نہیں ہو سکتے کہ پہلی آیت میں جمع کے صیغہ میں بیان کیا گیا ہے تا کہ وہ حکم تمام آحاد (۳) کو شامل رہے اور اس دوسری آیت میں تثنیہ کا صیغہ

---

(۱) نوجوان غیر شادی شدہ عورت۔

(۲) یہ لفظ اسی طرح ذائع و شائع ہے اور بڑے بڑوں کے اقوال میں مستعمل ہے۔ ظاہر ہے کہ لوطی کی نسبت سیدنا لوط علیہ السلام کی طرف ہے' یہ نسبت تب درست ہو گی' جب نعوذ باللہ سیدنا لوط علیہ السلام اس عمل قبیح کے مرتکب ہو چکے ہیں' حالانکہ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ اس فعل قبیح کے لیے درست نام اِغلام یا امرد پرستی ہے۔

امام مجاہد نے اس آیت سے دو ہم جنس پرست مرد مراد لیے ہیں' چنانچہ امام ابن عطیہ لکھتے ہیں کہ:

قال مجاهد وغيره: الآية الأولى في النساء عامةٌ لهنّ' محصنات وغير محصنات' والآية الثانية في الرجال' وبيّنَ بلفظ التثنية صنفي الرجال ممن أحصن وممن لم يحصن' فعقوبة النساء الحبس' وعقوبة الرجال الأذى' وهذا قولٌ يقتضيه اللفظ' ويستوفي نصّ الكلام أصناف الزناة عليه' ويؤيده من جهة اللفظ قوله في الأولى: مِنْ نِّسَآئِكُمْ' وقوله في الثانية: مِنكُم. [المحرر الوجيز: ۲/۱۱]

(۳) اَفراد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکور ہے اور تثنیہ تمام آحاد کو جامع اور کل افراد کو شامل نہیں ہوتا اگر اس میں لوطی (۱) مردوں کی تادیب کا ذکر ہوتا تو جمع کا صیغہ ہونا چاہیے تھا تا کہ ہر لوطی (۲) فرد کو وہ حکم شامل ہو جائے اور تذکیر بناء بر تغلیب ہے اور قرآن مجید میں بکثرت اس کا استعمال موجود ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ مردوں کی طرح عوتیں بھی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ادا کرنے پر مامور ہیں مگر قرآن مجید نے تذکیر کے صیغوں میں خطاب فرمایا ہے۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ سورۃ النساء کی دونوں آیتیں اس وقت نازل ہوئی ہیں جب کہ شرعی تعزیرات میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ بدکاروں کے لیے حبس، زیادتی تعییر اور ایذا کے سوا کوئی دوسری حد نہ تھی اور اس آیت نے اس قدر اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں قسم کے بدکاروں کے بارے میں الگ الگ احکام دینے والے ہیں اور وہ وقت آ پہنچا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر تھا اور حق تعالیٰ کے احکام دونوں فریق کو سنائے گئے۔

سیدنا عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''رسول اللہ ﷺ کو جب وحی آتی تھی تو آپ کے مبارک چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور عجیب سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی اور ہم سمجھ لیتے تھے کہ آپ ﷺ کو وحی آ رہی ہے۔ ایک دن ہمارے سامنے وحی آنے کی کیفیت پیدا ہو گئی اور جب تک رب تعالیٰ نے چاہا باقی رہی اور جب وحی ختم ہو گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

خُذُوْا عَنِّيْ خُذُوْا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا (۳).

''مجھ سے سیکھ لو مجھ سے سیکھ لو، سن لو! اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے راہ نکال لی۔''

اللہ تعالیٰ نے راہ نکالنے کی خبر دی تھی، اس خبر کو پورا کر دیا وہ راہ یا حکم یہ ہے شادی شدہ بدکار کو سو کوڑوں کی سزا ہے اور غیر شادی شدہ بدکار کو سو کوڑوں اور ایک سال جلا وطنی کی سزا ہے۔

(۱، ۲) ہم جنس پرست مرد۔

(۳) كان نبي الله ﷺ إذا أنزل عليه كُرِبَ لذلك وتَرَبَّدَ له وجهه. قال: فأُنزل عليه ذات يوم، فلُقِيَ كذلك، فلما سُرِّيَ عنه قال: خُذُوا عني، قد جعل الله لهن سبيلاً، الثَّيِّبُ بالثَّيِّبِ والبكر بالبكر. الثَّيِّبُ جلدُ مائة ثم رجمٌ بالحجارة، والبكر جلد مائة ثم نفي سنةٍ.
[صحیح مسلم، کتاب الحدود [۲۹] باب حد الزانی [۳] حدیث: ۱۳-[۱۶۹۰]، سنن ابی داود، کتاب الحدود [۳۲] باب فی الرجم [۲۳] حدیث: ۴۴۱۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ یہ حد جو مذکور ہے' قرآن مجید کی آیت أَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَهُنَّ سَبِيْلًا کی شرح اور بیان ہے اور یہ حد قرآن مجید میں مذکور سبیل ہے۔

شیخ ابو سلیمان الخطابی معالم السنن میں کہتے ہیں کہ:

''آیت مذکورہ نے یہ بتلایا ہے کہ ایسی بدکار عورتوں کو گھروں میں اس وقت تک بند رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی سبیل نکالے۔ اللہ تعالیٰ کی سبیل نکالنے کے بعد اللہ کی سبیل کو ان پر قائم کرو۔ سبیل مجمل تھی ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جیسے کہ حدیث مذکور ہوئی تو یہ حدیث اس آیت اور سبیل کا بیان ہے (۱)۔''

امام دارمی فرماتے ہیں کہ: ''سیدنا عبادۃ بن صامت ؓ کی یہ حدیث:

خذوا عنى خذوا عنى قد جعل الله لهن سبيلا.

''مجھ سے لے لو' مجھ سے لے لو۔ اللہ نے ان کے لیے راہ نکال دی۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے کہ غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے سو کوڑوں اور تغریب کی سزا ہے اور شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے رجم اور سو کوڑوں کی سزا ہے۔ قرآن مجید کی آیت أو يجعل الله لهن سبيلا کی تفسیر اور بیان ہے (۲)۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی راہ اور حکم کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کی راہ اور سبیل یہ ہے جو میں بتلا رہا ہوں اور وہ رجم اور وہ سو کوڑے ہیں' جب قرآن مجید کی آیت میں مذکور ہے اور اس کی تفسیر اور بیان رسول اللہ ﷺ نے رجم سے کر دیا

---

(۱) وقال آخرون: بل هو مُبَيِّنٌ للحكم الموعود بيانه في الآية فكأنه قال: عقوبتهن الحبس إلى أن يجعل الله لهن سبيلاً' فوقع الأمر بحبسهن إلى غايةٍ' فلما انتهت مدة الحبس وحانَ وقت مجيئ السبيل قال رسول الله ﷺ: خذوا عني تفسير السبيل وبيانه' ولم يكن ذلك ابتداء حكم منه' وإنما هو بيان أمرٍ كان ذِكر السبيل منطوياً عليه' فأبانَ المبهم منه وفصَّلَ المجمل من لفظه فكان نسخ الكتاب بالكتاب' لا بالسنة' وهذا أصوب القولين.

[معالم السنن ۴: ۵۷۰' بذیل حدیث: ۴۴۱۵]

(۲) خُذُوا عني' قد جعل الله لهن سبيلاً' البكر بالبكر جلد مائة ونفي سنةٍ' والثَّيِّبُ بالثَّيِّبِ جلدُ مائة والرجم.

[سنن دارمی' کتاب الحدود [۱۳] باب فی تفسیر قول اللہ: او یجعل اللہ لہن سبیلا [ ] حدیث: ۲۳۲۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ رجم کی آیت اور رجم کا حکم قرآن مجید کے اجمال میں مذکور اور موجود ہے اس لیے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

الرجم فی کتاب اللّٰہ لا یغوص علیه إلّا غواص. [زاد المعاد جلد ۳: ۲۰۸]

''کتاب اللہ میں رجم موجود ہے جو شخص قرآن مجید کی گہرائی تک پہنچتا ہے وہ اس کو نکالنا جانتا ہے (۱)۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا امر ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے جس کی تجویز کرنے کی اطلاع قرآن مجید میں مذکور ہے اور رجم کے حکم کا ماخذ اور متن آج بھی سورۃ النساء کی آیات میں منصوص ہے جیسا کہ عہد نبوت اور عہد فاروقی میں منصوص تھا۔ یہ برق صاحب کا صریح جھوٹ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات نکال دی گئیں اور موطا امام مالک کے حوالہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر آیت رجم کی مثال لکھ دی ہے۔

استدلال کا دوسرا طریقہ

قرآن مجید میں حکم رجم کے موجود ہونے پر استدلال کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صحیح احادیث میں سورۃ النور کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی شدہ زانیہ اور زانی کا رجم کرنا ثابت ہے جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیان میں مذکور ہوا اور سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بیانات میں صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد میں ذکر کیا گیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رجم کا حکم دیتے ہوئے اور زانی کو رجم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ سورۃ النور واقعہ افک میں نازل ہوئی ہے اور افک کا قصہ غزوہ بنی مصطلق ۶ ھ میں پیش آیا تھا۔ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ۷ ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور سیدنا ابن عباس ۹ ھ میں اپنی والدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں اس سے ثابت

---

(۱) والرجمُ فی کتابِ اللّٰہ لایغوص علیه إلّا غوّاصٌ وهو قوله تعالی: یٰأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ. [سورۃ المائدۃ ۵: ۱۵]
واستنبطه غیره من قوله: إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِیْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا. [سورۃ المائدۃ ۵: ۴۴] [زاد المعاد ۵: ۳۷]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کہ سورۃ النور کے نزول کا زمانہ ۶ ھ کے بعد کا ہے' ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو رجم کا فیصلہ دیتے ہوئے دیکھا اور ۹ ھ میں بھی ایسے لوگ رجم کیے گئے ہیں (۱)۔

[فتح الباری ۱۲:۱۰۰]

قرآن مجید بھی اس کی تصدیق وتائید کرتا ہے کہ سورۃ النور میں جو حد مذکور ہے وہ شادی شدہ بدکار کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی بلکہ وہ غیر شادی شدہ بدکار کے لیے حد ہے اس لیے کہ سورۃ النساء میں قرآن مجید نے یہ بیان فرمایا ہے کہ لونڈی اگر قید نکاح میں آچکی ہے اور اس کے بعد وہ بے حیائی کا کام کرے تو اس کے لیے بیبیوں کی سزا سے آدھی سزا ہے جس کی تنصیف ہوسکتی ہے اور رجم آدھا نہیں کیا جاسکتا صرف جلد کی سزا ایسی ہے کہ آدھی ہوسکتی ہے جو سورۃ النور میں مذکور ہے اور آزاد غیر ذوات الازواج کے لیے رکھی گئی ہے اور سورۃ النساء کی آیت میں مُحْصَنَاتْ سے مراد آزاد غیر شادی شدہ بیبیاں اس لیے ہیں کہ لونڈی سے نکاح کی اجازت قرآن مجید اس وقت دیتا ہے کہ مُحْصَنَاتْ سے نکاح کرنے کی مقدرت نہ ہو اور لونڈیوں کے مقابلہ پر آزاد بیبیوں کا ذکر کرنا مناسب تھا۔ آزاد شادی شدہ بیبیوں سے تو بہر حال نکاح نہیں کیا جاسکتا تھا خواہ ان سے نکاح کرنے کی مقدرت ہو یا نہ ہو اور سورۃ المائدۃ میں قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ تمہارے لیے مُحْصَنَاتْ مومنات اور اہل کتاب کے مُحْصَنَاتْ سے نکاح کرنا حلال ہے (۲)۔ مُحْصَنَاتْ سے آزاد پاک دامن بیبیاں ہی مراد ہیں کہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ نکاح کرتے وقت اس کی پہلی نظر عورت کی عفت اور پاک دامنی پر پڑنی چاہئے اور اگر مُحْصَنَاتْ سے مراد شادی شدہ عورتیں ہوں تو ان سے تو بہر حال نکاح ناجائز ہے' خواہ وہ پاک دامن ہی کیوں نہ ہوں اور لونڈیوں کی سزا کے ذکر میں اس لیے قرآن مجید نے اِحصان کی قید لگادی ہے کہ لونڈی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ' اس کی سزا غیر شادی شدہ آزاد بی بی کی سزا کی آدھی ہے اور آزاد ذوات

---

(۱) وقدقام الدليلُ على أنّ الرجم وقع بعدسورة النورلأنّ نزولها كان في قصة الإفك' و اختُلِفَ هل كان سنة أربع أوخمس أو ست'على ما تَقَدّمَ بيانه ' والرجم كان بعدذلك فقد حضره أبوهريرة رضی اللہ عنہ' وإنماأسلَمَ سنة سبع' و ابن عباس رضی اللہ عنہ إنما جاء مع أمه إلى المدينة سنة تسع. [فتح الباری ۱۲:۱۲۰' کتاب الحدود [۸۶] باب رجم المحصن [۲۱] بذیل حدیث: ۶۸۱۳]

(۲) سورۃ المائدۃ ۵:۵ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذوات الازواج کی طرح اس کی سزا میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے واقعات رجم اور سورۃ النساء کی آیت مذکورہ میں یہ واضح ہوتا ہے کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ بدکار میں جلد اور رجم کا فرق رکھنا قرآن مجید کی مراد اور منشاء ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذَا أَمَاتُوْهُ فَأَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ (۱).

[ابوداؤد' باب فی رجم الیہود' تفسیر ابن کثیر' جلد ۲: ۵۹]

''یا اللہ! میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا جس کو وہ چھوڑ چکے تھے اور پھر اسے رجم کرنے کا حکم دیا اور وہ رجم کیا گیا۔''

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رجم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور پیغمبرانہ خدمات میں ایک عظیم خدمت یہ ہے کہ رجم کے حکم کو یہود نے نظر انداز کر دیا تھا اور آپ ﷺ نے اس کو زندہ اور قائم کر دیا۔ اگر رجم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا یا امت مسلمہ میں اللہ تعالیٰ کو اس کا رکھنا منظور نہ ہوتا تو مذکورہ واقعات ایسے ایام کے وقعات ہیں جن میں قرآن مجید نازل ہوتا رہا ہے اور آپ ﷺ نے اس حکم کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے اِحیاء کو نبوت کی خدمت بتلایا ہے تو قرآن مجید لازمی طور پر اس کے بارے میں کھلا بیان دیتا اور آیندہ کے لیے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو رجم کرنے سے روک دیتا مگر قرآن مجید نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کی تصویب فرمائی اور اپنے نظامِ تعزیرات کے فیصلہ کا امر دیا۔ تفصیل آگے آتی ہے۔ آپ سوچیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید کے کھول کر بیان کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو منتخب فرمایا اور قرآن مجید میں آپ ﷺ کا اقرار ہے کہ میں اس پر چلتا ہوں جس کا مجھے امر دیا جاتا ہے اس لیے ہمیں یقین کر لینا چاہئے کہ رجم کا حکم جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا ہے وہ قرآن مجید کی مراد اور اللہ کا حکم ہے ورنہ آپ ﷺ اس پر عمل نہ کرتے اور اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم نہ فرماتے۔

---

(۱) سنن ابی داوٗد' کتاب الحدود [۳۲] باب فی رجم الیہودیین [۲۶] احادیث: ۴۴۴۷' ۴۴۴۸' سنن ابن ماجۃ' کتاب الحدود [۲۰] باب رجم الیہودی والیہودیۃ [۱۰] حدیث: ۲۵۵۸.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نیز سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''کہ یہود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس لیے حاضر آئے تھے کہ زنا کی حد کے بارے میں آپ ﷺ فیصلہ فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا کہ تورات میں رجم کی سزا ہے جس سے یہود نے انکار کیا۔ آپ ﷺ کے سامنے تورات لائی گی۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (۱) نے ان کو رجم کی آیت پڑھ کر سنائی۔ یہود نے کہا: محمد [ﷺ]! تو نے سچ کہا تھا تورات میں رجم کی سزا موجود ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو رجم کی سزا دے دی (۲)۔''

[ابوداؤد: ۲۵۴:۴' بخاری: ۱۰۱۱]

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''یہود نے ان کو یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دل میں رحم اور مزاج و اخلاق میں نرمی ہے اور حیادارانہ مزاج سزائیں تخفیف کو پسند کرتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ رجم سے کم کی سزا کا فیصلہ دے دیں تو ہم اس کو قبول کرلیں گے اور اللہ کو جواب دے دیں گے کہ تیرے نبی کا یہ فیصلہ تھا جس پر ہم نے عمل کیا۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو رجم کا فیصلہ دے دیا تھا کہ حق تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ کی یہ آیت نازل فرمائی کہ:

---

(۱) عبداللہ بن سلام بن حارث' ابویوسف رضی اللہ عنہ' جلیل القدر صحابی ہیں۔ اسلام سے قبل بہت بڑے اسرائیلی عالم تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے سال اسلام قبول کیا' اُن کا نام حُصین تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے عبداللہ سے بدل دیا۔ فتح بیت المقدس اور فتح جابیۃ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ سدنا علی اور سیدنا معاویۃ رضی اللہ عنہما کے اختلاف کے زمانہ میں لکڑی کی تلوار بنائی اور کسی بھی فریق کے ساتھ شریک نہیں ہوئے۔ ۴۳ھ = ۶۶۳م کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

[الاستیعاب: ۲۶۰' ترجمہ: ۱۵۸۵' الاعلام ۴: ۹۰]

(۲) أُتِیَ رسولَ اللّٰہ ﷺ بیھودیٍ و یھودیۃٍ قد أحدثا جمیعاً' فقال لھم: ماتجدون فی کتابکم؟ قالوا: إنّ أحبارَنا أحدثوا تحمیمَ الوجہ والتَّجبیۃ' قال عبداللّٰہ بن سلام: أدعھم یا رسولَ اللّٰہ بالتوراۃِ' فأُتِیَ بھا فوضع أحدھم یدہ علی آیۃ الرجم وجعل یقرأ ماقبلھا و مابعدھا فقال لہ ابن سلام: ارفع یدک فإذا ؤہ الرجم تحت یدہ فأمر بھما رسول اللّٰہ ﷺ فرُجما.

[صحیح بخاری' کتاب المحاربین [۸۷] باب الرجم فی البلاط [۱۰] حدیث: ۶۸۱۹' صحیح مسلم' کتاب الحدود [۲۹] باب رجم الیھود [۶] حدیث: ۲۶ - [۱۶۹۹]' سنن ابی داوٗد' کتاب الحدود [۳۲] باب فی رجم الیھودیین [۲۶] حدیث: ۴۴۴۶]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

يٰأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ. [سورۃ المائدۃ ۵:۴۱]

''اے رسول! جولوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں اُن سے غم نہ کھانا۔''

[ابوداود: ۲۵۵ (۱)]

یہود کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق نبی کریم ﷺ سے فیصلہ حاصل کرلیں گے اور آپ ﷺ نے ان کو تورات میں رجم کا حکم اس لیے بتلانا چاہا کہ یہود رجم کے حکم کا انکار کرتے تھے اوران کو اصرار تھا کہ ان کی کتاب میں رجم کا حکم نہیں ہے اور یہود پر تورات سے ان کے زعم میں حجت قائم کی جاسکتی تھی اس لیے نبی اکرم ﷺ نے ان کے علماء کو بھی بلایا اوران کو قسم دے کر فرمایا کہ بتلاؤ تورات میں ایسے بدکاروں کی سزا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان پر اِتمامِ حجت کردیا اور یہود تورات کے حکموں اور آیات میں تحریف کرتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان علماء کی زبان سے یہود کو جھوٹا ثابت کردیا اوران کی تحریف کو ظاہر فرمادیا۔

قرآن مجید کا بیان

سورۃ المائدۃ کی آیات ایسے وقت آئی ہیں کہ یہود کی خوشی اور خواہش پر چلنے سے رسول اللہ ﷺ اِبا (۲) کرچکے تھے اوراُن کی خواہش کو رد فرمادیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم رجم کو ان پر نافذ کردیا تھا ایسے وقت میں قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی تصویب فرمائی اور آئندہ بھی ایسی شان عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کی۔ یہود کی عیارانہ اور پرفریب خواہشات کو رد کرنا اور ان کی تلبیس اور سخن سازی سے متاثر نہ ہونا رسول اللہ ﷺ کی شان عظیم ہے۔ قرآن مجید نے

---

(۱) مُرَّ علی رسول اللہ ﷺ بیھودیٍ محمَّمٍ مجلودٍ فدعاھم فقال: ھکذا تجدون حد الزانی؟ فقالوا: نعم، فدعا رجلاً من علمائھم قال له: نَشَدتُكَ باللّٰه الذی أنزل التوراة علی موسی أھکذا تجدون حد الزانی کتابکم؟ قالوا: اللھم لا، ولولا أنك نَشَدْتَنِي بھذا لم أخبرك، نجد حد الزانی فی کتابنا الرجم، ولکنه کثر فی أشرافنا فکُنّا إذا أخذنا الرجل الشریف ترکناہُ وإذا أخذنا الرجل الضعیف أقمنا علیه الحد فقلنا: تعالوا فنجتمع علی شیئ نقیمُه علی الشریف والوضیع فاجتمعنا علی التحمیم والجلد عتر کنا الرجم فقال رسول اللہ ﷺ: اللھم إنی أولُ مَن أحیا أمرك إِذْ أماتوہُ، فأمر به فرجم، فأنزل اللہ عزوجل: يٰأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ...... [سنن ابی داوٗد کتاب الحدود [۳۲] باب فی رجم الیھودیین [۲۶] حدیث: ۴۴۴۸]

(۲) انکار۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہود کی تمام سازش سے آپ ﷺ کو آگاہ کر دیا اور ہدایت فرمائی کہ اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر استقامت کے ساتھ رہئے اور آپ ﷺ کو یہود کے اس نزاع میں فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا کہ چاہے آپ فیصلہ کر دیں اور چاہے انکار کر دیں۔ اگر آپ نے فیصلہ کرنا چاہا تو آپ کے فیصلہ میں ان کی خواہش کو دخل نہ ہو بلکہ انصاف کا فیصلہ ہونا چاہئے۔

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ. [سورۃ المائدۃ ۵:۴۲]

''اگر آپ ان میں فیصلہ کر دیں تو ان میں انصاف کا فیصلہ کیجئے۔''

اگر چہ یہود قبائح، بداعمالیوں، ظلم اور سرکشی میں مشہور اور بدنام ہی کیوں نہ ہوں لیکن نبوت کا دامنِ عدالت ناانصافی کے چھینٹوں سے داغ دار نہ ہونے پائے اس لیے کہ انصاف ہی ایسی خصلت ہے جس کے سہارے زمین اور آسمان کا نظام قائم رہ سکتا ہے۔ قرآن مجید نے کے فیصلہ کی تصدیق کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے اِحتکام (۱) پر تعجب کا اظہار فرمایا کہ یہود آپ کی نبوت پر یقین نہیں رکھتے۔ آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کو حکم ٹھہراتے ہیں؟

یہود جس کتاب کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہیں اور اس کی اخبار کو چھپاتے اور اس کے احکام کا انکار کرتے ہیں، ایسے لوگ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی تصدیق اور آپ ﷺ کے فیصلہ کو کیوں کر تسلیم کریں گے۔ یہود جھوٹ اور باطل کو بہت زیادہ سنتے اور قبول کرتے ہیں، اہل حق کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں اور بدباطن شریر جماعتوں کو انبیاء کے خلاف مدد پہنچاتے ہیں۔ ہدایت کی باتوں میں تحریف کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کو حکم (۲) بنانے میں حق کا فیصلہ نہیں چاہتے بلکہ ان کی غرض رخصت ہے اور آسان حکم کی تلاش کرتے ہیں اور اپنے اس باطنی عیب اور خامی پر آپ کی نبوت کے نام کا پردہ رکھنا چاہتے ہیں۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَا أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ. [سورۃ المائدۃ ۵:۴۳]

''اور یہ آپ سے [اپنے مقدمات] کیوں کر فیصل کرائیں گے جب کہ خود اُن کے پاس تورات موجود ہے، جس میں اللہ کا حکم [لکھا ہوا] ہے [یہ اُسے جانتے ہیں اور] پھر اس کے بعد

---

(۱) کسی کو حاکم ماننا/کسی کے پاس فیصلہ لے جانا۔

(۲) ثالث/فیصلہ کرنے والا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس سے پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔''

آپ نے پڑھ لیا کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ کو زنا کی حد کے بارے میں حکم بنایا تھا اور آپ ﷺ نے ان کو حکم دیتے ہوئے رجم کا فیصلہ سنایا اور قرآن مجید کی یہ آیت اس حکم کے بارے میں جس کو رسول اللہ ﷺ نے یہود کے نزاع اور احتکام میں ارشاد فرمایا ہے' ظاہر کرتی ہے کہ وہ اللہ کا حکم ہے اور یہود کی کتاب تورات میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد وہ ہماری شریعت اسلام کا امر اور ہمارے شرع میں باقی ہے اس لیے کہ اگر تورات کا وہ حکم قرآن مجید منسوخ کرتا تو نسخ کے بعد اپنی آیات میں اس کو اللہ کا حکم نہ فرماتا جیسا کہ شراب حلال تھی اور ابتداء اسلام میں بھی شراب پی جاتی تھی اور یہود کو تحریم سبت کا امر دیا گیا تھا مگر قرآن مجید ان کو باقی نہیں رکھنا چاہتا تھا اس لیے ان کو کہیں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں فرمایا اور اہل علم کا یہ مسلم ضابطہ ہے کہ ہم سے قبل انبیاء کے شرائع کو جب قرآن مجید نسخ نہیں کرتا تو وہ ہماری شریعت ہے۔ [احکام القرآن' جصاص' جلد۲: ۵۳۲]

لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ رجم کو قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کا حکم کہا ہے اس لیے قرآن مجید اس کو باقی اور قائم رکھنا چاہتا ہے اور رجم ہماری شریعت کا امر اور فیصلہ ہے اور مذکورہ آیت میں وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ کی جگہ وَمَا أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اسم اشارہ ہے جس میں نکتہ یہ ہے کہ آپ یہود کے ایمان نہ لانے کی وجہ پر غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور رجم کے حکم کا یہود اس لیے انکار کرتے ہیں کہ یہود کے مذکورہ قبائح جن کو قرآن مجید جگہ جگہ ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے انکار کے باعث ہیں ورنہ وہ خوب جانتے ہیں کہ جس کا وہ انکار کرتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور حق ہیں (۲)۔ [روح المعانی]

---

(۱) وقوله تعالى: وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ يدلُّ على أنّ حكم التوراة فيما اختصموا فيه لم يكن منسوخاً وأنه صار بمبعث النبي ﷺ شريعة لنا' لم ينسخ' لأنه لو نسخ لم يطلق عليه بعد النسخ أنه حكم الله' كما لا يطلق أنّ حكم الله تحليل الخمر أو تحريم السبت' وهذا يدل على أنّ شرائع من قبلنا من الأنبياء لازمةٌ لنا مالم تنسخ' وأنّها حكم الله بعد مبعث النبي ﷺ. [احکام القرآن ۲: ۴۳۸' بذیل سورۃ المائدۃ ۵: ۴۳]

(۲) وَمَا أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ: تذييلٌ مقررٌ لفحوى ماقبله' ووضع اسم الإشارة موضع ضميرهم قصداً إلى إحضارهم في الذهن بما وصفوا به من القبائح إيماءً إلى علة الحكم مع ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح آج جو لوگ رجم کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ قرآن کا امر نہیں ہے۔ یہود کی طرح ان میں بری خصلتیں ہیں جو رجم کے انکار پر ان کو انگیخت کرتی ہیں، وہ دین میں رخصت اور خواہش کے مناسب آسانی چاہتے ہیں۔ اہل حق کی مخالفت پر ان کی ضد نے ان کو ابھارا اور دینی احکام اور مسائل کی گرفت کو ڈھیلا کرنے کی ناتمام آرزو رکھتے ہیں، باطن کی سیاہی اور اعتقادی خامیوں پر قرآن مجید کا نام لے کر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں، ورنہ اگر یہ مسلمان ہیں تو ان کو بھی یقین ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر افتراء نہیں کیا ہے۔ قرآن مجید کے خلاف اور اس کے احکام سے باہر رسول اللہ ﷺ کا کوئی قدم کسی وقت نہیں اٹھا اور نہ زبان نبوت سے کوئی کلمہ نکلا ہے اور اس کے بعد قرآن مجید نے تورات کی اس حیثیت کی توثیق کرتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس میں ہدایت اور روشنی ہے جب تک یہود کے علماء اور احبار نے تورات کی نگرانی کے لیے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا تو وہ معمول بہ اور محفوظ رہی مگر آخر کار دنیا پرست علماء سوء کے ہاتھوں سے وہ تحریف ہو کر ضائع ہوگئی۔

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۔ [سورۃ الانعام ۶:۹۱]

”تورات کو تم نے ورق ورق کر کے لوگوں کو دکھلایا اور بہت سی باتوں کو چھپا رکھا۔“

قرآن مجید میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ. [سورۃ المائدۃ ۵:۴۴]

”اسی کے مطابق انبیاء جو [اللہ] کے فرمان بردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ اور علماء بھی کیوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور وہ اس پر گواہ تھے تو

......الإشارة إلى أنهم قد تميزوا بذلك عن غيرهم أكمل تمييز حتى انتظموا في سلك الأمور المشاهدة، أي: وما أولئك الموصوفون بما ذكر بالمؤمنين بكتابهم لإعراضهم عنه المنبئ عن عدم الرضاء القلبي به أولاً وعن حكمك الموافق له ثانياً أو بك وبه، وقيل: هذا إخبار منه تعالى عن أولئك اليهود أنهم لا يؤمنون بالنبي ﷺ وبحكمه أصلاً. [روح المعانی ۵-۶:۴۲۵]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے اَحکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔"

تورات میں ایسا عظیم الشان دستور العمل اور آئین ہدایت تھا کہ کثیر التعداد پیغمبر' اہل اللہ اور علماء برابر اس کے موافق حکم دیتے اور نزاعات کے فیصلہ کرتے رہے اور آج بھی انبیاء کے سردار سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت کے قیادت کنندگان خلفاء راشدین اور فقہاء و علماء نے تورات کے دستور کے مطابق شرعی آئین میں رجم کے فیصلے کیے ہیں' جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ.

حسن' قتادہ' عکرمہ' زہری اور سدی نے کہا ہے کہ: "یَحْکُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ سے پہلے انبیاء بنی اسرائیل مراد ہیں (۱)۔" [اَحکام القرآن]

اس لیے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح یہود کے نزاع کے فیصلہ میں رسول اللہ ﷺ نے بھی رجم کا فیصلہ سنایا ہے اور اسی اَثناء میں قرآن مجید نے امت مسلمہ کو نصیحت کی ہے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور دوسری قوموں کی طرح کسی سے ڈر کر یا مال و جاہ کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی آسمانی کتاب کو ضائع اور یہود کی طرح رجم من جانب اللہ ہونے کا انکار مت کرو اور جو ما انزل اللہ کے موافق حکم نہ کرے وہ کافر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جو منصوص حکم کے وجود سے انکار کر دے اور اس کی جگہ اپنی رائے اور خواہش سے دوسرے احکام تجویز کرے اور بتائے کہ یہ اللہ کے احکام ہیں۔

امام جصاص فرماتے ہیں کہ یہ آیت چند معانی کو شامل ہے۔

[۱] اس آیت نے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تورات کے حکم سے یہود کا فیصلہ فرمایا تھا۔

[۲] تورات کا یہ رجم کا حکم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں باقی تھا اور آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ منسوخ نہیں ہوا تھا اور یہ حکم ہماری شریعت میں بھی ثابت ہے۔ ہماری شریعت نے اس کو

www.kitabosunnat.com

(۱) رُوِیَ عن الحسن وقتادة وعكرمة والزهری والسدی أن النبی ﷺ مراد بقوله: یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا. [احکام القرآن ۲: ۴۳۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منسوخ نہیں کیا۔

[۳] ما انزل اللہ کے ساتھ فیصلہ کرنا واجب ہے اس سے عدول کرنا جائز نہیں اور لوگوں کا خوف کوئی معذرت نہیں۔

[۴] اور احکام میں رشوت لینا حرام ہے (۱)۔

قرآن مجید رجم کو اللہ کا حکم کہتا اور رسول اللہ ﷺ کو ما انزل اللہ پر فیصلہ کرنے کا امر کرتا ہے اس لیے جس شخص کا یہ قول اور اعتقاد ہے کہ رجم اللہ تعالیٰ کا حکم اور ما انزل اللہ نہیں ہے وہ صریحاً قرآن مجید کو جھٹلاتا ہے اور اعتقاداً قرآن مجید کی مخالفت کرتا ہے اور اس کے بعد اسی بحث میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآأَنْزَلَ اللهُ وَلَاتَتَّبِعْ أَهْوَآئَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآأَنْزَلَ اللهُ إِلَيْكَ. [سورۃ المائدۃ ۵:۴۹]

''اور یہ کہ جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے اسی کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور اُن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور اُن سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل کیا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔''

وَأَنِ احْكُمْ کا عطف وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ پر ہے۔ یعنی ہم نے آپ پر کتاب اتاری اور ہم یہ حکم دیتے ہیں کہ مـا أنـزل اللہ کے موافق حکم دیتے رہیں اگرچہ یہ حکم آپ کی طرف قرآن مجید میں نہیں اتارا گیا لیکن اس حکم پر فیصلہ کرنے کا امر قرآن مجید میں منزل من اللہ ہے اور اس آیت میں اور اس سے ماقبل کی آیت فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ میں بَيْنَهُمْ کو قرآن مجید نے بِمَآأَنْزَلَ اللهُ پر مقدم فرمایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید مَآأَنْزَلَ اللهُ کو عرب اور امت مسلمہ کے لیے مخصوص نہیں کرتا بلکہ اس کو عام اور امت مسلمہ کی طرح یہود پر بھی جامع اور

---

(۱) فتضمنت هذه الآية معاني منها: الإخبار بأن النبي ﷺ قد حكم على اليهود بحكم التوراة. ومنها: أن حكم التوراة كان باقياً في زمان رسول الله ﷺ وأن مبعث النبي ﷺ لم يوجب نسخه، ودلّ ذلك على أنّ ذلك الحكم كان ثابتاً لم ينسخ بشريعة الرسول ﷺ. ومنها: إيجاب الحكم بما أنزل الله تعالى وأن لا يعدل عنه ولا يُحابي فيه مخافة الناس. ومنها: تحريم أخذ الرشاء. [احکام القرآن ۲:۴۳۸-۴۳۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شامل رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عموم نبوت کی طرح آپ کے پیغمبرانہ وظائف اور ذمہ داریاں بھی کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ پر قرآن مجید اتارا اور قرآن کی طرح یہ امر اُتارا کہ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ پر یہود اور امت مسلمہ میں فیصلے کیجئے اور چونکہ رجم مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ہے اور قرآن مجید کی آیات میں رجم کا امر مذکور ہے اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کتاب اتاری اور کتاب کی طرح رجم کا امر اتارا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہ قرآن مجید کی آیات میں مذکور ہے۔

مسٹر پرویز کیا کہتے ہیں؟

ڈاکٹر برق صاحب کی طرح مسٹر پرویز نے بھی رجم کی بحث پر روشنی ڈالی ہے۔ ذرا اسے بھی پڑھیے اور ان کے علم و بصیرت کی داد دیجیے۔

"قرآن کریم میں زنا کی سزا رجم سنگساری کہیں نہیں آئی۔ نہ شادی شدہ کے لیے نہ غیر شادی شدہ کے لیے۔ سنگساری کی سزا بعد کی وضع کردہ ہے اور اسے منسوب کیا جاتا ہے رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کی طرف' اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ [معاذ اللہ] قرآن کے احکام کے خلاف بھی فیصلہ دیا کرتے تھے۔ کیا عرض کیا جائے۔ کہ مسلمانوں نے اپنے دین میں کیا کیا کچھ داخل کر لیا ہے؟ اس موضوع پر ہماری کتب تفسیر میں لمبی چوڑی بحثیں موجود ہیں اور انہوں نے بڑی شدومد سے ثابت کیا ہے کہ واقعی قرآن کریم میں اس قسم کی آیت موجود تھی اور اب وہ قرآن میں نہیں مثلاً تفسیر ابن کثیر کا شمار بلند پایہ تفاسیر میں ہوتا ہے۔ سورۃ النور کی متعلقہ آیت زنا کے ضمن میں حسب ذیل تصریحات موجود ہیں۔ موطا امام مالک میں ہے۔ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد فرمایا: "لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کیا یاد کیا اس پر عمل بھی کیا۔"

[قرآنی فیصلے: ۱۷۷-۱۸۳]

مسٹر پرویز کی اس تحریر پر غور سے نگاہ ڈالیے کیا یہ سچ ہے کہ قرآن مجید میں سنگساری کی سزا نہیں ہے؟ کیا یہ درست ہے کہ سنگساری کی سزا بعد کی پیداوار ہے؟ کیا واقعی قرآن مجید میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رجم کی آیت تھی اور اب نہیں ہے؟

پہلے سوال کا جواب مفصل گزر چکا ہے کہ سورۃ النساء أَوْ يَجْعَلُ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا کے اجمال میں رجم کا حکم مذکور ہے اور اس کی تفصیل و تفسیر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مذکورہ آیت کی تفسیر کی یہ وحی کی گئی کہ شادی شدہ بدکار کے لیے رجم ہے اور غیر شادی شدہ بدکار کے لیے سو کوڑے ہیں جیسا کہ سورۃ النور میں مذکور ہے اور قرآن مجید کی اس تصریح کے بعد کہ غلام اور لونڈی کے لیے آزاد غیر شادی شدہ کی سزا کا نصف ہے۔ کوئی شک نہیں رہتا کہ سورۃ النور کی حد غیر شادی شدہ کے لیے ہے اس لیے کہ کوڑوں کی تنصیف ہو سکتی ہے اور رجم آدھا نہیں کیا جا سکتا اور سورۃ المائدۃ کی آیات نے نبی اکرم ﷺ کے رجم کرنے کی تصدیق فرمائی اور رجم کو ما انزل اللہ کہا اور آپ ﷺ کو رجم کے فیصلہ کرنے کا امر فرمایا۔ قرآن مجید کی یہ تمام تصریحات قرآن مجید میں مذکور ہیں، جن کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ قرآن مجید میں سنگساری کی سزا کہیں نہیں ہے۔ فریب اور بے سمجھی کے سوا اور کیا ہے؟

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ سیدنا جابر بن عبداللہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو زنا کی سزا دیتے ہوئے رجم کیا ہے (۱)۔

[بخاری: ۱۰۰۶، ابوداود: ۲۵۱]

جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ اور ابن ابی بکرۃ عن ابیہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے ایک زانیہ کو رجم کی سزا دی ہے (۲)۔" [ابوداود: ۲۵۳]

سیدنا براء بن عازب اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے یہودی اور یہودیہ کو رجم کی سزا دی ہے (۳)۔" [ابوداود: ۲۵۴]

سیدنا ابو ہریرۃ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) ألا وقد رجم رسول اللہ ﷺ ورجمنا بعده.
[صحیح بخاری، کتاب المحاربین [۸۷] باب الاعتراف بالزنا [۱۶] حدیث: ۶۸۲۹، سنن ابی داود، کتاب الحدود [۳۲] باب فی الرجم [۲۳] حدیث: ۴۴۱۸.]

(۲) سنن ابی داود، کتاب الحدود [۳۲] باب المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمها من جهينة [۲۵] حدیث: ۴۴۴۰.

(۳) سنن ابی داود، کتاب الحدود [۳۲] باب فی رجم الیهودیین [۲۶] حدیث: ۴۴۴۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''نبی کریم ﷺ نے زنا کا مقدمہ فیصلہ کرتے ہوئے شادی شدہ عورت کے رجم کا اور غیر شادی شدہ مرد کو جلد اور تغریب عام کا حکم سنایا(۱)۔'' [ابوداود:۲۵۴/۴' بخاری:۱۰۱۰]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عظیم اجتماع میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا تھا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا(۲)۔''

[بخاری:۱۰۰۹' ابوداود:۲۵۰]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن کسی عورت کو رجم کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق رجم کیا(۳)۔'' [بخاری:۱۰۰۶]

سیدنا جابر بن عبداللہ' سیدنا عبداللہ بن بریدۃ' سیدنا ابن ابی بکرۃ' سیدنا براء بن عازب' سیدنا ابن عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم صحابہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کے فیصلے دیے اور یہ مذکورہ واقعات سنن ابی داود اور صحیح بخاری کی طرح صحیح مسلم، سنن نسائی' سنن ترمذی' موطأ امام مالک اور مسند احمد میں بھی مذکور ہیں۔ کون احمق یہ کہے گا کہ رجم کا حکم بعد کی پیداوار ہے؟

ان محدثین کی کتابوں میں متعدد صحابہ اور مختلف رواۃ کی سندوں سے یہ واقعات نقل کیے گئے ہیں اس لیے اس شبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ ایک صحابی کی روایت اور ایک طریقہ سے محدثین نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ متعدد صحابہ اور مختلف رواۃ کے طریق سے ان واقعات کا محدثین کی کتابوں میں مذکور ہونا ان کی صحت کا یقین پیدا کرتا ہے اس لیے کہ مختلف رُواۃ اور الگ الگ ملکوں اور زمانوں کے محدثین کو جھوٹ اور غلط بات کے الفاظ اور معنی پر اتفاق کرنا عادۃً محال ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب المحاربین [۸۷] باب الاعتراف بالزنا [۱۶] حدیث: ۶۸۲۸' سنن ابی داود' کتاب الحدود [۳۲] باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمہا من جہینۃ [۲۳] حدیث: ۴۴۴۵.

(۲) ألا وقد رجم رسول اللہ ﷺ ورجمنا بعدہ.

[صحیح بخاری' کتاب المحاربین [۸۷] باب الاعتراف بالزنا [۱۶] حدیث: ۶۸۲۹' سنن ابی داود' کتاب الحدود [۳۲] باب فی الرجم [۲۳] حدیث: ۴۴۱۸]

(۳) الشعبی یحدث عن علی رضی اللہ عنہ حین رجم المرأۃ یوم الجمعۃ وقال: قد رجمتُھا بِسنّۃِ رسول اللہ ﷺ. [صحیح بخاری' کتاب المحاربین [۸۷] باب رجم المحصن [۷] حدیث: ۶۸۱۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خارجیوں (۱) نے عمر بن عبدالعزیز کو رجم میں الزام دیتے ہوئے کہا کہ آپ رجم کو حق اور ثابت جانتے ہیں اگرچہ وہ قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ آپ نے ان کو جواب دیتے ہوئے الزام دیا کہ نماز کی رکعات کی تعداد اور زکوٰۃ کی مقدار بھی قرآن میں ایسا مذکور نہیں ہے' جیسا تم چاہتے ہو۔ خارجیوں نے کہا کہ نماز کی تعداد کی رکعات اور زکوٰۃ کی مقدار نبی اکرم ﷺ کے فعل سے ثابت ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ نماز کی رکعات کی تعداد اور زکوٰۃ کی مقدار کی طرح رجم بھی نبی اکرم ﷺ کے فعل سے ثابت ہے (۲)۔"

[روح المعانی' جلد ۱۸: ۷]

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی تصریحات کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ رجم بعد کی پیداوار ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت جھوٹ اور غلط کی گئی ہے؟ فقہاء [امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور امام احمد] نے بالاتفاق رجم کو مشروع کہا ہے۔ اگر نبی اکرم ﷺ کی طرف رجم کرنے کی نسبت جھوٹ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسٹر پرویز صحابہ کرام' تابعین' فقہاء اور محدثین سب کو جھٹلاتے ہیں۔ امت مسلمہ کے اخیار' علماء' فقہاء اور محدثین کی نسبت صرف مسٹر پرویز کو جھٹلانا زیادہ آسان' نہایت ضروری اور بالکل حق ہے اس لیے کہ وہ صحیح واقعات

---

(۱) خارجی کی جمع ہے۔ ایک فرقہ ہے' جو بیس حصوں میں بٹا ہوا ہے اور سارے کے سارے تین باتوں پر متفق ہیں:

اول: اُن کا خیال ہے کہ سیدنا علی' سیدنا عثمان' اصحاب جنگ جمل رضی اللہ عنہم' جنگ جمل میں دو فیصلہ کرنے والے صحابہ اور اُن کے فیصلہ پر راضی ہونے والے اور اسے قبول کرنے والے سب کے سب کافر ہیں۔

دوم: اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر کوئی مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جائے' تو وہ کافر اور ابدی جہنمی ہے۔

سوم: ظالم حاکم کے خلاف خروج و بغاوت جائز ہے۔

[التبصیر فی الدین وتمییز الفرقۃ الناجیۃ عن الفرق الهالکین' امام اسفرائینی: ۴۵]

(۲) وإنكارُ الخوارج من ذلك باطلٌ' لأنهم إنْ أنكروا حجية إجماع الصحابة رضي الله عنهم فجهلٌ مركبٌ' وإن أنكروا وقوعه من رسول الله ﷺ لإنكارهم حجية خبر الواحد فهو بعد بطلانه بالدليل ليس ممانحن فيه' لأنّ ثبوت الرجم منه عليه السلام متواتر المعنى كشجاعة علي كرم الله وجهه' وجود حاتم...... ولذا حين عابوا على عمر بن عبدالعزيز في القول بالرجم من كونه ليس في كتاب الله تعالى ألزمهم بأعداد الركعات ومقادير الزكوٰة فقالوا: ذلك من فعله ﷺ والمسلمين' فقال لهم: وهذا أيضاً كذلك. [روح المعاني ۱۷-۱۸: ۳۸۰' سورة النور ۲۴: ۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نسبت اور انتساب کے جھٹلانے میں جھوٹے ہیں۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ رجم کی آیت جن الفاظ میں منکرین حدیث قرآن مجید میں تلاش کرتے اور سناتے ہیں' وہ ان الفاظ میں نہ تو قرآن مجید میں موجود تھی اور نہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے قرآن مجید میں لکھنے سے منع فرمایا تھا۔ قرآن مجید جو نبی کریم ﷺ کے امر سے اوراق اور تختیوں پر لکھا جاتا تھا' ان میں وہ نہیں لکھی گئی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اہتمام میں اور نگرانی میں جب قرآن مجید ایک جلد میں لکھا جاتا تھا کسی ورق اور کسی تختی پر وہ لکھی ہوئی پیش نہیں کی گئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کو قرآن مجید کی آیت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ سیدنا ابئ بن کعب رضی اللہ عنہ کا مشورہ بھی یہی تھا۔ کسی صحابی نے قرآن مجید کی آیت کی حیثیت سے اس کو پیش نہیں کیا۔ منکرین حدیث کا بے بنیاد شور اور بے معنی غوغا ہے کہ واقعی قرآن میں اس قسم کی آیت تھی اور اب اس میں نہیں ہے۔ نہ جانے یہ بات ان کے کان میں کس نے کہہ دی ہے؟ اس کی تفصیل پہلے ہو چکی ہے۔

مسٹر پرویز کا یہ کہنا کہ اگر رسول اللہ ﷺ سے رجم کرنا ثابت کرنا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ قرآن مجید کے خلاف بھی فیصلہ دیا کرتے تھے' محض دھوکہ اور فریب ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے قرآن مجید کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے مگر آپ ﷺ کی پیغمبرانہ بصیرت میں پورا قرآن مجید روشن ہو رہا تھا اور اس کے معانی کھل کر سامنے آتے تھے اور پیغمبرانہ علم و دانست میں شرح اور تفصیل کے ساتھ ان کا بیان ہوا کرتا تھا اور قرآن مجید کے تمام مباحث اور علوم اپنے مقام اور موقعہ پر رکھے جاتے تھے۔ سورۃ النور کی حد کو رسول اللہ ﷺ کی تبیین نے غیر شادی شدہ بدکار کے بارے میں بتلایا۔ سورۃ النساء کی آیت کی تبیین و تفصیل کو شادی شدہ بدکار کے حق میں وحی کی ۔ ..ن میں ارشاد فرمایا ہے اور سورۃ المائدۃ کی آیات نے رسول اکرم ﷺ کو رجم کرنے کا امر فرمایا اور قرآن کا یہ امر منزل من اللہ اور قرآن سے ثابت ہے۔

مسٹر پرویز ہوائے نفس کے ظلمات میں ڈوبے ہوئے ہیں' اس لیے ان کو خواہشات کی تاریکیوں میں رسول اللہ ﷺ کے پیغمبرانہ فیصلے قرآن مجید کے خلاف معلوم ہوتے ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسٹر پرویز کی تحریر میں خط کشیدہ ترجمہ (۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ کی نہیں ہے جس کو مسٹر پرویز تفسیر ابن کثیر (۲) میں مذکورہ عبارت کا ترجمہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اصل عبارت یہ ہے: فكان فيما أنزل عليه آية الرجم (۳). [تفسیر ابن کثیر]

تفسیر ابن کثیر کے علاوہ یہ الفاظ سنن ابی داؤد میں بھی مذکور ہیں اور موطأ امام مالک اور صحیح بخاری نے بھی رجم کی بحث میں نقل فرمائے ہیں مگر اس کا ترجمہ وہ نہیں ہے جو مسٹر پرویز نے لکھا ہے کہ اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کی آیت بھی تھی بلکہ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ

"آیتِ رجم اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہے۔"

ہم بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی طرح اقرار کرتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ آیت رجم یا تو سورۃ النساء کے اجمال میں ما انزل اللہ ہے یا اللہ کی کتاب تورات میں ما انزل اللہ ہے یا سورۃ المائدۃ کی آیات میں رجم کرنے کا امر ما انزل اللہ ہے' یا قرآن مجید کی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں رجم کا حکم اللہ تعالیٰ کی وحی اور اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا ہے اور یہ سب درست اور ما انزل اللہ ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کا ثبوت متواتر اور قطعی ہوتا ہے۔ آحاد کی روایت سے قرآن مجید کا ثبوت نہیں ہوتا اور نہ متواتر مسلسل قطعی قرآن مجید کے خلاف آحاد کی روایت کا کچھ اثر پڑتا ہے جیسا کہ ان صاحبوں نے قراءت کے اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن مجید میں ردوبدل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مذکورہ آیت رجم:

الشَّيخ و الشَّيخة إذا زنيا فارجموهما.

موطأ امام مالک میں ذیل کی سند سے صفحہ: ۶۸ا پر مذکور ہے۔ مالک عن یحییٰ بن سعید عن سعید

---

(۱) اُن کی اس عبارت کی طرف اشارہ ہے: "اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کی آیت بھی تھی۔"

(۲) اسماعیل بن عمر بن کثیر' قرشی' دمشقی' ابوالفداء' عماد الدین' حافظ' مؤرخ اور فقیہ تھے۔ بُصریٰ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ۷۰۱ھ=۱۳۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ ۷۰۶ھ کو اپنے بھائی کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے۔ طلب علم میں لمبے لمبے سفر کیے۔ ۷۷۴ھ=۱۳۷۳ء کو دمشق میں وفات پائی۔

[البدر الطالع ۱: ۱۵۳' الاعلام ۱: ۳۲۰]

(۳) وأنزل عليه الكتاب' فكان فيما أنزل عليه آية الرجم.

[تفسیر ابن کثیر ۳: ۳۴۹' سورۃ النور ۲۴: ۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن مسیّب (۱)۔

شیخ احمد محمد شاکر مسند احمد کی شرح حدیث: ۱۰۹ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"سعید بن مسیّب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے مگر آپ بہت کم عمر تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت مسلسل نہیں بلکہ مرسل ہے۔"

اور مسند احمد حدیث: ۲۴۶ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"سعید بن مسیّب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے۔"

اور مسند احمد حدیث: ۲۴۹ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"سعید بن مسیّب اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک راوی چھوٹ گیا ہے اس لیے یہ سند ضعیف ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے جب سعید بن مسیّب کی مسلسل روایت ملتی ہے تو اس میں سعید اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کا واسطہ مذکور ہوتا ہے۔"

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو مسند احمد حدیث: ۲۴۷ میں مذکور ہے کہ: حدثنا قتادة عن سعيد بن المسيب عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن عمر رضی اللہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: الميت يعذب في قبره بالنياحة عليه (۱).

اس کی سند میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ سعید بن مسیّب اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ واسطہ ہیں۔

خبر واحد کے علاوہ اس سند میں یہ عیب ہے کہ سعید بن مسیّب کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ثابت ہوتا۔ ۲۳ھ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سہادت ہوتی ہے اور اُن کی خلافت کے دو سال بعد ۱۵ھ میں سعید بن مسیّب کی ولادت ہوئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل مذکورہ خطبہ دیا ہے، اس وقت سعید بن مسیّب کی عمر زیادہ سے زیادہ سات آٹھ سال ہو سکتی ہے اور معلوم نہیں کہ اس خطبہ میں آپ شریک بھی تھے یا نہیں؟ اور اگر پہنچ بھی گئے تھے تو کہیں اخیر میں جگہ ملی ہوگی، جیسے بچوں کے لیے ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ آپ تک

---

(۱) موطأ امام مالک ۲: ۸۲۴، کتاب الحدود [۴۱] باب ماجاء فی الرجم [۱] حدیث: ۱۰۔

(۲) مسند احمد ۱: ۲۶، ۳۶، صحیح بخاری، کتاب الجنائز [۲۳] باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم: يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه إذا كان النوح من سنته [۳۲] حدیث: ۱۲۹۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہنچا بھی ہے کہ نہیں اور پھر کم سنی میں اسے یاد رکھنے کا خیال آپ کو کیوں رہا۔

امام دارمی نے بھی محمد بن یزید رفاعی کے طریقہ سے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسے نقل کیا ہے (۱)۔ [سنن دارمی' جلد ۲: ۱۷۹]

مگر اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا مگر قرآن مجید کی آیت کا ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

اور محمد بن یزید رفاعی (۲) کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کے ضعف پر حفاظِ حدیث اور ائمہ کو اتفاق ہے (۳)۔ [تقریب التہذیب]

خود امام مالک نے امام زہری کے طریق سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے مگر اس میں وہ آیت مذکور نہیں ہے۔ دیکھئے مسند احمد حدیث: ۶، ۲۷، ۳۹۱۔

امام احمد نے امام یحییٰ بن سعید القطان کے طریق سے سعید بن مسیّب کی روایت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے مگر اس میں مذکورہ آیت کا ذکر نہیں ہے۔ [مسند احمد' حدیث: ۲۴۹]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

''امام بخاری کو وہ آیت درست ثابت نہیں ہوئی اس لیے آپ نے اپنے استاد علی بن عبداللہ کی روایت سے اس کو قصداً حذف کر دیا جیسا کہ اسماعیل نے جعفر فریابی سے علی بن عبداللہ سے اس کی تصریح کی ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ ائمہ حدیث نے مالک' یونس' معمر بن کیسان اور عقیل وغیرہ حفاظ کی روایت سے اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے مگر اس آیت کا

---

(۱) عن زيد بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: أشهد لسمعتُ رسول الله ﷺ يقول: الشيخ والشيخة فارجموهما البتة.

[سنن دارمی ۲: ۲۴۴' کتاب الحدود [۱۳] باب في حد المحصنين بالزنا [۱۶] حدیث: ۲۳۲۲]

(۲) محمد بن یزید بن محمد بن کثیر عجلی ابو ہشام الرفاعی الکوفی' قاضی مدائن۔

(۳) المغنی فی الضعفاء ۲: ۶۴۴' ترجمہ: ۶۰۸۹' تقریب التہذیب: ۳۲۴۔

اس راوی کے بارے میں محدث ابن نمیر کا قول ہے کہ:

كان أضعفنا طلباً وأكثرنا غرائب. [الجرح والتعدیل ۸: ۱۲۹' ترجمہ: ۵۷۸]

''ہمارے ساتھیوں میں طلب حدیث میں سب سے ضعیف و کم زور اور غرائب بیان کرنے میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی نے نہیں کیا اور اس حدیث میں یہ اضافہ عن یحیٰی بن سعید عن سعید بن المسیب موطأ کی روایت سے کی گئی ہے(۱)۔[فتح الباری ۱۲:۱۱۹]

مذکورہ آیت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں صرف اس طریق میں بیان کی گئی ہے جو موطأ امام مالک میں مذکور ہے اور آپ نے پڑھ لیا کہ موطأ کی یہ سند منقطع اور مرسل ہے' وہ قرآن مجید کی کسی آیت کا یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ وہ قرآن مجید کی آیت تھی اس ثبوت کے لیے قطعی' متواتر اور مسلسل روایت کا ہونا ضروری ہے۔

نسخ

شاہ عبدالعزیز(۲) سورۃ بقرہ کی تفسیر میں آیت نسخ کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس آیت سے علماء نے ایک حکم یہ سمجھا ہے کہ احکام شرعیہ میں نسخ جائز ہے اس میں کوئی محذور نہیں ہے۔ یہود نسخ کے مخالف ہیں اور شرعی احکام میں نسخ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی حکم شرعی کو منسوخ کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ شارع کو پہلے حکم دینے کے وقت کوئی پوشیدہ حکمت ظاہر نہ تھی اور اب وہ ظاہر ہوگئی اس لیے شارع نے اس حکمت کی بناء پر پہلے حکم کو منسوخ کردیا اور یہ براہے اور شارع کی بے علمی کو ثابت کرتا ہے اور اگر پہلے حکم دینے کے بعد دوسرے حکم دینے کے لیے کوئی حکمت ظاہر نہیں ہوئی ہے تو بغیر کسی خاص حکمت کے پہلے حکم کو موقوف کرنا عبث ہے اور حکیم شارع سے عبث محال ہے۔'' [تفسیر عزیزی:۳۹۸]

---

(۱)وقد أخرجه الإسماعيلي من رواية جعفر الفريابي عن علي بن عبدالله شيخ البخاري فيه فقال بعد قوله: أو الإعتراف' وقد قرأناها: الشيخ و الشيخة إذا زنيا فارجموهما البتة' وقد رجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده فسقط من رواية البخاري من قوله "وقرأ" إلى قوله: "البتة" ولعل البخاري هو الذي حذف ذلك عمداً...... **قلت:** وقد أخرج الأئمة هذا الحديث من رواية مالك ويونس ومعمر وصالح بن كيسان وعقيل وغيرهم فلم يذكروها' وقد وقعت هذه الزيادة في هذا الحديث من رواية الموطأ عن يحيى بن سعيد بن المسيب......

[فتح الباری ۱۲:۱۴۳' کتاب الحدود [۱۲] باب الاعتراف بالزنا [۳۰] بذیل حدیث:۶۸۲۹]

(۲) شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی' ۱۱۵۹ھ = ۱۷۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ غلام حلیم تاریخی نام ہے۔ ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد محترم سے تمام علوم دینیہ' عقلیہ اور آلیہ حاصل کیے۔ جامع عالم تھے۔ ۱۲۳۹ھ = ۱۸۲۴ء کو وفات پائی۔ [تذکرہ علمائے ہند:۳۰۲' ترجمہ:۳۱۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ: ''تمام اہل شرائع کو اتفاق ہے کہ نسخ جائز ہے اور شرعی احکام میں نسخ ہو سکتا ہے۔ یہودی نسخ کے جواز میں مسلمانوں کے خلاف ہیں اور امام ابو مسلم اصفہانی (۱) کہتے ہیں کہ نسخ میں عقلاً کوئی عذر اور استحالہ نہیں ہے لیکن نسخ ہوا نہیں ہے (۲)۔''

[روح المعانی' جلدا:۳۱۶]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ کے احکام میں نسخ ہونے پر تمام مسلمانوں کو اتفاق ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی بالغ حکمتیں ہیں اور سب نے کہا ہے کہ نسخ ہو چکا ہے۔ امام ابو مسلم اصفہانی نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے احکام میں نسخ نہیں ہوا مگر ان کا یہ کہنا مرذول ہے اور قابل اعتبار نہیں اس لیے کہ قرآن مجید میں یہ آیت مذکور ہے کہ ''اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور اپنی عورتیں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی عورتوں کے لیے ایک برس تک گھر سے نکالنے کے بغیر انہیں خرچ دینے کے واسطے میں وصیت کر دیں (۳)۔''

اس آیت سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ مُتَوَفّٰی (۴) کی بیوی ایک برس تک گزارہ لے سکتی ہے اور ایک برس تک اس کے گھر بیٹھی رہے گی۔ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی لیکن اس کے بعد جب

---

(۱) محمد بن بحر اصفہانی' ابو مسلم' والی تھے۔ معتزلی المسلک اور بہت بڑے مصنف تھے۔ تفسیر اور دوسرے علوم میں ماہر تھے۔ اصفہان اور فارس کے حاکم رہے ہیں۔ ۲۵۴ھ = ۸۶۸م کو پیدا ہوئے اور ۳۲۲ھ = ۹۳۴م کو وفات پائی۔ [معجم الادباء ۶:۴۲۰' الاعلام ۶:۵۰]

(۲) اِتفقت أهل الشرائع على جواز النسخ ووقوعه' وخالفت اليهود غير العيسوية في جوازه وقالوا: يمتنع عقلاً' وأبو مسلم الأصفهاني في وقوعه فقال: إنه وإن جاز عقلاً لكنه لم يقع.

[روح المعانی ۱-۲:۴۷۸' بذیل سورۃ البقرۃ ۲:۱۰۶]

(۳) والمسلمون كلهم متفقون على جواز النسخ في أحكام الله تعالى لِما لَهُ في ذلك من الحكمة البالغة' وكلهم قال بوقوعه' وقال أبو مسلم الأصفهاني المفسر: لم يقع شيئ من ذلك في القرآن' وقوله ضعيفٌ مردودٌ مرذولٌ' وقد تعسّف في الأجوبة عما وقع من النسخ' فمن ذلك قضية العدة بأربعة أشهر وعشر بعد الحول' لم يجب عن ذلك بكلام مقبول' و قضية تحويل القبلة إلى الكعبة عن بيت المقدس لم يجب بشيئ' ومن ذلك نسخ مصابَرةِ المسلم لعشرة من الكفرة إلى مصابَرة الإثنين' ومن ذلك نسخ وجوب الصدقة قبل مناجاة الرسول ﷺ وغير ذلك' والله أعلم. [تفسیر ابن کثیر ۱:۲۱۰-۲۱۱' سورۃ البقرۃ ۲:۱۰۶]

(۴) مرا ہوا شخص۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میراث کی آیات نازل ہوئیں اور عورت کا حصہ مقرر ہو چکا تو گزارہ لینے کی ضرورت نہیں رہی' یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور عورت کی عدت چار مہینے دس دن ٹھہرائی گئی تو ایک برس تک متوفی کے گھر میں بیٹھنا اور ایک برس نکاح کرنے سے روکنا موقوف ہوا۔ چار مہینے اور دس دن کے بعد اگر اس نے دوسرا نکاح کرنا چاہا تو قرآن مجید نے اس کو متوفی کے گھر سے نکلنے اور نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ:

''اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں اور چھوڑ جائیں اپنی عورتیں تو چاہئے کہ وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن انتظار میں رکھیں (۱)۔''

یہ دونوں آیتیں سورۃ البقرۃ میں موجود ہیں اور ان دونوں پر متوفی کی بیوی بیک وقت عمل نہیں کر سکتیں۔ ابو مسلم نے اس کا کوئی مقبول جواب نہیں دیا اور قرآن مجید میں مذکور ہے کہ:

''کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کا استقبال کیا تھا (۲)۔''

اور اس کے بعد قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ کے استقبال کا امر فرمایا:

''بے شک ہم تیرے منہ کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھتے ہیں' سو البتہ تجھ کو اس قبلہ کی طرف پھیر لیں گے جس پر تو راضی ہے (۳)۔''

جب تحویل قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ مسجد بنو سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے (۴)۔ دو رکعت بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے اور نماز ہی میں آپ ﷺ نے اور تمام صحابہ ؓ نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا۔ استقبال بیت المقدس کا پہلا حکم موقوف کیا گیا اور

---

(۱) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۴۰]

(۲) یہ حکم قرآن مجید میں منصوصاً موجود نہیں' البتہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَا [سورۃ البقرۃ ۲:۱۴۳] سے اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

(۳) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۴۴]

(۴) امام ابن سعد لکھتے ہیں: زار رسول اللہ ﷺ أم بشر بن البراء بن معرور فى بنى سلمة فصنعت له طعاماً وحانت الظهر فصلى رسول الله ﷺ بأصحابه ركعتين ثم أمر أن يوجه إلى الكعبة فاستدار إلى الكعبة واستقبل الميزاب' فسمى المسجد مسجد القبلتين' وذلك يوم الإثنين للنصف من رجب على رأس سبعة عشر شهراً. [طبقات ابن سعد ۱:۲۴۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استقبال کعبہ کا ہمیشہ حکم دیا گیا' یہ نسخ ہے اور امام ابومسلم نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور اسی طرح قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ برداشت کرے اور اس خیال سے پیٹھ نہ دکھائے کہ وہ اکیلا ہے اور مقابل کی کثرت ہے اور اس کے بعد ارشاد ہوا کہ: ''اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور جانا کہ تم میں سستی ہے' سو اگر تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو وہ دو سو پر غالب ہوں گے (۱)۔''

اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم اٹھالیا اب صرف اپنے سے دوگنی تعداد کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا ضروری اور بھاگنا حرام ہے۔ امام ابومسلم کے پاس اس کا بھی کوئی جواب نہیں ہے۔

امام جصاص رازی فرماتے ہیں کہ: ''بعض ناسمجھ متاخرین نے کہا ہے کہ ہماری شریعت میں نسخ نہیں ہے اور یہ شخص اگرچہ بلاغت اور لغت سے کچھ واقف ہے لیکن فقہ اور اصول فقہ سے بہرہ ور نہیں اور اس نے حق کو پانے اور حاصل کرنے کی توفیق نہیں پائی اس لیے کہ امت کے سلف اور خلف نے اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت میں بہت سے مسائل کے نسخ کو دیکھا اور سمجھا ہے اور یہ ایسی نقل سے ہم تک پہنچا ہے جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے (۲)۔'' [احکام القرآن' جلد ۱: ۶۷]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''تین آدمی حکم یا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ پہلا وہ شخص ہے کہ

---

(۱) اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۞ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ.
[سورۃ الانفال ۸: ۶۵-۶۶]

(۲) زعم بعض المتأخرين من غير أهل الفقه: أنه لا نسخ في شريعة نبينا محمد ﷺ...... وقد كان هذا الرجل ذاحظٍ من البلاغة و كثير من علم اللغة غير محظوظٍ من علم الفقه و أصوله و كان سليم الإعتقاد غير مظنون به غير ظاهر أمره و لكنه بَعُدَ من التوفيق بإظهارِ هذه المقالة إذ لم يسبقه إليها أحدٌ' بل قد عقلت الأمة سلفها و خلفها من دين الله و شريعته نسخ كثير من شرائعه' و نقل ذلك إلينا نقلاً لا يرتابون به و لا يجيزون فيه التأويل. [احکام القرآن ۱: ۵۹]

(۳) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بن جابر' عبسی' ابوعبداللہ یمان لقب ہے' ان کا اصلی نام حسل تھا۔ نبی کریم ﷺ کے راز دان تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مدائن [فارس] کا عامل مقرر کیا تھا۔ آپ سے ۲۲۵ احادیث مروی ہیں۔ مدائن میں ۳۶ھ = ۶۵۶ م کو وفات پائی۔ [الاصابہ ۱: ۱۷' ۲۱' الاعلام ۲: ۱۷۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ جانتا ہو اور ہمارے زمانہ میں اس قسم کے شخص امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرا وہ نڈر شخص ہے کہ قاضی یا امیر بنایا گیا ہے اور چار و ناچار اس کو حکم یا فتویٰ دینا پڑتا ہے اور تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو بتکلف علماء اور مجتہدین کے زمرہ میں گنتا ہے۔ میں پہلی اور دوسری قوم سے نہیں ہوں اور امید ہے کہ تیسری قسم سے بھی نہیں ہوں (۱)۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے قاضی کو فرمایا کہ: "کیا قرآن میں ناسخ کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ہلاک ہوا اور تو نے ہلاک کر دیا (۲)۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے احکام میں ناسخ اور منسوخ کو حق سمجھتے اور حق جانتے تھے اور ایسے

---

(۱) إنما یفتي الناس أحد ثلاثة: رجل عَلِمَ ناسخ القرآن من منسوخه، قالوا: ومَن ذاك؟ قال: عمر بن الخطاب. قال: وأميرٌ لا يخافُ، أو أحمق متكلِّفٌ. ثم قال محمد: فلستُ بواحد من هذين، وأرجو أن لا أكون الثالث.

[سنن دارمی ۱: ۷۳، المقدمۃ، باب فی الذی یفتی الناس فی کل ما یستفتی [۲۱]

مصنف علام کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ بھی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے کہ:

"میں پہلی اور دوسری قوم سے نہیں ہوں اور امید ہے کہ تیسری قسم سے بھی نہیں ہوں۔"

لیکن خیال رہے کہ یہ محمد بن سیرین کا قول ہے، جو اس روایت کو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ حدیث کے متن "ثم قال محمد" میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(۲) امام قرطبی لکھتے ہیں کہ: دخل علي رضي الله عنه المسجد فإذا رجلٌ يخوفُ الناس فقال: ماهذا؟ قالوا: رجلٌ يُذَكِّرُ الناس، فقال: ليس برجل يُذَكِّرُ الناس! لكنه يقول: أنا فلان بن فلان فاعرفوني فأرسل إليه فقال: أتعرف الناسخ من المنسوخ؟ فقال: لا، قال: فاخرج من مسجدنا ولا تُذَكِّرْ فيه. وفي روايةٍ أخرى: أعلمتَ الناسخ والمنسوخ؟ قال: لا، قال: هلكتَ وأهلكتَ.

[تفسیر قرطبی ۲: ۶۰، بذیل سورۃ البقرۃ ۲: ۱۰۶]

- امام زرکشی لکھتے ہیں کہ: قال الأئمة: ولا يجوز لأحدٍ أن يفسر كتاب الله إلّا بعد أن يعرف منه الناسخ والمنسوخ، وقد قال علي بن أبي طالب لقاصٍّ: أتعرف الناسخ والمنسوخ؟ قال: الله أعلم، قال: هلكتَ وأهلكتَ. [البرہان فی علوم القرآن ۲: ۲۹، نوع ۳۴: معرفۃ الناسخ والمنسوخ]

حافظ سیوطی نے امام زرکشی کی اس عبارت کو من وعن نقل کیا ہے مگر قاص [واعظ] کے بجائے قاض لکھا، جس کا ترجمہ مصنف علام نے "اپنے قاضی" سے کیا، حالانکہ نہ وہ شخص قاضی تھے اور نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ قاضی تھے، بلکہ کوئی اُتائی واعظ تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاضی کے فیصلوں کو صواب و درست سمجھتے تھے جس کو قرآن مجید کے ناسخ اور منسوخ کا علم ہو اور اسی طرح سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے ناسخ اور منسوخ احکام اور آیات کو جانتے ہیں اور اس کے قائل تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر فقہاء و محدثین اور ہر قرن کے جمہور علماء نے قرآن مجید کے احکام اور آیات میں نسخ کو تسلیم کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں ناسخ اور منسوخ کی مثالیں مذکور ہیں۔ نسخ کا انکار صرف یہود نے کیا ہے یا ابو مسلم اصفہانی اس کا انکار کرتے ہیں جو شخص بھی آج قرآن مجید کی آیات اور احکام میں نسخ کا انکار کرتا ہے تو وہ یہود سے اپنا دینی رشتہ جوڑتا ہے اور یا ابو مسلم اصفہانی کی اندھی تقلید کرتا ہے اور بتکلف احمق بنتا ہے کہ قرآن مجید کے نظام کے قیام کا اور بصیرت قرآن مجید کے بے جا دعویٰ اور اہل ہونے کے باوجود قرآن مجید میں دخل اور تصرف کرنے کی جسارت کرتا ہے۔

نسخ کے معنی

لغت میں ازالہ، نقل، تبدیلی اور لکھنے لکھوانے کو نسخ کہا گیا ہے لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء و محدثین کے کلام میں ہم نسخ پڑھتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے حکم کے لیے کسی وقت تک نفاذ کا وقت مقرر تھا لیکن ہم اس تحدید کو نہیں جانتے تھے جب دوسرا حکم آیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ پہلے حکم کا وقت ختم ہو چکا اور اب یہ دوسرا حکم ہمارے لیے مناسب سمجھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہر حکم کے لیے ایک انتہاء ہے لیکن ہمیں اس حکم کی انتہاء کا علم نہیں ہوتا اور ہمارا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ حکم ہمیشہ ایسا رہے گا اور جب شارع نے اس کی جگہ دوسرا حکم دے دیا تو ہم نے پہلے حکم کی انتہاء کو جان لیا اور پہلے حکم کو منسوخ اور دوسرے حکم کو ناسخ کہا اور یہ تجدد و تغیر اور تقدم و تاخر ہمارے کوتاہ خیال اور قاصر علم کی نسبت ہے لیکن حق تعالیٰ کی نسبت ہر حکم اپنے وقت میں مقدر تھا اس میں ظہور تھا، نہ خفا اور نہ تقدم و تاخر بلکہ علم ازلی میں تقدیر کے وقت سے ایسا ہی مقدر تھا جب ہم نے سنا اور دیکھا۔

آپ جانتے ہیں کہ مصالح اور حکمتیں زمانہ اور مکان و اشخاص کے اختلاف سے بدلتی ہیں جیسے بارد [سرد] مزاج والے کو ٹھنڈے موسم میں حار [گرم] اشیاء کا استعمال ضروری ہوتا ہے اور وہی اشیاء گرم موسم میں حار مزاج والے کو تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ زمانہ ازل سے

www.KitaboSunnat.com

ابد تک اپنے اوقات میں جزئیات پر تقسیم ہوتا ہے' جیسا جیسا زمانہ ہوتا ہے اس کے مناسب جزئیات ظاہر ہوتے ہیں لیکن اس مناسبت اور مصلحت کو حق تعالیٰ کے ساتھ کسی مناسبت کا تعلق نہیں بلکہ ہمارے لیے جو اس دور میں سے گزرتے ہیں ان مصالح اور حکمتوں کی ایسی ترتیب اصلح اور مناسب تھی جیسے ظاہر ہو رہی ہے۔ حکمتوں اور مصلحتوں کا ظہور و خفا' سابق اور لاحق' ایجاب اور اعدام سب زمانہ والوں کی نسبت اور مناسب حال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نسبت کسی تغیر اور تبدل کے بغیر تمام احکام و اوامر اور تمام حکام و مصالح اپنے اپنے وقت اور مواقع کے ساتھ ازل میں ہیں۔ چنانچہ جصاص نے نسخ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''شرع کے اِطلاق اور ذکر میں نسخ کے معنیٰ یہ ہیں کہ آیت کے حکم اور تلاوت کی مدت بیان کی گئی کہ اس حکم کی مدت ختم کردی گئی۔ نسخ کبھی تلاوت کا ہوتا ہے اور حکم باقی ہوتا ہے اور کبھی حکم منسوخ ہوتا ہے اور تلاوت باقی ہوتی ہے (۱)۔'' [أحکام القرآن ۱: ۶۷]

امام ابوسعود محمد بن محمد العمادی (۲) فرماتے ہیں کہ: ''آیت کے پڑھنے یا اس حکم کے جو اس سے متضاد ہے یا قراءت اور حکم دونوں کے انتہاء اور تقیید کے بیان کا نام نسخ ہے (۳)۔''

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ: ''چونکہ نسخ حکم کی مدت کے بیان کا نام ہے جیسے موت کے بعد زندگی یا زندگی کے بعد جب موت آتی ہے تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ زندگی کی مدت یا

---

(۱) قال قائلون: النّسخُ هو الإزالةُ' وقال آخرون: هو الإبدالُ...... وقيل: هو النقلُ' وهذا الإختلاف إنما هو في موضوعه في أصل اللغة ومهما كان في أصل اللغة معناه فإنه في اطلاق الشرع إنما هو بيان مدة الحكم والتلاوة' والنسخ قد يكون في التلاوة مع بقاء الحكم ويكون في الحكم مع بقاء التلاوة دون غيره. [أحکام القرآن ۱: ۵۹]

(۲) محمد بن محمد بن مصطفیٰ عمادی ابوالسعود' مفسر اور شاعر تھے۔ ترک مستعرب تھے۔ ۸۹۸ھ = ۱۴۹۳ء کو قسطنطنیہ کے قریب پیدا ہوئے۔ نہایت حاضر جواب اور ذکی و فطین تھے۔ بارہا ایک روز میں ہزار ہزار سوالوں کے جواب لکھے۔ عربی' فارسی اور ترکی زبانوں کے ماہر تھے۔ ۹۸۲ھ = ۱۵۷۴ء کو وفات پائی اور سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مرقد کے قریب دفن کردیے گئے۔

[شذرات الذہب ۸: ۳۹۸' الاعلام ۷: ۵۹]

(۳) والنسخ في اللغة: الإزالةُ والنقلُ يُقال: نسختِ الريحُ الأثرَ أي: أزالَتْهُ' ونسختُ الكتابَ أي: نقلتُهُ' ونسخُ الآيةِ: بيانُ انتهاء التعبد بقراء تها أو بالحكم المستفاد منها أو بهما جميعاً.

[تفسیر ابوالسعود ۱: ۱۴۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موت کی مدت ختم ہوگئی ہے' اس لیے موت یا حیات آ گئی ہے اور مرض صحت کے بعد یا اس کے بالعکس کا معنی یہ ہوتا کہ صحت یا مرض کی مدت ختم ہوگئی اس لیے بیماری آ گئی یا صحت ہوگئی اور فقر غنا کے بعد یا بالعکس کا معنی یہ ہے کہ غنا یا فقر کی مدت ختم ہوگئی اس لیے فقر آیا ہے یا غنا اسی طرح امر و نہی' اگر امر کی مدت ختم ہوگئی تو اس کے بعد نہی آتی ہے یا بالعکس ایک امر کے بعد دوسرا اس لیے آیا ہے کہ پہلے امر کی مدت ختم ہوگئی ہے (۱)۔'' [الاتقان' جلد۲:۲۱]

سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ: ''بعض علماءِ اصول نے آیت کے نسخ کا یہ معنی پسند فرمایا ہے کہ نسخ آیت اس کی قراءت کے تعبد کے انتہاء کا بیان ہے' جیسا کہ آیت رجم یا جو آیت سے حکم معلوم ہوا ہے' اس کے تعبد کی انتہاء کا بیان ہے' جیسے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً وَّصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۴۰]

''اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں' وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائیں۔''

یا آیت کی قراءۃ اور حکم دونوں کی انتہاء تعبد کا بیان کیا گیا ہے جیسا کہ آیت: عشر رضعات معلومات يحرمن' [پہلی قسم منسوخ التلاوت' دوسری منسوخ الحکم اور تیسری قسم منسوخ التلاوت اور منسوخ الحکم ہے] اور شارع کی نسبت یہ بیان ہے اور ہماری نسبت یہ رفع ہے (۲)۔''

[روح المعانی' جلد۱:۳۱۶]

---

(۱) النسخُ مما خصَّ الله به هذه الأمة لِحِكَمٍ منها التيسيرُ' وقد أجمع المسلمون على جوازه وأنكره اليهود ظنًّا منهم أنه بداءٌ كالذى يرى الرأىَ ثم يبدو له ' وهو باطلٌ ' لأنّه بيانُ مدّة الحكم كالإحياء بعد الإماتة وعكسه' والمرض بعد الصحة وعكسه' والفقر بعد الغِنٰى و عكسه' وذلك لايكون بداءً فكذا الأمر والنهى. [الاتقان فی علوم القرآن ۲:۲۷]

(۲) ونسخُ الآية -على ما ارتضاه بعض الأصوليين- بيان انتهاء التعبد بقراءتها كآية: الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما نكالاً من الله والله عزيزٌ حكيمٌ' أو الحكم المستفاد منها كآية: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً وَّصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ' أو بهما جميعاً كآية: عشر رضعات معلومات يحرمن' وفيه رفع التأبيد المستفاد من إطلاقها' ولذا عرفه بعضهم برفع الحكم الشرعى' فهو بيان بالنسبة إلى الشارع' ورفعٌ بالنسبة إلينا.

[روح المعانی ۱-۲:۴۷۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان علمائے اعلام کی تحریروں سے معلوم ہوا کہ نسخ دراصل شارع کی طرف سے پہلے حکم کی مدت انتہاء کا بیان کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہمارے مناسب مصالح اور احوال میں ایک وقت پہلا حکم مفید تھا اور احوال بدل جانے کے بعد دوسرا حکم مناسب تھا۔ جیسے جیسے ہمارے حالات بدلتے گئے تو ان کے مناسب شارع کی طرف سے احکام آتے رہے۔ یہ تبدیلی ہم میں اور ہمارے وقت اور زمانہ میں آئی ہے۔ احکام کا تقدم اور تاخر زمانی ہمارے لحاظ اور نسبت سے ہے۔ ہم اپنی زبان میں اس کو تبدیلی اور تقدیم و تاخیر کہتے ہیں ورنہ وہ ایک مسلسل ترتیب ہے جو ہماری مصلحتوں کی رعایت اور لحاظ کرتے ہوئے بغیر کسی تقدیم و تاخیر اور تغیر و تبدل کے علم ازلی میں اپنے اپنے وقت پر آرہی ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ یہ دوسرا حکم ایسے وقت اور اس لیے آیا ہے کہ اس کے مناسب اللہ تعالیٰ کے علم میں اب کوئی نئی مصلحت اور حکمت ظاہر ہوئی ہے اور پہلے حکم کے وقت وہ مصلحت اس کے علم میں نہیں تھی بلکہ یہ دوسرا حکم اس لیے کہ مکلفین کے مصالح میں تبدیلی آگئی ہے اس لیے کہ اوقات بدل گئے ہیں، نہ یہ کہ کوئی پوشیدہ مصلحت اب ظاہر ہوگئی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ ہر شریعت کے بعد دوسری شریعت اور ہر نبوت کے بعد دوسری نبوت ارتقائی صورت میں آتی رہی ہے اور ہر شریعت نے اپنے وقت میں مناسب احکام دیے ہیں اور مخاطب کی استعداد کو آگے بڑھاتی رہی اور جوں جوں اس شریعت کا دور قریب ہوتا رہا جس کے بعد کوئی دوسری شریعت آنے والی نہ تھی اسی قدر مخلوق کی استعداد تکمیل کے قریب ہوتی رہی اور جب قرآن مجید کے آنے کا زمانہ آگیا اور امور عالم کی تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ نے جدید تعلق لیا اور ایسا نیا خاکہ سامنے آگیا کہ پہلے نہ تھا تو اس جدید تدبیر اور نئے نقشہ کے مناسب بہت سے ایسے احکام آئے جو پہلے نہ تھے۔

خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کے ایام میں انتظامِ عالم کے لیے تدبیر الٰہی میں رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات میں نبوت اور بادشاہت کی دونوں صفتوں کا موجود ہونا ضروری تھا اس لیے ان دونوں صفات کے مناسب احکامِ جہاد، تقسیمِ غنائم اور خراج و جزیہ کے مسائل بھی آگئے کہ اس سے پہلے زمانہ میں یہ احکام اس لیے نہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے نبوت اور بادشاہت ایک جگہ جمع نہ تھی اس لیے پہلے غنائم حلال نہ تھے اور دین کے مخالفوں سے دین کے قبول کرنے کے بدلہ میں جزیہ اور خراج کا لینا روا نہ تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نزول قرآن کے لیے ۲۳ سال کا عرصہ مقرر تھا۔ تدریج وتدریب میں قرآن مجید آتا رہا۔ پہلی وحی کے ابتدائی ایام میں قوم کی استعداد کچھ اور تھی اور قوم کے رسم ورواج پر پیغمبرانہ مراسم کا اثر پڑا اور تبدیل ہوتا رہا اور امت کی اِستعداد بھی اس عرصہ میں ابتداء سے انتہاء تک کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی اس لیے بھی شارع کے احکام میں دونوں احوال کے مناسب تغیر ضروری تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ ایک حال سے دوسرے حال میں لے جانا اور ایک تکلیف کو دوسری تکلیف میں بتدریج تبدیل کرنا یسر اور سہولت کے علاوہ تکلیف شاقہ کی برداشت اور تحمل کی قوت پیدا کرتا ہے جیسے شراب کی حرمت اور تقسیم ترکہ اور ذوی القربیٰ کے حصص کے تقرر میں تدریج نے تسلیم وتحمل کی قوت پیدا کر دی ورنہ ابتداء میں ایسے اَحکام ناقابل برداشت تکلیف ثابت ہوتے۔ نسخ احکام کی ضروریات یا اِباحت کے یہ وجوہ اور اسباب ہو سکتے ہیں اور اس قسم کی حکمتوں اور مصلحتوں پر قرآن مجید نے اپنے احکام دینے میں نسخ کو مناسب سمجھا اور ارتقائی منازل کو طے کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے علم وارادہ میں زبان نبوت کے لیے پیغامات الٰہیہ کی تبلیغ واشاعت کا جس قدر وقت اور عرصہ معلوم تھا اس مدت کے اندر اندر قرآن مجید نے اپنے نظام کو تمام ارتقائی مراحل سے نکال کر عروج اور ارتقاء کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا جن کے بعد کوئی بلندی نہیں رہی اس ترقی یافتہ اور مکمل نظام کو رسول اللہ ﷺ کی پیغمبرانہ ضمانت میں سونپ دیا اور اعلان فرمایا کہ:

”آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور تم پر میں نے اپنا احسان پورا کیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا (۱)۔“

کتب سابقہ اور دوسرے ادیان سماویہ میں جو حقائق محدود اور ناتمام تھے۔ ان کی تکمیل وتتمیم قرآن مجید نے دین قیم میں کر دی اس میں اضافہ اور ترمیم کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔ اس عالم گیر اور مکمل دین کے بعد کسی اور دین کا اور کسی اور دین لانے والے کا انتظار مت کرو۔ قرآن مجید کا یہ اعلان عرفات کے میدان میں جمعہ کے دن ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر

---

(۱) اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا.
[سورۃ المائدۃ ۵:۳]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ایسے وقت اتارا گیا جب رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے گرد چالیس ہزار سے زائد پروانہ وار نچھاور ہونے والے انقیاد بردار صحابہ رضی اللہ عنہم کا مجمع کثیر موجود تھا اور رسول اللہ ﷺ اس کے بعد صرف اکیاسی روز اس دنیا میں جلوہ افروز رہے۔

نسخ کی دلیل

اینگلو پاکستانی ملاّ دین کے متواتر مسائل اور دین کے منظّم اور مسلسل علوم میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی سب سے زیادہ خواہش رکھتے اور کوشش کرتے ہیں اس لیے نسخ اور دوسرے مسائل پر بحث کرتے وقت قرآن مجید کی آیات سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اس ڈھنگ پر کہتے چلے جاتے ہیں کہ پڑھنے والے کہ یہ خیال نہ گزرے کہ قرآن مجید ان مسائل کے متعلق کیا فرماتا ہے اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مسائل صرف علماء کے ایسے خیالات ہیں جن کی تائید قرآن مجید کی آیات نہیں کرتیں اور اس شان سے نسخ کا مسئلہ لکھتے اور بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے اور سننے والوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ فقہاء اور محدثین نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جابجا دخل دیا اور اس کے احکام وآیات میں ردو بدل ہوتا ہے اور جس کسی کا جی جب چاہے کسی حکم یا آیت کو منسوخ کہہ دے اور ان کی غرض یہ نہیں ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے محفوظ ہونے پر نسخ کا کیا اثر پڑتا ہے بلکہ ان کی نیت اور کوشش یہ ہے کہ سلف وخلف کے فقہاء ومحدثین کے خلاف بداعتمادی اور سوءِ ظن پیدا کیا جائے کہ مسلمانوں میں ان کی تحریفات کو سننے والے اور قبول کرنے والے مل جائیں اور یہی ان کا سب سے بڑا مقصد ہے اس لیے میں اس بحث میں قرآن مجید کے ارشادات نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ نسخ کے بارے میں آپ کو قرآن مجید کا نظریہ معلوم رہے اور پھر ان صاحبوں کی تحریریں پڑھ کر سمجھ سکیں کہ قرآن مجید کے تدریجی احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں کا یہ اینگلو پاکستانی ملاّ کس بے دردی کے ساتھ استہزاء اور تمسخر اڑاتے ہیں اور قرآن مجید کے مختلف احوال اور زمانوں کے مختلف احکام میں تطبیق پیدا کرنے کی بجائے ان میں تضاد اور اختلاف کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۰۶]:۲۵۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم جو آیت منسوخ کرتے یا اُسے بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا ایسے ہی اور نازل کرتے ہیں۔''

یعنی جس آیت کے حکم کو ہم موقوف کرتے ہیں اگر چہ اس کی تلاوت باقی ہو اور مصاحف میں مکتوب اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہو جیسے عدت کا پہلا حکم:

وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ.

قرآن مجید کی آیت ہے اور مصحف میں مکتوب اور صدورِ حفاظ میں محفوظ ہے اسی طرح آیت نجویٰ (۱) اور آیت مصابرہ (۲) کہ تلاوت میں باقی ہیں۔ قرآن مجید کی آیات میں مکتوب اور محفوظ ہیں مگر ان میں مذکورہ حکم موقوف ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کوئی آیت بھلاتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کی خاطر اور دوسرے حفاظ اور قاریوں کے سینوں سے اس کو بھلاتے ہیں کہ اس کے الفاظ بخوبی یاد نہ رہیں' یا الفاظ میں اشتباہ ہو جائے اور نہ اس کا موقعہ یاد رہے کہ کس سورۃ میں اور کس آیت کے بعد تھیں اگر چہ اس کا اصل مضمون اور اس کا حکم اور اس کے بعض الفاظ یاد اور برقرار ہوں' جیسے آیت رجم: اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَازَنَيَافَارْجُمُوْهُمَانَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. اگر چہ حکم اس کا باقی ہے مگر اس کے الفاظ پورے محفوظ نہیں ہیں اس لیے کسی نے کچھ الفاظ بتائے اور کسی نے کچھ بتائے ہیں اور نہ اس کا موقعہ معلوم ہے کہ وہ کس سورۃ میں تھی۔ تو ہم منسوخ آیت سے بہتر یا اس کی مانند دوسری آیت اتارتے ہیں۔ ناسخ و منسوخ دونوں آیتوں میں خیریت ہوتی ہے لیکن ناسخ میں خیریت زیادہ ہوتی ہے اس لیے کہ یا تو اس پر عمل کرنا سہل ہوتا ہے یا مصلحتِ وقت کے موافق ہوتی ہے' جیسا کہ:

فَاقْرَءُ وْامَاتَيَسَّرَمِنَ الْقُرْآنِ [سورۃ المزمل ۷۳:۲۰] بہ نسبت
قُمِ الَّيْلَ إِلاَّ قَلِيْلاً [سورۃ المزمل ۷۳:۲]

---

(۱) يَاأَيُّهَاالنَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْامِائَتَيْنِ وَإِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِائَةٌ يَّغْلِبُوْا أَلْفًامِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَايَفْقَهُوْنَ۝ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفاً فَإِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْامِائَتَيْنِ وَإِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ أَلْفٌ يَّغْلِبُوْا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللّٰهِ. [سورۃ الانفال ۸:۶۵-۶۶]

(۲) يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَانَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ...... فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ [سورۃ المجادلۃ ۵۸:۱۲-۱۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے عمل کرنے میں آسان ہے اور: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا میں عمل کرنے کی بھی سہولت ہے اور مصلحت وقت کے بھی موافق ہے اس لیے کہ کثرت افواج کے وقت ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جن کا دل مضبوط نہیں ہوتا اور جن کی ہمت پوری نہیں ہوتی۔ اگر اس کو ارباب ہمت ااور قوی القلب لوگوں کی مانند دس آدمیوں کے مقابلہ میں ایک شخص کو برداشت مقابلہ کی تکلیف دی جائے تو وہ جہاد سے جی چرائیں گے اور مقابلہ پر آنا ترک کردیں گے اور جو آیت منسوخ التلاوۃ کردی گئی ہے اور اس کی جگہ دوسری آیت آگئی ہے تو اس میں زیادہ خیریت باعتبار ثواب اور الفاظ کی فصاحت اور کلام کی بلاغت کے اعتبار سے ہے۔

شاہ عبدالعزیز منسوخ التلاوت آیات کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''آیات منسوخ التلاوت کے بھلانے کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کا کوئی لفظ بھی کسی کی خاطر میں نہ رہے بلکہ مراد یہ ہے کہ پورا نظم منزل آیات میں محفوظ نہیں رہا اور بعض الفاظ یا الفاظ کی ترتیب میں اشتباہ پڑ گیا اور جب اشتباہ پڑ گیا تو ان کا منزل ہونا یقینی ثابت نہیں ہوتا اور قرآن مجید کا منزل ہونا یقینی ثابت ہے تو وہ قرآن کی حد سے نکل گئے اور بعض محققین نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خاطر سے آیات کا فراموش ہوجانا نسخ تلاوت کی دلیل ہے لیکن آیات کا فراموش ہوجانا اس سے قبل کہ عدد تواتر تک ان کی تبلیغ کی گئی یا عدد تواتر کی تبلیغ کے بعد ہو لیکن اس قدر کثیر عدد کے حافظ سے وہ آیات فراموش ہوگئی ہیں کہ اس کی کمی سے تواتر باطل ہوجاتا ہے اور اگر عدد تواتر باقی ہے تو ایسی آیات کا فراموش ہوجانا نسخ تلاوت کی دلیل نہیں ہے اس لیے کہ ایسے اشتباہات رسول اللہ ﷺ کو پیش آئے ہیں اور آتے رہے ہیں اور یہ سہو اور بھول ہے۔'' [تفسیر عزیزی: ۳۹۷، سورۃ البقرۃ]

شاہ صاحب کی اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منسوخ التلاوت آیات کا قرآن مجید میں سے ہونا یا تو ابتداء سے ثابت نہیں ہوا اس لیے کہ عدد تواتر تک تبلیغ سے پہلے وہ فراموش کردی گئیں اور اگر عدد تواتر تک ان کی تبلیغ بھی ہوچکی تھی تو وہ تواتر قائم نہ رہا اور بہت جلد فراموش کردی گئیں۔ ابھی قرآن کا نزول ہو رہا تھا اور نبوت کی ذمہ داری میں قرآن مجید کے آنے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ ترتیب اور کتابت قرآن کا کام انجام دیا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان آیات کی تلاوت اٹھا دی گئی اس لیے منسوخ التلاوت آیات کا نزول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے آخری ایام اور پیغمبرانہ ذمہ داریوں کی آخری تاریخ میں قرآن کی آیات میں ہونا متواتر اور قطعی ثابت نہیں ہوتا اس لیے ہم نے پہلے لکھا ہے کہ رجم کی آیت کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایام میں قرآن مجید کی آیت تسلیم نہیں کرتے تھے اور اب بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ پیغامات الٰہیہ کی تبلیغ جو زبان نبوت سے عدد تواتر کو ہوتی رہی اور جس کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے۔ حق تعالیٰ کو ہمیشہ ان کو باقی رکھنا منظور تھا وہ یہی قرآن ہے کہ عہد نزول سے آج تک ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ تک متواتر چلا آتا ہے اور اس کی آیات میں رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ اور ذمہ داری نے کسی ترمیم کی گنجائش نہیں چھوڑی اور نہ کسی کو اس میں سے نکالنے اور ترمیم کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

نسخ اور مسٹر پرویز

مسٹر پرویز نسخ کے واقع ہونے اور اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں مگر ان کا کہنا یہ ہے کہ اگلی کتابوں میں کچھ وقتی طور پر نافذ العمل ہونے کے لیے احکام دیے گئے تھے اور ان سابقہ احکام کو قرآن مجید نے منسوخ کر دیا اور اگلے کتابوں میں تحریف اور الحاق بھی ہوتا تھا اور ان کا اکثر حصہ ارضی و سماوی حوادث کی وجہ سے ذہنوں سے فراموش ہو جاتا تھا اسے قرآن مجید دوبارہ لایا۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا' اگلے کتابوں کے اَحکام اور اِنساء کے بارے میں ہے۔ قرآن مجید کے باہمی اَحکام اور آیات کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں ہے اور لکھا ہے کہ ''اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ قرآن کی بعض آیتیں دوسری آیات سے منسوخ ہو چکی ہیں تو اس سے قرآن بھیجنے والے اللہ کے متعلق کیا تصور پیدا ہوتا ہے؟'' [قرآنی فیصلے: ۲۳۶-۲۴۰]

مسٹر پرویز کا یہ دعویٰ کہ قرآن مجید نے صرف اگلی کتابوں کے بعض احکام کو منسوخ کیا سوچنے کے قابل ہے۔ کیا قرآن مجید نے اس بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے اور یہ مذکورہ خطرہ کیا اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ قرآن کی بعض آیات سے دوسری آیات منسوخ ہوتی ہیں یا یہ خطرہ اس وقت بھی ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی پچھلی کتاب اللہ کی اگلی کتاب کے بعض احکام کو منسوخ کرتی ہے اور کیا خطرہ معقول بھی ہے۔ یہ خطرہ ایسے شخص کو ہوتا ہے جس کو نسخ کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ نسخ کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ایک میعادی حکم کی میعاد پوری ہونے پر دوسرا حکم بھیجا جائے۔ کیا طبیب منضج کا نسخہ کچھ دن پلا کر مسہل تجویز کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے تو اس طبیب کی کم علمی یا بے خبری پر اس کو محمول کیا جائے گا؟ یا جو ایسا کہے وہ خود جاہل اور بے خبر کہلائے گا؟ حق تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ جس وقت جو حکم اتارا اور جو روحانی غذا یا دوا تجویز کی گئی وہ کہاں تک مریضوں کی مزاج اور حالات کے مناسب ہے اور بعض آیات نسخ کرنے کی تخصیص نہیں کی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم اور وحی کے اعتبار سے سب اگلی اور پچھلی کتابیں اللہ تعالیٰ کی ایک کتاب ہے۔ اور اُس کے علم کے لحاظ سے اس میں نسخ کے مواقع معلوم ہیں اور ان کے بعض احکام میں حالات کے مناسب نسخ ہوا ہے۔ اگلی اور پچھلی کتاب یہ ہماری زبان ہے اور ہماری نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے لحاظ سے ایک ہی کتاب ہے جس میں نسخ ہوتا رہا:

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتٰبِ. [سورۃ الرعد ۱۳:۳۹]

''اللہ مٹاتا ہے جو چاہے اور باقی رکھتا ہے [جو چاہے] اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کر دے جسے چاہے باقی رکھے ہر قسم کی تبدیلی، محو و اثبات اور نسخ احکام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ قضاء و قدر کے تمام دفاتر اسی کے قبضہ میں ہیں اور سب تفصیلات و دفاتر کی جڑ جسے ام الکتاب کہنا چاہیے اسی کے پاس ہے اور یہی علم ازلی محیط ہے جو ہر قسم کے تبدل و تغیر سے قطعاً منزہ و مبرا اور لوح محفوظ کا ماخذ ہے۔ عبد الرزاق، ابن جریر اور کعب نے ام الکتاب کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا علم ازلی کیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے اور جس کو اللہ باقی رکھتا ہے وہ سب اس کے علم ازلی میں ہے (۱)۔

اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں اگلی اور پچھلی کتاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور تقدیم و تاخیر زمانی نہیں ہے اور جب ہمارے لحاظ اور نسبت سے اس میں نسخ ہوتا ہے اور ہوتا رہا تو کوئی وجہ نہیں کہ پرویز صاحب اگلی کتابوں کے بعض احکام کی نسخ کی ضرورت اور مصلحت تسلیم کرتے ہیں اور قرآن مجید کے بعض احکام میں نسخ کی حکمتوں اور مصلحت کا انکار کر دیں۔

نسخ کی پہلی مثال: آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو اگلا حکم اس لیے دیا تھا کہ اس میں یہ

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أنه سأل كعباً عن أم الكتاب فقال: علم الله ما هو خالق وما خلقه عاملون. [تفسیر ابن کثیر ۲:۶۸۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکمت تھی اور دوسرا حکم اس لیے دیا جاتا ہے کہ اس میں جامع اور ابدی اصل کا قیام مقصود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

"اور ہم نے وہ قبلہ مقرر نہیں مقرر کیا تھا جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم (۱) کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون اُلٹے پاؤں پھر جائے گا اور بے شک یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر جن کو اللہ نے راہ دکھائی (۲)۔"

چند روز کے لیے بیت المقدس اس لیے قبلہ مقرر کر دیا گیا کہ امتحان لینا مقصود تھا کہ کون اِطاعت پر قائم رہتا ہے اور کون رسول اللہ ﷺ کی اِطاعت سے انکار کر کے دین سے پھر جاتا ہے اور بیت المقدس کو قبلہ بنانا لوگوں کو بھاری معلوم ہوا اس لیے کہ عوام مسلمین عموماً عرب اور قریش تھے اور کعبہ کی فضیلت اور تعظیم کے معتقد تھے ان کو اپنے اعتقاد اور رسم و عادات کے خلاف کرنا پڑا اور خواص بھی اس لیے گھبراتے تھے کہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا ملت ابراہیمی کے خلاف تھا جس کی موافقت پر وہ مامور تھے۔ عرب عموماً اور قریش خصوصاً اقتضاء فطرت کی حد تک بیت المقدس کو بنی اسرائیل کو قبلہ جانتے تھے اور خود بنی اسماعیل تھے اس لیے اس سے اجتناب کرنا پسند کرتے تھے لیکن حق تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ کی متابعت مقصود ہے کہ اتباع رسول کی وجہ اور حکمت معلوم کیے بغیر انبساط اور نشاط دلی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی متابعت کا اعتصام کیا جائے گا اس لیے اس کو امتحان گردانا گیا کہ نفس پر دشوار تھا اور مخلصین کو متردین سے الگ کرنا مقصود تھا اس کے بعد تحویل قبلہ کا حکم آیا:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۴۴]

"اب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر۔"

اس حکم کو قرآن مجید نے تین مرتبہ دہرایا اور امکنہ اور ازمنہ کی تعمیم پر وہ تینوں حکم تقسیم ہوتے ہیں یا تاکید عین حکمت و بلاغت ہے اور یا اس کے علل متعددہ میں حق تعالیٰ کو اپنے رسول کی رضاء جوئی اور اظہارِ تکریم بھی مقصود تھا اور عادۃ اللہ کے مطابق ہر ملت اور صاحبِ شریعت

---

(۱) علم تمیزی مراد ہے یعنی: تاکہ ہم الگ کریں/ جدا کریں۔

(۲) وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۴۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستقل رسول کے لیے اس کے مناسب ایک قبلہ مقرر ہونا ضروری تھا اور مخالف کے الزام کا دفع کرنا بھی ضروری تھا کہ یہ رسول ملت ابراہیمی کی اتباع کا امر لے کر آئے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تو کعبہ تھا۔

قرآن مجید میں یہ دونوں ناسخ اور منسوخ احکام مذکور ہیں' تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید نے اپنے احکام میں نسخ نہیں کیا ہے بلکہ قرآن مجید نے صرف اگلی کتابوں کے بعض احکام کو نسخ فرمایا ہے؟

نسخ کی دوسری مثال: سورۃ النحل میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرما کر قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

www.kitabosunnat.com

''سو جب تو قرآن پڑھنے لگے قرآن تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ لے' جو ایمان رکھتے ہیں' ان پر اُس کا زور نہیں چلتا اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اس کا زور تو انہیں پر ہے جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اس کو شریک مانتے ہیں اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں تو یہ بات بنا لاتا ہے۔ نہیں' پر ان میں اکثروں کو خبر نہیں (۱)۔'' [سورۃ النحل' رکوع:۱۳]

رسول اللہ ﷺ جب قرآن مجید کے پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے۔ آیت میں آپ ﷺ کو مخاطب فرمایا گیا ہے تاکہ یہ ظاہر کیا جائے کہ استعاذہ سے قرآن مجید کے پڑھنے اور تمام اعمال صالح میں استعاذہ کرنا اہم امر ہے اس لیے کہ جب آپ ﷺ کو استعاذہ کرنے کا ارشاد کیا گیا ہے تو دوسرا کون ہے کہ اس کو استعاذہ کرنا ضروری نہیں اور جب قرآن کی قراءت کے وقت استعاذہ کرنے کا امر دیا گیا حالانکہ قرآن مجید میں کسی طرح سے باطل آنے کے لیے گنجائش نہیں تو دوسرے اعمال صالحہ استعاذہ سے خالی کیوں چھوڑے جا سکتے ہیں؟ قرآن مجید کی قراءت تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ شیطان اس کو ٹھنڈے دل سے گوارا نہیں کر سکتا۔ شیطان اور اس کے اعوان (۲) کی مغویانہ تدبیروں اور

---

(۱) وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. [سورۃ النحل ۱۶:۱۰۱]

(۲) عون کی جمع ہے۔ معاون' ناصر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش آنے والی خرابیوں سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی مؤمن قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کرے تو شیطان مردود کے زور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے اور بے شک شیطان کا پورا تسلط اور قبضہ ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے شیطان کو اپنا رفیق بنالیا ہے اور اس پر اس قدر بھروسہ کیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرالیا یا اس کے اغواء سے دوسری چیزوں کو اللہ کا شریک کردیا اور وہ جس طرح چاہتا ہے ایسے لوگوں کو اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے۔

عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ میں جملہ فعلیہ استقبالیہ اور صلہ ثانیہ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ میں قرآن مجید نے جملہ اسمیہ اس لیے استعمال فرمایا ہے کہ پہلے صلہ میں استمراری تجددی اور دوسرے صلہ میں ثبات کا اظہار کرنا مقصود ہے کہ شیطان کا صرف ان لوگوں پر ہمیشہ اور پورا یقینی تسلط ہوتا ہے جنہوں نے اس کو رفیق اور معتمد بنالیا اور اس کو یا اس کے اغواء پر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اگر وہ کبھی وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لیے شیطان کے چکمہ میں آجائیں تب بھی ان پر شیطان پورا قبضہ نہیں جما سکتا۔ بہت جلد ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور ان کی غفلت طویل نہیں ہوتی۔

سورۃ الاعراف میں ارشاد ہے کہ: ''جن کے دل میں ڈر ہے۔ جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گزر چونک گئے' پھر اس وقت ان کو سوجھ آجاتی ہے اور جو شیطان کے بھائی ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں اور پھر وہ کمی نہیں کرتے (۱)۔'' [سورۃ اعراف' رکوع: ۲۴]

اس آیت نے قرآن مجید پڑھنے کے ارادہ کرنے کے وقت استعاذہ کرنے کا امر فرمایا تھا کہ شیطان کی کوشش یہ ہوگی کہ ایمان والوں کو قرآن مجید کے پڑھنے سے باز رکھے اور ایسی آفات میں مبتلا کردے جو قراءتِ قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔

اور اِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ میں شیطان کی بعض رکاوٹوں اور خرابی ڈالنے کا ذکر فرمایا گیا ہے جو شیطان قرآن مجید کے متعلق پیدا کرتا تھا چونکہ پورا قرآن مجید ایک مرتبہ نازل نہیں ہوا۔ موقع بہ موقع قرآن کے متعلق کی آیات نازل ہوتی تھیں جن میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے' پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آجاتا تھا تو کفار سن کر اعتراض

---

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۞ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۞ [سورۃ الاعراف ۷:۲۰۱-۲۰۲]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے پہلے بے خبری سے پہلا حکم دیا پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنا لاتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے کہ ایک دن کچھ اور دوسرے دن کچھ اور۔

شیطان اس طرح کے شبہات اور وساوس قرآن مجید پر ایمان نہ لانے کے لیے ڈالتا تھا اور قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے میں یہ شیطانی رکاوٹیں تھیں۔ قرآن مجید نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ اعتراض محض اس وجہ سے ہے کہ تم کو نسخ کی حقیقت معلوم نہیں جب ہم قرآن کی ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ بدلتے ہیں تو وہ بلیغ حکمت اور مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے اور ایک میعادی حکم کی میعاد پوری ہو جاتی ہے۔ ہم ایسا دوسرا حکم بھیج دیتے ہیں کہ اس وقت سے اس کی ابتداء ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لیے اس کو باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ وقت کے مصالح اور حکم کے تقاضا کو خوب جانتا ہے اس کے مناسب احوال اور اوقات میں احکام اتارتا ہے اور یہ نزغات شیطان (۱) اور اس کے تسلط اور قبضہ جمانے کی واضح دلیل ہے کہ تم صادق و مصدوق کو مفتر قرآن بنا کر لانے والا بتاتے ہو۔

یہ تمام بحث قرآن مجید کے بارے میں ہے کہ شیطان اور اس کے اعوان قرآن کی راہ میں کیسی خرابی ڈالتے ہیں اور کس قسم کی رکاوٹ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن مجید کی بعض آیات اور احکام کے نسخ کے متعلق کس قسم کی احمقانہ شبہات اور مغویانہ تدبیروں سے اپنا کام لینا چاہا ہے۔ قرآن مجید کی اس صراحت کے بعد بھی یہ کہنا کہ قرآن مجید نے صرف اگلی کتابوں کے بعض احکام کو منسوخ فرمایا ہے لیکن قرآن مجید کی بعض پُر حکمت اور مناسب وقت بعض آیات اور احکام نے بعض آیات اور احکام کو نسخ نہیں کیا ہے۔ قرآن مجید کے جھٹلانے اور اس کے بیان سے انکار کرنے کے سوا اس کی کوئی دوسری حقیقت اور بنیاد نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید کی آیت میں لفظی اور معنوی تحریف

پرویز صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید نے صرف سابقہ کتب کے بعض احکام نسخ فرمائے ہیں مگر قرآن مجید اس دعویٰ کو رد کرتا اور اسے جھٹلاتا ہے اس لیے پرویز صاحب نے قرآن

(۱) شیطانی وساوس۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ و معانی میں تحریف کرنے پر مغویانہ کمر باندھ لی اور آیات کے الفاظ اور معانی دونوں کے بدلنے کا مجرمانہ ارتکاب کیا' چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''اس کے جواب میں قرآن نے یہ بتایا کہ وحی کا اسلوب یہ ہے:

مَانَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْنُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا.

کہ ہم جن سابقہ احکام کو منسوخ کر دیتے ہیں ان کی جگہ جدید نبی کی وساطت سے اس سے بہتر احکام بھیج دیتے ہیں اور سابقہ تعلیم میں سے جو حصہ فراموش کر دیا جاتا ہے اس کی جگہ اس کی مثل لاتے ہیں' یہی اسلوب قرآن میں کارفرما ہے' چنانچہ سورۃ النحل میں منکرین قرآن کا یہ اعتراض ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّکَانَ اٰیَةٍ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.

''جب ہم ایک پیغام کی جگہ دوسرا پیغام بھیجتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کر رہا ہے' تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول تو یہ سب کچھ اپنی طرف سے کہتا ہے کیونکہ یہ ان کتابوں سے الگ ہے' جو ہمارے پاس ہیں۔'' [قرآنی فیصلے: ۲۳۷]

پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ ''ہم جن سابقہ احکام کو منسوخ کر دیتے ہیں ان کی جگہ جدید نبی کی وساطت سے'' سراسر جھوٹ ہے' اس آیت میں ایسے الفاظ ہرگز نہیں ہیں جن کا یہ ترجمہ ہو۔ جن سابقہ احکام اور اُن کی جگہ جدید نبی کی وساطت سے بلکہ یہ معنوی تحریف ہے جس کو قرآن مجید قبول نہیں کرتا اور وہ اس سے اپنے فاسد زعم کے لیے راستہ ہموار بنانا چاہتے ہیں۔ اور سابقہ احکام قرآن مجید کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں بلکہ باطن کی بُری خواہش ہے اور اس غرض کے لیے وہ فقرہ بڑھا دیا گیا کہ پہلے سے پڑھنے والے کا ذہن اس غلطی پر جم جائے کہ قرآن مجید سابق کتابوں کے احکام کے نسخ کے بارے میں بیان دے رہا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے بول رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں لاحق اور سابق تمام احکام کی بحث اور سوال نہیں ہے بلکہ اُس کے علم ازلی میں لاحق اور سابق تمام احکام بیک وقت بغیر کسی تاخر و تقدم زمانی کے موجود ہیں اور نیز نبوت کی بحث نہیں تھی۔ نبی ﷺ کے پیغمبرانہ احکام کی تقریر نہیں ہے کہ آپ کی نبوت اور اگلے انبیاء کی نبوت کے احکام میں فرق کیوں ہے۔ مشرکین مکہ اور کفار ملک نے نبی اکرم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کے صدق اور راستی کو نہیں جھٹلایا بلکہ وہ قرآن مجید کی آیات کو جھٹلاتے تھے اور ان کو قرآن مجید کے احکام نہیں بھاتے تھے:

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ. [سورۃ الانعام ۶:۳۳]

''وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

منکرین قرآن پہلے سے بالاتفاق آپ ﷺ کو صادق اور امین سمجھتے تھے۔ کذب وافتراء کے داغ سے آپ ﷺ کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی اُن آیات ونشانات کا جو پیغمبر ﷺ کی تصدیق وتبلیغ کے لیے بھیجی گئی ہیں، جان بوجھ کر از راہ ظلم وعناد انکار کر رہے ہیں۔

مکذبین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی جنگ حقیقۃً سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات سے نہیں ہے بلکہ اُن کے رب سے ہے جس نے آپ کو پیغمبر اعظم اور معتمد بنا کر کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے۔ محمد ﷺ کی تکذیب نشاناتِ الٰہیہ کی تکذیب ہے۔

اس آیت میں یُکَذِّبُوْنَ کی جگہ یَجْحَدُوْنَ اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اس لیے نہیں ہے کہ اللہ کی آیات میں کچھ خَفَاءٌ (۱) ہے بلکہ انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ سخت ظالم ہیں اور یہ ان کے جُحُود کا سبب ہے۔ جُحُود اس انکار کو کہتے ہیں جس کے خلاف کا علم اور یقین ہوتا ہے۔ جَحَدَ حَقَّهُ وَبِحَقِّهِ اس وقت کہا جاتا ہے کہ کسی کے حق کا انکار کیا جائے اور وہ جانتا ہے کہ اس کا حق واقعی اور یقینی ہے۔

آیت میں بِاٰيٰتِ اللّٰهِ جار مجرور کو يَجْحَدُوْنَ پر مقدم کرنے میں یہی نکتہ ہے کہ قرآن مجید نے قصر کے ساتھ بیان کرنا چاہا کہ جُحُود کے سوا آیات اللہ کے انکار کی وجہ کوئی دوسری نہیں ہے۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا. [سورۃ النمل ۲۷:۱۴]

''اور بے انصافی اور غرور سے ان کا انکار کیا حالانکہ اپنے جی میں ان کا یقین کر چکے تھے۔ اپنے جی میں۔''

ان کے دلوں میں یقین تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور وہ جو نشان دکھلا رہے ہیں وہ

(۱) اسے عام طور پر خِفَاء پڑھا جاتا ہے، جو نادرست ہے، اس کا درست تلفظ خَفَاءٌ ہے، جس کے معنی پوشیدہ ہونے کے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشانات الٰہیہ ہیں مگر محض بے انصافی اور غرور و تکبر سے جان بوجھ کر اپنے ضمیر کے خلاف حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کر رہے تھے۔ ٹھیک اسی طرح ان کے قلوب رسول اللہ ﷺ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ظلم اور جُحُود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے آیاتِ الٰہیہ سنتے ہیں اور اپنی زبان سے ان کو جھٹلاتے ہیں' ورنہ آپ ﷺ کو سچا جاننے کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ کی زبان سے آیات و نشانات الٰہیہ سن کر ان کی تصدیق کرتے۔

اخنس بن شریق کو ابو جہل نے کہا کہ: اللہ کی قسم! محمد [ﷺ] سچے ہیں' انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن لواء (۱) سقایۃ (۲) حجابۃ (۳) اور نبوت بنو قصی لے گئے تو قریش کے لیے کیا باقی رہا؟ ابو جہل نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے۔ ہم آپ کو سچا جانتے ہیں لیکن جس قرآن کو تو لایا ہے ہم اس کو جھٹلاتے ہیں۔ [ابو السعود' جلد ۲: ۹۴]

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ. [سورۃ یونس ۱۰: ۱۵] ۲۶۳

"اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جن کو ہم سے ملاقات کی امید نہیں' کہتے ہیں: اس کے سوا کوئی قرآن لے آ و یا اس کو بدل ڈالو۔"

مشرکین کی یہ درخواست کہ قرآن کو بدل ڈالیے یا اس کے اس حصہ میں ترمیم کر دیجئے جس کو وہ پسند نہیں کرتے تھے' رسول اللہ ﷺ سے قرآن کے بارے میں تھی۔ مخالفین اسلام تمام

---

(۱) لِوَاءٌ: بڑے جھنڈے کو کہا جاتا ہے' یہاں مراد سیادت و سرداری ہے۔

(۲) سِقَایَۃٌ: لفظی معنی پانی پلانے کے ہیں' یہاں مراد حاجیوں کو پانی پلانا ہے۔

(۳) حِجَابَۃٌ: دربانی و حفاظت' مراد خانہ کعبہ اور حرم کی تولیت ہے۔

(۴) وإيراد الجحود في مورد التكذيب للإيذان بأنّ آياته تعالى من الوضوح بحيث يشاهد صدقها كل أحد وأنّ مَن ينكرها فإنما ينكرها بطريق الجحود الذي هو عبارةٌ عن الإنكار مع العلم بخلافه كما في قوله تعالى: وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا...... فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ بقلوبهم ولكنهم يجحدون بألسنتهم' ويعضده ما روي من أن الأخنس بن شريق قال لأبي جهل: يا أبا الحكم! أخبرني عن محمد أصادقٌ هو أم كاذبٌ فإنه ليس أحد غيرنا فقال له: والله إنّ محمداً لصادق' وما كذب قط' ولكن إذا ذهب بنو قصي باللواء والسقاية و الحجابة والنبوة فماذا يكون لسائر قريش؟ فنزلت. [تفسير أبي السعود ۳: ۱۲۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھگڑوں، کل نزاعات اور جنگ کے میدانوں میں متعدد صف بندیوں پر صرف قرآن کے انکار اور شکست دینے کے لیے تُل گئے تھے، ورنہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے ان کو کوئی عداوت نہ تھی، وہ قرآن مجید کو ہی سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۱) اور أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (۲) کہتے تھے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت میں تحریف کرنے کے لیے پرویز صاحب نے یہ بے تعلق اور بے جوڑ جملہ کہہ دیا ہے کہ ان کی جگہ نبی کی وساطت سے ان سے بہتر احکام بھیج دیتے ہیں (۳)۔ سورۃ البقرۃ کی آیت میں مسٹر پرویز کی تیسری تحریف یہ ہے کہ قرآن مجید نے اس آیت میں بتلانا چاہا تھا کہ جس آیت ہم منسوخ کرتے یا فراموش کر دیتے ہیں تو اس منسوخ یا بھلائی ہوئی آیت کی جگہ ہم خیر ہونے کے لحاظ سے اس سے بہتر یا اس کے برابر دوسری آیت بھیج دیتے ہیں۔ پرویز صاحب نے آیت میں واقع اَوْ کو واو کے ساتھ بدل کر منسوخ اور منسی کو خیر اور مثل پر تقسیم کر دیا ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''ہم جن سابقہ احکام کو منسوخ کر دیتے ہیں ان کی جگہ جدید نبی کی وساطت سے اس سے بہتر احکام بھیج دیتے ہیں اور سابقہ تعلیم میں سے جو حصہ فراموش کر دیا جاتا ہے اس کی جگہ اس کی مثل لاتے ہیں۔''

آپ جانتے ہیں کہ اَوْ اور واو کے بدل دینے سے معنی اور مضمون بھی بدل گیا اور یہی ان صاحبوں کا ارادہ ہے کہ قرآن مجید کے معانی اور مضامین میں جس طرح بھی وہ کر سکتے ہیں تحریف اور تبدیلی کر دیں۔ سورۃ نحل کی آیت کا ظاہر بگاڑ دیا اور دل کھول کر اس میں ایسی تحریف کی خواہش کی کہ شائد پرانے دشمنان قرآن کو بھی قرآن کی ایسی عداوت نہ سوجھی ہو

---

(۱) سورۃ القمر ۵۴:۲ کی طرف اشارہ ہے، مگر کفار کے اس قول کا تعلق معجزہ شق القمر اور دوسری معجزات سے ہے نہ کہ قرآن مجید سے۔ قرآن مجید کے بارے میں وہ سِحْرٌ مُّبِينٌ [سورۃ الاحقاف ۴۶:۷] کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔

(۲) سورۃ الانعام ۶:۲۵ کی طرف اشارہ ہے۔ گذشتہ اقوام کے افسانے۔

(۳) اب اس جملہ ایک اور ترمیم بھی کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''ان سے کہہ دو کہ ہماری طرف سے وحی کا انداز یہ ہے کہ کسی سابقہ رسول کی وحی کے ایسے احکام جو وقتی طور پر نافذ العمل ہونے کے لیے دیے گئے تھے انہیں بعد میں آنے والے رسول کی وحی کے احکام سے بدل دیا جاتا ہے اور یہ نئے احکام پہلے احکام سے بہتر ہوتے ہیں۔'' [مفہوم القرآن ۱:۳۷-۳۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ النحل کی آیت کے الفاظ یہ ہیں:

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ. [سورۃ النحل ۱۶:۱۰۱]

جب کہ پرویز صاحب نے اس کو اس طرح لکھا ہے: وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ. اور مَّكَانَ آيَةٍ کو عبارت میں سے اڑا دیا۔ سہو کاتب کا عذر اس لیے نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقع پر کوئی علامت ایسی نہیں ہے کہ کاتب کی غلطی کا عذر کام دے دے۔ عبارت بالکل متصل چلی جا رہی ہے اور نیچے اس کا جو مطلب لکھا گیا ہے وہ بھی اس معذرت کا انکار کرتا ہے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جب ہم ایک پیغام کی جگہ دوسرا پیغام بھیج دیتے ہیں۔"

آیت کے معنی پیغام اور بدلنا کے معنی بھیج دینا پرویز صاحب کی خاص لغت اور تفسیر ہے کسی دوسرے مفسر نے ایسا نہیں لکھا ہے، چونکہ باطن میں یہ ایک خواہش بیٹھ گئی ہے کہ جمہور امت کے خلاف ضرور یہ کہنا ہے کہ قرآن مجید کے احکام میں وقت اور حالات اور وحی کی ابتداء اور انتہاء کے احوال کی مناسبت کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے بلکہ قرآن نے صرف ماقبل کتابوں کے احوال اور اوقات کے مناسب احکام کو اپنے احوال اور مناسبات میں نسخ اور تبدیل کر دیا ہے اور خود قرآن مجید کے اندر ایسے احکام سے اِغماض کیا جو وقت اور حالت کی مناسبت پر مبنی ہیں اور قرآن مجید کے تدریجی نزول کی حکمتوں اور اوقات کے مناسبات کو نظر انداز کیا ہے اور قرآن مجید میں کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو اِس خیال اور خواہش کی تائید کرتی ہے اس لیے چار و ناچار آیت کے ایسے معنی تراشے جس سے پڑھنے والے یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام جو نزول قرآن سے پہلے تورات اور انجیل کی صورت میں آ چکا تھا اگر اس کو اس پیغام میں تبدیل کر دیا گیا جو قرآن مجید کے نام سے آ رہا ہے تو اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

آیت (۱) چند جملوں کے ایسے مرکب کا نام ہے جو ماقبل اور مابعد کی مدد اور ملائے بغیر اپنے

(۱) آیت لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز پر دلیل لائی جا سکے، اس پہلو سے آسمان و زمین کی ہر چیز آیت ہے اس لیے کہ ان میں سے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور اس کی مختلف صفات خلق و تدبیر پر ایک دلیل ہے، اسی طرح وہ معجزات بھی آیت ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوئے......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

.....اس لیے کہ وہ بھی اپنے پیش کرنے والوں کی سچائی پر دلیل تھے۔ علیٰ ہذا القیاس قرآن مجید کے الگ الگ جملوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس لیے کہ فی الحقیقت ان میں سے ہر آیت کی حیثیت ایک دلیل و برہان کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اُس کے اَحکام وقوانین اور اُس کی مرضیات کا علم ہوتا ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ: الآیة: هی العلامة الظاهرة، وحقیقة لکل شیئ لا یظهر ظهوره، فمتی أدرك مدركُ الظاهرَ منهما عُلِم أنه أدرك الذی لم یُدرکه لذاته إذ کان حکمهما سواء.
[المفردات: ۳۳]

''آیة'' ظاہری علامت یا نشانی کو کہتے ہیں جس کی جمع ''آیاتٌ'' [نشانات] ہیں۔ دراصل ''آیة'' ہر اس شے کو کہتے ہیں جو کسی چھپی ہوئی شے کا لازمی حصہ ہو اور جب کوئی شخص اس ظاہری شے کا ادراک کر لے تو وہ جان لے کہ اس نے اس پوشیدہ شے کا ادراک یا اندازہ کر لیا ہے۔''

قرآن مجید میں یہ درج ذیل معانی کے لیے مستعمل ہے۔

[۱] قرآنی آیات: يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا. [سورۃ البقرۃ ۲: ۱۲۹]
''جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔''
مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ. [سورۃ آل عمران ۳: ۷]
''اس میں کچھ آیات ظاہر معنی والی ہیں''۔

[۲] عجائب: وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ. [سورۃ البقرۃ ۲: ۷۳]
''اور تمہیں اپنی عجائب قدرت دکھاتا ہے''۔

[۳] احکام: كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ. [سورۃ البقرۃ ۲: ۱۸۷]
''اسی طرح اللہ اپنے احکام کو بیان کرتا ہے''۔

[۴] علامت ونشانی: اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ. [سورۃ البقرۃ ۲: ۲۴۸]
''بے شک اس کی بادشاہی کی علامت یہ ہے''۔

[۵] معجزہ: اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ. [سورۃ آل عمران ۳: ۴۹]
''بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے کھلا معجزہ لے کر آیا ہوں''۔

[۶] عبرت: وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ. [سورۃ مریم ۱۹: ۲۱]
''تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیں۔''

[۷] یادگار: اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ. [سورۃ الشعراء ۲۶: ۱۲۸]
''کیا تم ہر اونچے مقام پر محض فضول ایک یادگار بناتے ہو''۔

[قاموس القرآن: ۶۰، بصائر ذوی التمییز ۲: ۶۵، الغریبین ۱: ۱۲۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنی کو پورا کرتا ہے اور آیت کی اصل اور لغت علامت ہے۔ ہر آیت رسول ﷺ کے صدق اور راستی اور لوگوں کی درماندگی اور عاجز ہونے کی نشانی ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا استعمال کیا گیا ہے، مثلاً:

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ. [سورة البقرة ۲:۲۴۸]

"اُس [طالوت] کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا۔"

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ. [سورة البقرة ۲:۲۴۸]

"اگر تم مؤمن ہو تو اس میں تمہارے لیے بہت بڑی نشانی ہے۔"

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا.

[سورة آل عمران ۳:۴۱]

"اُس [سیدنا زکریا علیہ السلام] نے کہا کہ پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا کہ تیری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کرو گے۔"

سیدنا زکریا علیہ السلام حق کا یہ پیغام سن چکے تھے کہ:

أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى. [سورة آل عمران ۳:۳۹]

"اللہ تجھ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے۔"

اور پھر بھی آیت کے لیے درخواست کی اور آیت بتلائی گئی اور اسی طرح بنی اسرائیل کے نبی نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنا دیا تھا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا. [سورة البقرة ۲:۲۴۷]

"بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر فرما دیا ہے۔"

اور پھر اسی نبی نے طالوت کی سلطنت کی آیت بتا دی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اور ہے اور آیت اور ہے۔

يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ آيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ.

[سورة الانعام ۶:۱۵۸]

"جس روز تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہو گا اُس وقت اُسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔"

إِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ. [سورة الجاثیة ۴۵:۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”بے شک آسمانوں اور زمین میں ماننے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

آسمان اور زمین کی پیدائش اور ان کے محکم نظام میں غور کرو تمہیں ثابت ہو جائے گا کہ ان کو پیدا کرنے والا اور انہیں تھامنے والا ضرور ہے۔ زمین اور آسمان کی پیدائش اور ان کا مضبوط نظام اللہ تعالیٰ کی ہستی، اُس کے علم اور قدرت وحکمت کی دلیل ہے۔ زمین اور آسمان اللہ تعالیٰ کے وجود کے دلائل ضرور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات کا پیغام انبیاء علیہم السلام کی زبان سے ملتا ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۞ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۞

[سورۃ الذاریات ۵۱: ۲۰-۲۱]

”اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں [بہت سی] نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر سو کیا تم دیکھتے نہیں؟“

آفاقی اور انفسی آیات میں غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین حاصل ہوتا ہے مگر ان میں غور وفکر کرنے سے اُس کے پیغامات حاصل نہیں ہوتے اس لیے أَفَلَا تَسْمَعُوْنَ کی جگہ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ فرمایا گیا ہے۔

پیغام الٰہی کے لیے قرآن مجید میں جو لفظ بولا گیا ہے اس کو بھی قرآن مجید کی آیات میں پڑھیے۔

- سیدنا نوح علیہ السلام نے فرمایا: أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ. [سورۃ الاعراف ۷: ۶۲]

”تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔“

- سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا: أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِيْنٌ.

[سورۃ الاعراف ۷: ۶۸]

”تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔“

- سیدنا صالح علیہ السلام نے فرمایا: لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ.

[سورۃ الاعراف ۷: ۷۹]

”میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور تمہاری خیر خواہی کی۔“

نیز ارشاد ہوتا ہے کہ: اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ. [سورۃ الاحزاب ۳۳: ۳۹]

”وہ لوگ جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور یہ کہ: وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ. [سورۃ المائدۃ ۵: ۶۷] ۲۶۹
"اور اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام کچھ نہ پہنچایا۔"

اللہ تعالیٰ کے پیغامات کے لیے قرآن مجید رسالت کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف استعمال فرماتا ہے' ورنہ اضافت کے بغیر اس کا معنی بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں ہے اور آیت اور وہ بھی اضافت کے بغیر پیغام الٰہی کے معنی میں مجھے معلوم نہیں کہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہو۔

چونکہ تمام آسمانی کتابوں کی آیات ان کتابوں کی من جانب اللہ ہونے کی اور صدق نبوت کی دلیل و علامت' اللہ تعالیٰ کا کلام' اُس کے احکام اور منزل من اللہ ہوتی ہیں اس لیے اس عام مراد کے لحاظ سے دلیل' علامت' کلام' احکام اور منزل من اللہ کے مواقع پر قرائن کے مناسب و موافق ان کا اطلاق کیا جاتا ہے' خواہ وہ ما انزل اللہ احکام و کلام قرآن مجید کی آیات ہوں یا قرآن مجید سے پہلے کتابوں کی آیات ہوں' مثلاً ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ. [سورۃ یونس ۱۰: ۹۵]
"اور اُن لوگوں میں نہ ہونا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔"

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ.
[سورۃ الجاثیۃ ۴۵: ۶]
"یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں تو یہ اللہ اور اُس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟"

وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا. [سورۃ الانفال ۸: ۲]
"اور جب اُنہیں اُس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔"

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا. [سورۃ الانفال ۸: ۳۱]
"اور جب اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا۔"

- سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے قوم کو فرمایا کہ:

إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ.
[سورۃ یونس ۱۰: ۷۱]
"اگر تم کو میرا رہنا اور اللہ کی آیتوں سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں تو اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر اللہ تعالیٰ کے کلام اور احکام سے تم میری نصیحت اور فہمائش کو برا مانو تو مجھے اس کا اندیشہ نہیں اور اس خدمتِ تبلیغ و دعوت کا میں کچھ معاوضہ بھی طلب نہیں کرتا۔ میرا بھروسہ اِلٰہ واحد پر ہے۔

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا. [سورۃ الانعام ۶:۱۵۰]

''اور اُن لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔''

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا. [سورۃ الانعام ۶:۱۵۷]

''تو اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور اُن سے روکے۔''

لیکن جہاں قرآن مجید پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دیتا ہے اور اپنے احکام یا کسی دوسری مگر اپنی ہی بحث میں آیت یا آیات کا ذکر کرتا ہے تو اس آیت یا آیات سے قرآن مجید کی آیت یا آیات مراد ہوتی ہیں اور اس موقع پر قرآن مجید ماقبل کتابوں کی آیات کا قصد اور لحاظ نہیں کرتا ہے، مثلاً ارشاد ہوا ہے کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ.

[سورۃ آل عمران ۳:۱۶۴]

''بے شک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں اُنہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اِن کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی آیاتِ پڑھ کر سنانا یعنی قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنانا رسول اللہ ﷺ کی شان اور ذمہ داری ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ. [سورۃ الجمعۃ ۶۲:۲]

''وہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے [محمد ﷺ] کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو اُن کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتا ہے۔''

فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ إِلَّا الْكٰفِرُوْنَ. [سورۃ العنکبوت ۲۹:۴۷]

''تو جن لوگوں کو ہم نے کتابیں دی تھیں وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور بعض ان [مشرک] لوگوں میں سے بھی اس پر ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو [ازلی] کافر ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل کتاب: یہود اور نصاریٰ ہیں' ان میں جو اپنی کتاب کو جانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں وہ اس قرآن مجید کو مانیں گے اور گویا کتاب ان کو دی گئی تھی جن کی یہ شان تھی اور عہد نبوت میں موجود تھے اور جو بعد میں آنے والے تھے ان سے ان کی کتاب اٹھا دی گئی کہ اس کتاب کا وقت ختم ہو چکا اور ان کو رسول اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے اور قرآن مجید کے یقین اور تسلیم کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ عرب کے بعض لوگ بھی جو سابقہ کا علم نہیں رکھتے وہ بھی اس قرآن کو مانتے جا رہے ہیں اور کفر میں متوغل قسم کے لوگ ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں' ورنہ وہ بھی جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور حق ہیں۔

آیات سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں اسی طرح وَإِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ میں قرآن مجید کی آیت کی تبدیلی مراد ہے۔ اور جب ہم بدلتے ہیں قرآن کی آیت جگہ قرآن کی دوسری آیت تو وہ [مشرک] کہتے ہیں کہ یہ آپ اپنی طرف سے لاتے ہیں۔

مشرکین مکہ جب قرآن مجید کے وقتی احکام سنتے تھے اور پھر دوسرے وقت کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آ جاتا تھا تو وہ یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ نے پہلے ایک حکم دے دیا تھا پھر خبر ہوئی کہ دوسرا حکم اتار دیا یہ کلام آپ خود بنا لاتے ہیں کہ نئے حالات آنے پر آپ کوئی ضرورت کی اطلاع ہوتی ہے اور دوسرے احکام دینے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ اعتراض کن لوگوں نے کیا اور کیوں کیا ہے؟ قرآن مجید ہم کو بتاتا ہے کہ: وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ. [سورۃ یونس ۱۰: ۱۵]: ۲۷۱

"اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔"

تُتْلٰى مبنی للمفعول اور آیات کی طرف مسند ہے۔ تالِ پڑھنے اور سنانے والے کا تعین اس میں نہیں کیا گیا اس لیے کہ اُس کے تعین کی ضرورت اور حاجت نہیں تھی۔ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آیات رسول اللہ ﷺ پڑھ کر سناتے ہیں۔

دوسرا فائدہ اس میں یہ ہے کہ پڑھنے والا اور سنانے والا کوئی بھی ہو۔ مشرکین کا اعتراض سنانے والے پر نہیں بلکہ نفسِ کلام متلو پر تھا کہ اس کے احکام میں اختلاف کیوں ہے کہ ایک دن کچھ اور دوسرے دن کچھ؟ تو جن کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید نہیں تھی وہ:

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا. [سورۃ یونس ۱۰: ۱۵]: ۲۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وہ لوگ جن کو ہم سے ملاقات کی امید نہیں کہتے ہیں۔"

قرآن مجید نے موصول اَلَّذِیْنَ کو ضمیر کی جگہ استعمال فرمایا اس لیے کہ ان کہنے والوں کی زیادہ مذمت منظور ہے اور یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں اور اُس کی سزا کا خوف نہیں رکھتے' ورنہ اس نالائق بات کے کہنے اور مطالبہ کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اہل کتاب یہود ہوں کہ نصاریٰ' قیامت اور اللہ کا انکار نہیں کرتے۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً. [سورۃ البقرۃ ۲:۸۰]

"اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند گنے چنے روز۔"

قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. [سورۃ البقرۃ ۲:۹۴] ۲:۲۷۲

"کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اور لوگوں [مسلمانوں] کے لیے نہیں اور اللہ کے نزدیک تمہارے لیے ہی مخصوص ہے تو اگر سچے ہو تو موت کی آرزو تو کرو۔"

اہل کتاب' خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ قیامت کے منکر نہیں تھے بلکہ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ قیامت کی راحتیں اور نعمتیں صرف ان کے لیے ہیں۔ قرآن مجید نے بتلا دیا کہ یہ اعتراض اور مطالبہ قیامت سے انکار کرنے والوں کا ہے اور یہود وغیرہ قیامت کا اقرار کرتے تھے اس لیے یہ معلوم ہوا کہ یہ مطالبہ مشرکین مکہ کا تھا جو وہ رسول اللہ ﷺ سے کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: اِئْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ھٰذَآ اَوْ بَدِّلْہُ. [سورۃ یونس ۱۰:۱۵]

"یا تو اس کے سوا کوئی اور قرآن بنا لاؤ یا اس کو بدل دو۔"

ھٰذَا کا مشارٌ الیہ قرآن مجید ہے جو آیات پر مشتمل ہے جن کو وہ اچھا نہیں جانتے۔ مطلب یہ ہے کہ یا دوسرا قرآن لے آؤ جس میں یہ مضامین نہ ہوں اور وہ توحید' بعث بعد الموت' حساب وجزاء اور بتوں کے معائب کی بحث نہ کرتا ہو اور اگر یہ قرآن رہے تو اس میں اتنے حصہ کی ترمیم کر دیجیے جو بت پرستی وغیرہ کے متعلق ہے۔ کچھ مستبعد نہیں کہ ان کی ذہنیت یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کے تصرفات واختیارات حاصل ہیں اور ان کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں کہ:

اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ. [سورۃ یونس ۱۰:۱۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اس کو اپنی طرف سے بدل ڈالوں، میں تو اُس حکم کی پیروی کرنے والا ہوں جو میری طرف آئے۔"

میں اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی اور ترمیم نہیں کرسکتا اور نہ میں یہ کرسکتا ہوں کہ جس طرح کا کلام تم چاہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاکر پیش کروں۔ میں اللہ تعالیٰ کے کلام میں کسی قسم کے تغیر کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ میرا حال تو یہ ہے کہ وحی کی اتباع کرتا ہوں تم نے یہ سمجھا ہے کہ یہ قرآن میرا کلام ہے اور جس طرح تم چاہو میں اس میں تصرف کردوں اور اس لیے تم نے مجھ سے اس میں تبدیلی اور ترمیم کرنے کا مطالبہ کیا اور ان کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِي. [سورۃ یونس ۱۰:۱۵]

"میں اپنی طرف سے اس کو بدل ڈالوں۔"

یہ قید بھی اشارہ کرتی ہے کہ مشرکین مکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے اس لیے تو اُنہوں نے رسول اکرم ﷺ سے قرآن مجید میں تبدیلی اور ترمیم کرنے کا مطالبہ کیا اور قرآن کو رسول اللہ ﷺ کا بنایا ہوا کلام کہا۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ. [سورۃ ہود ۱۱:۱۳]

"یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنالیا ہے' کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنالاؤ۔"

اور یہی مشرک' منکرین قیامت اور قرآن مجید کو رسول اللہ ﷺ کا بنایا ہوا کلام کہنے والے جب اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں قرآن مجید کی ایک آیت کی جگہ دوسری آیت میں تبدیلی دیکھتے اور سنتے تھے تو کہتے تھے کہ: إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ. [سورۃ النحل ۱۶:۱۰۱]

"تو بنالاتا ہے۔"

مشرکین کو رسول اللہ ﷺ قرآن مجید پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ سابقہ کتابیں ان کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں اور اگر ان کو سابق کی کتابوں پر اعتراض ہوتا تو ان کی طرف سے جواب دینے کی ذمہ داری قرآن مجید کی نہیں تھی اور ان کو قرآن مجید پر ہی ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھے اور ان کا انکار اور اعتراض قرآن شریف پر ہی تھا اس لیے قرآن مجید نے اپنی آیات میں نسخ اور تبدیلی کی حکمتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اللہ خوب جانتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو اتارتا ہے لیکن ان میں اکثروں کو خبر نہیں۔
یہ بالکل غلط اور بے ہودہ خیال ہے کہ قرآن مجید نے متعلقہ نسخ کی تمام آیات مذکورہ میں صرف ماقبل کتابوں کے احوال اور اوقات کے مناسب احکام کو اپنے احوال اور مناسب اوقات میں نسخ اور تبدیل کر دیا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرما کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ اپنی تدریجی تربیت سے ہر چیز کو اس کے کمال مطلوب کو پہنچاتا ہے اسی طرح آہستہ آہستہ حق تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو کامل قرآن مجید پڑھاتے ہیں اور ایسا یاد کرائیں گے کہ اس کا کوئی حصہ نہیں بھولیں گے البتہ جن آیتوں کو بھلا دینا حق تعالیٰ کو منظور و مقصود ہوگا اُن کو اللہ تعالیٰ بھلا دے گا کہ یہ بھی نسخ ہی کی ایک قسم ہے اور قرآن مجید کی آیات میں قرآن اتارنے والے علیم وحکیم رب کو منظور ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ مخفی اِستعداد اور ظاہری اعمال واحوال جانتا ہے اسی کے موافق وہ معاملہ کراتا ہے اور جن آیات کو وہ منسوخ فرماتا یا بھلا دیتا ہے اس کی حکمتوں کا احاطہ کرنا اسی کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون سا حکم اور کون سی آیت ہمیشہ باقی رہنی چاہئے اور کس حکم اور آیت کو ایک مخصوص مدت کے بعد اٹھا لینا چاہیے کہ اس کے بعد اس کا باقی رکھنا ضروری نہیں۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ ۝ إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۝ [سورۃ الاعلیٰ ۸۷: ۶-۵] ۲۷۴:

"ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے مگر جو اللہ چاہے۔"

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو پڑھانے اور جو کچھ پڑھایا گیا ہے اس میں سے کچھ بھلانے کی بحث ہے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید پڑھایا گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیات میں کچھ بھلانا چاہا تو وہ بھلا دے گا' یہی نسخ ہے جس کے واقع ہونے کی خبر قرآن مجید اپنی آیات میں دے رہا ہے' اس میں یہ کہنے اور تاویل کرنے کی گنجائش نہیں کہ قرآن مجید صرف ماقبل کتابوں کے پیغامات کی نسخ کی خبر دے رہا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ احکام شرعیہ اور احکام تکوینیہ کے نسخ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ نظام تکوینی کی مانند نظام شرعی بھی علیم وخبیر حق تعالیٰ کا قائم کیا ہوا ہے۔ احکام الٰہیہ خواہ ان کا تعلق نظامِ تکوینی کے ساتھ ہو یا نظامِ شرعی کے ساتھ تمام کی حیثیت ایک جیسی ہے اور ثبت وحفاظت کے لحاظ سے سب کا درجہ ایک ہے۔ احکام تکوینی ہو یا احکام شرعی اگر ان کا تعلق خاص شخص کے ساتھ ہو یا خاص وقت کے ساتھ تو اس شخص اور وقت کے گزرنے کے ساتھ وہ احکام بھی

www.kitabosunnat.com
"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ختم ہو جاتے ہیں اور یہی تبدیلی ہے جس کو نسخ کہا جاتا ہے اور حق سبحانہ کے علم میں انہیں اوقات اور رجال کے ساتھ وہ احکام مؤقّت اور مؤجّل تھے' جیسے صحت و مرض اور غِنا و فقر جو اپنے اوقات مقدرہ میں تبدیل ہوتے ہیں اور احکام تکوینیہ میں عام احکام جب انسان کا نطق و کلام وغیرہ ناقابل تغیر ہوتے ہیں' ویسے ہی ان کی طرح احکام شرعیہ میں عام احکام جیسے شرک اور حرمت زنا وغیرہ ناقابل تبدیل ہیں اور اس تغیر و تبدل سے علم الٰہی میں تغیر و تبدل لازم نہیں آتا اس لیے کہ وہ تغیر و تبدل ہمارے ناتمام اور قاصر اذہان کے اعتبار سے ہے کیونکہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مدت خواہ وہ حکم تکوینی ہو یا شرعی معلوم نہیں ہے' ہم یہ نہیں جانتے کہ ہماری صحت کب ہوگی اور ہمارا فقر کب ختم ہوگا مگر رب کے علم میں ان کے لیے مقرر اوقات ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ صحت کے بعد بیماری اور مرض کے بعد صحت' غناء کے بعد فقر یا بالعکس' زندگی کے بعد موت' شکست کے بعد فتح' محکومیت کے بعد حکمرانی' سلطنت کے بعد دولت اور حکومت کا زوال یہ تمام تغیرات ہمارے سامنے ہوتے ہیں اور احکام الٰہیہ میں یہ تمام تغیرات واقع ہیں مگر ان کا نہ کسی نے انکار کیا ہے اور نہ کسی کو ان سے تعجب ہوتا ہے' اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ نے ان تمام تغیرات اور تبدیلیوں کے لیے ان کے مناسب عِلَل و اسباب اور پوشیدہ مؤثرات کو تلاش اور دریافت کر لیا ہے یا کرتے ہیں جب کہ احکامِ شرعیہ کی تغیرات اور تبدیلیوں کے لیے ان اسباب و علل اور مؤثرات کی تلاش نہیں کی' یا دریافت نہ کر سکے اس لیے طعن و طنز کی زبان کھل گئی اور اوہام و وساوس کو موقع مل گیا۔

اگر احکام تکوینیہ کے تغیرات پر وہ شکوک اور شبہات اس لیے عارض نہیں ہوتے کہ ان کے لیے اسباب و علل کا سراغ لگایا گیا ہے تو آپ سمجھ لیجئے کہ احکام تکوینیہ کی تبدیلی کے اسباب و علل سے زیادہ مؤثر اور قریبی تعلق رکھنے والے مصالح شرعی احکام کی تبدیلی میں موجود ہوتے ہیں مگر ہمارے علم ناتمام اور عقل نارسا کی درماندگی ہے کہ اس کو ان کے معلوم کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ کائنات کو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ایک ایک آن اور لمحہ میں قسم قسم کے عجائبات ظاہر کرتی ہے۔ فقر و نکبت کو دولت و ثروت میں' عزت و سطوت کو ذلت و بے نوائی میں' گٹھلی یا دانہ کو سبزہ میں' جان دار کو بے جان میں' رات کی تاریکی صبح صادق کے جالے میں اور صبح کی روشنی رات کی تاریکی میں تبدیل کرتی ہے اور یہ تمام تبدیلیاں قادر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلق، علام الغیوب کے احکام تکوینیہ میں سے ہوتی ہیں اور ضروری ولازم سمجھی جاتی ہیں۔ اگر سوچو تو احکام تکوینیہ کی طرح شرعی احکام میں مصالح اور علل کی بناء پر تبدیلیاں اس سے بھی زیادہ ضروری اور لازم ہیں اس لیے کہ ان میں سراسر ہمارے لیے رحمت اور سہولت اور ہمارے لیے ان میں حالات اور واقعات کے مناسب حکمتوں اور مصلحتوں کی رعایت کی گئی ہے اور یہ تبدیلیاں کلامِ نفسی کے متعلقات امر و نہی افعال کو عارض ہوتی ہیں اور افعال و متعلقات کا حدوث کلامِ نفسی کے حدوث کو لازم نہیں کرتا۔

قرآن مجید میں کتنی آیات منسوخ ہیں؟

جب ہم سے شارع کسی فعل کا مطالبہ کرتا ہے یا اس میں اختیار دیتا ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہ ہو یا اس کی تابید کی تصریح نہ ہو پھر اس کے بعد دوسرا خطاب ہوتا ہے جو پہلے تعلق کو اٹھاتا ہے تو اس کا نام نسخ ہے۔ اگر یہ دوسرا خطاب نہ ہوتا تو پہلے تعلق کا مقتضا یہ تھا کہ وہ پہلا تعلق ممتد رہتا۔ حکم شرعی کا دلیل شرعی سے اٹھانے کو نسخ کہا جاتا ہے اور نسخ قول و خطاب سے ہوتا ہے۔ عقل اور قرائن کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور عقل اس کو جائز سمجھتی ہے اس لیے کہ کسی محال عقلی کا اس پر ترتب نہیں ہوتا بلکہ عقل اس کا تقاضا کرتی ہے اس لیے کہ مختلف اوقات میں مصالح مختلف ہوتے ہیں۔ ایک فعل کسی وقت مضر ہوتا ہے اور وہی فعل دوسرے وقت میں نافع ہوتا ہے۔ پہلے وقت میں اس سے روکا جاتا ہے اور دوسرے وقت میں اس کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ یہی اصول قرآن مجید کے زیر نظر رہے ہیں۔

علماء نے جن منسوخ آیات کی نشان دہی کی ہے اس کی تعداد میں اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نقطہ نگاہ میں اختلاف ہے۔ نسخ کا اصطلاحی معنی جو علماء اصول نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے جو اوپر مذکور ہوا اور اس قسم کی تعداد بہت تھوڑی ہے جب کہ نسخ کا ایک معنی عام ہے جس کے اعتبار سے تعداد بڑھ جاتی ہے۔ میں اس موقعہ پر شاہ ولی اللہ کی تحریر نقل کرنا چاہتا ہوں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

"از مواضع صعبہ در فن تفسیر کہ مباحث آں بسیار است و اختلاف در ینجا بے شمار: معرفت ناسخ و منسوخ است در قوائ وجوہ صعبہ اختلاف اصطلاح متقدمین و متاخرین است۔ دریں باب آنچہ از استقراء کلام صحابہ و تابعین معلوم می شود آں است کہ ایشاں نسخ را استعمال می

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردند بازاء معنی لغوی کہ ازالہ چیزے ست بہ چیزے نہ بازائی مصطلحہ اصولیان، پس معنی ناسخ نزدیک ایشاں اِزالہ بعض اوصاف آیتے است بآیت دیگر خواہ انتہامدت عمل باشد یا صرف کلام از معنی متبادر بغیر متبادر یا بیان اتفاقی بودن قیدی یا تخصیص عامی یا بیان فارق درمیان منصوص وآنچہ مقیس برآنست ظاہراً یا اِزالہ عادت جاہلیت یا شریعت سابقہ باب نسخ نزدیک ایشاں باب واسع آمدو عقل رادرانجا جولانی شدو اختلاف راگنجائش دہند۔ اعداد آیات منسوخہ بہ پانصد رسانیدہ اند واگر نیک بشگانی غیر محصور است اما آنچہ باصطلاح متاخرین منسوخ است عدد قلیل بیش نیست لاسیما توجیہی کہ ما اختیار کردہ ایم۔ شیخ جلال الدین سیوطی در کتاب اتقان بعدازاں کہ از بعض علماء آنچہ مذکور شد بہ بسط لائق تقریر نمودو آنچہ برائے متاخرین منسوخ است بروفق شیخ ابن العربی تحریر کردہ قریب بست آیت شمردہ فقیر رادر اکثر آں بست نظر است الخ۔'' [الفوز الکبیر فی اصول التفسیر: ۱۵-۱۶]

اس کے بعد شاہ صاحب ایسی توجیہ اور معانی فرماتے ہیں جن سے مذکورہ آیات کو منسوخ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ وہ محکم ثابت ہوتی ہیں مگر سورۃ البقرۃ کی آیت وصیت' آیت عدت' سورۃ الانفال کی آیت مصابرہ' سورۃ المجادلۃ کی آیت نجوی اور سورۃ مزمل کی آیت کو بھی منسوخ بتاتے ہیں اور فرمایا کہ:

وعلی ماحررتُه لایتقین النسخ إلّا فی خمس آیات (۲).

[الفوز الکبیر فی اصول التفسیر: ۱۸]

شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ صرف پانچ آیات میں وقت اور حالات کے مناسب احکام تبدیل کیے گئے ہیں اور استاذ کبیر' امام العصر' شیخ العلماء والفضلاء سیّد محمد انور شاہ (۳)

---

(۱) ان آیات کی تاویل وتوجیہ بھی اسی طرح کی جاسکتی ہے' جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے۔ تفصیل کے لیے مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اِملائی کتاب بلغۃ الحیر ان ۱: ۱۲۷-۱۳۰ پڑھیے۔

(۲) جیسا میں نے ان آیات کی تاویل کی ہے' اُس کے پیش نظر صرف پانچ آیتیں منسوخ ہیں۔

(۳) محمد انور شاہ بن محمد اعظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر' اُن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا' وہاں سے ملتان آئے۔ لاہور منتقل ہوئے' پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ ۲۷ شوال المکرم ۱۲۹۲ھ = ۱۸۷۵ء کو اپنے ننھیال دودھواں [علاقہ لولاب] کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اسباق اپنے والد محترم سے لیے پھر تین سال تک ہزارہ [سرحد] کے متعدد علماء وصلحاء کی خدمت میں رہے۔ ۱۳۰۷ھ یا ۱۳۰۸ھ کو ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کشمیری کے امالی میں لکھا ہے کہ:
''نسخ کا اطلاق سلف میں زیادہ کیا گیا ہے اس لیے کہ مطلق کی تقیید' عام کی تخصیص اور ظاہر کی تاویل کو بھی وہ نسخ کہتے ہیں اور متاخرین علماء اصول نے نسخ کی تنقیح کی اور کھول کر بیان کر دیا کہ رفع مشروعیت نسخ ہے اور یہ نسخ بہت کم ہے۔ سیوطی نے اتقان میں اکیس آیت میں نسخ کی نشاندہی کی ہے اور قدوۃ المحققین شاہ ولی اللہ نے پانچ چھ آیات میں نسخ کا اعتراف کیا ہے اور باقی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے جس سے وہ محکم ظاہر ہوتی ہیں (۱)۔'' [فیض الباری جلد ۳: ۱۴۷]

اور فرمایا کہ: ''جب آیات کے ایسے معانی کیے جا سکتے ہیں جن کے لیے الفاظ میں گنجائش ہے اور بنیادی مسائل اور سلف کے عقیدہ میں ان سے فرق نہیں پڑتا تو ایسے معانی میں کوئی مانع نہیں ہے اس لیے میں قرآن مجید کی آیات میں ایسے نسخ کا انکار کرتا ہوں جس میں بالکلیہ حکم اٹھ چکا ہے اور مشروع نہیں رہا ہے اور جزئیات میں سے کوئی جزء میں بھی اس کا اثر باقی نہیں رہا ہو بلکہ قرآن مجید میں کوئی آیت جس کو منسوخ کہا جاتا ہے ایسی نہیں ہے کہ کسی وجہ اور کسی محل اور کسی حال اور کسی وقت میں بھی اس کا حکم باقی نہ ہو بلکہ وہ حکم کسی حال اور کسی وقت اور کسی مرتبہ اِباحت' ندب' وجوب اور کسی جزئی میں ضرور مشروع رہتا ہے (۲)۔'' [فیض الباری' جلد ۴: ۱۶۰]

= پھر تین سال تک ہزارہ [سرحد] کے متعدد علماء وصلحاء کی خدمت میں رہے۔ ۱۳۰۷ھ یا ۱۳۰۸ھ کو سولہ سترہ سال کی عمر میں دار العلوم دیوبند آ گئے' جہاں چار سال تک علوم وفنون حاصل کرتے رہے۔ بیس اکیس سال کی عمر میں ۱۳۱۲ھ کو سند فضیلت حاصل کیا۔ بہت بڑے محدث تھے۔ قادیانیوں کے خلاف تیغ براں تھے۔ ۱۳۵۲ھ = ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کو دیوبند میں وفات پائی۔ [بیس بڑے مسلمان: ۳۶۹]

(۱) واعلم أنّ النّسخ عند السلف أكثر كثير' وذلك لأنهم أطلقوهُ على تقييد المطلَقِ و تخصيص العام أيضاً فكثر النسخ عندهم لا مَحالة. ثم جاء المتأخرون من الأصليين فنقّحُوهُ وقالوا: النّسخُ عبارةٌ عن رفع المشروعية' فقَلّ عندهم بالنسبة إلى السلف حتى إنّ السيوطي صرّحَ في الإتقان بنسخ إحدى وعشرين آية فقط' ثم جاء قدوة المحققين الشاه ولي الله فحقّقَهُ في ستة آياتٍ فقط' وفسّر سائر الآيات بحيث صارت مُحْكَمَة' ولم تفتقِر إلى القول بالنسخ.
[فیض الباری ۳: ۲۲۲' کتاب الصوم [۳۰] باب وجوب صوم رمضان [۱] بذیل تفسیر ترجمۃ الباب]

(۲) ثم إنّهُ قد كثُر إطلاق النسخ في السّلَفِ' وذلك لأنهم سَمّوا تقييد المطلق و تخصيصَ العام' وتأويلَ الظاهر أيضاً نسخاً' وقَلّ عند الأصوليين بالنسبة إليهم' وقد أنكرت النسخ رأساً بمعنى رفع الحكم بحيث لا يبقى له اسمٌ' ولا أثر في جزئي من الجزئيات.
[فیض الباری ۴: ۲۰۴' کتاب تفسیر القرآن [۶۵] تفسیر سورۃ البقرۃ' باب قولہ: ایاما معدودات [۲۵] بذیل حدیث: ۴۵۰۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد یہ ہے کہ ایک حکم اگر ایک حال' ایک وقت' ایک محل اور ایک واقعہ میں ایک وجہ' ایک مرتبہ اباحت یا وجوب میں منسوخ ہے تو وہی حکم دوسرے حال' دوسرے وقت' دوسرے محل' دوسرے واقعہ' دوسری وجہ اور دوسرے مرتبہ میں مشروع ہوتا ہے جیسا کہ شیخ اور بڑھیا کے بارے میں فدیہ مشروع ہے۔

صحابہ' تابعین اور دین کے نکات شناس علماء نے بعض ناسخ اور منسوخ آیات کی ایسی مراد و معانی بیان کیے ہیں جن میں سے وہ اپنی اپنی جگہ پر محکم ثابت ہوتی ہیں اور منسوخ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی' جیسے سورۃ البقرۃ میں پہلی آیت عدت اور دوسری آیت عدت کے بارے میں مجاہد اور عطاء سے صحیح بخاری کے جلد۲: ۶۵۰ پر یہ مذکور ہے کہ عدت تو چار مہینے اور دس دن ہے جیسا کہ پہلی آیت عدت میں مذکور ہے اور دوسری آیت عدت میں عدت کا بیان نہیں ہے بلکہ سال میں سات ماہ اور بیس دن متوفٰی کی وصیت ہے۔ اگر متوفی کی بیوہ چاہتی ہے تو وصیت کے موافق ایک سال پورا کر دے اور اگر چاہے تو چار ماہ اور دس دن کے بعد جہاں چاہے وہاں چلی جائے اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے:

غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ.

[سورۃ البقرۃ ۲: ۲۴۰]

"گھر سے نکالنے کے بغیر پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات کریں۔"

اگر اس عورت نے چار مہینے اور دس دن کے بعد وصیت کے موافق مُتوفّٰی کے گھر میں رہنا چاہا تو اس کو مت نکالو اور اگر اس نے نکلنا چاہا تو اس کو نکل جانے سے مت روکو۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ: "مجاہد اور عطاء کی مراد یہ ہے کہ یہ آیت ایک سال کی عدت پر دلالت نہیں کرتی اور ان کے مذکورہ معنی کے لیے آیت میں گنجائش ہے اور آیت کے الفاظ اس کے ساعد ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے اس کو تسلیم اور پسند کیا ہے اور پسند کرنے والوں میں ایک حافظ ابن تیمیہ بھی ہیں۔"

---

(۱) فأما إذا انقضت عدتهن بالأربعة أشهر والعشر أو بوضع الحمل واخترن الخروج و الإنتقال من ذلك المنزل فإنهن لا يمنعن من ذلك لقوله: فإن خرجن فلا جناح عليكم فيما=

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہ ولی اللہ نے بعض منسوخ آیات کے ایسے معانی بیان فرمائے ہیں جو سلف کے خلاف نہیں ہیں اور آیات کے الفاظ ان کے مساعد اور تحمل کرتے ہیں۔ شاہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے منسوخ آیات کو حالت محل اور کسی وقت اور کسی مرتبہ پر عمل کرتے ہوئے اور بالکلیہ ان کے ناقابل عمل قرار دینے سے انکار فرمایا ہے تو اس کی اصل اور بنیاد کو صحابہ، تابعین، سلف اور خلف میں علماء نے صحیح اور ثابت تسلیم کیا ہے۔

شیخ محمد الخضری بک نے لکھا ہے کہ: ''علامہ سیوطی نے بیس آیات کے منسوخ ہونے کی نشان دہی کی ہے اور شیخ نے بالتفصیل ان آیات کا ذکر کیا ہے اور ان کے معانی لکھے ہیں اور مناسب تاویلات کی ہیں۔ وہ ایسے معانی اور ایسی تاویلات ہیں کہ آیات کے الفاظ میں ان کا تحمل ہے اور محکم آیات کے معانی اور سلف کے اجماعی مسائل اور عقیدے کے خلاف نہیں ہیں اور لکھا ہے کہ جب ان آیات میں مذکورہ تاویلات کے لیے گنجائش اور تحمل ہے تو ابو مسلم اصفہانی ایسی شخصیت ایسی شناعتوں اور قباحتوں کا سزاوار نہیں ٹھہرتا جو اس پر کی گئی ہیں بلکہ اس کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاتا ہے۔'' [اصول فقہ للخضری ۲۵۱]

آپ جانتے ہیں کہ امام ابو مسلم اصفہانی قرآن مجید کی آیات میں نسخ کا انکار کرتے ہیں مگر انہوں نے ایسی تاویل نہیں کی ہے جس کا تحمل منسوخ آیات کر سکتی تھیں اور ناسخ آیات کی مخالفت نہ تھی بلکہ فی نفسہ معقول اور صواب تاویل تھی جیسا کہ حافظ ابن کثیر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اس لیے علماء نے امام ابو مسلم کی تشنیع کی ہے اور متقدمین مطلق کی تقیید اور عموم کی تخصیص اور مبہم اور مجمل کے بیان کو بھی تنسیخ کہتے ہیں اور نسخ میں جس طرح امر متقدم مراد نہیں ہوتا بلکہ امر متاخر مراد ہوتا ہے اسی طرح مطلق اور عام کا ظاہر مقید اور خاص کے اعتبار سے متروک ہو جاتا ہے، وہ اپنے اطلاق اور عموم پر باقی نہیں رہا بلکہ معمول بہ ہوتا ہے اور خاص عام کے ظاہر کے اعتبار کو حکم سے باہر کر دیتا ہے اور اسی طرح بیان اور تفصیل کے بعد مبہم اور مجمل کا حال ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی مزید تفصیل اور مثالوں کے لیے امام شاطبی کی الموافقات جلد۴: ۶۵ تیسرا مسئلہ مطالعہ فرمائیں۔

=فعلن في أنفسهن من معروف، وهذا القول له اتجاه، وفي اللفظ مساعدةٌ له، وقد اختاره جماعةٌ منهم الإمام أبو العباس بن تيمية. [تفسير ابن كثير ۱: ۳۹۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابو مسلم نے ان اعتبارات کا لحاظ نہیں رکھا اور تقیید و تخصیص اور بیان و تفصیل کے بعد بھی وہ مطلق اور عام کو مبہم اور مجمل کو تقیید اور تخصیص کے اعتبار کے بغیر اپنے اطلاق اور عموم اور ابہام و اجمال میں مراد اور معمول جانتے ہیں اس لیے کہ وہ صرف رفع حکم کو نسخ کہتے ہیں اور تخصیص و تقیید میں رفع حکم نہیں ہوتا بلکہ خاص اور مقید کے مدلول کے علاوہ عام اور مطلق معمول بہ ہے۔

امام ابو مسلم نسخ کا انکار تو کرتے ہیں لیکن مطلق اور عام وغیرہ کو تقیید اور تخصیص کے بغیر عام اور علی الاطلاق معمول بہ رکھتے ہیں اس لیے علماء نے اس کی قباحت اور تشنیع پر اصرار کیا ہے کہ ایسے اطلاق اور عموم میں قرآن مجید کے معانی اپنے مقام اور محل پر ٹھیک نہیں بیٹھتے۔

تفسیر بالرأی

اس بحث میں سید محمد انور شاہ صاحب نے ایک اہم عقدہ تفسیر بالرأی کا بھی حل فرمایا ہے جس کا ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے اس لیے یہاں قدرے تفصیل ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

"بعض علماء یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن آیات کو منسوخ بتایا ہے اور مجاہد اور عطاء نے آیت عدت کے نسخ کا انکار کرتے ہوئے ایسے معانی بیان فرمائے جس سے آیت عدت کو منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں رہی اور شاہ ولی اللہ اور علامہ خضری وغیرہ علماء نے دیگر منسوخ کے ایسے معانی بیان کیے ہیں جن سے منسوخ آیات محکم ظاہر ہوتی ہیں اور دوسرے بعض علماء نے ان کو منسوخ کہا تھا تو کیا ایسی تفسیر اور ایسے معانی کو تفسیر بالرأی نہیں کہا جائے گا اور ان علماء نے ان کو تفسیر بالرأی نہیں سمجھا؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی تفسیر اور معانی تفسیر بالرأی نہیں ہے اس لیے کہ تفسیر بالرأی کی حقیقت یہ ہے کہ کلمات اپنے اپنے مقام سے بدل دیے جائیں اور ان کی ایسی مراد بیان کی جائے کہ وہ سلف کے عقیدہ اور مسائل مسلمہ کے خلاف ہو لیکن کوئی شخص لغت اور ادوات کا ماہر ہے جن سے قرآن کی مراد بیان کرتا ہے اور ان کی مدد اور روشنی میں قرآن مجید کی ایسی تفسیر اور معانی بیان کرتا ہے جن کے لیے لغت اور قرآن مجید کی آیات میں گنجائش ہے اور وہ تفسیر سلف کے عقیدہ میں تفسیر اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلّم مسائل میں تبدیلی لازم نہیں کرتی تو ایسی تفسیر کرنے کا حق ہے اور یہ تفسیر بالرأی نہیں کہلاتی (۱)۔"

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ: "اگر قرآن کی تفسیر قرآن وسنت میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار میں نہیں ملتی تو بہت سے علماء وائمہ تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں جیسے مجاہد بن جبرؒ اس لیے کہ وہ قرآن کی تفسیر میں آیت ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید اول سے اخیر تک تین دفعہ پڑھا اور ایک ایک آیت کو الگ الگ سمجھا اور ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں: میں نے مجاہد کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر دریافت کرتے ہوئے دیکھا اور آپ کے پاس الواح تھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: لکھو اور آپ نے پوری تفسیر لکھی اس لیے سفیان ثوری فرماتے تھے: جب مجاہد کی تفسیر مل جائے تو وہ کافی ہے اسی طرح سعید بن عکرمہ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ عطاء بن ابی رباح حسن بصری، مسروق بن الاجدع، سعید بن المسیب، ابو العالیۃ اور ربیع بن انس تابعین کے اقوال کی طرف ائمہ تفسیر رجوع کرتے تھے اگرچہ تبع تابعین قتادہ اور ضحاک بن مزاحم وغیرہ کے اقوال میں لفظی تباین پایا جاتا ہے اور ان مفسرین کے متعلق جن کو علم نہیں ہے وہ ان کے اقوال میں اختلاف سمجھتے ہیں لیکن یہ نظر کی کوتاہی ہے کیونکہ ان کی عادت الگ ہے، ان میں بعض تفسیر کرتے وقت لازمی معنی کی تعبیر کرتے ہیں، کوئی نظیر کی تعبیر کرتے ہیں اور کوئی معنی

(۱) ومن ههنا فليُفهَم معنى التفسير بالرأي، أما رأيتَ أنهم كيف فسَّروها من آرائهم، حتى إن بعضهم جعلوها منسوخةً، وآخرون محكمةً ثم لايكون هذا عندهم تفسيراً بالرأي، فالذي يُمكنُ في بيان مراده - وإن لم يكن وافياً - هو أنَّ تحريف الكلم عن مواضعها وبيان مرادها حتى يوجب تغييراً لعقيدة السلف هو الذي يُعبَّر عنه بالتفسير بالرأي وإلَّا فإنْ كنتَ عارفاً باللغة وبالأدوات التي لابُدَّ منها لبيان مراد القرآن فلكَ أنْ تُفسره بما رأيتَ مالم يُؤدِّ إلى تغييرٍ في عقيدةٍ أو تبديلٍ في مسألةٍ مُسلَّمةٍ.

هذا فإذا رأيت أنهم سلكوا هذا المسلك أنكرتُ النَّسخَ رأساً وادَّعيتُ أنَّ النسخَ لم يَرِدْ في القرآن رأساً، أعني بالنسخ: كون الآية منسوخة في جميع ما حَوَتْهُ بحيث لاتبقَى معمولةً في جزئيٍّ من جزئياتها، فذلك عندي غير واقع، ومامن آيةٍ منسوخةٍ إلَّا وهي معمولةٌ بوجهٍ من الوجوهِ وجهةٍ من الجهات. [فیض الباری ۳: ۳۲۲-۳۲۳، کتاب الصوم [۳۰] باب وجوب صوم رمضان [۱] بذیل تفسیر ترجمۃ الباب]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد پر تصریح کرتے ہیں اور سب کا مآل ایک ہوتا ہے۔ اکثر مواقع میں یہی حال ہے۔

عمیق نگاہ والا اس سے باخبر ہے جب ان سب مفسرین کا کسی ایک مراد پر اتفاق ہوتا ہے تو پھر ان کا قول دلیل اور حجت ہے اور اگر ان میں اختلاف ہوتا ہے تو پھر قرآن مجید کی لغت' سنت نبوی' عموم لغت عرب یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار پر توجہ کرنی چاہیے لیکن محض رائے کی تفسیر جس کے لیے قرآن کی لغت' سنت نبوی' لغت عرب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار میں کوئی سند نہیں' حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے رائے سے قرآن میں کچھ لکھا یا ایسے تفسیر کی جس کو وہ نہیں جانتا تھا تو اس نے اپنا ٹھکانا جہنم بنالیا ہے (۱)۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کون آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون زمین میرا بوجھ اٹھائے گی' اگر کتاب اللہ میں علم کے بغیر رائے زنی کروں (۲)''۔

---

(۱) اس قسم کی روایت میری نظر سے نہیں گزری' البتہ حدیث میں سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وارد ہے کہ: مَن قال فی کتاب اللہِ عزوجلّ برأیه فأصاب فقد أخطأ.

[سنن ابی داود' کتاب العلم [۱۹] باب الکلام فی کتاب اللہ عزوجل [۵] حدیث: ۳۶۵۲]

'جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں محض اپنی رائے سے کچھ کہا اور وہ درست [بھی] ہوا تو یقیناً اُس نے غلطی کی۔''

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

[سنن ترمذی' کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیه [۱] حدیث: ۲۹۵۰].

''جو شخص محض اپنی رائے سے قرآن کریم کے بارے میں کچھ کہتا ہے' اُسے چاہیے کہ دوزخ کو اپنا ٹھکانا بنالے۔''

حافظ ابن کثیر کے الفاظ بھی ایسے نہیں' اُن کی روایت کے الفاظ ہیں:

مَن قال فی کتاب اللہ برأیه فأصاب فقد أخطأ. [تفسیر ابن کثیر ۱: ۲۲]

''جس نے اپنی رائے سے کتاب اللہ کے بارے میں کچھ کہا اور [اتفاق سے وہ رائے] صائب تھی' تو اُس نے غلطی کی۔''

(۲) أيُّ سماءٍ تُظِلُّنِي وَأيُّ أَرْضٍ تُقِلُّنِي إِذَا أَنَا قُلْتُ مالم أعلم.

[تفسیر ابن جریر ۱: ۵۹' روایت: ۸۰' تذکرۃ الحفاظ ۱: ۳' تفسیر ابن کثیر ۱: ۲۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ملیکہ فرماتے ہیں: ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا گیا اگر آپ میں سے کسی سے پوچھا جاتا تو کچھ بتا دیتے لیکن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب نہیں دیا۔''

سعید بن المسیب سے جب قرآن کی تفسیر دریافت کی جاتی تھی تو فرماتے تھے: ''ہم اپنے رائے سے قرآن مجید میں کچھ نہیں بولتے۔ اگر ہم کچھ جانتے ہیں تو بولتے ہیں اور بتاتے ہیں اور فرماتے تھے کہ مجھ سے مت پوچھو عکرمہ سے پوچھو وہ قرآن کو خوب اور سب جانتے ہیں۔ عبید اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے فقہاء کو دیکھا کہ وہ قرآن کی تفسیر کو بڑی بات سمجھتے تھے، جیسے سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد، سعید بن المسیب اور نافع۔ ائمہ سلف کی یہ صحیح آثار ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے اور جب ان کے پاس تفسیر کے بارے میں احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کا علم نہیں ہوتا تھا تو وہ نہیں بولتے تھے لیکن اگر کوئی شخص جو لغت کا ماہر اور استعمال عرب کا واقف ہو اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ لغت اور شرع کے مزاج اور اصول کی مدد اور روشنی میں قرآن مجید کی تفسیر کرے تو کچھ حرج نہیں ہے یہ مفسرین جہاں نہیں جانتے تھے وہاں چپ رہتے تھے اور جہاں جانتے تھے وہاں کہتے اور بولتے تھے۔'' [تفسیر ابن کثیر، جلد اول: ٦]

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنی تفسیر کے بارے میں دو بنیادی اصول پر روشنی ڈالی ہے اور ہدایت کی ہے کہ یہ کتاب یا تو اپنی تفسیر آپ کرتا ہے یا اس کی تفسیر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں مذکور ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی تفسیر کے لیے ہی رب علیم نے خود ذمہ وار اور متعین فرمایا ہے۔ سورۃ الزمر میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ. [سورۃ الزمر ۳۹: ۲۳]

''اللہ نے بہتر کتاب اُتاری۔ آپس میں ملتی دہرائی ہوئی۔''

قرآن مجید کی باتوں سے بہتر کوئی بات نہیں اور اس کی کسی آیت میں فصاحت، بلاغت، صحت اور معقول ہونے میں کوئی کمی نہیں، اس کی آیات ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں، اس کے مضامین میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں بلکہ بہت سی آیات کے مضامین ایسے مشابہ واقع ہوئے ہیں کہ ایک آیت کو دوسری آیت کی طرف لوٹا دو تو وہ اس کی صحیح تفسیر کرتی ہے۔

دہرائی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے احکام کو مختلف پیرایوں میں دہرایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے تا کہ اچھی طرح دل نشین ہو جائیں اور مختلف تعبیر اور پیرایوں میں ان کو سمجھ لیں۔
سورۃ النحل میں ارشاد ہے کہ:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ. [سورۃ النحل ۱۶:۴۴]

''اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا تا کہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں، وہ اُن کے سامنے کھول کر بیان کریں۔''

اس آیت نے یہ ظاہر اور ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید کے معانی کو خوب کھول کر بیان کرنا اور اس کی شرح اور مجملات کی تفصیل کرنا رسول اللہ ﷺ کا پیغمبرانہ وظیفہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی سنت قرآن کی تفسیر و تفصیل ہے اور سنت میں جو تفسیر اور تفصیل مذکور ہوتی ہے وہ قرآن مجید کا معنی اور مدلول ہے۔

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ. [سورۃ النحل ۱۶:۶۴]

''اور ہم نے آپ پر جو کتاب نازل کی ہے تو اس کے لیے کہ جس امر میں ان لوگوں کو اختلاف ہے، آپ انہیں اس کی وضاحت کریں۔''

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ قرآن مجید کے دینے کے بعد قرآن کو کھول کر بیان کرنے اور اس کے تمام اور وسیع احکام کی حدود کے بتلانے اور سمجھانے کے لیے حق تعالیٰ کے علم و نظر میں رسول اللہ ﷺ کو واسطہ بنانے کی ضرورت تھی تا کہ آپ ﷺ قرآن کی پوری جامعیت کو اپنے علم و عمل میں پایہ کمال کو پہنچا دیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ. [سورۃ النساء ۴:۱۰۵]

''بے شک ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب تا کہ آپ انصاف کریں لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے آپ کو اللہ۔''

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح نبی اکرم ﷺ کو قرآن مجید عنایت فرمایا ہے اس طرح اُس نے آپ ﷺ کو اِس معانی اور تفسیر بھی سمجھائی ہے اور آپ ﷺ کے تمام وہ اوامر و ارشادات جو قرآن مجید کے اختصار میں منصوص نہیں ہیں وہ سب کے سب قرآن کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور سمجھانے سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس قدر احکام دیے ہیں وہ سب آپ ﷺ نے قرآن مجید سے سمجھے ہیں اور فرمایا کہ سنت بھی قرآن کی طرح وحی میں اترتی تھی۔ قرآن و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت میں صرف متلو اور غیر متلو کا فرق ہے۔ امام شافعی کا یہ بیان دلائل کے ساتھ ابن کثیر جلد ۱:۳ میں مذکور ہے (۱)۔

قرآن مجید کی تفسیر کے لیے تیسرا اصل جو آیات کے تعیم سے مستفاد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں اس لیے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن پڑھاتے ہوئے سنا اور دیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کو سب سے زیادہ جانتے تھے کیونکہ جو قرائن اور احوال اس وقت تھے ان کا علم اُنہی کو ہی ہو سکتا تھا اور کامل سمجھ' صحیح علم اور نیک عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کو حاصل تھا۔ قرآن مجید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صدق' اخلاص اور حسن نیت کی تصدیق کرتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ.

[سورۃ الفتح ۴۸:۱۸]

''تحقیق اللہ ایمان والوں سے خوش ہوا جب تجھ سے اس درخت کے نیچے بیعت کرنے لگے پس اُن کے دلوں میں جو کچھ تھا' اُسے معلوم کیا۔''

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے امر مبایعت پر جس قدر صدق و توکل کا ثبوت دیا اور حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ امر نبوت کی تعمیل کی ہے اس کا پھل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے وفادار صحابہ نے عین جوش و خروش کے وقت اپنے جذبات اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور شعائر اللہ کی تعظیم پر قربان کر دیے اور ادب کی بات اور عہد کی وفا اور ثبات پر قائم رہے اور یہی تقویٰ اور طہارت کی بنیاد ہے جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے صحابہ کو چنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔

وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوىٰ وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا. [سورۃ الفتح ۴۸:۲۶]

''اور اُن کو ادب کی بات پر قائم رکھا اور وہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔''

---

(۱) قال الإمام أبو عبداللّٰه محمد بن ادريس الشافعي رحمه اللّٰه تعالى: كل ما حكم به رسول اللّٰه ﷺ فهو مما فهمه من القرآن...... والسنة أيضاً تنزل عليه بالوحي كما ينزل القرآن إلّا أنّها لا تُتلى كما يُتلى القرآن وقد استدل الإمام الشافعي رحمه اللّٰه تعالى وغيره من الأئمة على ذلك بأدلةٍ كثيرةٍ ليس هذا موضع ذلك. [تفسير ابن كثير ۱:۱۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام ﷺ کی طرح اُن کے نقش قدم پر چلنے والوں اور اُن کے پیروکاروں سے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور اُس کی رضاء کا اعلان کرتا ہے اور جنہوں نے ان پیش روانِ اسلام کی خوش دلی اور انشراح قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکام تشریعی اور قضاء تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دی ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کو اپنی رضاء اور خوش نودی کا پروانہ دے دیا ہے اور غیر محدود انعام واکرام سے سرفراز فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. [سورۃ التوبۃ ۹:۱۰۰]

"اور جنہوں نے نیک کاری کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ اُن سے خوش ہے اور وہ اُس سے خوش ہیں۔"

آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید ہدایت اور نجات کا قانون ہے اور فضل ورضوان کا معیار ایمان اور عمل صالح ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ.

[سورۃ الاعراف ۷:۵۲]

"اور ہم نے اُن کے پاس کتاب پہنچا دی ہے، جس کو علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کی ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔"

قرآن جیسی کتاب ان میں موجود ہے جس میں تمام ضروریات کی عالمانہ تفصیل ہے اور ایمان والوں کو راہ ہدایت سکھاتا ہے اور ایمان والوں کے لیے رحمت ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. [سورۃ الاعراف ۷:۱۵۷]

"تو جو لوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی رفاقت کی اور اُنہیں مدد دی اور جو نور اُن کے ساتھ نازل ہوا ہے اُس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔"

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا. [سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۹]

"بے شک یہ قرآن سب سے سیدھی راہ بتلاتا ہے اور ایمان والوں کو خوش خبری سناتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔"

کامیابی اور نجات کا صرف یہی ایک راستہ ہے کہ قرآن مجید کی اس سیدھی سڑک پر چلو اور جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ ایمان اور عمل صالح سے اس کشادہ راہ پر چلیں گے تو قرآن مجید ان کو دنیا میں حیات طیبہ اور آخرت میں جنت کی عظیم الشان بشارت سناتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا.

[سورۃ لقمان ۳۱:۸-۹]

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے' ان کے واسطے نعمت کے باغ ہیں' جن میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا۔"

قرآن مجید نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامیابی اور مراد پانے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی حاصل کرنے کی جو خوش خبری دی ہے اور یقیناً دی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے علم و عمل میں قرآن مجید کو کچھ بھی شک اور شبہ نہیں ہے اور ان کے علم میں قرآن کی بصیرت تھی اور عمل میں احکامِ قرآن کا ذوق اور امتثال تھا اور ہمیں یقیناً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن مجید کے علم و تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے بلکہ انہوں نے قرآن مجید کے صحیح معانی اور صحیح تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھے اور سمجھے ہیں اور وہ قرآن مجید کے احکام پر صحیح عمل کرنے میں کامیاب ہیں اور قرآن مجید اس عظیم الشان حقیقت کی توثیق کرتا اور تسلیم کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے فیوض اور برکات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب کو ایسی روشنی بخشی تھی جس میں وہ قرآن مید کا تمام حسن و جمال دیکھتے اور سمجھتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں کہ میں نہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کہاں نازل ہوئی ہے اور فرمایا کہ ہم میں سے جب تک ہر شخص دس آیتوں کا پورا مطلب نہ جان لیتا اور ان پر عمل نہ کر لیتا تھا گیارہویں آیت نہیں پڑھتا تھا (۱)۔"

ابو عبدالرحمٰن سلمی تابعی فرماتے ہیں کہ: "ہم نے جن سے قرآن سیکھا ہے وہ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا جب تک ہم دس آیتوں پر علم و عمل اُن سے نہ

(۱) والذی لا إلٰہ غیرہ مانزلت آیة من کتاب اللہ إلَّا وأنا أعلمُ فیمن نزلت وأین نزلت ولو أعلم أحداً أعلم بکتاب اللہ منی ینالہ المطایا لأتیتہ...... وکان الرجل منا إذا تعلم عشر آیات لم یجاوزھن حتی یعرف معانیھن والعمل بھن. [تفسیر ابن کثیر ۱:۲۰]

www.KitaboSunnat.com

سیکھ لیتے تھے آگے نہیں بڑھتے تھے (۱)۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درس گاہ نبوت میں علم وبصیرت کی تعلیم پائی اور آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیوں نے ان کے علم میں قرآن مجید کے تمام حقائق کو ظاہر فرما دیا تھا۔

اَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ. [سورة یوسف ۱۲:۱۰۸]

"میں سمجھ بوجھ کر اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے تابع ہیں [وہ بھی]۔"

میں اور میرے ساتھی برہان اور بصیرت کی روشنی میں سیدھے راہ پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا نور دیا ہے جس نے میرے ہمراہیوں کے دل ودماغ روشن کر دیے ہیں اور ان کا ایک ایک قدم خاص معرفت اور بصیرت کی روشنی میں اٹھتا ہے اور ان کے باطن کا نور ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار میں قرآن مجید کی پوری اور صحیح تفسیر ہوتی ہے اور اس بناء پر علمِ تفسیر کے آئمہ نے کہا ہے کہ قرآن کی صحیح تفسیر یا تو قرآن خود کرتا ہے اور یا حدیث کرتی ہے اور اگر ان دونوں میں نہ ملے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ان کے صحیح آثار پر اعتماد کرنا چاہیے۔

اگر کسی نے ایسی تفسیر کی ہے جس کی تائید نہ قرآن کرتا ہے' نہ سنت کرتی ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار تو یہ تفسیر بالرائی ہے۔ خواہش اور من مانی باتیں ہیں جو قرآن مجید کی تفسیر کے نام سے لکھی گئی ہیں۔ قرآن مجید کے مطالب سے ان کو دور کا بھی تعلق نہیں اور دین کے معاملہ میں ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

سید محمود آلوسی نے اس بحث میں مفید معلومات کا اضافہ کیا ہے اس لیے ناظرین کے استفادہ کے لیے بقدر ضرورت ان کا اقتباس پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ:

"تفسیر بالرأی کے متعلق یہ بات عام مشہور ہے کہ یہ منع ہے اس لیے کہ امام ابوداؤد امام ترمذی اور امام نسائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

---

(۱) حدثنا الذين كانوا يقرئوننا أنهم كانوا يستقرئون من النبي ﷺ و كانوا إذا تعلموا عشر آيات لم يخلفوها حتى يعملوا بما فيها من العمل فتعلمنا القرآن و العمل جميعاً.

[تفسیر ابن کثیر ۱:۲۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کلام کیا اور صواب کو پہنچا تو اس نے خطا کیا اور غلطی کی (۱)''۔

سنن ترمذی جلد۲: ۱۱۹ میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی سہیل بن ابی حزم میں بعض اہل علم نے کلام کیا ہے (۲)''۔

مدخل میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں نظر ہے (۳)''۔

اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر کرنے میں لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور صاحب شرع سے اس کی مراد معلوم کرنا چاہیے۔ اور دوسرے مبادی تفسیر پر بھی توجہ کرنی چاہیے تھی اور جس نے ایسا نہیں کیا تو وہ طریقہ تفسیر میں خطا کار ہے کہ اس نے اپنی پر تفسیر کا انحصار اور مدار رکھا اور یا حدیث کی مراد یہ ہے کہ جس نے اپنی خواہش کو اصل مذہب رکھا' اس کی تائید کے لیے اپنی رائے میں تفسیر کرتا ہے اور اس کا تابع رکھتا ہے یا حدیث کی مراد یہ ہے کہ اپنی تفسیر پر اسے اس قدر زعم ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی مراد بتلاتا ہے اور اس کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز نہیں ہے (۴)۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ: ''رائے سے تفسیر کرنے میں اگرچہ صواب کو پہنچ جائے تب بھی

---

(۱) مَن قال فی القرآن برأیه فأصاب فأخطأ.
[سنن ترمذی' کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ [۱] حدیث: ۲۹۵۲' سنن ابی داود' کتاب العلم [۱۹] باب الکلام فی کتاب اللہ بغیر علم [۵] حدیث: ۳۶۵۲' سنن نسائی کبریٰ ۵: ۳۱' کتاب فضائل القرآن [۷۵] باب من قال فی القرآن بغیر علم [۵۹] حدیث: ۸۰۸۶]

(۲) قال أبو عیسی: هکذا رُوِیَ عن بعض أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ وغیرهم أنهم شَدَّدُوا فی هذا فی أن یفسر القرآن بغیر علم...... وقد تکلم بعض أهل الحدیث فی سهیل بن أبی حزم [مهران]. [سنن ترمذی ۵: ۱۸۴]

(۳) قال فی المدخل: فی صحته نظرٌ' وإن صحَّ فإنما أراد به — واللّٰه تعالی أعلم — فقد أخطأ الطریق' إذِ الطریقُ: الرجوعُ فی تفسیرِ ألفاظه إلی أهل اللغة' وفی نحو الناسخ والمسوخ إلی الأخبار' وفی بیان المراد منه إلی صاحب الشرع' فإن لم یجد هناك وهنا فلا بأس بالفکرة لیستدل بما ورد علی مالم یرد' أو أراد: مَن قال بالقرآن قولاً یوافقُ هواهُ بأن یجعلَ المذهب أصلاً والتفسیر تابعاً له فیرد إلیه بأیِّ وجهٍ فقد أخطأ علی ذلك سببیة. [روح المعانی ۱-۲: ۱۰]

(۴) [روح المعانی ۱-۲: ۱۰-۱۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطا کاری ہے اس لیے کہ اس دروازہ سے نہیں آیا جو آنے کے لیے بنایا گیا ہے جیسا کہ دو آدمیوں میں نہ جاننے والا کوئی فیصلہ کرے تو وہ جہنمی ہے اگرچہ اس کا فیصلہ نفس الامر میں صواب ہو اور خطا کار سے اس کا جرم کم ہو۔اس کی مثال یہ ہے کہ قاذف [تہمت لگانے والے] کو اللہ تعالیٰ نے جھوٹا کہا ہے اگر وہ چار گواہ سے مقذوف یا مقذوفہ پر اس تہمت کو ثابت نہ کرے:

فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰئِكَ عِنْدَاللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ. [سورۃ النور ۲۴:۱۳]

”تو جب یہ گواہ نہیں لا سکے شاہد تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔“

اگر نفس الامر میں یہ تہمت صحیح تھا مگر قرآن نے اس کو جھوٹا کہا ہے اس لیے کہ ثبوت کے بغیر اس کو ایسی بات نہیں کہنی چاہیے (۱)۔“

رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں سلف نے علم کے بغیر صرف اپنی رائے سے تفسیر کرنے کو منع فرمایا ہے اور قرآن مجید کی تفسیر کرنے میں تنگی ہے تاکہ ہر بے علم اور کچھ تھوڑا بہت شد بد رکھنے والے کو قرآن کی تفسیر کرنے کی جراءت نہ ہو۔

دوسری دلیل جو تفسیر بالرأی کو منع کرتی ہے یہ حدیث ہے کہ:

”جس نے علم کے بغیر قرآن میں کچھ کہا تو اس نے ٹھکانا جہنم بنا لیا (۲)۔“

امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے (۳)۔امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور ابن جریر نے بھی اس کو مرفوع روایت کیا ہے لیکن

---

(۱) أي:لأنه قد تكلّف مالا علم له به وسلك غير ما أمر به فلو أنه أصاب المعنى فى نفس الأمر لكان قد أخطأ لأنه لم يأت الأمر من بابه كمن حكم بين الناس على جهلٍ فهو فى النار و إن وافق حكمه الصواب فى نفس الأمر لكن يكون أخف جرماً ممن أخطأ. والله أعلم.

وهكذا سمى الله القذفة كاذبين فقال: فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰئِكَ عِنْدَاللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ فالقاذفُ كاذبٌ ولو كان قد قذف مَن زنى فى نفس الأمر لأنه أخبر بما لا يحِلُّ له الإخبار به،ولو كان أخبر بما يعلم لأنه تكلف مالا علم له به، والله أعلم. [تفسیر ابن کثیر ۱:۲۲]

(۲) مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

[سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ [۱] حدیث: ۲۹۵۰]

(۳) یہ روایت سنن ابی داود میں نہیں ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

محمد بن حمید اور سعید بن جبیر نے اس کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر روایت کیا ہے (۱)۔"

اس حدیث کے دو معنی کیے جاتے ہیں۔ پہلا معنی یہ ہے کہ جو شخص علم کے بغیر قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا غضب حاصل کرتا ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ حق دوسرا اور اس کے علاوہ ہے تو وہ اپنے لیے جہنم ٹھکانا بناتا ہے۔

اس حدیث اور پہلی حدیث کی مذکورہ تاویل اس لیے کی گئی ہے کہ غور وفکر کے بعد مطلقاً قرآن مجید کی تفسیر منع نہیں ہے بلکہ رائے اور اجتہاد سے قرآن مجید کی تفسیر کے جواز پر قرآن مجید میں دلائل موجود ہیں' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ.

[سورۃ النساء ۴:۸۳]

"اور اگر اس کو رسول اور اپنے سرداروں تک پہنچا دیتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔"

اور فرمایا ہے کہ: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا. [سورۃ محمد ۴۷:۲۴] ۲۹۲:

"بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا [اُن کے] دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔"

قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا اُن کی شرارتوں کی بدولت دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ قرآن کے مطالب کے اندر جانے کا راستہ نہیں رہا۔

اور فرمایا کہ: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا آيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ.

[سورۃ ص ۳۸:۲۹]

"[یہ] کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت پکڑیں۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن سہل ہے اور اس کے متعدد معانی ہو سکتے ہیں اس کے صحیح عمدہ اور اس کے مناسب معنی کیجیے اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

---

(۱) وقال الترمذی: هذا حديث حسنٌ' وهكذا رواه ابن جرير أيضاً...... ولكن رواه عن محمد ابن حميد...... عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فوقفه. [تفسیر ابن کثیر ۱:۲۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یا اللہ! ابن عباس کو دین میں سمجھ دیجیے اور اسے قرآن کے معانی سمجھا دیجیے (۱) ۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے پاس ایک صحیفہ ہے اور فہم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے سمجھنے کے لیے کسی کو عطاء کرتا ہے (۲) ۔''

یہ دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ فہم و اجتہاد میں قرآن مجید کی تفسیر کی جاسکتی اور معانی چنے جاسکتے اور بتلائے جاسکتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ جو شخص لغت عرب میں متبحر عالم ہو' اس کے عرفان کا ذوق اونچا ہو' علوم دینیہ کے حوضوں میں اس کو صاف پانی پینے کے گھاٹ معلوم اور متعین ہوں اور علومِ دینیہ کے باغات میں اس کی پوری چراگاہ ہو یعنی مبصرانہ نگاہ اور وسیع تجربہ ہو۔ علوم دینیہ کے مباحث میں اس کو اورحق اور اہلیت ہو اور اس کا ذہن دقائق تحقیقات کے متعلقات کو حل کرسکتا ہو تو ایسے شخص کو علم تفسیر کی بلندیوں پر جانے کا حق ہے' لیکن جس نے ارسطاطالیس کے وساوس میں تمام عمر صرف کردی ہو۔ طاؤس کے خوب صورت پروں کا شیدا اور خار پشت کے کانٹوں پر فریفتہ ہو۔ دفتر کے ادھیڑ بن میں عمر صرف کی ہو اور علومِ دینیہ میں جگہ پانے اور علماء حق میں نام پانے کی جگہ دفتری افسروں کے تملق و خوشامد میں مقام رکھتا ہو اور دین کی خدمت اور عظمت کی جگہ دنیا کی مٹنے والی شہرت اور دولت سمیٹتا ہو۔ آخرت کے متاع آخرین پر دنیا کی دناءۃ اور نفرین کو غنیمت جانتا ہو ایسے قزاق دین اور کفن کش کو کتاب کے غوامض' معانی اور علم کے حسن و جمال سے حرمان اور تلاشی کے سوا اور کچھ بھی پتہ نہیں لگتا ہے۔ [روح المعانی ۱-۲:۱۱]

ایسا راہ گم کردہ جب قرآن مجید کے مطالب و مباحث میں کلام کرتا ہے تو وہ اس کی خواہش اور تفسیر بالرأی ہے جس کا کوئی مقام نہیں اور علمی دنیا اور تفسیری علوم میں اسے اعتماد حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسا کلام اور تفسیر ہے جو قرآن مجید کے مطالب اور معانی اور سنت نبویہ اور آثار صحابہ اور ان علماء کی تفسیر کے خلاف ہے جن کو دین میں سمجھ کا مقام اور علم میں فضیلت اور وسعت حاصل ہے جن میں استنباط کا جوہر اور دین کے قوام اور مسائل کا ذوق و عرفان ہے جن میں متعلقات دین کے حل کرنے کی اہلیت ہے اور بحث کرنے کا حق ہے' ان کے برعکس

---

(۱) اللهم فقهه فی الدين وعلمه التأويل. [مسند احمد ۱: ۲۶۶' ۳۱۴' ۳۲۸' ۳۳۵]

(۲) ماعندنا غير مافی هذه الصحيفة أوفهم يؤتاه الرجل فی كتابه. [روح المعانی ۱-۲:۱۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکرین حدیث کا وظیفہ ہے اور اسی پر اتراتے ہیں اور اس قدر گھمنڈ ہے کہ ان کو قرآنی بصیرت کا دعویٰ ہے۔

سوال

قرآن مجید کے احکام میں نسخ کا انکار کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق اور مسٹر غلام احمد پرویز کا سوال ہے کہ جن آیات کے منسوخ الحکم ہونے کی صحابہ اور تابعین مفسرین نے نشان دہی کی ہے تو ان کی تلاوت کیوں باقی ہے؟ اور جن آیات کا حکم باقی ہے تو وہ منسوخ التلاوت کیوں ہیں؟

جواب

ہر سوال کا جواب نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی تمام حکمتوں اور علوم کا احاطہ کرنا کسی کے اِمکان میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ جو آیت اتارتا ہے، جس کا حکم باقی رکھتا ہے، جس کی تلاوت موقوف کرتا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کا علم اور اسی کی حکمت ہے، اس میں بحث کرنے سے انسان مجبور اور بے بس ہے، اس قدر وسیع علم کسی کے پاس نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ایک علم اور حکمت کو اپنے احاطہ اور جامعیت میں کر دے۔

ہم اپنے سب سے زیادہ قریب اور عزیز از جان شخصیت کے آخری لمحات اور وقت و میعاد کو نہیں جانتے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کیوں اٹھائی جاتی ہے اور اٹھانے کے بعد وہ مٹتی نہیں اور کیوں باقی رکھی جاتی ہے اگر اٹھانے کے بعد بھی اس کا کچھ اثر باقی ہے تو کیوں باقی رکھا گیا ہے، یہ تمام اَسرار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ اگر اسی طرح کسی آیت کا حکم باقی رکھا گیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی حکمتیں ہیں جن کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس آیت میں جو حکم آیا ہے اور اس کے بعد دوسری آیت میں ایسا حکم اترا ہے جو پہلے حکم کے ساتھ کسی تاویل اور کسی وجہ تطبیق کے بغیر جمع نہیں ہوتا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ پہلے حکم کی میعاد پوری ہو گئی ہے اور جب وہ پہلی آیت رسول اللہ ﷺ کے حافظہ اور قرآن مجید میں ثبت ہے تو اس کی مراد یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی تاذیلات میں اس آیت کا ثبت اور تلاوت میں قائم رکھنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس میں کچھ کلام کرے یا دخل و تصرف کرے اور اس آیت کو قرآن مجید سے نکال دے اور جو آیت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرام رضی اللہ عنہم کے حافظہ سے نکالی گئی۔ نہ اس کے الفاظ صحیح یاد رہے اور نہ اس کا یقینی موقع یاد رہا مگر آیت کے حکم کے خلاف دوسرا حکم کسی آیت میں نہیں آیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس آیت کی تلاوت منظور نہیں ہے مگر اس کے حکم کو اللہ تعالیٰ باقی رکھنا چاہتا ہے ورنہ اس حکم کی جگہ کوئی دوسرا حکم اتارتا اگرچہ یہ آیت تلاوت میں باقی نہیں رہی مگر اس کے حکم کو باقی رکھنا ضروری ہے اور اس میں کسی طرح ردو بدل جائز نہیں اس سلسلے میں دونوں طرح کی مثالیں موجود ہیں اس لیے دونوں کی ایک ایک مثال عرض کرتا ہوں تاکہ حکم اور تلاوت کے نسخ کے باوجود تلاوت اور حکم کے باقی رہنے کی خوب وضاحت ہو اور سمجھ میں آجائے۔

پہلی مثال: سورۃ البقرۃ میں عدت کی آیت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ کی دوسری آیت عدت کو پہلی آیت عدت نے منسوخ کر دیا ہے تو آپ اس کو کیوں مصحف میں کہتے ہیں؟ یا کہا کہ اس کو مصحف میں کیوں چھوڑتے ہیں [نکالتے کیوں نہیں؟] تو انہوں نے فرمایا: بھتیجے! میں قرآن مجید میں اپنی جگہ سے کچھ بدلنے والا نہیں ہوں[1]۔" [بخاری جلد ۲: ۶۵۰]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے استفہام انکاری کے صیغہ سے پوچھا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ عدت کی دوسری آیت منسوخ ہے تو پھر کیوں مصحف میں لکھتے ہیں۔ آپ کا خیال تھا کہ جس آیت کا حکم منسوخ ہے وہ نہ لکھی جائے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ بے شک اس آیت کا حکم منسوخ ہے مگر مصحف میں اس کو الگ کرنا اور تلاوت میں اس کو اٹھانا لازم اور ضروری نہیں ہے اس میں اصل اور بنیاد توقف ہے اور آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔ مجھے اور کسی دوسرے کو اس میں لکھانے اور نکالنے کا حق نہیں ہے اسی طرح ترتیب اور انہیں آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں قرآن مجید ملا ہے۔ اس آیت کی طرح

---

(۱) قال ابن الزبير: قلتُ لعثمان بن عفان: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجاً؟ قال: قد نسختها الآية الأخرى، فَلِمَ تكتبُها أو تَدَعُها؟ قال: يا ابن أخي لا أُغيِّرُ شيئاً منه من مكانه.
[صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن [۶۵] تفسیر سورۃ البقرۃ، باب والذین یتوفون منکم [۴۱] حدیث: ۴۵۳۰، باب [۴۵] حدیث: ۴۵۳۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں یہ بھی معلوم ہے اور ہمیں یقین ہے کہ یہ آیت قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہے اور اس کی تلاوت باقی ہے اور باقی رہے گی۔

دوسری مثال: رجم کی آیت ہے کہ اس کی تلاوت باقی نہیں رہی، مگر اس کا حکم باقی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رجم کی آیت اتاری گئی تھی۔ ہم نے اسے پڑھا اور یاد کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا تھا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ رجم کی آیت ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے' تو وہ اللہ تعالیٰ کا فرض کیا ہوا حد چھوڑ کر گم راہ ہو جائیں گے۔ یاد رکھو کہ رجم کتاب اللہ میں حق اور ثابت ہے جو شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے اُسے رجم کیا جائے گا۔'' [بخاری' جلد۲: ۱۰۰۹]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ رجم کی آیت قرآن کی تاوت میں باقی نہیں ہے مگر اس کا حکم قرآن مجید کے احکام میں باقی ہے اس لیے کہ قرآن مجید نے اس کی جگہ شادی شدہ مرد یا عورت زنا کار کے لیے دوسرا حکم نہیں اتارا ہے اور [سورۃ نور کے نزول کے بعد بھی] رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا ہے اور ہم بھی کرتے ہیں' اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں اس کو قرآن مجید میں لکھ دیتا مگر لوگ کہیں گے کہ جو آیت قرآن میں لکھی ہوئی نہیں تھی عمر نے اسے قرآن میں کیوں لکھ دیا (۲)؟

---

(۱) لقد خشیت أن یطول بالناس زمانٌ حتی یقولَ قائلٌ: لانجد الرجم فی کتاب اللّٰہ فیضلوا بترك فریضةٍ أنزلها اللّٰہ' ألا و إنّ الرجم حقٌّ علی مَن زَنٰی وقد أحصن.

[صحیح بخاری' کتاب المحاربین [۸۷] باب الاعتراف بالزنا [۱۶] حدیث: ۶۸۲۹]

إنّ اللّٰہ بعثَ محمداً ﷺ وأنزل علیہ الکتاب فکان فیما أنزل علیہ آیةُ الرجم' فقرأنا بها و عَقَلنَاها' وَعیناها' فأخشی أن یطول بالناس عهداً فیقولوا: إنّا لانجد آیةَ الرجم فتُترَكَ فریضة أنزلها اللّٰہ' وإنّ الرجمَ فی کتاب اللّٰہ حَقٌّ علی مَن زَنَی إذا أُحْصَنَ من الرجال والنساء إذا قامت البیّنةُ أوکان الحَبَلُ أوالإعتراف. [مسند احمد ۱: ۴۰]

(۲) أن عمربن الخطاب خَطبَ الناسَ فسمِعَهُ یقول: ألا وإنّ ناساً یقولون: مابالُ الرَّجمِ؟ فی کتابِ اللّٰہِ الجَلدُ! وقد رجم رسول اللّٰہ ﷺ ورجمنا بعدہ' ولولاأن یقولوا قائلون أو یتکلّم متکلمون: أنّ عمر زادَ فی کتاب اللّٰہ لَأَثبَتُّها کمانزلت. [مسند احمد ۱: ۲۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ اس آیت کا حکم قرآن مجید کی نص میں موجود نہیں ہے مگر اس تاکید اور اہتمام کے ساتھ اس حکم کے سنانے اور بتلانے کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ ڈر نہ رہا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ جو حکم قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں۔ عمر نے اسے کیوں اللہ تعالیٰ کا فرض کیا ہوا اور قرآن کا حکم کیوں کہا ہے اس لیے کہ یہ حقیقت واقعی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالاتفاق اسے تسلیم کرتے تھے کہ منسوخ التلاوت آیت کا منسوخ الحکم ہونا ضروری نہیں۔ رجم کی آیت تلاوت میں نہ سہی مگر اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے باقی رکھنا چاہا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ سے رجم کی آیت کے لکھانے کے متعلق کہا تو آپ ﷺ نے بھی اس کے لکھانے کو منع فرمایا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے رجم کی آیت کا نسخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتلا دیا تھا جس کی تفصیل پہلے اوراق میں گزر چکی ہے۔

غرض یہ ہے کہ کسی آیت کے حکم یا کسی آیت کی تلاوت کا نسخ ' کسی آیت کی تلاوت اور کسی آیت کے حکم کا باقی رکھنا اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت پر موقوف ہے اس ہی کو علم ہے کہ ایسا کرنے میں اس کی کیا حکمتیں ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علم و بصیرت میں اس پر عمل کرنا اور عمل نہ کرنا سمجھایا گیا ہے جس آیت کا لکھانا ضروری سمجھا گیا تھا آپ ﷺ نے اسے لکھا دیا ہے اور جس آیت کا نہ لکھانا سمجھایا گیا تھا آپ ﷺ نے اسے لکھنا منع فرمایا' اس حقیقت پر تنبیہ کرتے ہوئے نسخ کی بحث میں حوادث عام پر توجہ دلاتے ہوئے قرآن مجید نے فرمایا:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۰۶]

''کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟''

آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ہر لمحہ اور ہر آن میں گوناگوں عجائبات ظاہر کرتا ہے اور جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آتا وہ اپنی قدرت کاملہ سے باحسن وجوہ انجام دیتا ہے جیسے مہلک مرض کو صحت میں' فقر و نکبت کو دولت و ثروت میں' سلطنت کو فقر و گدائی میں' عزت کو ذلت و رسوائی میں' ظلمت کو روشنی اور روشنی کو تاریکی میں تبدیل کرتا ہے اور یہ سب اسی کا حکم ہے اور جب حق تعالیٰ کو ان تغیرات اور تبدیلیوں پر قدرت ہے تو پھر اس میں کیوں تعجب ہے کہ وہ ایک حکم کو دوسرے حکم میں اور ایک لفظ کو دوسرے لفظ میں تبدیل کر دے اور ایک حکم کو مشروعیت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منصب سے معزول فرمائے اور ایک لفظ کو تلاوت وتقرب کے شرف سے مؤخر کردے اور اگر اس تعجب کی گرہ اب بھی نہیں کھلی تو یہ بتاؤ کہ:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۰۷]

''کیا تو نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔''

جب کہ ہر آسمان میں دوسرا حکم' دوسرا ذکر اور دوسری تدبیر ہے' اسی طرح زمین کے مختلف اقالیم میں دوسری لغت' دوسرا وضع اور دیگر آئین رکھا ہیا ور تمام احکام وتدبیرات اور اوضاع ولغات اپنے مقام ومرتبہ میں محمود اور پسندیدہ ہیں۔ اگر مکان کے اختلاف سے احکام الٰہیہ میں اختلاف مناسب اور ضروری ہے تو اس طرح اشخاص وفرق اور زمانے کے اختلاف سے اللہ تعالیٰ کے احکام وتدبیرات میں اختلاف آنے پر کچھ استعجاب واستبعاد نہ ہونا چاہیئے اور حکم کو اپنے وقت اور اشخاص وفرق کے حق میں خیر اور بہتر سمجھ لیجئے اور جب پیغمبر ﷺ کا صدق یقینی طور پر ثابت ہے اور معلوم ہے کہ پیغمبر ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچتا ہے تو ان احکام کے انقیاد میں پس وپیش نہ ہونا چاہیئے اگرچہ وہ حکم یا لفظ سابق حکم یا لفظ کا ناسخ ہو اس لیے کہ یہ تمام تدبیرات واوضاع اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت پر موقوف ہیں اور کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے تمام علوم اور حکمتوں پر احاطہ کرلیا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہر تغیر وتبدل کی حکمت اور علم کو جانتا ہے۔ تاہم نظامِ شرعی کے اسرار ورموز کی معرفت سے حق تعالیٰ نے جن علماء کے قلوب اور اذہان روشن کردیے ہیں اور اس بحث میں رہنمائی کے لیے جو کچھ میں نے پڑھا ہے اسے میں یہاں نقل کردینا چاہتا ہوں تاکہ ناظرین ممکنہ حد تک اس سے استفادہ کریں۔

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ:

''ہرچند سبب اصلی در احکام شرعی ہمیں ابتلاء است' تا ایں ابتلاء وامتحان محض جزانی وتحکمی نیست بلکہ مبنی بر رعایت مصالح مکلفین واصلاح معاش ومعاد ایشاں است مثل تکلیف طبیب مریض را کہ ہرچہ اورا نافع ست بآں میفرمایدہ وہرچہ اورا مضار است ازاں منع شدید میکند نہ کیف ما اتفق' وچوں رعایت مصالح معاشیہ ومعادیہ مکلفین منظور افتاد وعلاج امراض روحانی ایشاں پیش نہاد ارادہ الٰہیہ شد لابد بحسب مصالح امم مختلفہ وازمنہ متضادہ اختلاف احکام بہم رسید وعلماء محققین گفتہ اند کہ نسخ در احکام شرعیہ بیکے از چہار درجہ میشود۔ اول آنکہ حکمتے کہ در احکام شرعیہ است رنگہائے مختلف میگردد گاہے برنگے ظاہر میشود وگاہے برنگے دیگر کہ آں صورتہائے مختلفہ حکمت احکام مختلفہ را تقاضا میکند وموافق ہر صورت حکمے مے آید

www.KitaboSunnat.com

ظاہر بیناں نظر بصورت نمودہ احکام را مختلف می شمارند و دقیقہ شناساں نظر بحکمت مخفیہ نمودہ ہمہ احکام را متحد میدانند مثلاً مشابہت با کفار در اعیاد و عبادات ایشاں در حکمتِ الٰہی واجب الازالہ است و در عصرے کہ یہودیان در جوار دارالاسلام غلبہ داشتند و روز شنبہ تعظیم مفرط مے نمودن مسلماناں را حکم شدہ روزِ شنبہ را تنہا روزہ نگیرند مگر در ضمن روز ہائے دیگر مثل ماہِ رمضان یا ایام بیض و چوں آں یہودیاں از بقاع الخیر نیست و نابود شدند اصلاً خوف مشابہت با آنہا نماند حرمت روزہ داشتن آں روز ہا تنہا منسوخ شد و مثل دیگر روزہا روزہ آں روز نیز مباح و نفل میگردید۔

دوم آنکہ ارادت الٰہی در تدبیر امورِ عالم تعلق گیرد و نقشے غریب بر روی کار آید کہ سابق نبود پس بمقتضائے آں تدبیر جدید و نقش غریب احکام بسیار صادر کردد و در شرائع سابقہ دا وقاتِ ماضیہ اصلاً صادر نشدہ یا خلاف آں صادر شدہ مثل آنکہ در حین بعثت خاتم المرسلین ﷺ تدبیر الٰہی عالم را بایں صورت منظور افتاد کہ درمیان نبوت و پادشاہت جمع فرمائیند پس احکامی کہ ممزوج بہر دو وجوہ بودند صادر شدند و مسائل جہاد و تقسیم غنائم و خراج و خبریہ و ماینا سب ذلک برروی کار آمد و در ازمنہ سابقہ کہ نبوت یا پادشاہت ممزوج نبود ایں احکام ہم نبودن بلکہ خلاف آں حکم میشد مثلاً غنائم حلال نبودند و اخذ خراج و جزیہ واز مخالفان در بدل قبول دین جائز نبود۔

سوم: آنکہ رواج و رسم زمان بعثت ایں پیغمبر موجب حکمے شوند کہ سابق ازاں بنا بر نبودن آں رواج و رسم در آں وقت یا دوران قوم آں حکم نبود و ہم چنیں اختلاف رسوم اوقات نزول وحی از ابتداء تا انتہا کہ مدت بیست و سہ سال بود نیز موجب تغیر بعضے احکام گردید و ہم چنیں مراعات و حفظ قواعد ملتی کہ بعثت ایں پیغمبر ﷺ برائے اقامت آں ملت بودہ است مثل ملت ابراہیمی و در حق خاتم المرسلین ﷺ و ازیں است کہ استقبال کعبہ ناسخ استقبال بیت المقدس آمد۔

چہارم: آنکہ در نقل مردم از حالے بہ حالے و از تکلیفے بہ تکلیفے تدریج و تدریب بکار بردہ شود و زیرا کہ انتقال از اباحت محضہ بسوئے تکلیف شاقہ بر اکثر نفوس گوارا نمی شود پس لا بداول بہ تکلیفات سبک و خفیف خوگر کردہ شود تا رفتہ رفتہ امورِ شاقہ ثقلیہ را تواننند برداشت و دریں تدریج و تدریب نسخ مکرر ہم بنا بریں حکمت وارد شدہ چنانچہ در منعہ و ظہور ایں بتدریج و تدریب در حرمت خمر بر ظاہر است و در تقسیم ترکہ و فرض سہام برائے والدین نیز ہویدا است۔" [فتح العزیز، جلد اول: ۳۹۵]

خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے مصالح کی رعایت اور احوال کے اقتضاء اور تدریج و ارتقاء یسیر اور تیسیر کے اصول میں تعلیم و تربیت کی جاتی تھی اس لیے احکام میں نسخ و تغیر ہوتا رہا جیسا کہ حکیم دیدہ و دانستہ مریض کی بہتری اور صحت کے لیے علاج میں حالات اور مراتب مرض کے اختلاف کی وجہ سے فرق و تبدل رکھتا ہے۔

شاہ صاحب کی تحریر میں اس سوال کا جواب نہیں کہ احکام میں نسخ و تبدل کے باوجود آیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تلاوت کیوں باقی رکھی گئی ہے۔ جن کے احکام بدل دیے گئے ہیں اس کا جواب مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کی امالی فیض الباری سے نقل کرتا ہوں۔

''رمضان میں فرضیت صوم سے پہلے ایام بیض اور عاشورہ کے دن روزے رکھنے فرض تھے اور ایام معدودات کا چند گنتی کے دن کی تعبیر ان پر رمضان کے روزوں کی نسبت زیادہ واضح دلالت کرتی ہے اور ان پر صادق آتی ہے اور انہیں روزوں کے بارے میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۸۴]

''اور ان پر جو مشکل سے روزے رکھتے ہیں' فدیہ ہے' مسکین کو کھانا کھلانا۔''

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ صوم اور صیام کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ صلاۃ وصیام کے احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

كان يصوم ثلاثة أيام من كل شهر ويصوم يوم عاشوراء، فأنزل الله تعالى: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ - إلى قوله - طَعَامُ مِسْكِيْنٍ، فكان مَن شاءَ أن يصوم صامَ، ومَن شاءَ أن يفطر ويطعم كل يوم مسكيناً أجزأهُ ذلك، وهذا حولٌ، فأنزل الله تعالى: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ - إلى - أَيَّامٍ أُخَر، فثبت الصيام على مَن شهد الشهر، وعلى المسافر أن يقضي، وثبت الطعام للشيخ الكبير والعجوز اللذين لا يستطيعان الصوم (۱)

''رسول اللہ ﷺ ہر ماہ تین دن اور عاشورہ کے دن روزے رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد نازل فرمایا کہ تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم بچو۔ گنت کے دن' تم میں سے جو مریض ہو یا مسافر تو اس کو دوسری دنوں سے گنتی پوری کرنی چاہئے اور جن کو تکلف سے روزہ کی طاقت ہے تو اُن کے ذمہ ایک فقیر کا کھانا ہے۔ پس جو چاہتا تھا روزہ رکھتا تھا اور جس نے چاہا افطار کر لیا اور ایک مسکین کو کھانا کھلایا تو اس کو یہ کافی ہو جاتا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا' جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور روشن راہ پانے اور حق کا باطل سے جدا کرنے کی دلیلیں' جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو ضرور اس کا روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار یا مسافر ہو تو اس کو اور دنوں میں گنتی پوری کرنی چاہئے تو جو رمضان میں تندرست اور مقیم ہے اس پر رمضان میں صیام کو لازم اور ثابت رکھا اور مسافر پر اس کا قضاء کرنا لازم کر دیا اور شیخ کبیر اور عجوز کبیرہ کے لیے مسکین کو کھانا کھلانے کی رخصت دے دی (۲)۔''

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان صریح دلیل ہے کہ پہلی آیات ایام بیض کے حق میں ہیں اور فرضیت

---

(۱) سنن ابی داود' کتاب الصلاۃ [۲] باب کیف الاذان [۲۸] حدیث: ۵۰۷.

(۲) فیض الباری ۳: ۳۲۰-۳۲۱' کتاب الصوم [۳۰] باب وجوب صوم رمضان [۱] بذیل حدیث: ۱۸۹۲.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رمضان کا بیان شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ سے شروع ہوتا ہے اور اس سے کَمَا کُتِبَ کی وجہ تشبیہ بھی ظاہر ہوگئی کہ گذشتہ امتوں میں ایام بیض کے روزے رکھے جاتے تھے اور رمضان کے روزے صرف اس امت کی خصوصیت ہے۔ رمضان کی فرضیت نے ایام بیض کے روزوں کی فرضیت منسوخ کردی اور فدیہ کا حکم شیخ کبیر اور عجوزہ کبیرہ کے حق میں باقی رکھا، جس کی تصریح سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کردی ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ منسوخ نہیں ہے بلکہ اس آیت کی مراد شیخ کبیر اور مرأۃ کبیرۃ ہیں جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتیا وران کے حق میں یہ حکم باقی ہے۔

اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر امام بخاری نے صفحہ: ۶۴۷ پر نقل کیا ہے (۱)۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ فدیہ کا حکم اس آیت کے تحت شیخ کبیر اور عجوزہ کبیرہ کے حق میں مشروع ہے۔ جنس فدیہ بالکلیہ منسوخ نہیں ہے۔ چھ مسائل میں فقہاء نے اس کا ذکر کیا ہے اور فدیہ کی دلیل اور ماخذ صرف یہی آیت ہے کہ بعض محل اور جزئیات میں وہ محکم اور باقی ہے (۲)۔"

اس آیت کا حکم کہ روزہ رکھنے اور افطار کرنے میں اختیار تھا اگرچہ منسوخ ہو چکا ہے مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کا اثر بالکل جاتا رہا اور کسی حال میں بھی اس کا اثر باقی نہیں رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریح کے بعد شیخ اور عجوزہ کے حق میں اس کے باقی رہنے میں کوئی شک نہیں اور فقہاء کے چھ مسائل میں فدیہ کی مشروعیت بتلانا اس کو زیادہ واضح اور بے شبہ کرتا ہے کہ بعض حالات اور محل میں فدیہ مشروع ہے اور اس مشروعیت کا ماخذ آیت فدیہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور یہ استفادہ اس آیت سے صرف اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ اس کو تلاوت میں

---

(۱) قال عطاء: سمعتُ ابن عباس یقرأ: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ قال ابن عباس: لیست بمنسوخة، هو الشیخ الکبیر والمرأة الکبیرة لا یستطیعان أن یصوما فَلْیُطعِمان مکانَ کل یومٍ مسکیناً فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ.
[صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن [۶۵] باب قوله: ایاماً معلومٰت [۲۵] حدیث: ۴۵۰۵]

(۲) فثبتَ الصیامُ علی مَن ثَبتَ الشهرَ، وعلی المسافر أن یقضی، وثَبتَ الطعامُ للشیخ الکبیر والعجوز اللذین لا یستطیعان الصوم. [فیض الباری ۳: ۳۲۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باقی رکھا گیا ہے اور اس جنس میں ورود حکم کے تذکرہ اور یاد دہانی کرتی ہے۔ اگر اس آیت کی تلاوت باقی نہ رکھی جاتی تو فدیہ کی رخصت بھول جاتی اور کہیں بھی اس کی مشروعیت کا اثر باقی نہیں رہتا۔

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ (۱) فرماتے ہیں کہ:

''جب وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ والی آیت نازل ہوئی تو جس کا جی چاہتا تھا افطار کرتا تھا اور فدیہ دیتا تھا حتی کہ اس کے بعد کی آیت نازل ہوئی تو یہ فدیہ منسوخ کر دیا گیا اور افطار اور فدیہ دینے کا اختیار نہ رہا (۲)۔''

اگرچہ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ثابت کرتا ہے کہ صیام و افطار کی صورت میں فدیہ دینے کا اختیار رمضان کے بارے میں تھا مگر دونوں صحابہ اس بات پر متفق ہیں کہ بعد کی آیت نے صیام اور افطار کا اختیار منسوخ کر دیا اور نسخ کے باوجود بھی شیخ اور عجوزہ کبرہ کے حق میں روزہ رکھنا اور فدیہ دینا مشروع ہے اور یہ مشروعیت شاہ صاحب کے نزدیک صرف اس لیے ہے کہ آیت فدیہ کی تلاوت باقی رکھی گئی ہے اور وہ جنس میں بقاء فدیہ کی یاد دہانی کرتی ہے ورنہ بقاء فدیہ کی مشروعیت کی کوئی اور دلیل ثابت نہیں ہوتی۔

مثال

قتادۃ فرماتے ہیں: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. [سورۃ البقرۃ ۲:۱۱۵] یہ پہلا قبلہ ہے پھر اسے مسجد حرام کے قبلہ صلوٰۃ نے منسوخ کر دیا (۳)۔

---

(۱) سلمہ بن عمرو بن سنان الاکوع الاسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ اصحاب شجرہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سات غزوات میں شرکت کی۔ نہایت شجاع، دلیر اور بہادر تھے۔ تیر اندازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ نہایت تیز دوڑتے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غزوہ افریقہ میں شرکت کی۔ مدینہ منورہ میں ۷۴ھ=۶۹۳م کو وفات پائی۔ [الاستیعاب: ۲:۳۳۱، ترجمہ: ۱۰۱۷، الاعلام ۳:۱۱۳]

(۲) عن سَلَمَة قال: لما نزلت: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ كانَ مَن أرادَ أن يُفطر ويَفتَدِيَ حتى نزلتِ الآيَةُ التي بعدها فنسختها.

[صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن [۶۵] باب [۲۶] حدیث: ۴۵۰۷]

(۳) روى معمر عن قتادة في قوله: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، قال: هي القبلة الأولى ثم نسختها الصلاة إلى المسجد الحرام. [أحكام القرآن جصاص ۱:۶۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ.

[سورۃ البقرۃ ۲: ۱۴۴]

''اب مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیرا اور تم جس جگہ ہو اپنے منہ مسجد حرام کی طرف کرو۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''قرآن مجید نے جس پہلے نسخ کا ذکر کیا ہے وہ قبلہ کا نسخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. [سورۃ البقرۃ ۲: ۱۱۵]

''اور مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے، سو تم جس طرف بھی منہ کرو وہاں ہی اللہ متوجہ ہے۔''

تو نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کا استقبال رکھا اور نماز پڑھی اور خانہ کعبہ کا استقبال چھوڑ دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کعبہ کے استقبال کا امر دیا اور بیت المقدس کے استقبال کو منسوخ فرما دیا اور فرمایا: وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ. [سورۃ البقرۃ ۲: ۱۵۰]: ۳۰۳

عطاء کی طرح عکرمہ نے بھی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور ابو العالیہ، حسن، قتادۃ اور سدی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

حافظ ابن جریر فرماتے ہیں کہ:

''دوسرے مفسرین نے فرمایا ہے کہ جب کعبہ کا استقبال فرض نہیں کیا گیا تھا اس وقت یہ آیت نازل کی گئی تھی تا کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلوم رہے کہ مشرق و مغرب کی جس جہت کی طرف چاہیں اپنا منہ کر کے نماز پڑھیں۔ اللہ اسی جہت میں متوجہ ہے۔ مشرق و مغرب اور کوئی مکان اللہ کی توجہ سے خالی نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا:

وَلَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَمَا كَانُوا. [سورۃ المجادلۃ ۵۸: ۷]

''اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں۔''

کوئی مجلس، کوئی سرگوشی اور کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا جہاں اللہ تعالیٰ کا علم محیط موجود نہ ہو پھر اس کے بعد وہ نسخ کیا گیا اور مسجد حرام کا استقبال فرض کر دیا گیا اور مسجد حرام کی توجہ لازم کر دی گئی (۱)۔''

(۱) وقال آخرون: بل أنزل اللّٰه هذه الآية قبل أن يفرض على نبيه ﷺ وعلى المؤمنين به ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کے عام عنوان اور صحابہ اور تابعین کے آثار و اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء میں عرب کے دستور کے مطابق کعبہ کا استقبال کیا گیا اور بیت المقدس کے استقبال کے وقت یہ بتلایا گیا کہ نماز میں استقبالِ کعبہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توجہ ہر جگہ ہے جہاں کا استقبال رکھو اور توقع پر نماز پڑھو کہ اللہ اسے قبول کرے گا مگر دوسری آیت نے استقبال بیت المقدس کے بعد نماز میں کعبہ کے استقبال کا امر دیا اور کعبہ کی توجہ پر خصوصیت کے ساتھ مدلل تبصرہ فرمایا اور ہمیں بتایا گیا کہ نماز میں استقبالِ کعبہ ضروری اور لازم ہے اور ہم نے قرآن مجید کے عموم عنوان میں عام جہت کے استقبال کو نسخ اور مرفوع سمجھا۔

www.kitabosunnat.com

اس آیت کا حکم نسخ کیا گیا مگر آپ جانتے ہیں کہ اس کی تلاوت باقی ہے اور تلاوت میں اس کے باقی رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ کسی حال، کسی محل، جزئیہ اور جنس میں عمل کیا جا سکتا ہے اور اگر اس کی تلاوت باقی رکھی جاتی تو کسی وقت بھی ہماری حرکت فکری شروع نہ ہوتی کہ آیا کسی وقت اور کسی حال میں استقبالِ کعبہ چھوڑا جا سکتا ہے یا نہیں مگر اس آیت کی تلاوت نے ہمیں اس پر غور کرنے کی دعوت اور سوچنے کا موقع دیا اور دین کے تمام نظام کو سامنے رکھ کر ہم نے سمجھ لیا کہ فرائض، امن اور اقامت کی حالت کے سوا نوافل اور شدت خوف کے وقت کی نماز میں قرآن مجید کے عموم عنوان پر عمل کیا جا سکتا ہے اور استقبال کعبہ لازم اور ضروری اور باقی نہیں رہتا۔ نسخ صرف فرائض اور امن و اقامت کے حال میں ہو چکا ہے۔ نوافل اور شدت خوف کی حالت میں اس آیت کا حکم باقی ہے۔

چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"کہ رسول اللہ ﷺ مشرق کی طرف سواری پر نماز پڑھتے تھے اور جب فرائض پڑھنا چاہتے

......التوجهَ إلى شطر المسجد الحرام، وإنما أنزلها عليه مُعْلِماً نبيه ﷺ بذلك وأصحابه أن لهم التوجه بوجوههم للصلاة حيث شاؤوا من نواحي المشرق والمغرب، لأنهم لا يوجهون وجوههم وجهاً من ذلك وناحيةً إلّا كان جل ثناؤه في ذلك الوجه وتلك الناحية، لأن له المشارق والمغارب، وأنه لا يخلو منه مكانٌ، كما قال عزوجل: وَلَآ أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَمَا كَانُوْا ثم نُسخ ذلك بالفرض الذي فرض عليهم في التوجه شطر المسجد الحرام. [تفسیر ابن جریر ۱: ۵۴۹، فقرہ: ۱۸۳۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے تو سواری سے اترتے اور کعبہ کا استقبال فرماتے تھے (۱)۔" [دارمی' جلد اول: ۳۵۶]

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ (۲) فرماتے ہیں کہ:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو سواری پر نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا اور جس طرف سواری کا منہ ہوتا تھا اسی طرف کو سر سے اشارہ فرماتے تھے لیکن فرض نماز میں ایسا نہیں کرتے تھے بلکہ سواری سے اترتے اور کعبہ کا استقبال فرماتے تھے (۳)۔" [دارمی' جلد اول: ۳۵۶]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ صلوٰۃ خوف کے بارے میں پوچھنے والے کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اگر خوف زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لے تو پیدل ہو کر نماز پڑھو یا سوار ہو کر پڑھو۔ قبلہ کا استقبال ہو یا نہ ہو"

نافع فرماتے ہیں کہ میں گمان نہیں کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد فرمائے بغیر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا ہو (۴)۔" [موطأ مالک' جلد اول: ۱۴۹]

---

(۱) أنّ رسول اللہ ﷺ كان يصلي على راحلته نحو المشرق فإذا أراد أن يصلي المكتوبة نزل فاستقبل القبلة.

[سنن دارمی ۱:۴۲۶' کتاب الصلاۃ [۲] باب الصلاۃ علی الراحلۃ [۱۸۱] حدیث: ۱۵۱۳' صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلاۃ [۱۸] باب ینزل للمکتوبۃ [۹] حدیث: ۱۰۹۹' صحیح مسلم' کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ [۵] باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ما کان من اباحتہ [۷] حدیث: ۳۶-۵۴۰]

(۲) عامر بن ربیعہ بن کعب العنزی رضی اللہ عنہ' قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے حج کے سال اُنہیں مدینہ منورہ کا نگران مقرر کیا تھا۔ ۳۳ھ=۶۵۳م کو وفات پائی۔ [الاستیعاب: ۳۹۷' ترجمہ: ۱۳۲۸' الاعلام ۳: ۲۵۱]

(۳) رأيتُ رسول اللہ ﷺ يُسَبِّحُ وهو على الراحلة ويومئُ برأسه قبلَ أيّ وجهٍ توَجَّهَ ولم يكن ذلك رسول اللہ ﷺ يصنع ذلك في الصلاة المكتوبة.

[سنن دارمی ۱:۴۲۶' کتاب الصلاۃ [۲] باب الصلاۃ علی الراحلۃ [۱۸۱] حدیث: ۱۵۱۴' صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلاۃ [۱۸] باب صلاۃ التطوع علی الدواب [۸] حدیث: ۱۰۹۳' صحیح مسلم' کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا [۶] باب جواز صلاۃ النافلۃ علی الدابۃ [۴] حدیث: ۴۰-[۷۰۱]

(۴) فإن كان خوفاً هو أشدَّ مِن ذلك صَلُّوا رِجالاً قياماً على أقدامهم أو ركباناً مُستقبِلي القبلةِ أو غيرَ مستقبلها. قال مالك: قال نافع: لا أرى عبدَ اللهِ بنَ عمرَ حَدَّثه إلّا عن رسول اللہ ﷺ. [موطأ امام مالک ۱:۱۸۴' کتاب صلاۃ الخوف [۱۱] باب صلاۃ الخوف [۱] حدیث: ۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ''سورۃ البقرہ کی آیت: فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ نوافل کے حق میں محکم ہے اور وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ کے لیے مخصص ہے (۱)۔''

[فتح الباری جلد: ۷: ۱۷۵]

رسول اللہ ﷺ کے عمل و ارشاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار نے یہ ثابت کیا کہ نوافل اور اشتداد خوف کی نماز میں آیت محکم ہے اور نوافل اور اشتداد خوف کی نماز میں کسی جہت کو قبلہ رکھنے کی وسعت کا ماخذ اور دلیل صرف یہی آیت ہے اگر یہ آیت باقی نہ رکھی جاتی تو مذکورہ مسائل جو ضرورت کے وقت ایسے ہونے چاہئے تھے کہاں سے لیے جاتے اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کا ماخذ قرآن مجید میں کہاں ہوتا اور آپ ﷺ کے پیغمبرانہ تبیین و تفصیل میں مذکورہ احکام کی بنیاد قرآن مجید کی کس آیت پر ہوتی؟ یہ حکمت ہے یا فائدہ کہ کسی آیت کے حکم کو کسی حال او محل میں منسوخ کرنے کے باوجود بھی اس آیت کو باقی رکھا گیا تا کہ کسی دوسرے حال اور وجہ میں کسی محل اور جزئیہ میں اس کا حکم قائم کیا جائے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قرآن مجید کے عنوان کا حسن و اعجاز ہے کہ وہ اپنے عموم کو صرف نظری اور علمی نہیں رکھتا بلکہ ضرور ہے کہ وہ کسی صورت اور کسی مرتبہ میں معمول بہ ہو جیسے:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. [سورۃ البقرۃ ۲: ۱۱۵]

عام عنوان ہے اور اس سے ہر جہت کی طرف توجہ مراد نہیں ہے بلکہ نوافل میں اس پر عمل ظاہر کرنا مقصود تھا یا جیسے:

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ. [سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۴] کا ظاہر ذکر میں نماز کا انحصار ہے کہ نماز سے مقصود اعظم اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اگرچہ وہ تمام احوال میں معمول بہ نہ ہو لیکن صلاۃ خوف میں اس پر عمل کیا جائے گا جیسے زہری نے فرمایا:

''جب خوف میں نماز مشکل ہو گئی تو پھر صرف تکبیر کفایت کرتی ہے اور وہ صرف قرآن مجید کے عنوان پر عمل ہے۔'' [فیض الباری]

---

(۱) فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ فإنها محكمةٌ في التطوع مخصصةٌ لعموم قوله: وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ.

[فتح الباری ۸: ۱۹۴، کتاب التفسیر [۶۵] بذیل ترجمۃ الباب: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً [۴۱]]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یُطِیْقُوْنَہٗ کا معنی

زمخشری (۱) کشاف میں لکھتے ہیں (۲) کہ:

"فعل اِطَاقَۃٌ اپنے مادہ کے لحاظ سے تعذُّر وتعسُّر (۳) میں استعمال ہوتا ہے جب کسی بھاری پتھر کو اٹھانا بیان کرنا ہو تو کہا جاتا ہے:

أطيق أن أحمل هذا الحجر الثقيل .

"میں اس بھاری پتھر کو اٹھا سکتا ہوں۔"

یا کہا جاتا ہے کہ: أطيق أن أصلى الليلة كلها.

"میں ساری رات قیام کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔"

لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ: إنك تطيق أن ترفع اللقمة إلى فيك أو هذا القلم إلى أذنك.

"آپ لقمہ منہ میں ڈال سکتے ہیں یا قلم کان میں رکھ سکتے ہیں۔"

چونکہ لقمہ منہ میں ڈالنا اور کان پر قلم رکھنا مشکل اور متعذر نہیں ہے اس لیے اس کے لیے اِطَاقَۃٌ کا استعمال نہیں کیا جاتا اس لیے جب قرآن مجید میں وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فرمایا گیا تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اس قسم کے معذوروں کا بیان ہے جن کو روزہ رکھنا متعذر اور متعسر ہے۔ روزہ رکھ تو سکتے ہیں لیکن جان مار کر' جو لوگ سخت تکلیف اٹھا کر روزہ رکھتے ہیں ان کے لیے فدیہ مشروع ہے۔ آیت میں طاقت کی نفی مراد ہے مگر اس طریقہ پر کہ ان کی

---

(۱) محمود بن عمر بن محمد بن احمد' خوارزمی' جار اللہ' ابو القاسم' خوارزم کے مضافاتی گاؤں زمخشر میں ۴۶۷ھ = مطابق ۱۰۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ عرصہ دراز تک مکہ معظمہ میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے جار اللہ کہلائے خوارزم ہی میں ۵۳۸ھ = ۱۱۴۴ء کو وفات پائی۔ لغوی' ادیب' حنفی اور معتزلی تھے۔

[الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ ۲: ۱۶۰' الاعلام ۷: ۱۷۸]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صالح' لكنه داعية إلى الاعتزال' أجارنا الله منه' فكن حذرًا من كشافه. [میزان الاعتدال ۴: ۷۸' ترجمہ: ۸۳۶۷' لسان المیزان ۶: ۴' ترجمہ: ۶]

"روایت حدیث کے سلسلے میں صالح اور داعی معتزلی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعتزال سے اپنے حفظ وامان میں رکھے [آمین] لہٰذا اُن کے کشاف کے بارے میں محتاط رہیے۔"

(۲) یہ امام زمخشری کی عبارت نہیں' اُن کی عبارت اُن کی تفسیر کشاف ۱: ۲۲۶ میں پڑھی جا سکتی ہے۔

(۳) عذر' مصیبت' تنگی' تکلیف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برداشت میں عسر ہے اور حرف نفی [لا] کی تقدیر کو علماء نے پسند نہیں کیا ہے اس لیے کہ کلام کا حسن اور اس کی روانی باقی نہیں رہتے اور کلام سے امان اٹھ جاتا ہے اس لیے کہ منفی اور مثبت میں فرق کرنا مشکل ہو جائے گا اور مثبت کلام میں احتمال ہوگا کہ وہ منفی ہے (۱)۔"

امام طحاوی (۲) نے مشکل الآثار میں سیدنا ابن عباس ﷺ سے (۳) اور حافظ ابن کثیر نے سیدنا ابن مسعود ﷺ سے يُطِيْقُوْنَهُ کا ترجمہ يَتَجَشَّمُوْنَهُ نقل کیا ہے (۴)۔

لغت میں جَشِمَ ثقل اور ثقیل بوجھ کو کہا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ:

---

(۱) ثم إنهم تعلموا هذا الجواب من الكشاف ولم يُدرِكوا مراده فحرّفوهُ إلى ما ترى.

قال الزمخشري ما حاصله: إنّ فعلَ الإطاقةِ بمادته لا يُستعمَلُ إلّا فيما يُتعذَّرُ أو يُتعسّرُ، فإنك تقول: إني أطيقُ أن أحمل هذا الحجر الثقيل، أو أن أسرُدَ في الصيام، أو أن أصلي الليلة كلها مثلاً، ولا تقول أبداً: إنك تطيق أنْ ترفع اللقمةَ إلى فيك، أو هذا القلم إلى أذنك، أو نحو ذلك مما لا عُسرَ فيه.

إذا علمتَ هذا فاعلم أن الله تعالى لما ذكر الذين يُطيقون الصيامَ عَلِمْنا أنهم هم المعذورون الذين تَعذَّرَ عليهم الصيام أو تَعَسَّرَ إلّا بِشِقِّ الأنفسِ، وكأنهم سُلِبَتْ عنهم الطاقةُ، فنفيُ الطاقةِ مرادٌ بهذا الطريق، لا أنه ذهب إلى تقدير حرف النفي، فإنه لا يقوله عاقلٌ، فكيف مَن كان فرداً في البلاغةِ؟ وإذَنْ حاصل الآيةِ: أنّ الفدية أيضاً كانت مشروعة يومئذٍ بشرط أن يَّشُقَّ عليهم صيامها، فكانت الفديةُ في تلك الأيام.

[فیض الباری ۳: ۳۲۱-۳۲۲، کتاب الصوم [۳۰] بذیل ترجمۃ الباب: وجوب صوم رمضان [۱]

(۲) احمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمۃ بن عبدالملک، ازدی، حجری، مصری، طحاوی، حنفی، مصر کے علاقہ طحا کے ایک گاؤں میں ۲۳۹ھ=۸۵۳م کو پیدا ہوئے اس لئے طحاوی کہلائے۔ علم حدیث اور علم فقہ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اُن کی تالیفات بغور پڑھنے سے اُن کے علمی رتبہ، وسعت و تبحر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے آپ انہیں الإمام، العلامة، الحافظ الكبير، محدث الديار المصرية وفقيهها جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ ابتدائی عمر میں شافعی المسلک تھے پھر حنفی ہو گئے۔ قاہرہ میں ۳۲۱ھ=۹۳۳م کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۵: ۲۷-۳۳، الاعلام ۱: ۲۰۶]

(۳) وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ، قال ابن عباس ﷺ: الذين يتجشمونه ولا يطيقونه يعني إلّا بالجهدِ: الحُبلَى، والكبير، والمريض، وصاحب العطاس. [مشکل الآثار ۲: ۱۴۳-۱۴۴]

(۴) وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ: أي: يتجشمونه، كما قاله ابن مسعود ﷺ وغيره، وهو إختيار البخاري. [تفسیر ابن کثیر ۱: ۲۹۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلقى عَلَيَّ جشمه أي: ثقله' ومن البعير صدره (۱).

"اونٹ نے مجھ پر اپنا سینہ رکھا۔ سینے کا بوجھ مجھ پر ڈالا (۲)۔"

اور کہا جاتا ہے کہ: تَجَشَّمَ الْأَمْرَ: تكَلَّفَهُ عَلَى مشقةٍ (۳).

"اس کو مشقت کی تکلیف دی۔ مشقت سے اس کو اٹھایا۔"

معنی یہ ہیں کہ جو لوگ مشقت' تعذر اور جہد سے روزہ رکھ سکتے ہیں ان کے لیے فدیہ روزے کا قائم مقام ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ: شیخ کبیر جو تکلیف اور جہد کے بغیر روزہ نہیں رکھ سکتا اس پر فدیہ ہے (۴)۔

جیسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ جب زیادہ بڑھاپے میں پہنچے تو دو سال یا ایک سال فدیہ دیتے رہے (۵)۔

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ میں بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت مراد ہیں (۶)۔

---

(۱) المنجد فی اللغۃ: ۹۲.

(۲) اَلقى عَلَيَّ جشمه کے معنی ہیں: اُس نے مجھ پر اپنا بوجھ ڈالا اور جب اس لفظ کا استعمال اونٹ کے لیے کیا جاتا ہے' تو اُس وقت اس کا معنی ہوتا ہے: اونٹ نے اپنے سینے کا بوجھ مجھ پر ڈالا۔"

(۳) المنجد فی اللغۃ: ۹۲.

(۴) هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة' لا يستطيعان أن يصوما فَلْيُطعِمان مكانَ كل يوم مسكيناً فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ.

[صحیح بخاری' کتاب تفسیر القرآن [۶۵] باب قولہ: ایاما معلومٰت [۲۵] حدیث: ۴۵۰۵]

(۵) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی کوئی روایت مجھے نہ مل سکی' البتہ سیدنا قیس بن سائب بن عویمر قرشی مخزومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ: أنه كبر فلم يقدر على الصوم فقال: يطعم عن كل إنسان لكل يوم مدين فأطعموا مني ثلاثاً. [احکام القرآن' جصاص ۱:۱۷۹' الاستیعاب: ۶۱۵' ترجمہ: ۱۱۵۷] "آپ نہایت بڑھاپے کو پہنچ گئے اور روزہ رکھنے کی قدرت اور صلاحیت جاتی رہی' تو آپ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں ایک انسان کے ایک روزے کے عوض دو مُدّ دیے جاتے ہیں تو میری طرف سے تین مُدّ دیے جائیں۔"

(۶) قال: الشيخ والشيخة. [اَحکام القرآن' جصاص ۱:۱۷۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام جصاص نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن عباس‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عکرمہ اور سعید بن المسیب وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوِّقُوْنَهُ پڑھتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ روزہ رکھنے سے عاجز آگئے ہیں یا یہ معنی ہیں کہ بڑی تکلیف اور سخت تعسر سے روزہ رکھ سکتے ہیں تو ان پر فدیہ ہے (۱)۔

[جصاص جلد۱: ۲۰۶]

يُطَوِّقُوْنَهُ کی قراءت درحقیقت يُطِيْقُوْنَهُ کی تفسیر ہے‘ اس قراءت نے متواتر قراءت کے معنیٰ کی وضاحت اور تفسیر کر دی ہے۔

روزے کی بحث میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. [سورۃ البقرۃ ۲: ۱۸۵]

”اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔“

اللہ تعالیٰ کے یہاں اصول اور اس کا لحاظ ہے کہ تم پر دشواری نہ ہو اور سہولت رہے اور یہ بھی مدنظر رہے کہ تم سراسر خیر وہدایت پالو۔ جب حق تعالیٰ نے ہم پر روزہ فرض کر دیا تو لازم ہے کہ یہ دین ہے اور اس کے دین ہونے سے لازم ہے کہ وہ متعسر اور متعذر نہیں ہے۔ اگر روزہ میں تعسر اور تعذر ہو تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے تعسر چاہا ہے اور مشقت ہر تکلیف کے لیے لازم ہوتی ہے‘ لیکن صرف مشقت عسر نہیں‘ اس لیے کہ اکثر اعمال خواہ وہ دنیوی ہوں یا اخروی‘ انسان پر گراں گزرتے ہیں اور ان کے کرنے میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔

عسر عربی زبان کے عرف میں امور عظیمہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کسی ایسے امر کے لیے اس کا استعمال نہیں کیا جاتا جس میں مشقت اور گرانی ہوتی ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ: فلانٌ في عُسر‘ تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ عظیم مرض میں یا خوف یا شدید فقر میں ہے‘ البتہ اگر کلام میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہے کہ شدید اور عظیم عسر مراد نہیں ہے تو پھر

---

(۱) وكان ابن عباس وعائشة وعكرمة وسعيد بن المسيب يقرؤنها: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوِّقُوْنَهُ‘ فاحتمل هذا اللفظ معاني‘ منها ما بيّنه ابن عباس أنه أراد الذين كانوا يطيقونه ثم كبروا فعجزوا عن الصوم فعليهم الإطعام‘ و المعنى الآخر: أنهم يكلفونه على مشقة فيه‘ وهم لا يطيقونه لصعوبة فعليهم الإطعام. [أحكام القرآن ۱: ۱۷۶-۱۷۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشقت اور گرانی مراد ہو جاتی ہے' ورنہ جہاد عسر ہوگا۔ حج عسر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کلیہ' کل شریعت عسر و تشدید اور تحریج و تغلیظ ثابت ہوگی اس لیے کہ ان تمام افعال اور شریعت کے تمام اوامر کی تعمیل میں کسی نہ کسی درجہ میں مشقت ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین سے حرج کی نفی ہے اور سہولت کو اس کا وصف بیان فرمایا ہے البتہ منفقین کے سینوں میں حرج ہوتا ہے اور خبیث نفوس خیر سے دین کے احکام اور اوامر سے نفرت رکھتے ہیں اس لیے ان میں سہل بھی تعسر جانتے ہیں اور ان کو عادت نہیں ہوتی اور چاہتے نہیں اس لیے ان کو تعسر معلوم ہوتا ہے ورنہ ان میں فی نفسہٖ کوئی صعوبت نہیں ہوتی۔

آپ جانتے ہیں کہ اہل صلاح و تقویٰ بہت سے افعال خیر کو سہل جانتے ہیں لیکن جن میں صلاح اور تقویٰ نہیں وہ ان کو عسر سمجھتے ہیں۔ اگر امر مشروع میں فی نفسہٖ عسر ہوتا تو وہ سب کے لیے اور سب پر ہوتا لیکن سب کو معلوم ہے کہ کسی پر عسر ہوتا ہے اور کسی پر نہیں ہوتا اور کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا اس حقیقت کو قرآن مجید نے اس طرح واضح فرمایا ہے کہ:

وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ. [سورۃ البقرۃ ۲:۴۵]

''اور البتہ وہ [نماز] بھاری ہے مگر خشوع [اللہ کے سامنے فروتنی کرنے والوں] پر [نہیں]۔''

یہ آیت بتلاتی ہے کہ عسر اور حرج افعالِ خیر میں نہیں ہوتا بلکہ نفوسِ سوء کے اعتبار سے ان میں عسر اور حرج پیدا ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ.

[سورۃ الانعام ۶:۱۲۵]

''اور جسے چاہتا ہے کہ گم راہ کرے تو اُس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔''

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ طاعات میں جو مشقت ہے اس کا مدار دواعی اور صوارف پر ہے اور اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ ایسے کام ضرور کیے جاتے ہیں جن میں نماز کے مقابلہ پر بہت زیادہ مشقت ہوتی ہے مگر نماز میں اس قدر اور اس درجہ عسر محسوس کیا جاتا ہے کہ یہ اربابِ ہمم اس کے قریب جانے کی ہمت نہیں کرتے۔ قلب کی قساوۃ' گناہوں کی کثرت' لہو و لعب کے مشاغل اور عدم ریاضت اعمال خیر میں عسر موہوم پیدا کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ جانتے ہیں کہ کہ رات کو اٹھ کر عبادت [رات کو تہجد کی نماز] نفس پر شاق گزرتی ہے لیکن قصہ گوئیوں، میلوں اور سینما ہال میں تمام رات یا کسی حصہ میں جاگنا برداشت کیا جاتا ہے، اسی طرح روزہ رکھنے میں جس کسی کو تعسر محسوس ہوتا ہے وہ ان مذکورہ باطنی امراض کا بیمار ہے۔

آیت وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ میں ذکر فدیہ پر اقتصارِ ایجاب ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ فدیہ کے سوا اس پر اور کچھ نہیں ہے۔ رمضان میں یا ایام بیض کے دنوں میں واجب یا تو روزہ ہے اور یا فدیہ اور اگر فدیہ ہے تو روزہ واجب نہیں ہے اور جو لوگ دین سے کھیلنا چاہتے ہیں، اتباع ہوئی کو دین جانتے ہیں اور اِراحۃ نفس اُن کا مقصد حیات ہو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ رکھ سکنے والوں کو بھی جائز ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور فدیہ دے دیں اگرچہ اس آیت کو وہ اپنے لیے حجت بناتے ہیں مگر اِلحاد اور قرآن مجید کے اسلوب سے بے علمی اور بے سمجھی نے انہیں یہ کہنے پر تیار کیا ہے ورنہ قرآن مجید میں اس کی کچھ حقیقت نہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ کے بعد یہ مذکور نہیں کہ ''اور روزہ نہ رکھنا'' اگر قرآن مجید اپنے الفاظ میں ان کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا تو خاص عذر کے بغیر رمضان کے دنوں میں روزہ نہ رکھنا قرآن مجید ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ قرآن مجید جس چیز کو مکروہ جانتا ہے اس کا ذکر چھوڑ دیتا ہے اس لیے کہ وہ فصاحت کے ذِرْوَۃُ عُلْيَا(۱) میں ہے کسی ناپسندیدہ شئے کا ذکر اسے مرغوب نہیں، حکم فدیہ کے باوجود بھی قرآن مجید کے الفاظ میں وَلَمْ يَصُوْمُوْا مذکور نہیں اس لیے کہ وہ مرغوب نہیں ہے اور متکاسل طبائع کے لیے قرآن مجید گنجائش نہیں چھوڑتا اور فدیہ کا حکم اجازت یا رخصت نہیں ہے کہ اس سے یہ فائدہ اٹھایا جائے کہ طبیعت پر روزہ رکھنا گراں ہے اس لیے عزیمت کو چھوڑا اور رخصت سے فائدہ اٹھایا بلکہ رمضان میں روزہ فرض ہے۔ اگر اصل روزہ میں وہی مجبوری ہے جو اوپر مذکور ہوئی ہے تو اس کا بدل فدیہ ہے اس لیے کہ فدیہ وہ ہوتا ہے کہ کسی شے کا قائم مقام ہو اگر فدیہ بھی روزہ کی طرح اصل ہوتا اور صوم اور فدیہ میں اختیار ہوتا تو فدیہ روزہ کا بدل نہ ہوتا جیسے یمین کا کفارہ دینے والا اشیاء ثلاثہ میں جس چیز کو چاہے اس کو اختیار ہے کہ کفارہ میں دے دے اور جس شے کو اس

---

(۱) بلند چوٹی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کفارہ میں دے دیا تو وہ دوسرے کا بدل نہیں ہے اس لیے کہ قرآن مجید نے ان میں سے ہر ایک دینے کا اسے اختیار دیا ہے۔

اگر قرآن مجید رمضان کے دنوں میں روزہ رکھنے اور فدیہ دینے میں اختیار دیتا یا ایسی معذوری کے بغیر بھی جس کے اٹھنے سے مایوی ہو چکی ہے جیسا شیخ کبیر اور عجوزہ کبیرہ کہ اپنی مجبوری سے روزہ رکھنے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ کسی دوسرے کو روزہ کی جگہ فدیہ دینے کا حق دیتا تو مریض اور مسافر جن کو قرآن مجید نے رمضان کے دنوں میں افطار کرنے کی اجازت اور رخصت دی ہے جب وہ سفر سے واپس ہو جائے یا اس کی صحت ہو جائے تو قرآن مجید ایام مرض یا ایام سفر میں یا سفر اور اقامت کے بعد مریض اور مسافر کو فدیہ دینے کا حق یا امر دے دیتا مگر آپ جانتے ہیں کہ جب مریض صحت پالے اور جب مسافر سفر سے واپس ہو جائے تو ان کو رمضان کے دنوں کی قضاء کرنے کا امر دیا گیا ہے اور فدیہ دینے کا حق نہیں دیا گیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سواءِ خاص عذر کے جس کا ذکر ہو چکا ہے اور اس معذور کے جو اپنی صحت سے مایوس ہو چکا ہے اور کوئی صورت ایسی نہیں ہے کہ روزہ کی جگہ فدیہ بدل ہوتا ہو یا روزہ کی جگہ فدیہ دینے کا اختیار باقی ہو۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَمَنْ كَانَ مَرِيضاً أَوْعَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ. [سورة البقرة ۲:۱۸۵]

”اور جو کوئی بیمار یا مسافر تو اسے اور دنوں سے گنتی پوری کرنی چاہئے۔“

اگر آپ سوچیں تو آپ کو یہ ثابت ہوگا کہ یہ مجتہدین اگر مذکورہ آیت سے رمضان کے دنوں میں یا بعد میں فدیہ دینے کا حق ان لوگوں کے لیے بھی ثابت کرتے ہیں جو طبعی گرانی کی وجہ سے روزہ رکھنے سے گھبراتے ہیں تو اس سے زیادہ صریح دلالت آیت میں ان کے خلاف یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے ساتھ ان کو فدیہ دینے کا بھی حکم دیا جاتا ہے اس لیے کہ آیت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جن کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے مگر روزہ نہیں رکھا تو ان پر فدیہ ہے بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ جن کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے ان پر روزے کے ساتھ فدیہ ہے۔

آیت نے ان پر فدیہ واجب اور لازم کر دیا اور روزے کا وجوب پہلے سے آ رہا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ تو صوم کا وجوب یا فرضیت پہلے سے اپنے حال پر قائم ہے اور فدیہ کا اس پر اضافہ کیا گیا ہے تو ان کو چاہئے کہ ایسے متکاسل طبائع کے فیشن ایبلوں کو روزہ رکھنا اور فدیہ دینا دونوں بتلایا کریں۔ واللہ أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منسوخ التلاوۃ آیات

وہ آیات جن کی تلاوت منسوخ کی گئی ہے مگران میں جواحکام ذکر کیے گئے تھے وہ باقی رکھے گئے ہیں' اُن کے متعلق بھی مسٹر برق اور مسٹر پرویز کا سوال یہ ہے کہ ان کی تلاوت کیوں منسوخ کی گئی اور احکام کیوں باقی ہیں۔ بات یہ ہے کہ خوئی بدرا بہانہ بسیار والا قصہ ہے۔ ان صاحبوں کا یہ فیصلہ ہے کہ عہد نبوت سے متصل اور مسلسل چلے آنے والے دین کے اس نظام' علم اور عمل میں شکست وریخت اور شکوک وشبہات کا رخنہ ڈالنا ان کی کوششوں اور دوڑ دھوپ کا آخری مقصد اور وظیفہ بنا رہا ہے اس لیے جہاں ان کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں ان کی ناکامی کی ذلت ڈھل جائے گی وہاں یہ سن لگاتے ہیں۔

سوچیے کہ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ انسان کو انسان کیوں بنایا گیا ہے اور جماد کو جماد کیوں رکھا گیا؟ آم اور انار کی صورت نوعی کیوں ایسی رکھی گئی کہ آم کے درخت پہ کیوں آم لگتا ہے اور انار کے درخت پر انار آتا ہے تو اس جواب کیا ہوگا؟

اس سوال کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ایسی کیوں ہیں اور اس کے خلاف کیوں نہیں ہیں؟ کیوں کا جواب کب تک ہوگا؟ سورج کے طلوع سے دن کیوں ہوتا ہے اور آفتاب کے غروب سے رات کیوں ہوتی ہے۔ نومبر اور جنوری میں سردی کیوں ہوتی ہے اور جون جولائی میں گرمی کیوں ہوتی ہے؟ اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ کا حکیمانہ نظام ہے' وہ اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے' اسی طرح شرعی نظام میں جو کچھ کیا گیا ہے اس کے اَسرار وحِکَم کی پوری اطلاع اور علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ہمیں اس قدر یقین ہوتا ہے اور ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ تمام حکمتیں ہماری بہتری اور مصالح کے لیے ہیں' تاہم میں نے جن علماء کی تحریروں میں تھوڑا بہت پڑھا ہے اسے یہاں مختصر نقل کردیتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ:

''آمدیم بر آنکہ فراموش شدہ است وجہ اِنسای آں بالخصوص چیست حالانکہ مضامین آیات باقیہ فی الحفظ نیز مماثل آں مضامین یا متقارب آنہا است' پس ایں سوال جوابے می خواہد در نہایت تفصیل وتطویل کہ حوصلہ ایں تفسیر گنجائش ندارد۔ دورایں جابر ہمیں اِجمال معنی عن التفصیل قناعت باید کرد دا گر بعض نکات را نفس تقاضائے شدید می نماید' ایں قدر باید شنید

www.KitaboSunnat.com

کہ بعض اوقات ہول مضمون آں وحی مقتضی آں می باشد کہ بار بار بر گوش نہ خورد مثل:

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ إِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا

کہ بیان رشد انواع عقوبات است، واحیاناً لفظے دیگر موجب مختصر تر ازاں لفظ در وحی سابق یا لاحق واقع است معنی ازاں می شود برائے تفہیم وایضاح فی الفور محتاج بانزال ایں لفظ منسی شدہ بودند کہ فرصت تامل در سابق یا انتظار لاحق نبود مثل:

لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِکُمْ فَإِنَّهُ کُفْرٌ بِکُمْ أَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِکُمْ (۱).

ازاں مغنی ست:

وَقَضٰی رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (۲) [سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۲۱]

وازہمیں قبیل ست نسخ: لَوْ کَانَ لِابْنِ آدمَ وَادٍ مِن ذھبٍ إلی آخر الآیۃ (۳).

کہ دو کلمہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ (۴) [سورۃ التکاثر ۱۰۲:۱-۲]

باجازت لفظ واختصار ازاں مغنی است۔

وگاہے تسلی وتشفی خاطر ہائے کبیدہ وحزن کشیدہ منظور می شود وازیں عنایت سبب انزال کلامی می گردد کہ بعد حصول تشفی وزوال حزن چنداں محتاج الیہ نمی ماند بلکہ تشبیہ مانند آں میگردد کہ کسے برائے کسے رقعہ بنویسد وبعضے از حاضر آں بنوشتن سلام خود نیز الحاح نمائند سلام آں حاضر در عبارت خود درج کردہ بنویسند، اگر مکتوب الیہ خواہد کہ نقل آں بگیرد، البتہ آں سلام وآں عبارت را اسقاط خواہد نمود، ہمیں معنی باعث نسخ:

بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا...... الی آخرہ (۵).

---

(۱) "اپنے آباء سے اعراض نہ کرو اس لیے کہ ان سے اعراض کرنا کفر ہے۔"

(۲) "اور تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔"

(۳) "اگر ابن آدم کے لیے ایک وادی سونے کا ہے تو دوسرا چاہے گا اور اگر دوسرا بھی مل جائے تو تیسرا چاہے گا۔ ابن آدم کا پیٹ مٹی کے بغیر نہیں بھرتا۔"

(۴) "تم کو مال کی بہت سی طلب نے غافل کیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔"

(۵) "شہداء بیر معونہ سے یہ حکایت نازل کی گئی کہ ہماری قوم کو یہ پہنچا دے کہ ہم اپنے رب سے ملے پس وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم کو خوش کر دیا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گشت کہ برائے تسلی اَحیا از طرف اموات پیغام می رسانیدن منظور بود و آں شدہ و بر ہمیں مثال باقی آیات منسیہ را قیاس باید نمود۔ [فتح العزیز' جلد اول: ۳۹۶]

شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ جن آیات کو رب نے بھلا دیا ہے ان کے معانی اور مضامین ان آیات میں مذکور ہیں جو قرآن مجید کی محکمات آیات میں ہیں لیکن منسوخ التلاوۃ آیات کا مضمون یا اس قدر ہولناک ہے کہ بار بار اس کا پڑھنا سماع پر بوجھ ڈالتا ہے اور بری طرح لرزتا ہے جیسے رجم کی آیت کہ رجم کی سزا بدتر سزا ہے اس لیے وہ بھلا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں ابتدا میں اس سے خطاب مناسب تھا اور اس کے بعد سورۃ النساء کی آیت کے اجمال میں' جس کی تفصیل رسول اللہ ﷺ کی حدیث نے فرمائی' یا سورۃ المائدۃ کی آیات میں رجم کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہا گیا اور اس پر فیصلہ کرنے کے امر میں رجم کا حکم باقی رکھا گیا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے اسی طرح منسوخ التلاوۃ آیت کے الفاظ سے زیادہ مختصر اور جامع الفاظ میں مضمون بیان کیا گیا ہے اس لیے وہ بھلا دی گئی اور اس کی ضرورت نہیں رہی۔

متکلم کی مرضی ہے کہ جیسے چاہتا ہے مخاطب کے مناسب کلام کرتا ہے۔ ابتدائی متکلم سے جو کلام کیا جاتا ہے اعلیٰ تعلیم کے طالب علم سے ایسا کلام نہیں کیا جاتا بلکہ وہ کلام بھی اونچا ہوتا ہے اور بعض آیات کی حکمت صرف ان غم رسیدہ لوگوں کی تسلّی تھی جن کو دوستوں اور قریبی رشتہ داروں کی شہادت نے صدمہ پہنچایا تھا اور یہ مراد پوری ہوئی اور ہمیشہ کے لیے تلاوت میں اس کو باقی رکھنا ضروری نہیں تھا اس لیے کہ حزن رسیدہ لوگوں کے سوا دوسروں کے لیے اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی جیسے شہداء بئر معونہ کی زبانی حکایت' اس لیے وہ بھلا دی گئی۔

شہداء بئر معونہ کی زباں سے ادا کی گئی حکایت میں ڈاکٹر برق کی یہ بے علمی سمجھ لیجئے کہ انہوں نے یہ حکایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ:

بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا.

حالانکہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا.

حدیث کی کسی کتاب میں اَنْ قَدْ لَقِيْنَا مذکور نہیں ہے (۱)۔

---

(۱) دو اسلام صفحہ: ۱۷۹ مطبعہ شیخ غلام علی میں اس حدیث کو درست کر کے درج کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ جانتے ہیں کہ أَنَّا قَدْ لَقِينَا اور أَنْ قَدْ لَقِينَا میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔
أَنَّا قَدْ لَقِينَا کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنے رب سے آملے اور وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر لیا اور أَنْ قَدْ لَقِينَا میں أَنْ شرطیہ ہے یعنی: اگر ہم اپنے رب سے ملیں گے۔
مگر برق صاحب کو اس سے کچھ غرض نہیں۔ آپ کو محض اپنا الو سیدھا کرنا ہے۔

امام العصر سید محمد انور شاہ صاحب کہتے ہیں کہ: ''آیات محکمات کے مقابلہ پر اعجاز میں منسوخ التلاوۃ آیات کو میں نے نازل پایا ہے اور شاہ عبدالعزیز نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔''

نسخ تلاوت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید اِعجاز کے اس قدر بلند مراحل طے کرتا ہوا آرہا تھا کہ جن مراحل تک کسی انسان کی پہنچ نہیں ہو سکتی اور قرآن مجید کی تحدی اس کی دلیل ہے اور آج تک کسی کا مقابلہ پر نہ آنا اور اپنے عجز اور درماندگی کا اعتراف اس کی شہادت ہے تو جن آیات کو حق تعالیٰ نے اٹھا لیا ان کا اعجاز محکمات کی طرح بلند اور عظیم شان کے مناسب اور برابر نہ تھا اس لیے محکمات میں فوق العادۃ اِعجاز کی شان میں ان کے مضامین بیان فرمائے گئے۔

قوم کی ابتدائی مناسبات میں پہلی قسم کا کلام کیا گیا کہ وہ درحقیقت وقتی اور میعادی طور کا کلام تھا اور بعد میں علم و اعجاز کی زبان میں ایسا کلام بولا گیا جو بعد کے حاصل کیے ہوئے مناسبات کے مناسب اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ نسخ تلاوت میں بھی نسخ کلام کی طرح ہماری اِستعداد اور علم و فہم کی مصلحتوں میں اللہ تعالیٰ کا حکیمانہ علم کام کر رہا تھا۔

وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا. [سورۃ الطلاق ۶۵:۱۲]

''اور یہ کہ اللہ اپنے علم میں ہر چیز پر اِحاطہ کیے ہوئے ہے۔''

نقد و تبصرہ

یہ درست ہے کہ ہر کسی کو جس کتاب پر چاہے تنقید اور تبصرہ کرنے کا حق حاصل ہے مگر جس قوم نے عجز اور درماندگی پر پردہ ڈالنے کے لیے اضطرار کی حالت میں قرآن مجید کے بارے میں یہ کہا کہ قرآن اگلوں کی کہانیاں ہیں اور قرآن مجید کے علوم، معارف و حِکم اور مؤثر ہدایات کو رسول اللہ ﷺ کی اُمیّتِ مُسَلَّمَۃْ کے ساتھ تطبیق نہ دے سکتے ہوئے یہ زبان درازی کی کہ قرآن ایک آدمی آپ ﷺ کو سکھلاتا ہے اور اس ظالم قوم کا آخری فیصلہ قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجید کی آیات کا انکار وجود تھا۔ کیا قرآن مجید کے خلاف ایسی قوم کی تنقید و تبصرہ کرنے پر کسی سمجھ دار انسان کو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ یا شک ہو سکتا ہے؟ یا ایسے ناقدین اور مبصرین کی خرافات پر یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ درست اور حق ہیں؟ یا قرآن مجید کے حقیقی مطالب اور مضامین کی ظاہری اور باطنی روشنی کو اس قسم کی موشگافیاں کم کر سکتی ہیں؟

اسی طرح اینگلو پاکستانی ملاؤں کی یہ مذبوحی حرکت اور فیصلہ ہے کہ دین اسلام کے قوام سے احادیث نبویہ کو باہر کر دیں تاکہ لینن اور مارکس کے ساتھ اشتراکی نظام میں مدد کرنے کے قابل اور دینی رشتہ جوڑنے میں کامیاب ہو جائیں اور علوم حدیث کو عجمی سازش کہا تاکہ علوم نبوت کے خلاف نفرت اور مخالفانہ عزائم کا مناسب گروپ میں ایک پلاٹ تیار کریں اور حفاظِ حدیث خصوصاً امام بخاری اور امام مسلم کے علم و بصیرت' حفظ و اتقان' فوق العادت فضیلت اور اہلیت کو اپنی نادانی میں نہ سمجھتے ہوئے اور برائے نام اور دور کی ادنیٰ مناسبت بھی ان اساطین علم سے نہیں رکھتے۔ کیا علم و شعور کی دنیا میں ایسے غیر ذمہ دار نااہلوں کو یہ حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی واہی تباہی زبان درازیوں کے ذریعے ملک میں امام بخاری اور امام مسلم پر نقد و تبصرہ کے نام پر علوم نبوت کے خلاف پروپیگنڈہ کریں؟ اور ایسے صاحب سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ محدثین کی شبانہ روز محنتوں اور مساعی جمیلہ کو انصاف اور حقیقت واقعی کے ترازو میں شکست دے کر ناکام کر دے گا۔ جن محدثین کرام نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں اور رُواۃ پر کچھ استدراک اور جرح و قدح کیا ہے؟

میں اختصار کے ساتھ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی (۱) کی کتاب سے یہاں ایک اقتباس نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ لوگ امام بخاری اور امام مسلم کی رفیع منزلت اور جلالت شان کی روشنی ان کو پہچاننے اور سمجھنے میں کچھ رہنمائی کرے۔ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی لکھتے ہیں:

"باوجود اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں ائمہ حدیث کا کہنا یہ ہے کہ وہ صحیح

---

(۱) محمد بن ابراہیم بن علی بن مرتضیٰ بن مفضل' حسنی' قاسمی' ہجرۃ الظہر ان کے مقام پر ۷۷۵ھ = ۱۳۷۳م کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں یمن کے بہت بڑے عالم تھے۔ صنعاء' صعدۃ اور مکۃ المکرمہ میں تعلیم حاصل کی۔ آخری عمر میں لوگوں سے کنارہ کش ہوئے اور جنگلوں کی راہ لی۔ ۸۴۰ھ = ۱۴۳۶م کو صنعاء میں وفات پائی۔ [البدر الطالع ۲: ۸۱' الاعلام ۵: ۳۰۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور ایک نے نہیں بلکہ بہت سے ثقات حفاظ حدیث نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں کی صحت پر اجماع ہے اور اپنی جگہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ثقہ جب اجماع کو نقل کرتے ہیں تو اسے ضرور تسلیم کر لینا چاہیے اور اجماع کے تسلیم کر لینے کا انکار بھی کیا جائے تو کم از کم اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ علم حدیث کے جمہور نقاد اور علم اثر کے ماہرین اور آزمودہ کار ائمہ کو ان کی صحت پر اتفاق ہے اور وجوہ ترجیح کی یہ سب سے بڑی وجہ ہے۔

جب یہ معلوم ہے کہ خفیف امارت اور خفی دلالت بھی ایک جانب میں قوت پیدا کرتی ہے تو امام بخاری اور امام مسلم جن کی امامت اور امانت علم حدیث کی معرفت اور نقدِ امت مسلّمہ میں متواتر مسلّم ہے۔ ہزار ہا احادیث سے اپنی کتابوں کو منتخب اور منقح (۱) کرتے ہیں تو ان کے اس صنیع (۲) سے ان کتابوں کی احادیث کو کیوں ترجیح نہ ہو اور اگر ان کے علاوہ کوئی دوسرا کسی حدیث کی صحت میں ان کی متابعت اور اتفاق نہ کرے تو یہ کوئی بات نہیں ہے۔

صرف ان کی ترجیح بھی کافی ہے اور ان کے قول پر اعتماد لازم ہے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ نقاد کی گردنیں اُن کے سامنے جھک گئیں اور علم اِسناد کے ائمہ نے ان کے اس دعویٰ پر کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں صحیح حدیثیں درج کی ہیں اتفاق کیا ہے۔ اگرچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض رواۃ کی توثیق میں اختلاف کیا گیا ہے اور ان کی بعض حدیثوں میں بعض حفاظ نے کچھ علت نکالی ہے' جیسے دارقطنی (۳) نے کتاب الاستدراکات لکھی' ابو مسعود دمشقی (۴) اور

---

(۱) تنقیح کے معنی انتخاب اور صاف ستھرا کرنے کے ہیں۔

(۲) طریقہ' عادت۔

(۳) علی بن عمر بن احمد بن مہدی' ابوالحسن' دارقطنی' شافعی' اپنے دور کے اِمام الحدیث والعلل تھے۔ آپ نے سب سے پہلے قراءات پر کتاب لکھی اور اس کے ابواب مقرر کیے۔ بغداد کے ایک قصبہ دارقطن میں پیدا ہوئے اور بغداد میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳: ۲۹۷' تاریخ بغداد ۱۲: ۳۴' سیر أعلام النبلاء ۱۶: ۴۴۹]

(۴) ابراہیم بن محمد بن عبید ابو مسعود الدمشقی' حافظ حدیث تھے۔ حصول علم کے لیے طویل سفر کیے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ امام حمزہ سہمی اور امام ابوالقاسم لالکائی کے استاذ محترم ہیں' نہایت سچے' دین دار اور زاہد و فطین تھے۔ رجب ۴۰۰ ہجری کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۶: ۱۷۲' سیر أعلام النبلاء ۱۷: ۲۲۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو علی الغسانی حیانی (۱) نے کچھ لکھا ہے لیکن حدیث کے علماء اور صحیح اور صحیح مسلم کے شراح نے وہ سب کچھ ذکر کیا ہے جو ان لوگوں نے امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں پر لکھا تھا اور ایک ایک کا جواب دیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جن حدیثوں اور رُواۃ میں اختلاف کیا گیا ہے، وہ بہت یسیر (۲) ہیں اور ان میں بھی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ قطعی اور اجماع کے طریق پر ان کی صحت تسلیم نہیں کرتے بلکہ بہت سے بہت اس قدر خیال کیا جاتا ہے کہ جن میں اختلاف کیا گیا ہے ان کی صحت پر اجماع ثابت نہیں ہے اور صرف اختلاف کرنے سے کسی حدیث اور راوی کا ضعف ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

آپ جانتے ہیں کہ خلفاء راشدین افضل صحابہ ہیں مگر روافض، نواصب اور خوارج نے جس قدر ناشائستہ اور قبائح سے ان کو یاد کیا ہے۔ وہ ان کا کام تھا۔ اور صغار صحابہ جو ان سے مقام اور رُتبہ کے اعتبار سے کم ہیں۔ مذکورہ قبائح سے ان کو محفوظ رکھا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ثقہ رجال میں اختلاف کرنا ان کے لیے عیب نہیں ہے اور نہ کسی کے اختلاف کرنے سے ان کی حدیثیں ضعیف ثابت ہوتی ہیں۔ خلاف دلیل نہیں ہے بلکہ اجماع حجت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کسی حدیث کے ضعف پر اجماع نہیں ہے اگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کسی حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے مگر سبب ضعف نہیں بتایا گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اس کی صحت کی نفی کی اور جو اس کی صحت بتا رہا ہے تو اس کے پاس دلیل ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور وہ مثبت ہے اور نافی پر مثبت اولیٰ ہے۔

حافظ زین الدین نے امام بخاری اور امام مسلم کی طرف سے جواب دینے میں مستقل کتاب

---

(۱) درست لفظ جَیّانی ہے۔ الروض الباسم ۱:۹۷ اور بصائر السنۃ ایڈیشن اول ۲:۳۰۳ میں حیانی لکھا ہے۔ حسین بن محمد بن احمد غسّانی اندلسی جَیّانی، اندلس کے عظیم محدث تھے۔ آپ جَیّان کبھی نہیں گئے، لیکن جنگ بر بریہ میں جو ۴۰۰ ہجری کے لگ بھگ لڑی گئی تھی، اُن کے والد میں جَیّان میں پناہ لی تھی، اسی مناسبت سے آپ بھی جَیّانی سے مشہور ہوئے۔ حافظ حدیث، مجود اور حجۃ و ناقد تھے۔ اندلس سے کبھی باہر نہیں گئے۔ علم حدیث، لغت عربی آداب اور شعر و نسب میں اپنی مثال آپ تھے۔ بہت سے حفاظ کی کتابوں کی تحقیق اور تصحیح پر کام کیا اس لیے اُن کی کتابیں حجتِ بالغہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شب جمعہ ۱۲ شعبان ۴۹۸ ہجری کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۹:۱۴۸]

(۲) آسان، سہل، معمولی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے خلاف جن لوگوں نے کچھ لکھا ہے ان کے خلاف دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: یہ ہے کہ حدیث میں یہ علت نکالی ہے کہ بعض ثقہ راوی اس کو موقوف بیان کرتے ہیں، یا بعض اس حدیث کو مسند بیان کرتے ہیں اور بعض دوسرے اس کو مرسل بیان کرتے ہیں، اس قسم کے قدح میں علماء کو اختلاف ہے۔ اکثر علماء اصول نے کہا ہے کہ یہ قدح (۱) حدیث کی اور راوی کی ثقاہت (۲) کے لیے عیب نہیں ہے۔ اکثر محدثین نے کہا ہے کہ جب ظن غالب ہے کہ اس حدیث میں وہم ہوا ہے تو حدیث کی صحت کے لیے عیب ہے اور اگر راوی کو اکثر وہم ہوتا رہتا ہے تو اس پر اعتماد کرنے میں یہ نقص ہے۔ معتزلہ اور زیدیہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی علت حدیث اور راوی میں عیب اور نقص نہیں ہے اس کی مثال صحیح بخاری میں یہ ہے کہ امام بخاری نے عن شعبی عن جابر حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اگر کسی کے گھر کسی کی پھوپھی ہے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے (۳)۔"

یہ حدیث ثقہ رُواۃ کی ہے مگر اس میں یہ علت نکالی گئی ہے کہ مشہور ہے کہ شعبی اس حدیث کو سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے نہیں، مگر امام بخاری نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طرح سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے شعبی کی روایت کی تخریج کی ہے۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ شعبی سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ محدثین کا خیال ہے کہ اگر شعبی یہ حدیث دونوں سے روایت کرتے ہیں تو اُن کے تلامذہ اور طلباءِ علم حدیث بھی اسی طرح اس حدیث کو اُن سے روایت کرتے لیکن اس میں بہت سے احتمالات ہیں اور بہت سے بہت اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ثقہ سے اس میں وہم ہوا ہے مگر ثقہ سے وہم ہوسکتا ہے اور علماءِ حدیث کا اتفاق ہے کہ جس راوی کو کم وہم ہوتا ہے اس کی روایت لی جاتی ہے اور وہم کا کم یا زیادہ ثابت ہونا تحری اور اجتہاد سے معلوم ہوتا

---

(۱) اعتراض۔

(۲) درست لفظ وثاقت ہے۔

(۳) نَهٰى رسول الله ﷺ أن تُنكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا أَوْ خالتها.
صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷] باب لا تنکح المرأۃ علی عمتہا [۲۸] حدیث: ۵۱۰۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اس لیے بھی کسی ایک راوی کی توثیق کا خیال ہوتا ہے اور بھی اس کے ضعف کا خیال پیدا ہوتا ہے' جیسے امام یحیٰ بن معین کا حال ہے کہ بعض دفعہ وہ ایک راوی کے بارے میں دو متضاد قول کر لیتے ہیں۔

وہم سے احتراز غیر ممکن ہے اور عدول وثقہ رُواۃ معصوم نہیں بلکہ وہم تبلیغ کے سوا عصمت کے بھی منافی نہیں ہے بلکہ عصمت کے ساتھ بھی وہم جمع ہو جاتا ہے (۱) جیسے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھانے کے بعد ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کم کر دی گئی یا آپ بھول گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں نہیں (۲)۔

ایک بار فرمایا: ''فلاں پر اللہ رحم فرمائے' میں اس آیت کو بھول گیا تھا اس نے مجھے یاد دلایا (۳)۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: ابن عمر نے جھوٹ نہیں کہا لیکن اس کو وہم ہوا ہے (۴)۔''

---

(۱) اصل عربی الفاظ اس طرح ہیں: والعصمة مرتفعةٌ عن العدول' بل العصمة لاتمنع من الوهم إلّافي التبليغ. [الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ۱:۸۱]

''ثقہ اور عادل راوی معصوم نہیں ہوتے' بلکہ وہم عصمۃ کے خلاف بھی نہیں۔ عصمۃ صرف دین کی تبلیغ و اشاعت میں وہم کے خلاف ہے۔''

(۲) أنّ رسول اللهﷺ انصرف من اثنتين فقال له ذواليدين: أقصرت الصلاةُ أم نسيتَ يا رسول الله؟ فقال رسول اللهﷺ: أصدق ذواليدين؟ فقال الناسُ: نعم' فقام رسول اللهﷺ: فصلى اثنتين أُخريين' ثم سلَّمَ ثم كبَّرَ فسجدَ مثل سُجوده أو أطول.

[صحیح بخاری' کتاب الاذان [۱۰] باب ہل یأخذ الامام اذا شک بقول الناس [۶۹] حدیث: ۷۱۴]

(۳) سمع النبیﷺ رجلاً يقرأ في المسجد فقال: يرحمهُ الله' لقد أذكرني كذا و كذا آيةً من سورةِ كذا و كذا.

[صحیح بخاری' کتاب فضائل القرآن [۶۶] باب نسیان القرآن [۲۶] حدیث: ۵۰۳۷]

(۴) عن ابن عمر عن النبیﷺ قال: الميّتُ يُعذّبُ ببُكاءِ أهله عليه. فقالت عائشة: يرحمهُ الله' لم يَكذِبْ ولكنه وَهِمَ' إنما قال رسولَ اللهﷺ لرجل مات يهوديا: إنّ الميّتَ ليُعذّبُ و إنّ أهله ليَبكُون عليه. [سنن ترمذی' کتاب الجنائز [۸] باب ماجاء فی الرخصۃ فی البکاء علی المیت [۲۵] احادیث: ۱۰۰۴' ۱۰۰۶' سنن نسائی' کتاب الجنائز [۲۱] باب النیاحۃ علی المیت [۱۵] حدیث: ۱۸۵۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث میں جو علت نکالی گئی' محدثانہ طریقہ پر حافظ ابن حجر نے اس کا زیادہ چست' عمدہ اور تفصیلی جواب دیا ہے' میں اسے ناظرین کے استفادہ کے لیے یہاں نقل کرتا ہوں۔

"عن شعبي عن جابر اور عن شعبي عن أبي هريرة' دونوں طریقوں سے حدیث محفوظ ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا کہ اہل حدیث نے صرف سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی سند اور طریقہ کو ثابت کہا ہے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی اور ثابت طریقہ سے اہل حدیث کو یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی ہے (۱)۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے صحیح فرمایا ہے' یہ حدیث سیدنا علی' سیدنا ابن مسعود' سیدنا عبداللہ بن عمر' سیدنا انس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کی جاتی ہے لیکن امام بخاری کی شرط پر ان میں سے کوئی بھی طریقہ نہیں ہے۔ شیخین کو صرف سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اتفاق ہے اور حفاظ نے کہا ہے کہ عاصم عن شعبي عن جابر خطاء ہے اور صواب (۲) ابن عون اور داؤد بن أبي هند عن شعبي عن أبي هريرة ہے' لیکن امام بخاری کے نزدیک رُواۃ کا اختلاف حدیث کی صحت میں قادح نہیں اس لیے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے حق میں شعبی زیادہ مشہور ہے اور شعبی کے علاوہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری کی شرط پر بھی یہ حدیث مروی ہے۔ سنن نسائی میں ابن جريج عن أبي هريرة مذکور ہے (۳)۔

---

(۱) أنبأ الربيع أنبأ الشافعي فذكر حديث الأعرج عن أبي هريرة رضي الله عنه كما مضى ثم قال: وبهذا نأخذ' وهو قول من لقيتُ من المفتين' لا إختلاف بينهم فيما علمتُه' ولم يرو من وجهٍ يثبته أهل الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم إلّا عن أبي هريرة' وقد روى من وجه لا يثبته أهل الحديث من وجه آخر' وفي هذا حجة على مَن ردّ الحديث' وعلى مَن أخذ بالحديث مرةً وترك أخرى.
[السنن الكبرىٰ' بیہقی ۷:۱۶۶' کتاب النکاح' باب فی الجمع بین المرأۃ وعمتہا وبینہا وبین خالتہا]
امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت اُن کی تصنیف کتاب الام ۵:۶' کتاب النکاح' باب الجمع بین المرأۃ وخالتہا میں پڑھی جا سکتی ہے۔

(۲) درست/ٹھیک۔

(۳) السنن الکبریٰ' بیہقی ۷:۱۶۶' کتاب النکاح' باب فی الجمع بین المرأۃ وعمتہا وبینہا وبین خالتہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بیہقی نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضعف میں جن محدثین کا قول نقل کیا ہے ان کے مقابلہ میں امام ترمذی اور امام ابن حبان اور دوسرے حفاظ کا قول یہ ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے اور اس کی صحت کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ امام بخاری نے اسے موصول تخریج کیا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ بعض اہل حدیث کا یہ خیال ہے کہ صرف سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح طریقہ سے ثابت ہوتی ہے اور عن شعبی عن جابر کی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما دونوں سے یہ صحیح طریقہ سے ثابت ہے (۱)۔

امام بیہقی کی طرح امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے لیکن امام ترمذی نے سیدنا ابن مسعود' سیدنا ابن عمر اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا ذکر ان میں نہیں کیا بلکہ ان کی جگہ سیدنا ابو موسیٰ' سیدنا ابوامامہ اور سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے (۲)۔

اور میرے پاس سیدنا ابوالدرداء' سیدنا عتاب بن اسید' سیدنا۔ سعد بن ابی وقاص اور سیدہ زینب زوجہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے اور امام ابن ابی شیبہ' امام احمد' امام ابوداوٗد' امام نسائی' امام ابن ماجہ' امام ابویعلیٰ' امام بزار' امام طبرانی' امام ابن حبان اور دوسرے حفاظِ حدیث کے یہاں ان کی احادیث موجود ہیں (۳)۔

---

(۱) وقد كان بعض أهل الحديث يزعم أن الحديث لم يروه أحد غير أبي هريرة، وقد رواهُ علي بن أبي طالب، وابن عباس، وابن عمر، وعبدالله بن عمرو بن العاص، وجابر كما رواه أبو هريرة. [التمهيد لما في الموطأ من المعاني والمسانيد ۷: ۱۷۴، بذیل حدیث: ۲۶/۴۸۷]

(۲) سنن ترمذی، کتاب النکاح [۹] باب ما جاء لا تنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا [۳۰] بذیل حدیث: ۱۱۲۵۔

(۳) ووقع لي أيضاً من حديث أبي الدرداء وعتاب بن أسيد وسعد بن أبي وقاص وزينب امرأة ابن مسعود رضي الله عنه، فصار عدة من رواه غير الأولين ثلاثة عشر نفراً، وأحاديثهم موجودةٌ عند ابن أبي شيبة وأحمد وأبي داؤد والنسائي وابن ماجة وأبي يعلى والبزار والطبراني وابن حبان وغيرهم، ولولا خشية التطويل لأوردتها مفصلة.
[فتح الباری ۹: ۱۶۱، کتاب النکاح [۶۷] باب لا تنکح المرأۃ علی عمتھا [۲۷] بذیل حدیث: ۵۱۰۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مسند احمد، حدیث: ۱۲۱۷۶، ۶۷۷۰ میں عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور مسند احمد حدیث: ۳۵۳۰، ۱۸۷۸ میں عن ابن عباس رضی اللہ عنہ صحیح سند کے ساتھ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے۔

غرض یہ ہے کہ صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث میں جو علت نکالی گئی تھی وہ صحیح نہیں ہے۔ عن شعبی عن جابر یہ حدیث امام بخاری کے علاوہ امام نسائی اور دوسرے حفاظ حدیث کو صحیح طریقہ اور امام بخاری کی شرط پر ثابت ہے۔

امام بیہقی کو یہ سہو ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے طریقہ سے یہ حدیث صحیح ثابت نہیں ہوتی بلکہ سنن ترمذی اور مسند احمد میں سیدنا ابن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے اور بقول حافظ ابن حجر ۱۳ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے نقل کیا ہے اور حفاظ کی کتابوں میں ان کی روایات موجود ہیں اور جب بخاری عن شعبی عن جابر رضی اللہ عنہ کو موصول و مرفوع تخریج کرتے ہیں تو اس روایت پر تنقید کرنے والوں سے امام بخاری کی جلالت شان اور اسانید کا علم و معرفت بدرجہا زیادہ ہے۔

دوسری قسم کا خلاف: امام ابن وزیر یمانی کہتے ہیں کہ:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعض رُواۃ میں بعض محدثین نے جرح اور توثیق کیا ہے۔ کسی نے ان کی توثیق کی ہے اور کسی نے ان پر جرح کی ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس کا ذکر کیا ہے اور کئی ایسی وجوہ سے جواب دیا ہے جو امام ابن صلاح نے بھی ذکر کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جس راوی پر جرح کیا گیا ہے وہ امام بخاری کے علاوہ دوسروں کے ہاں ضعیف ہے اور امام بخاری کو وہ ثقہ ثابت ہوتا ہے اور اگر جرح کا سبب نہیں بتایا ہے تو وہ تعدیل پر مقدم نہیں ہوتا۔ امام حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی وغیرہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے جس راوی کو ثقہ و حجت سمجھا ہے اور دوسرے محدثین نے اس پر جرح کی ہے تو یہ ایسی جرح کسی طرح سبب مؤثر اور مفسر نہیں اور جرح اس راوی میں شک ڈالتا ہے جو ثقہ اور عدالت میں مشہور نہیں ہے (۱) لیکن جلیل الشان ائمہ

---

(۱) ما احتج البخاری ومسلم وأبو داؤد به من جماعة وعلم الطعن فيهم من غيرهم محمول على أنه لم يثبت الطعن المؤثر مفسراً بسبب. [الروض الباسم ۱:۸۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے جب کسی راوی کی توثیق کی ہے تو مطلق جرح اس کی عدالت اور ثقاہت (۱) کو اپنے مقام سے نیچے نہیں اتارتا اور جس کسی راوی کے بارے میں غالب ظن ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے تو وہ اس کی حدیث چھوڑ دے لیکن اسے ان پر جو اس راوی کی حدیث کو قبول کرتے ہیں اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اس لیے کہ ان کی غالب رائے یہ ہے کہ وہ جرح موثر نہیں اور اس کی امامت اور ثقاہت (۲) پر اس کا کوئی برا اثر نہیں پڑا۔

آپ سوچیں کہ حمزہ بن حبیب جو سات قراء میں سے ایک ہیں اور ان پر جرح کرنے میں محدثین کو بڑا اختلاف ہے۔ کسی نے اس کی توثیق کی ہے اور کسی نے ان پر جرح کی ہے لیکن ان پر جرح کی تفسیر کسی نے نہیں کی کہ وہ مجروح کیوں ہیں اور کس وجہ سے ہیں بلکہ اس کے بعد ان کی توثیق کی گئی اور ان کی حدیث قبول کرنے پر اتفاق ہوا اسی طرح جن کو امام بخاری اور امام مسلم کی رُواۃ میں زیادہ اختلاف تھا ان میں اکثر نے ان کی حدیث قبول کرنے میں اتفاق کیا ہے اور خلاف مٹ گیا۔ کل محدثین کا اتفاق یا محدثین کی اکثریت کا اتفاق کہ یہ راوی ثقہ ہے بڑا مرجح ہے جب کہ محدثین علماء نے اس سے کم درجہ کے اشیاء کو مرجح گردانا ہے۔

بسا اوقات بعض معترضین جب کسی ایسے راوی پر جرح کرتے ہیں کہ اس کو وہم ہونا ہے یا خطاء کرتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے مگر یہ نہیں بیان کرتے کہ اس نے دانستہ ایسا کیا ہے اور نہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس کے صواب سے اس کی خطاء زیادہ ہے' جن لوگوں نے جرح وتعدیل کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بحث کو خوب جانتے ہیں اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ لفظ کذاب من جملہ ان الفاظ مطلقہ سے ہے' جس کا سبب بیان نہیں کیا گیا ہے اس لیے جرح وتعدیل کے علماء میں اکثر اس نقطہ کو ثقہ صادق اور اہل دیانت جماعت کے لیے بولا جاتا ہے۔ آپ احتیاط کریں اور سہو کہ نہ کھائیں کہ ثقہ اور اہل صدق رُواۃ کے بارے میں لفظ کذاب بولا گیا۔ کذب حقیقت لغویہ میں عمد اور وہم دونوں پر معاً بولا جاتا ہے اور ضرورت ہے کہ اس کی تفسیر کی جائے کہ اس میں وہم ہے یا عمداً کذب ہے البتہ اگر قرینہ موجود ہے کہ اس میں عمد مراد ہے۔

(۱-۲) درست لفظ وثاقت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم ایسے رُواۃ سے بھی حدیث روایت کرتے ہیں کہ وہ ان کی شرط پر پورے نہیں اترتے جیسے مطر الوراق' بقیۃ بن الولید' محمد بن اسحاق بن یسار' عبداللہ بن العمر العمری اور نعمان بن راشد اور ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جس طریقہ سے ان کی حدیث کی تخریج کی گئی ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے مگر اس کے متابعات اور شواہد موجود ہیں جن سے اس کا جبیرہ ہو جاتا ہے اور اگرچہ ان متابعات اور شواہد کو اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کرتے اس لیے کہ ان کی غرض اختصار اور تقریب ہے مگر وہ متابعات اور شواہد بسیط کتابوں اور وسیع مسانید میں مذکور ہوتے ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعض شراح نے ان کی طرف اشارات کیے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس راوی میں ضعف پیدا ہوا ہے اس کا سبب اس کا اختلاط ہوتا ہے جو اس کو بعد میں عارض ہوا تو اس راوی کی استقامت کے دنوں میں اس کی روایات پر اختلاط کا برا اثر نہیں پڑتا جیسے احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب' جو عبداللہ بن وہب کے بھائی ہیں۔ حاکم نے ذکر کیا ہے کہ ۲۵۰ ہجری کے بعد انہیں اختلاط ہوا تھا اور اس وقت امام مسلم مصر سے نکل گئے تھے اور جیسے سعید بن عروبہ اور عبدالرزاق وغیرہ کہ اخیر عمر میں ان کو اختلاط ہوا تھا۔ اگر امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی روایات لی ہیں تو وہ قبل از اختلاط کی روایات ہیں اور قادح نہیں ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم کا یہ خصوصاً دستور بتلاتا ہے کہ اگر انہوں نے کسی ضعیف راوی کی روایت کو لیا ہے اور ان کو دعویٰ ہے کہ وہ صحیح تو ان پر اعتراض نہ کیا جائے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ شواہد اور متابعات سے اس کے ضعف کا جبیرہ نہیں ہوتا اور مذکور وجوہات اس کی صحت کی تائید نہیں کرتیں' یہ علم و معرفت بہت مشکل ہے اور صرف اُن ائمہ وحفاظ اور عقل وحذاقت کے اہل و اَرباب کو حاصل ہے' جو اس میں اعلیٰ وممتاز مقام رکھتے ہیں۔

علم حدیث کے بڑے بڑے اہل معرفت سے ایسے کئی ایک غرائب مذکور ہیں مثلاً حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بزار (۱) نے لکھا ہے کہ:

---

(۱) احمد بن عمرو بن عبدالخالق ابوبکر البزار حافظ حدیث تھے۔ بصرہ سے تعلق تھا۔ آخری عمر میں اصبہان' بغداد اور شام میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ ۲۹۲ھ = ۹۰۵ م کو رملہ میں وفات پائی۔
[تاریخ بغداد ۴: ۳۳۴' الاعلام ۱: ۱۸۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الأعمال بالنیات کی حدیث غریب ہے اور صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے روایت کیا ہے (۱)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بزار کی مراد یہ ہوگی کہ اس لفظ اور اس سیاق سے صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ورنہ سیدنا انس‘ سیدنا عبادۃ بن الصامت‘ سیدنا ابوذر‘ سیدنا ابو الدرداء‘ سیدنا ابو اُمامۃ‘ سیدنا صہیب‘ سیدنا سہل بن سعد اور سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہم نے اس کا معنی روایت کیا ہے۔

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے الفاظ میں سیدنا علی‘ سیدنا ابوسعید خدری‘ سیدنا انس اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہم بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں (۲)۔

اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ ابن صلاح نے امامت اور وسعت معرفت کے باوجود امام مالک کی اس روایت:

عن نافع عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ فرض زكوة الفطر من رمضان على كل حر أو عبد‘ ذكر أو أنثى من المسلمين (۳).

کے متعلق یہ لکھا ہے کہ صرف امام مالک اس حدیث میں لفظ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ذکر کرتے ہیں اور عبداللہ بن عمر و ایوب وغیرہ یہ حدیث اس اضافہ کے بغیر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

---

(۱) قال أبو بكر: وهذا الحديث قد رواه عن يحيى بن سعيد جماعة كثيرةٌ‘ منهم عمرو بن الحارث ومالك بن أنس وسفيان الثورى وعبدالوهاب فى جماعةٍ كثيرةٍ. ولا نعلم يروى هذا الكلام إلّا عن عمر بن الخطاب عن النبى ﷺ بهذا الإسناد.

[البحر الزخار ۱: ۳۸۱-۳۸۲‘ بذیل حدیث: ۲۵۷]

(۲) ومن الغرائب فى هذا المعنى: أنّ كثيراً من أهل المعرفة بالحديث يذكرون أن حديث الأعمال بالنيات حديثٌ غريبٌ ما رواه إلّا عمر بن الخطاب ممن نَصَّ على ذلك الحافظ أبو بكر أحمد بن عَمْرو البزار فى مسنده فإنه ذكر أنه لا يصحُّ إلّا من حديث عمر. قال حافظ العصر ابن حجر: وكأنه أراد بهذا اللفظ والسياق وإلّا فقد روينا معناه من حديث أنس و عبادة بن الصامت وأبى ذر وأبى الدرداء وأبى أمامة وصهيب وسهل بن سعد والنواس بن سمعان وغيرهم‘ ورويناه بلفظ حديث عمر من حديث على بن أبى طالب وأبى سعيد الخدرى وأبى هريرة وأنس وابن مسعود. [الروض الباسم ۱: ۸۴-۸۵]

(۳) موطأ امام مالک ۱: ۲۸۳‘ کتاب الزکاۃ [۱۷] باب من تجب علیہ زکاۃ الفطر [۲۷] حدیث: ۵۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ حافظ زین الدین بن العراقی فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ اس اضافہ میں امام مالک منفرد ہیں' بلکہ اس اضافہ میں امام مالک کی متابعت عمر بن نافع' ضحاک بن عثمان' یونس بن یزید' عبداللہ بن عمر' معلاء بن اسماعیل اور کثیر بن فرقد نے بھی کی ہے اور انہوں نے بھی امام مالک کی طرح اس اضافہ کو روایت کیا ہے اور عبداللہ بن عمر کو ایوب سے اس اضافہ میں اختلاف ہے (۱)۔

اسی طرح عجیب و غریب یہ ہے کہ ابو عبداللہ ذہبی سیدنا ابو ہریرۃ ﷺ کی اس مرفوع حدیث کے بارے میں: ولایزال عبدی یتقرب إِلَیَّ بالنوافل حتی أُحِبه فإذا أحببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصربه...... (۲) کہتے ہیں کہ:

''اگر صحیح بخاری کی ہیبت مانع نہ ہوتی تو میں اس حدیث کو خالد بن مخلد کے منکرات میں شمار کرتا اس لیے کہ یہ متن صرف اسی سند سے مذکور ہوتا ہے اور امام بخاری کے سوا کسی اور محدث نے اس کی تخریج نہیں کی ہے (۳)۔''

حافظ ابن حجر نے حافظ ذہبی کے اس قول کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ خالد مخلد کی حدیث کے شواہد موجود ہیں۔ عن انس و عن معاذ و عن عائشة' یہ حدیث دوسرے محدثین نے تخریج کی ہے (۴)۔ [فتح الباری جلد ۱۱: ۲۸۶]

---

(۱) الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ۱: ۸۴-۸۵ .

(۲) پوری حدیث یہ ہے: قال رسول اللہ ﷺ: إِنَّ اللّٰہ قال: مَن عادَی لِیْ ولیًا فقد آذنته بالحربِ' وَمَاتَقَرَّبَ إِلَیَّ عبدی بشیء أَحَبَّ إِلَیَّ ممَّاافترضته علیه' ومایزال عبدی یتقرب إِلَیَّ بالنوافل حتی أحبه فإذا أحببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصرَه الذی یبصربه و یدَه التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها' وإن سأَلَنِی لأعطینه' ولئن استعاذبی لأعیذنه' وماترددْتُ عن شیء أنا فاعله تَرَدُّدِی عن نفس المؤمن یَکرهُ الموتَ وأناأکرهُ مَساء ته.
[صحیح بخاری' کتاب الرقاق [۸۱] باب التواضع [۳۸] حدیث: ۶۵۰۲]

(۳) فهذاحدیثٌ غریبٌ جِدًّا' لولاهیبةُ الجامع الصحیح لَعَدُّوْهُ فی منکرات خالد بن مَخلَد وذلک لغرابةِ لَفْظِه' ولأنه ممَّاینفردبه شریک' ولیس بالحافظ' ولم یُروَهذاالمتن إِلَّابهذاالإسناد ولاخَرَّجَهُ مَن عداالبخاری' ولاأظنُّه فی مسندأحمد. وقداختلف فی عطاء فقیل: هو ابن أبی رباح' والصحیح أنه عطاء بن یسار. [میزان الاعتدال ۱: ۶۴۲' ترجمہ: خالد بن مخلد قطوانی]

(۴) قلت: لیس هوفی مسندأحمد جزماً' وإطلاق أنه لم یرو هذاالمتن إِلَّابهذاالإسناد......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس تفصیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی حدیث کو غریب یا منکر یا شاذ بتلانا ایسا مقام ہے جہاں چلنا مشکل ہے' یہ ایسا میدان ہے جس سے نکلنا آسان نہیں' جو اس میدان کا کھلاڑی نہیں اس کو چاہیئے کہ اہل اتقان اور ائمہ متقدمین کے علم و معرفت بالحدیث کے سامنے اپنے عجز اور علم حدیث کے نہ ہونے کا اعتراف کریں۔ امام بخاری اور امام مسلم جیسے امامان علم و معرفت و اتقان پر اعراض کرنے سے باز آئیں۔

خالد مخلد- جس کی مذکورہ روایت کے بارے میں امام ذہبی نے یہ مذکورہ کلام کیا ہے- کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ:

''خالد بن مخلد القطوانی الکوفی بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہیں اور کتاب الدعوات باب الاستعاذة من الجن میں بھی ان کی روایت مذکور موجود ہے۔ عجلی ان کے حق میں کہتے ہیں کہ ثقہ ہیں مگر ان میں تشیع ہے۔ صالح نے کہا ہے ثقہ ہے مگر ان پر یہ اتہام ہے کہ تشیع میں مبالغہ کرتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ ان کے مناکیر بھی ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سچے ہیں مگر ان میں تشیع ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث لکھی جائے گی۔ میں کہتا ہوں ایک راوی اگرچہ شیعہ ہے لیکن اگر روایت کے لیے اور روایت کرنے میں وہ محتاط' امین اور ثابت ہے تو اس کا شیعہ ہونا روایت کے لیے مضر نہیں' خصوصاً خالد بن مخلد' کہاں کے مناکیر ابو احمد بن عدی نے اپنے کامل میں ذکر کیے ہیں مگر ان مناکیر میں کوئی ایسا منکر نہیں' جس کی تخریج امام بخاری نے کی ہو بلکہ ابن عدی کے تمام منکرات میں سوائے ایک حدیث کے جس کو سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: من عادی لی ولیًا...... الحدیث ایسی نہیں دیکھی جس کو صرف خالد مخلد نے روایت کیا ہو اور امام ابوداؤد کے سوا ابن عدی کے ذکر کردہ خالد بن مخلد کی روایات کو باقی رواۃ محدثین نے بھی روایت کیا ہے (۱)۔ [مقدمہ فتح الباری' جلد دوم: ۱۲۷' منیریہ مصر]

اور الشیخ الامام العلامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ اپنی کتاب عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں کہ:

......مردودٌ' ومع ذلك فشريك شيخ شيخ خالد فيه مقالٌ أيضاً' وهو راوى حديث المعراج الذى زاد فيه ونقص و قدّم وأخّر و تفرّدَ فيه بأشياءَ لم يتابع عليها كما يأتى القول فيه مستوعباً فى مكانه' ولكن للحديث طرق أخرى يدلُّ بمجموعها على أنَّ له أصلاً.

[فتح الباری ۱۱: ۳۴۱' کتاب الرقاق [۸۱] باب التواضع [۳۸] بذیل حدیث: ۶۵۰۲' الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ۲: ۸۵]

(۱) ہدی الساری (مقدمہ فتح الباری): ۴۰۰' فصل تاسع فی سیاق اسماء من طعن فیہ من رجال ہذا الکتاب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ابن معین فرماتے ہیں کہ خالد بن مخلد کی روایت میں کچھ حرج نہیں ہے۔ محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ ثقہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ ابو داود فرماتے ہیں وہ سچا ہے اور میرے نزدیک بھی اِن شاء اللہ اس کی روایت میں کچھ حرج نہیں ہے اور شریک کے بارے میں یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں: کچھ حرج نہیں ہے۔ محمد بن سعد فرماتے ہیں شریک ثقہ اور کثیر الحدیث ہے(1)۔'' [عمدۃ القاری' جلد ۲۳:۸۹' منیریہ' مصر]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض حدیثوں اور بعض روایات پر امام دار قطنی' امام بزار' امام ابن صلاح اور امام ذہبی جیسے حفاظ نے علل کا طعن اور جرح کیا ہے مگر دوسرے حفاظ اور ائمہ حدیث نے ان کے علل اور قدح و جرح کے جوابات دیے ہیں اس سے یہ حقیقت ظاہر اور ثابت ہوتی ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کی بصیرت علم حدیث اور معرفت رُواۃ کی بحث میں بہت اونچی اور صواب رس ہے اور جس بصیرت کے ساتھ امام بخاری اور امام مسلم نے حدیث کی صحت اور رُواۃ کے عدل وثقات (2) کو دیکھا اور جانچا ہے' وہ ہر ایک حافظ حدیث اور علم حدیث کے امام کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے عنایت نہیں ہوئی' اس میں شک نہیں کہ تمام حفاظ حدیث نے صحت حدیث کے اہتمام اور حزم و احتیاط سے نقدِ رجال (3) اور متنِ حدیث کی تنقید میں سعی مشکور فرمائی ہیں مگر امام بخاری اور امام مسلم کو حدیث کے متن اور رجال کی تعدیل و جرح میں توفیق الٰہی نے جس قدر کامیابی اور سرفرازی بخشی ہے اس درجہ میں دوسرے محدثین ان کے مقابلہ پر کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ باوجود اس بات کے کہ حفظ واتقان اور عمل و معرفت میں وہ اپنے عصر کے ممتاز اہل علم اور ارباب معرفت سمجھے گئے ہیں مگر یہ اینگلو پاکستانی ملا جن کا شمار اہل علم کے زمرہ میں نہ کبھی ہوا اور نہ کبھی ہوسکتا ہے اور علم اسماء الرجال اور علم حدیث کی معرفت میں اور ناقدانہ مباحث میں ان کا نام لینا بھی حفاظ حدیث اور علماء علم آثار کی توہین ہے اور علوم نبوت کے اثر کو زائل کرنے' دین کے قوام سے نبوت کی شخصیت کو خارج کرنے' دین اسلام کے مسلمہ اصول و مسائل کی تخریب' نظامِ

(1) عمدۃ القاری ۲۳:۸۹.

(2) درست لفظ وثاقت ہے۔

(3) رِجال کے جرح وتعدیل.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشتراکیت کو فروغ دینے اور لینن اور مارکس کے ساتھ دینی قرابت اور رشتہ جوڑنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں پر اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا کہ ان صاحبوں کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث اور رجال پر تنقید کرنے کا بے باکانہ ارادہ ہوتا ہے اور ان کی جرح وقدح سے یہ امید ہرگز نہیں ہو سکتی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ورجال ان کے اعتراض اور بے سروپا تنقید سے بے آب' غیر ثقہ یا مجروح ثابت ہوتے ہیں۔

علامہ النظار محمد بن ابراہیم وزیر یمانی سائل کے اس اعتراض کے جواب میں کہ کتب صحاح کی اخبار میں معلول اور مردود اور مقبول سب قسم کی اخبار ہیں' فرماتے ہیں کہ:

''ان کتابوں کی حدیثیں تین قسموں پر تقسیم ہوتی ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ ائمہ حدیث کو اس کی صحت پر اتفاق ہے اور اس قسم کے بارے ہیں کسی کو اختلاف نہیں اس قسم کی حدیث کے مقتضاء پر عمل کرنا واجب ہے اور صحیح کی یہ قسم باقی تمام اخوات سے زیادہ ارفع ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی صحت میں ائمہ حدیث نے اختلاف کیا ہے۔ کسی نے سے صحیح بتلایا ہے اور کسی نے غیر صحیح کہا ہے۔ ایسی حدیث کی صحت اور غیر صحت کا فیصلہ جرح وتعدیل کی کتابوں اور ضابطہ سے کیا جائے گا۔ ترجیح کی میزان سے تعارض کو اٹھایا جائے گا۔

حدیث کی تیسری قسم یہ ہے کہ علماء حدیث نے یا ان میں سے بعض نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہو اور اسے صحیح ماننے والوں نے ان کا معارضہ نہیں کیا ہو تو حدیث کی یہ قسم احکام کی بحث میں نہیں لی جائے گی' البتہ وہ فضائل کے باب میں مقبول ہیں۔ اگر معترض کی غرض یہ ہے کہ آخری دو قسموں میں معلول اور مردود ہو سکتی ہیں یا ہیں تو اسے ہم بھی مانتے ہیں لیکن اگر معترض یہ کہنا چاہتا ہے کہ پہلی قسم میں۔ جس کی صحت پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے۔ معلول اور مردود اخبار ہیں تو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صحیح اور صواب نہیں اس لیے کہ اگر معترض اخبار آحاد کے تعبد کا اقرار نہیں کرتا تو اس کے ساتھ اس اصل میں کلام اور بحث ہے اس جزئیہ میں بحث مناسب نہیں ہے اور اگر اسے اخبار آحاد کے تعبد کا اقرار ہے اور قوی ظن سے اس پر عمل واجب ہے تو کیا اسے یہ اقرار ہے کہ ہر فن کا ماہر اور اہل ہی اپنے فن کو خوب جانتا ہے اور اس ماہر' اہل اور عارف پر اس فن کے تمام مسائل اور مباحث میں اعتماد کیا جا سکتا ہے اور اس کا قول فیصل سمجھا جاتا ہے لیکن اگر وہ اس کا اعتراف نہیں کرتا تو وہ معاند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص ہے اور وہ بحث و مناظرے کا اہل نہیں ہے اس لیے کہ سب جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے تمام فرقے اور تمام طبقات میں ہر فن کے بارے میں اس کے ماہر اہل فن کے قول کو دلیل سمجھتے تھے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام علوم باطل ہو جاتے اس لیے کہ دوسرے فن کا اہل یا تو اس فن سے بحث ہی نہیں کرتا یا اگر کرتا ہے تو ناکافی بحث کرتا ہے جس سے تشفی نہیں ہوتی۔ کیا آپ نے نہیں سوچا ہے کہ اگر قرآن وسنت کے لغات اہل تجوید سے حل کرائے جائیں اور قراءت کا اختلاف اہل لغت سے دریافت کیا جائے۔ معانی' بیان اور نحو کی مباحث میں محدثین کی طرف رجوع کیا جائے اور علل حدیث اور علم اسناد میں متکلمین کو حکم بنایا جائے اور علیٰ ہٰذا القیاس تو یقیناً تمام علوم درہم برہم ہو جائیں نگے اور ان کے آثار مٹ جائیں گے اور ہماری یہ حرکت اور یہ اِقدام عقل اور معقول کے خلاف ہوگا اور ہم نے اہل اسلام کے اِجماعی عمل اور اصل کی مخالفت کی اور اگر معترض اس کا اقرار کرے اور تسلیم کرے کہ اہل فن اپنے فن میں دوسرے فن کے اہل پر مقدم ہیں اور اس فن میں اس کے کہنے پر وثوق اور اعتماد اور ان کی تحقیق و تبصیر حق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر منصف خوب اور کھل کر جانتا ہے کہ اہل حدیث کی معرفت' حدیث کے علل اور رِجال و طرق کی بحث میں پوری توجہ اور دسترس ہے اور چونکہ محدثین کو حدیث کی صحت میں اختلاف ہوتا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض محدثین حدیث کی صحت کے بارے میں بعض کی تقلید نہیں کرتے تھے اور مجرد عصبیت کی بناء پر بعض بعض کی متابعت بھی نہیں کرتے تھے۔ البتہ اگر محدثین کی تعداد تھوڑی ہوتی اور ایک زمانہ' ایک شہر' ایک خیال' ایک غرض و فکر کے ہوتے اور ایک مذہب پر جمع ہوتے تو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ان لوگوں کو پارٹی کے تعصب نے اس حدیث کی صحت پر متفق کر دیا ہے مگر محدثین کے زمانے' شہر' اَغراض اور مذاہب کا اختلاف اس قسم کے پارٹی' جماعتی' سیاسی تعصب اور مذہبی سازش کی بنیاد کو کاٹتا ہے۔ صحت حدیث کے بارے میں بعض محدثین کا بعض محدثین کی عدم تقلید اور عدم متابعت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب محدثین کسی حدیث یا کسی کتاب کے اخبار کی صحت پر اتفاق کرتے ہیں تو اس کا منشاء صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کی صحت پر ناقابل رشک دلائل موجود و قائم ہیں اور ہر طرف سے اس کی صحت کی ایسی تائید ہوتی ہے جس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے' یہ ائمہ حدیث کا مشہور اور اجماعی قول ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اَخبار مستند اور صحیح ہیں اور نقادانِ علمِ حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے جمہور نے ان کتابوں کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔[الروض الباسم:۷۶-۷۸]

حق یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں کی احادیث ان کی تدوین سے قبل بھی ائمہ حدیث میں معروف ومشہور تھیں اور ان کی صحت مسلّم تھی' ان کی تدوین کے بعد مختلف زبانوں' شہروں' مختلف مکاتب فکر کے متعدد علماء اور ناقدین نے ان پر نگاہ ڈالی اور ایک ایک حدیث کے ایک ایک گوشے پر بحث وتبصرہ کیا اور تنقید کی میزان میں رجال وطرق اور تمام مباحث تول کر علم ووثوق کے ترازو میں جانچنے کے بعد ان کی صحت کی شہادت پر سب متفق چلے آرہے ہیں۔

خود امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں پر ہم عصر ائمہ حدیث سے نگاہ ڈالنے اور اصلاح لینے کی استدعاء کی ہے۔امام بخاری نے امام احمد' امام یحییٰ بن معین اور امام علی بن المدینی اور دوسرے ائمہ کے سامنے اپنی کتاب پیش کی۔انہوں نے ناقدانہ جانچ پرکھ کے بعد اس کی صحت کی شہادت دی۔صرف چار حدیثوں پر انہیں کچھ اعتراض تھا لیکن مزید تحقیق' دلائل اور واقعات نے ان میں بھی بخاری کی رائے کی تصویب کی اور ان کی صحت مان لی گئی (۱)۔[مقدمہ فتح الباری' جلد اول:۵]

امام حاکم فرماتے ہیں کہ:"میں نے حدیث میں کوئی کتاب ایسی نہیں دیکھی کہ وہ امام بخاری کی کتاب سے حسن میں اور حدیث کے احتیاط میں مبالغہ کرنے میں مشابہت رکھتی ہو (۲)۔"

عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی فرماتے ہیں کہ:"میں نے حرمین شریفین' حجاز' شام اور عراق کے علماء کو دیکھا ہے مگر میں نے حدیث کا کوئی جامع محمد بن اسماعیل جیسا نہیں دیکھا۔بخاری ہم سب سے زیادہ فقیہ اور حدیث کی تلاش اور تجسس سب سے زیادہ کرتے ہیں (۳)۔"

---

(۱) قال أبو جعفر محمود بن عمرو العقيلي: لما ألّف البخاری کتاب الصحیح عرضه علی أحمد بن حنبل ويحيى بن معين وعلي بن المديني وغيرهم فاستحسنوه وشهدوا له بالصحة إلّا في أربعة أحاديث' قال العقيلي: والقول فيها قول البخاری.

[ہدی الساری:۷' مقدمہ' فصل اول]

(۲) ما وجدته.

(۳) قد رأيتُ العلماء بالحرمين والحجاز والشام والعراق فما رأيتُ فيهم أجمع من محمد ابن اسماعیل' وقال أيضاً: هو أعلمنا وأفقهنا وأكثرنا طلباً. [ہدی الساری:۴۸۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو سہل محمود بن النضر فرماتے ہیں کہ: ''میں بصرہ' شام' حجاز اور کوفہ گیا ہوں اور جب وہاں کے علماء کے سامنے امام بخاری کا ذکر ہوا تو ان سب نے امام بخاری کو اپنے اوپر فضیلت دی (۱)۔''

ابو عمرو الحفاف فرماتے ہیں کہ: ''اگر کوئی بخاری کے علم و دیانت' فکر و نظر اور علم و شان میں کچھ کہتا ہے تو میری طرف سے اس پر ہزار لعنت ہے (۲)۔''

امام بخاری فرماتے ہیں کہ: ''جب میں اسماعیل بن ابی اویس کی کتاب سے احادیث منتخب کرتا تو وہ ان حدیثوں کو اپنے لیے لکھتے اور ان کا الگ جزء بنا لیتے تھے اور فرماتے تھے: یہ وہ احادیث ہیں جن کو محمد بن اسماعیل نے میری حدیثوں سے منتخب کیا ہے (۳)۔''

قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ: ''میں فقہاء' زہاد اور عباد میں بیٹھا ہوں مگر میں نے بخاری جیسا کسی اور کو نہیں دیکھا وہ اپنے اقران میں ایسی شخصیت کے مالک ہیں جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عظیم شخصیت رکھتے ہیں (۴)۔''

امام بخاری فرماتے ہیں کہ:

''میری عمر ۱۸ سال کی تھی جب میں حمیدی کے پاس گیا اور کسی دوسرے صاحب سے آپ کو ایک حدیث میں اختلاف تھا' جب میں گیا تو آپ نے کہا وہ آ گئے جو میرے اور آپ کے اختلاف کا فیصلہ کر دے۔ میں نے حمیدی کے حق میں فیصلہ دے دیا اس لیے کہ حق اُن کی

---

(۱) قال أبو سهل محمود بن النضر الفقيه: دخلتُ البصرة والشام والحجاز والكوفة ورأيتُ علماءها فكلما جرى ذِكر محمد بن اسماعيل فَضَّلُوهُ على أنفسهم.
[ہدی الساری: ۴۸۵]

(۲) قال أبو عمرو الحفاف: حدثنا التقی النقی العالم الذی لم أر مثله محمد بن اسماعیل قال وهو أعلم بالحديث من أحمد واسحاق وغيرهما بعشرين درجة' ومَن قال فيه شيئاً فعليه منى ألف لعنة. [ہدی الساری: ۴۸۵]

(۳) قال محمد بن أبی حاتم: سمعتُ البخاری يقول: كان اسماعيل بن أبي أويس إذا انتخبتُ من كتابه نسخ تلك الأحاديث لنفسه وقال: هذه الأحاديث انتخبها محمد بن اسماعيل من حديثي. [ہدی الساری: ۴۸۲]

(۴) قال قتيبة بن سعيد: جالستُ الفقهاء والزُّهّاد والعُبّاد فما رأيتُ منذُ عقلتُ مثل محمد ابن اسماعيل وهو في زمانه كعمر في الصحابة. [ہدی الساری: ۴۸۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا (۱)۔‘‘

حاشد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ: ’’میں نے اسحاق بن راہویہ کو منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور امام بخاری آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اسحاق حدیث بیان فرماتے تھے آپ نے ایک حدیث بیان کی اور امام بخاری نے اس کا انکار کیا۔ اسحاق بن راہویہ نے مان لیا جو بخاری نے کہا اور اسحاق نے فرمایا: اے جماعتِ اصحاب حدیث! اس جوان کو دیکھو اور اس سے حدیث لکھو اگر یہ حسن بن ابی الحسن بصری کے زمانے میں ہوتا تو وہ بھی حدیث کی معرفت اور فقہ میں اس کے محتاج ہوتے (۲)۔‘‘

یحییٰ بن جعفر البیکندی فرماتے ہیں کہ: ’’اگر میں اپنی عمر سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کر سکتا تو میں ایسا کر لیتا اس لیے کہ میری موت ایک آدمی کی موت ہے اور امام بخاری کی موت علم کی موت ہے (۳)۔‘‘

عبداللہ بن محمد م سندی فرماتے ہیں کہ: ’’محمد اسماعیل امام ہیں' جو انہیں امام نہ گردانے اس کو تباہ کاری اور خطا کاری کا متہم سمجھو (۴)۔‘‘

غیر محصور ائمہ اَعلام نے امام بخاری کے فضائل بیان کیے ہیں' ان کی کتاب کی ثناء و تعریف کی ہے اور آپ کی کتاب کی حجیت اور صحت کا اعتراف کیا ہے۔

---

(۱) قال البخاري: دخلتُ على الحميدي و أنا ابن ثمان عشرة سنة' يعني أول سنة حج' فإذا بينه و بين آخر اختلافٌ في حديث فلما بصر بي قال: جاءَ مَن يفصل بيننا فعرضا عَلَيّ الخصومة فقضيتُ للحميدي و كان الحق معه. [ہدی الساری: ۴۸۳]

(۲) قال حاشد بن اسماعيل: رأيتُ إسحق بن راهويه جالساً على المنبر و البخاري جالسٌ معه و إسحق يحدثُ فَمَرَّ بحديثٍ فأنكره محمد فرجع إسحق إلى قوله وقال: يامعشر أصحاب الحديث! أنظروا إلى هذا الشاب و اكتبوا عنه فإنه لو كان في زمن الحسن بن أبي الحسن البصري لاحتاجَ إليه لمعرفته بالحديث وفقهه. [ہدی الساری: ۴۸۳]

(۳) قال محمد بن أبي حاتم الوراق: سمعتُ يحيى بن جعفر البيكندي يقول: لو قدرتُ أن أزيد من عمري في عمر محمد بن اسماعيل لفعلتُ' فإنّ موتي يكون موت رجل واحد و موت محمد بن اسماعيل فيه ذهاب العلم. [ہدی الساری: ۴۸۴]

(۴) قال عبدالله بن محمد المسندي: محمد بن اسماعيل إمامٌ' فمَن لم يجعله إماماً فاتهمهُ [ہدی الساری: ۴۸۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے امام بخاری کے چند مشائخ اور چند ہم عصر محدثین کے ارشادات نقل کیے۔
مشائخ کو اپنے تلامذہ کا خوب علم ہوتا ہے اس لیے کہ وہ ان کے سامنے ہوتے ہیں اور ان کے محاسن دیکھتے ہیں اور ان کی اہلیت کا امتحان لیتے ہیں۔
ہم عصروں میں رقابت کے کچھ تاثرات بھی ہوتے ہیں۔ ریاست اور اقتدار کے جذبات بھی ہوتے ہیں مگر حقیقت وہی تھی جو انہوں نے دیکھی اور ان کا تجربہ وہی تھا جو بیان فرمایا۔ بعد کے متاخرین نے جو کچھ فرمایا ان کے ارشادات کے اعتماد پر فرمایا اس لیے میں نے ان میں سے کسی صاحب کی زبان سے بخاری کے مناقب اور اُن کے علم وعرفان کے فضائل ذکر نہیں کیے۔
امام بخاری اپنے مشائخ کی کسی خطاء پر خاموش نہیں رہے۔ صحیح بخاری کے انتخاب حدیث پر آپ کے مشائخ نے بھی فخر محسوس کیا۔ امام بخاری کے مشائخ نے آپ کو علم حدیث کے جمع کرنے اور صاف' شفاف اور بے غبار بنانے میں علوم نبویہ کو حزم' احتیاط اور اتقان کے اصول میں محفوظ رکھنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور حسن بصری کے مناسب مقام میں دیکھا ان کے مشائخ اور ہم قرن محدثین نے اُن کے علم وبصیرت میں عیب اور علت نکالنے اور بہ تکلف تجسس کرنے والوں پر لعنت کی اور ان کو تباہ کار اور دین واخلاق کی دنیا میں متہم کیا ہے۔
اہل حدیث کے ارباب علم اور علم حدیث میں امامت کے اہل محدثین کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کی صحت کی شہادت اور توثیق کے بعد کسی صاحب علم وعقل کو ان کی حدیثوں کی صحت میں شک اور شبہ نہیں رہتا اور جن لوگوں کو یہ معقول اصول مسلّم ہیں کہ اہل فن کا قول اس فن میں دلیل اور حجت ہے اور تمام علوم کو درہم برہم کرنا نہیں چاہتے اور اہل اسلام کے اجماعی عمل اور اصول کو توڑنا پسند نہیں کرتے ان کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث پر تنقید وتبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اس لیے کہ اہل فن نے ان پر تنقید کرنے کے بعد ان کی صحت پر اتفاق کیا۔ امام بخاری اور امام مسلم کے ناقدانہ مزاج نے ان کی صحت کا التزام کیا تھا اور اُن کی نقد وبصیرت ان کی صحت کی ضمانت کرتی ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کی جلالت' علم ومعرفت اور حدیث کے طرق اور رجال کے مخفی سے مخفی کوائف پر وسیع اور کثیر اطلاع کو امت نے تسلیم کیا ہے۔
اللہ رے تیری بے نیازی! آج گیارہ سو سال کے بعد تیرے محبوب کے علوم وارشادات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں پر ایسے لوگ تنقید کرنے کے لیے اٹھتے ہیں جن کو ایک طرف مارکس اور لینن کے ساتھ ذہنیت اور اشتراکیت کا رشتہ ہے اور تیرے قرآن کے نام پر اشتراکی نظام کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور انسانی حیات کا سب سے بڑا اور اہم مقصد پیٹ اور روٹی کا مسئلہ بتاتے ہیں۔ دوسری طرف معتزلہ کی بربادی کا مرثیہ خوانی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے عقلی اور دینی اِستفادہ کرتے ہیں۔ امت کے فقہاء و محدثین کے جمود کی شکایت کرتے اور رونا روتے ہیں۔ علم حدیث کی لذت سے نا آشنا اس کے رجال اور طرق کی معرفت سے اجنبی و بے گانہ اور حجیت حدیث کے منکر ہیں شخصی نبوت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ دین میں اخلاص اور دینی شعب و علائم میں آوارہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا نام صرف اس لیے لیا کرتے ہیں کہ اُس کے رسول کی وحی اور تبیین کے اِسترداد کے لیے اس کو آڑ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے درمیان تفریق اور جدائی کا راستہ نکالتے ہیں۔ علم حدیث کے حق ناشناس ہیں' جب کہ فن حدیث سے ممارست اور معرفت نہ رکھنے والا فکر و دماغ علم حدیث میں مخالف اور موافق رہنمائی کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا چہ جائے کہ اس کی خرافات کو حق اور صواب کا فیصلہ سمجھا جائے۔

آپ جانتے ہیں کہ ہر معاملہ کے فیصلہ کرنے کا اور ہر خبر کا ہر کسی کو سلیقہ نہیں ہوتا۔ ایسے فیصلے ہوسکتے ہیں اور ایسی خبریں ہوسکتی ہیں جن کی تفتیش خاص افراد ہی کر سکتے ہیں اور جن کے لیے ایک خاص گروہ ہی معیار ہوسکتا ہے۔ تحقیق اور تنقید کا ایک خاص محکمہ ہوتا ہے جس کا فیصلہ ناطق اور آخری سمجھنا چاہیے۔ علم حدیث اور امام بخاری و امام مسلم کی کتابوں کے پرکھنے اور جانچنے کے لیے بھی اہلیت درکار ہے۔ قرآن مجید ایسے خاص افراد اور خصوصی محکمہ اور اہلیت رکھنے والے دانش وروں کی طرف ذیل کی آیت میں ہمیں رجوع کرنے اور توجہ دینے کی رہنمائی کرتا ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ. [سورۃ النساء۴:۸۳]

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو رسول یا اپنے سرداروں کے پاس پہنچا دیتے تو تحقیق کرنے والے اُس کی تحقیق کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لیتے۔"

اس آیت میں قرآن مجید نے علم کے اعتبار سے لوگوں میں تفریق کی ہے اور فرمایا ہے کہ ایسا علم بھی ہوتا ہے جس میں تحقیق اور استنباط کی اہلیت نہیں ہوتی اور ایسا بھی ہوتا ہے جس میں فہم' استخراج اور جانچنے کی پوری صلاحیت موجود ہوتی ہے اور ایسے علم پر قرآن مجید کو وثوق اور اطمینان ہے اور ہمیں اس کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

حسن بصری' قتادۃ اور ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا ہے کہ مذکورہ آیت میں اولی الامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں (۱)۔

امام جصاص رازی فرماتے ہیں کہ: فقہاء اور علماء کو اولی الامر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو فقہاء اور علماء ہی جانتے ہیں اور دین کے بارے میں انہیں کے اقوال کو لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے اور وُلاۃ امر کی طرح ان پر اولی الامر کا اطلاق ہوتا ہے۔ قرآن مجید کو اہل علم کی خبر دینے پر اعتماد تھا اور ان کی خبر کو تسلیم کرنا ضروری تھا اس لیے رسول اکرم ﷺ کے پاس رہنے کو لازم کیا اور علماء پر اِنذار اور دوسروں پر اِحذار کو واجب کر دیا' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ. [سورۃ التوبۃ ۹:۱۲۲]

"اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مؤمن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین [کا علم سیکھتے اور اس] میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو انہیں تنبیہ کرتے تاکہ وہ حذر کرتے (۲)۔"

اس آیت نے بعض لوگوں پر نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہنا ضروری کر دیا ہے تاکہ وہ

---

(۱) قال الحسن وقتادة وابن أبي ليلى: هم أهل العلم والفقه. [أحكام القرآن ۲:۲۱۵]

(۲) وجائز أن يسمى الفقهاء أولي الأمر لأنهم يعرفون أوامر الله ونواهيه' ويلزمُ غيرهم قبول قولهم فيها فجائزٌ أن يسموا أولي الأمر من هذا الوجه كما قال في آيةٍ أخرى: لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ' فأوجب الحذر بإنذارهم وألزم المنذرين قبول قولهم' فجاز من أجل ذلك إطلاق إسم أولي الأمر عليهم.
[أحكام القرآن ۲:۲۱۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی صحبت میں رہ کر سینکڑوں واقعات میں سے گزر کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی باقی ماندہ قوم کو مزید علم و تجربہ کی بناء پر بھلے' برے' سچ اور جھوٹ سے آگاہ کریں۔ اہل علم کا فرض ہے کہ وہ دین سکھلائیں اور خود سیکھیں اور اسے دوسروں تک پہنچائیں۔ دوسروں پر لازم ہے کہ اہل علم کے بتلانے پر چلیں اور ان کے بتلانے کو حق تسلیم کر لیں۔ ٹھیک اسی طرح علم حدیث کی اہمیت کو دین کے قوام میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے اہل علم نے دل کھول سکھلایا۔ تابعین اور ان کے بعد اہل علم کی شب و روز محنت حفظ و اِتقان اور حزم واحتیاط نے علم حدیث کے حفظ کی کفالت اور ضمانت کی ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کے علم و بصیرت نے تدوینی مراحل طے کر لیے اور علم حدیث کے خالص گروہ اور خصوصی محکمہ تحقیق و تفتیش نے ان کو جانچا' دیکھا اور کی صحت کی پوری ذمہ داری کے ساتھ اس کی شہادت دی ہے۔ اب امت مسلمہ کا یہی فرض باقی رہ گیا ہے کہ ان کی اہلیت پر اعتماد رکھیں اور ان کی شہادت کو حق اور انصاف سمجھیں اور دین کے علوم کی حفاظت اور دوسروں تک بلا کم و کاست پہنچانے میں ان کی قابل صد آفرین خدمات اور توجہات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھیں۔

ضروری گزارش

میں نے بَصَائِرُ السُّنَّۃ کا یہ دوسرا حصہ جن عنوانات پر ختم کیا ہے وہ درحقیقت منکرین حدیث کے شبہات اور شکوک کے جوابات ہیں جو میں نے اپنے خیال اور اپنے ذہن میں ان کے مضامین کی پیداوار سے اخذ کیے ہیں جن پر تفصیل سے روشنی ڈالے بغیر ان کے اِدّعاء میں اِبہام رہتا ہے اور جب تک ان کے مضامین کا پورا پس منظر سامنے نہیں آتا اور اس کے جواب میں تفصیل نہیں کیا جاتا تو منکرین حدیث کی طینت اور اصل چال کی حقیقت نہیں کھلتی چونکہ یہ ان کے وقتی خیالات' اپنے رجحانات اور اپنی محنت اور سمجھ کے نیک یا بد نتائج نہیں بلکہ وہ پرانے اور دیرینہ فرسودہ مخترعات ہیں جن کو معاندین اسلام اور دشمنان نبوت نے وقتاً فوقتاً شائع کیا تھا اور ہر قرن کے علماء نے ان کے جوابات لکھے ہیں اس لیے بھی ہمیں یہ ضرورت پڑی کہ ہم متقدمین اور متاخرین علماء کی کتابوں سے اِستفادہ کریں تاکہ یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ منکرین حدیث کے تمام اجتہادات کی بنیاد ان مبتدعین کے گمراہ کن اقوال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر ہے جنہیں سلف اور خلف کے اہل حق علماء نے باطل اور غیر اسلامی ثابت کر دیا تھا۔ انگریزی سیاست کی حمایت اور مدد کرنے والے مدبرین نے اسلام کے ایسے اصول اور مسائل کی تعبیر بدلنے کی کوشش کی جن سے اسلامی ذہن اور ضمیر میں اس کو نمایاں فرق کی امید ہو سکتی تھی اور ان صاحبوں کا تمام اور اصل ماخذ اس زمانہ کے انگریزی سیاست کے دل دادہ مسلمانوں کے تحریری مسودات ہیں اور آج انہیں مسودات سے استفادہ کرتے ہوئے مملکت پاکستان میں مسلمانوں کے اذہان وقلوب کو اسلامی تربیت اور دینی نشو ونما کے ارتقاء سے روکنا چاہتے ہیں تا کہ یہ قوم ذہن وضمیر کی دولت اور الٰہی اصلاح اور تعلیم کی نعمتوں سے مالا مال اور سرفراز نہ ہوں اور غلامانہ ذہنیت اور سرمایہ دارانہ اقتدار کی لعنت میں ہمیشہ ارباب ثروت اور اہل طاقت کا آلہ کار بنی رہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی جس تربیت اور تعلیم نے امت مسلمہ کو ارتقاء کے بلند مراحل سے گزارا تھا اس تعلیم وتربیت سے مسلمانوں کو دور رکھا جائے تا کہ امت مسلمہ کے سامنے مادیات اور روٹی کا مسئلہ دین بن کر رہ جائے اور اسلامیات کا جنازہ اٹھایا جائے۔ نعوذ باللہ.

سید امین الحق عفی عنہ

متوطن طورو ضلع مردان

حال خطیب جامع مسجد ضلع شیخوپورہ

۱۵ ستمبر ۱۹۵۶ء مطابق ۱۰ صفر ال: مظفر ۱۳۷۶ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الكلمة الأخيرة:

الحمدُ لله تعالی، والصلاة والسلام علی سیدنا محمدٍ وعلی آلہٖ وأصحابہٖ تتوالی.

أما بعد:

بفضل اللہ تعالیٰ ومَنِّہٖ وکرمہ آج ہفتہ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۹ ہجری مطابق ۲۲ ستمبر ۲۰۰۸ میلادی کو دو سال کی مسلسل محنت شاقہ کے بعد بَصَائِرُ السُّنَّۃِ کی تحقیق اور تعلیق پایۂ تکمیل تک پہنچی، اس میں اگر کوئی خوبی ہے تو میرے رب کی دَین اور نعمت واِحسان ہے۔ اور اگر کوئی خامی، کمی اور نقصان ہے، تو میری بے مائیگی اور کم زوری کی وجہ سے ہے، جس کی میں اپنے رب کریم، غفور ورحیم سے معافی کا خواست گار ہوں۔

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الغَفُوْرُ.

میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس میں مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہوگی، اس لیے کہ امام ربیع بن سلیمان مصری [ولادت: ۱۷۴ھ = ۷۹۰م، وفات: ۲۷۰ھ = ۸۸۴م] نے فرمایا ہے کہ:

قرأتُ کتاب الرسالۃ المصریۃ علی الشافعی نیفاً وثلاثین مرۃً، فمامن مرۃٍ إلّا کان یُصححہ، ثم قال الشافعی فی آخرہ: أبی اللّٰہ أن یکون کتابٌ صحیحٌ غیر کتابہ.

[مناقب الشافعی، امام بیہقی ۲:۳۶]

''میں نے امام شافعی کی کتاب الرِّسَالَۃُ الْمِصْرِیَّۃِ اُن کے سامنے کچھ اوپر تیس مرتبہ پڑھی، اور ہر مرتبہ امام شافعی اُس میں کسی نہ کسی قسم کی تصحیح کرتے رہے۔ بالآخر اُنھوں نے فرمایا: ''اب چھوڑو بھی۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتے ہیں کہ اُس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔''

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے میرے لیے، مصنف علام کے لیے، میرے والدین، اہل وعیال اور احباب وتلامذہ کے لیے اور طابع وناشر کے لیے اجر آخرت کا ذخیرہ بنادے۔ اللہم آمین۔

وأنا العبد الضعيف النحيف

ڈاکٹر أبو سلمان سراج الإسلام حنيف

ہفتہ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ = ۲۲ ستمبر ۲۰۰۸م

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمی فہارس

ترتیب

سلمان بن سراج الاسلام حنیف

فہرسِ آیات	۳۴۴
فہرسِ احادیث	۳۵۱
فہرسِ أعلام	۳۵۶
فہرسِ رُواۃ	۳۵۷
فہرسِ مراجع	۳۵۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرس آیات

سورة البقرة

[۴۵] وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ:۳۱۱
[۸۰] وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً:۲۷۲
[۱۸۵] وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ:۳۱۳
[۹۴] قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ:۲۷۲
[۱۰۶] مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا:۲۵۲
[۱۰۶] أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ:۲۹۷
[۱۰۷] أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ:۲۹۸
[۱۱۵] فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ:۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۶
[۱۱۸] كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ:۱۰۴
[۱۴۳] وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا:۲۴۴، ۲۵۷
[۱۴۴] قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا:۲۴۴
[۱۴۴] فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ:۲۵۷، ۳۰۳
[۱۵۰] وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ:۳۰۳
[۱۸۴] وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ طَعَامُ مِسْكِينٍ:۳۰۰
[۱۸۵] يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ:۳۱۰
[۱۸۷] فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ:۱۹۱، ۲۰۱
[۲۲۲] وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى:۱۹۰
[۲۲۹] فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ:۹۶
[۲۶۹] وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا:۵۴
[۲۴۰] وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ:۲۴۴، ۲۴۹، ۲۹۵
[۲۴۰] غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ:۲۷۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۲۴۷] إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكاً:۲۶۶

[۲۴۸] إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ:۲۶۵

[۲۴۸] إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لَّكُم:۲۶۶

سورة آل عمران

[۳۷] كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ:۱۹۲

[۳۹] أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى:۲۶۶

[۳:۴۱] قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ:۲۶۶

[۱۶۴] لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا :۲۷۰

سورة النساء

[۱۵] وَالّٰتِيْ يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ :۲۲۰

[:۱۶] وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا:۲۲۱

[۲۴] كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ :۲۱۷

[۵۹] فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ:۲۰۳

[۸۳] وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ :۲۹۲، ۳۳۸

[۱۰۵] إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ اللّٰهُ:۲۸۵

[۱۰۵] لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ اللّٰهُ:۱۰

سورة المائدة

[۳] اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ:۲۵۱

[۱۵] يٰأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْراً مِّمَّا:۲۲۴

[۲۱] يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ:۲۱۷

[۴۱] يٰأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ:۲۲۸

[۴۲] وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ:۲۲۹

[۴۳] وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ :۲۲۹

[۴۴] إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ:۲۲۴

[۴۴] يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا:۲۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۴۹]وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآئَهُمْ: ۲۳۳

[۹۵]فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ: ۵۲

[۶۷]يٰأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ : ۱۰

[۶۷]وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ: ۲۶۹

سورة الانعام

[۵۰] إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَيَّ: ۱۱

[۹۱]تَجْعَلُوْنَهُ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْراً: ۲۳۱

[۱۲۵]وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يُّضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقاً حَرَجاً كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ: ۳۱۱

[۱۵۰]وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا: ۲۷۰

[۱۵۳]وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ: ۱۲

[۱۵۷]فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا: ۲۷۰

[۱۵۸] يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْساً إِيْمَانُهَا: ۲۶۷

سورة الاعراف

[۳]اِتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهِ أَوْلِيَآءَ: ۱۲

[۵۲]وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: ۲۸۷

[۶۲]أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ: ۲۶۸

[۶۸]أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِيْنٌ: ۲۶۸

[۷۹]لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ: ۲۶۸

[۸۰]أَتَأْتُوْنَ الْفٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ: ۲۰۲

[۱۵۷]فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهِ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ أُنْزِلَ مَعَهُ : ۲۸۷

[۲۰۱]إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا: ۲۵۹

[۲۰۲]وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ: ۲۵۹

سورة الانفال

[۲]وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا: ۲۶۹

[۲۹]يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَاناً: ۵۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۳۱] وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا: ۲۶۹

[۶۵] إِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَّكُنْ: ۲۴۵، ۲۵۳

[۶۶] اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفاً فَإِنْ يَّكُنْ: ۲۴۵، ۲۵۳

سورۃ التوبۃ

[۱۰۰] وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ: ۲۸۷

[۱۰۰] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ: ۱۳۰، ۱۳۲

[۱۰۳] خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا: ۱۱۳

[۱۲۲] وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ: ۳۳۹

سورۃ یونس

[۱۵] وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا: ۲۶۳، ۲۷۱

[۱۵] اِئْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ: ۲۷۲

[۱۵] قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيْ: ۲۱۱

[۱۵] أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَيَّ: ۲۷۲

[۷۱] إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ: ۲۶۹

[۹۵] وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ: ۲۶۹

سورۃ ھود

[۱۳] أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا: ۲۷۳

[۱۱۲] فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ: ۱۱

سورۃ یوسف

[۱۰۸] اَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ: ۲۸۹

سورۃ الرعد

[۳۹] يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتٰبِ: ۲۵۶

سورۃ النحل

[۴۳] فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ: ۵۰

[۴۴] وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ: ۱۰، ۲۸۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[۶۴] وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ: ۲۰۰

[۷۴] فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ: ۳۰

[۱۰۱] وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْآ: ۲۵۸

[۱۰۱] اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ: ۲۷۳

سورة بنی اسرائیل

[۹] اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ: ۲۸۷

[۳۲] وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً: ۴۷

[۲۱] وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا: ۳۱۵

سورة الكهف

[۶۵] وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا: ۵۵

سورة طٰه

[۱۴] وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ: ۳۰۶

سورة المؤمنون

[۱] قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ: ۱۵۵

[۷۱] وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ: ۱۱

سورة النور

[۱۳] فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ: ۲۹۱

[۵۴] قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا: ۱۲

سورة النمل

[۱۴] وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا: ۲۶۲

سورة القصص

[۱۵] هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ: ۲۶

[۱۶] رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ: ۲۶

سورة العنكبوت

[۴۷] فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ: ۲۷۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الروم

[۲۷]وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى:۲۲

سورۃ لقمان

[۸-۹]إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ:۲۸۸

سورۃ الاحزاب

[۲۱] لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ:۴۷

[۳۷]فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا:۷۵

[۳۹]اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ:۲۶۸

[۴۵]يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا:۱۳

[۴۶]وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا:۱۳

سورۃ ص

[۲۹] كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا آيٰتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ:۲۹۲

سورۃ الزمر

[۲۳] اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ:۲۸۴

سورۃ الشوریٰ

[۱۱]لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ:۲۲

سورۃ الجاثیۃ

[۳]إِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ:۲۶۷

[۶] تِلْكَ آيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهِ يُؤْمِنُوْنَ:۲۶۹

سورۃ محمد

[۲۴]أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا:۲۹۲

سورۃ الفتح

[۱۸]لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا:۲۸۶

[۲۶]وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا:۲۸۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الحجرات

[۷]وَاعْلَمُوْاأَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْيُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ :۱۱

سورۃ الذاریات

[۲۰]وَفِي الْأَرْضِ ايٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ :۲۶۸

[۲۱]وَفِيْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ:۲۶۸

سورۃ المجادلۃ

[۷] وَلَاأَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاأَكْثَرَ إِلَّاهُوَمَعَهُمْ أَيْنَمَا كَانُوْا:۳۰۳

[۱۲-۱۳]يٰأَيُّهَاالَّذِيْنَ امَنُوْا إِذَانَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ:۲۵۳

سورۃ الحشر

[۷] وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا:۶۹

سورۃ الجمعۃ

[۲] هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًامِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ:۲۷۰

سورۃ الطلاق

[۱] يٰأَيُّهَاالنَّبِيُّ إِذَاطَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ:۹۷

[۲]وَاَشْهِدُوْاذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ:۵۱

[۱۲] وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا:۳۱۷

سورۃ الملک

[۱۰] وَقَالُوْالَوْكُنَّانَسْمَعُ اَوْنَعْقِلُ مَاكُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ:۵۰

سورۃ القیامۃ

[۱۹]ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَابَيَانَهٗ:۳۸

سورۃ الاعلیٰ

[۵-۶]سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى إِلَّامَاشَآءَ اللّٰهُ:۲۷۴

سورۃ التکاثر

[۱-۲]اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۞ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۞:۳۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرس احادیث وآثار

-أتعلمُ أنّما كانت الثلاث تُجعلُ واحدةً على عهد النبيﷺ وأبى بكر:۹۸
-إذابانَت منك وكانت معصية:۹۶
-إذاجاء أحدكم الجمعةَ فليغتسل:۱۲۴
-إذا جلس أحدكم على حاجته فلايَستقبِلِ القبلةَ ولايَستدبِرْها:۱۹
-أرأيتَ إن عرض لك قضاء كيف تقضى؟:۳۲
-أرأيتم ليلتكم هذه،فان رأسَ مائةِ سنةٍ منها لايبقَى ممن هوعلى ظهر:۱۰۸
-ارفع يدك فإذا ؤه الرجم تحت يده فأمر بهمارسول اللهﷺفرُجما:۲۲۷
-استلم الركنَ فرَمَلَ ثلاثاً،ومشى أربعاً:۸۰
-اعتدى عند عبدالله بن أم مكتوم فإنه رجل أعمى تَضَعِينَ ثيابكِ عنده:۹۵
-أصحاب رسول اللهﷺكانوايضعون جنوبهم فمنهم من يتوضأُ ومنهم مَن:۲۰۸
-اصنعواكُلَّ شيئٍ إِلّاالنكاح:۱۹۰
-اِقتَدُوابِاللَّذينِ مِن بعدِى:أبي بكروعمر:۵۷
-أقُصرت الصلاةُ أم نسيتَ يا رسول الله:۳۲۲
-ألاوقدرجم رسول اللهﷺورجمنابعده:۲۳۶،۲۳۵
- اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذَا أَمَاتُوْهُ فَأَمَرَبِهِ فَرُجِمَ:۲۲۶،۲۲۸
-اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وعَلِّمْهُ التأوِيْلَ:۲۹۳
-أماواللهِ إني لأعلمُ أنك حجرٌ،لاتضرُّ ولاتنفعُ،ولولاأنى رأيتُ [عمرؓ]:۷۷
-أُمرتُ أن أقاتل الناس حتى يقولوالاإلٰه إلّا الله:۱۴۸
-أمرنى أن آخُذَ من كل ثلاثين بقرة،تبيعاًأو تبيعةً،ومن كل أربعين مُسِنَّةً:۱۰۰
-أمرهم النبى ﷺ أن يرملواالأشواط الثلاثة،وأن يمشوامابين الركنين:۷۷
-إنْ كان ينفعهم ذلك فلْيَصنعوهُ،فإنى إنماظننتُ ظَنًّا،فلاتُؤاخذونى بالظن:۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

-إِنَّ اللہ بعث محمداً ﷺ وأنزل علیه الکتاب فکان فیما أنزل علیه آیةُ الرجم: ۲۱۵، ۲۹۶
-إنَّ اللّٰہ قد أعطی کل ذی حق حقه، فلا وصیة لوارث: ۱۲۲، ۱۲۳
-إِنَّ رجلاً أتی النبی ﷺ فقال: إنه احترق، قال: مالَکَ؟ قال: أصبتُ أهلی: ۵۳
-إِنَّ رسول اللہ ﷺ أَذِنَ لنا فی المتعة ثلاثاً ثم حرمها: ۹۲
-إِنَّ هذا العلمَ دِینٌ فانظروا عمن تأخذون دینکُمْ [ابن سیرین]: ۱۲۸
-أنَّ النبی ﷺ نهی عن بیع أمهات الأولاد، وقال: لا یبعنَ، ولا یُوهبنَ: ۸۸
-إِنَّا کُنَّا نُسْلِفُ علی عهد رسول اللّٰہ ﷺ وأبی بکر وعمر فی الحنطة و: ۴۴
-إِنَّکَ أَنْ تَدَعَ ورثتَکَ أغنیاءَ خیرٌ من أن تدعهم عالَةً یتکفَّفون الناسَ: ۱۲۲
-إنما أنا بشرٌ، إذا أمرتکم بشیء من دینکم فخذوا به، وإذا أمرتکم: ۱۷
-أنَّ رجلاً سأل النبی ﷺ عن المباشرة للصائم فرَخَّصَ له وأتاه آخر فنهاهُ: ۲۰۰
-أنَّ رسول اللّٰہ ﷺ کان یصلی علی راحلته نحو المشرق: ۳۰۵
-أنَّ عمر رضی اللہ عنه أعتق أمهات الأولاد: ۹۱
-أنَّ عمر بن الخطاب کتب إلیه: إن جاءک شیء فی کتاب اللّٰہ فاقض به: ۳۱
-أنَّ النبی ﷺ ضرب فی الخمر بالجریدِ والنعال: ۱۰۲
-أن النبی ﷺ نام حتی نفخ ثم صلی: ۲۰۵
-ایَّ سماءٍ تُظِلُّنِی وَایُّ أَرْضٍ تُقِلُّنِیْ إِذَا أَنَا قُلْتُ مالم أَعلم [ابوبکر صدیق رضی اللہ عنه]: ۲۸۳
-الإسناد من الدین، ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء [ابن مبارک]: ۱۲۸
-بِعنا أمهات الأولاد علی عهد رسول اللّٰہ ﷺ وأبی بکر، فلما کان عمر: ۸۸
-بینا أنا نائمٌ رأیتُ أنی علی حوضی أسقی الناس فأتانی أبو بکر: ۱۴۰
-بینما نحنُ جلوسٌ عند النبی ﷺ إذ جاءه رجلٌ فقال [ابوہریرۃ رضی اللہ عنه]: ۵۳
-بیننا وبین القوم القوائمُ. یعنی: الإسناد [ابن مبارک]: ۱۲۸
-تَسمَّوا بإسمی ولا تکتَنُوا بکنیتی، ومَن رآنی فی المنام: ۱۲۵
-جلد عُمَرُ فی الخمر ثمانین: ۱۰۳
-خُذُوْا عَنِّیْ خُذُوْا عَنِّیْ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَهُنَّ سَبِیْلا: ۲۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

-خَطَّ لنا رسول اللهﷺ یوماً خطّاً ثم قال: هذا سبیل الله: ۶۸
-خیرُ الخیلِ الأدهمُ الأقرحُ الأرثمُ ثم الأقرح المحجَّلُ طَلْقُ الیمینِ: ۴۲
-رأیتُ رسول اللهﷺ یسبِّحُ وهو علی الراحلة ویومیءُ برأسه
-رَحِمَ الله امرءاً سمعِ منی حدیثاً فحفظه حتی یُبَلِّغَهُ غیرَهُ: ۵۹
-الرَّجمُ فی کتاب الله حقٌّ علی مَن زنی إذا أحصِنَّ من الرجال و النساء: ۲۱۰
-سعی النبی ﷺ ثلاثةَ أشواطٍ و مشی أربعةً فی الحج و العمرة: ۴۹
-الشیخ و الشیخة إذا زَنَیا فارجموهما: ۲۰۹، ۲۱۳
-عَلِیٌّ أقضانا [عمرؓ]: ۵۶
-غَسَلَ وَجههُ ویدیه ومَسَحَ برأسه، ومَسَحَ علی الخُفَّین: ۱۲۴
-فرض زکوة الفطر من رمضان علی کل حرأو عبد، ذکر أو أنثی: ۳۲۸
-قال الله: ثلاثةٌ أنا خصمهم یومَ القیامةِ: رجلٌ أعطی بِی ثم غَدَرَ، ورجلٌ: ۸۴
-قد رجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده، ولولا أن یقولوا: ۲۱۳، ۲۹۶
-قد علمتُ، راجِعها و تلا: یأیُّها النَّبیُّ إذا طلَّقْتُمُ النِّسَاءَ: ۹۴
-قضی أن أم الولد لا تُباعُ، ولا تُوهبُ، ولا تورَثُ: ۸۸
-کان ابن عباس إذا سُئلَ عن الأمر فکان فی القرآن أخبر به: ۳۱
-کان أبو بکرؓ إذا ورد علیه الخصمُ نَظَرَ فی کتاب الله: ۲۹
-کان رسول الله ﷺ یأمر إحدانا إذا کانت حائضاً أن تشدَّ علیها إزارها ثم: ۱۹۴
-کان رسول الله ﷺ یتوشحنی وأنا حائض، ویصیب مِن رأسی وبینی وبینه: ۱۹۴
-کان النبی ﷺ یُقَبِّلُ ویُباشِرُ وهو صائمٌ، وکان أملَکَکُمْ لأَرَبِهِ: ۱۹۴، ۱۹۶
-کان یأمرنا إذا حاضَتْ إحدانا أن نَتَّزِرَ بإزارٍ واسعٍ ثم یَلتزِمُ صَدرها وثَدْیَیها: ۱۹۸
-کنتُ أتَّزِرُ وأنا حائضٌ ثم أدخل مع رسول الله ﷺ فی لحافه: ۱۹۴
-کنتُ أنا ورسول الله ﷺ نبیتُ فی الشعار الواحد وأنا حائضٌ: ۱۹۴
-کُنَّا نُوتَی بالشاربِ علی عهد رسول الله ﷺ: ۱۰۲
-کُنَّا نتکلَّمُ فی الصَّلاة، یُکَلِّمُ الرجُلُ صاحِبَهُ وهو إلی جنبه فی [زید بن ارقمؓ]: ۲۰
-کُنَّا نستمتعُ بالقُبضَةِ من التمرِ والدَّقیقِ الأیَّامَ: ۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

-كُنَّانُصِيبُ المغانم مع رسول اللهﷺ فكان يأتينا أنباطٌ مِن أنباط الشام:۴۴
-لِتَشُدَّعليهاإِزارَها ثم شأنك بأعلاها:۱۸۹
-لقد خشيت أن يطول بالناس زمانٌ حتى يقولَ قائلٌ:لانجدالرجم:۲۹٦
-لقد رقيتُ على ظهرِ بيتٍ فرأيتُ رسول الله ﷺ قاعداً على لَبِنَتَيْنِ[ابن عمرؓ]:۲۰
-لك مافوق الإزار:۱۸۹
-لوأنَّ الأنصار سَلكوا وادياًأوشِعباً لسلكتُ في وادي الأنصار:۱۴۰
-لم يكونويسألون عن الإسناد'فلماوقعت الفتنة قالوا:سَمُّوالنا[ابن سيرين]:۱۲۸
-لو كنتُ أناالقضيت بكذا'قال:فما يمنعك والأمرإليك؟[عمرؓ]:۹۱
-لولاالهجرة لكنتُ امرأمن الأنصار:۱۴۰
-ماأَرَدْتَّ بذلك؟:۹۸
-مافوق الإزار'و التعفف عن ذلك أفضل:۱۸۹
-مالَكَ؟قال:أصبتُ أهلي في رمضان:۵۳
-مامِن نبي بعثه الله في أمته قبلي إلَّا كان له من أمته حواريون :٦۷
-مايقولُ ذواليدين؟قالوا:صَدَقَ'لَمْ تُصَلِّ إلَّاركعتينِ'فصلَّى ركعتين وسلَّمَ':۲۱
-مَثَلِي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بنياناً فأحسنَهُ وأجمله:۱۴۲
-مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِعِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ:۵۰
-مَن تأمَّلَ خَلقَ امرأةٍ وهوصائمٌ بَطَلَ صومه:۱۸۵
-مَن عادَى لِيْ وليًّا فقدآذنتهُ بالحرب:۳۲۹
-مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِعِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْمَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ:۲۸۳'۲۹۱
-مَن قالَ في كتاب اللّهِ عزوجلَّ برأيه فأصاب فقدأخطأ:۲۸۳
-من قَتَلَ قتيلاً فله سَلَبُه:۷۲
-مَن قتل كافراً فله سَلَبه'فقتَلَ أبوطلحةَ يومئذعشرين وأخذسلاحهم:۸۴
-مَن نامَ وهوجالسٌ فلاوضوء عليه'فإذاوضع جنبه فعليه الوضوء:۲۰۸
-مَن وَلَدَت منه أمَتُهُ فهي معتقَةٌ عن دُبرٍ منهُ:۸۷
-مَهلاًياابن عباس'فإنَّ رسول الله ﷺ نهى عنها يوم خيبر وعن لحوم:۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

-الميّتُ يُعذَّبُ بِبُكاءِ أهله عليه :۳۲۲
-الميت يعذب فی قبره بالنياحة عليه:۲۴۰
-نحن الآخرون السابقون يوم القيامةِ'بَيدَأنهم أوتواالكتاب من قبلنا:۱۴۲
-نَضَّرَاللّٰهُ امْرَأًسَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَاوَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا:۳
-نَهٰی رسول اللّٰهﷺ أن تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْخالتها:۳۲۱
-هل تجدُ رقبَةً تُعتِقُها؟:۵۳
-والذی نفسی بيده لأقضيَنَّ بينكما بكتاب اللّٰه جَلَّ ذِكرُهُ:۲۱۸
-وِكاءُ السَّهِ العينان'فمن نامَ فليتوضأ:۲۰۷
-لاألفينَّ أحدكم متكئاً علی أريكته يأتيه الأمر:۶۷
-لا'إلَّاكتابُ اللّٰه'أوفَهْمٌ أُعطِيهُ رجلٌ مسلمٌ أوما فی هذه الصحيفة:۵۵
-لَاتُباشِرالمرأةُ المرأةَ فَتَنعتها لزوجها كأنَّهُ ينظرإليها:۲۰۰
-لاتُباشِرالمرأةُ المرأةَ'ولاالرجلُ الرجلَ:۲۰۱
-لاتسألونی ما دام هذاالحَبْرُ فيكم[ابوموسیٰ اشعری ﷺ]:۵۸
-لاتقوم الساعة حتی تقتتل فئتان عظيمتان تكون بينهما مَقتَلَةٌ عظيمةٌ :۱۴۳
-لا ندعُ كتاب ربنا وسنة نبيه ﷺ بقول امرأة:۹۶
-لايَحِلُّ دمُ امرئ مسلمٍ يشهدُ أن لا إلٰه إلّااللّٰه وأنی رسول اللّٰه إلّا بإحدیٰ :۱۴۸
-لايَحِلُّ للمرأةِ أن تصومَ وزوجهاشاهدٌإلَّا بإذنه:۱۴۳
-لايؤخذُ الحديث عن أربعةٍ[مالک]:۱۳۰
-لاينظرُالرجلُ إلی عورة الرجل'ولاالمرأةُ إلی عورة المرأة:۲۰۱
-يأيهاالناسُ!إني قد كنتُ أذِنتُ لكم فی الإستمتاع من النساء:۹۲
-ياابن أخي لاأُغَيرُ شَيئاً منه من مكانه[عثمان ﷺ]:۲۹۵
-يرحمُ اللّٰه'لقدأذكرنی كذاوكذاآيةً منسورةٍ كذاوكذا:۳۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرس اعلام

ابراہیم نخعی ۱۶
ابن تیمیہ ۱۱۵
ابن سیرین ۱۲۷
ابن شحنہ ۲۸
ابن صلاح ۱۱۴
ابن العربی المالکی ۴۲
ابن کثیر ۲۳۹
ابن ہمام ۹۳
ابن وزیر یمانی ۳۱۸
ابو اسحاق اسفرائینی ۱۱۴
ابو الحسن کرخی ۴۱
ابو السعود ۲۴۸
ابو الصہباء ۹۸
ابو طلحہ انصاری ؓ ۸۴
ابو علی غسّانی ۳۲۰
ابو مسلم اصفہانی ۲۴۳
ابو یوسف ۱۶
اسود نخعی ۱۶
اعمش ۱۵
بُدیل بن ورقاء ؓ ۷۹
بریرۃ رضی اللہ عنہا ۱۶
بزار ۳۲۷
ترمذی ۱۷
حاطب بن ابی بلتعہ ؓ ۸۴
دار قطنی ۳۱۹
ذوالیدین ؓ ۲۱
ڈاکٹر اقبال ۷
ڈاکٹر حمید اللہ ۱۳۸
رتن ہندی ۱۰۶
رُکانہ بن عبد یزید ؓ ۹۷
زمخشری ۳۰۷
زید بن خالد جہنی ؓ ۲۱۸
زین الدین ۲۱۷
سرخسی ۷۴
سلمہ بن اکوع ؓ ۳۰۲
سہل بن عمرو عامری ؓ ۷۹
شاہ عبد العزیز دہلوی ۲۴۲
شاہ ولی اللہ دہلوی ۷
طاؤس ۳۰
عامر بن واثلہ اسقع ؓ ۱۰۷
عباد بن بشر ؓ ۱۹۰
عبد العزیز بخاری ۷۴
عبد اللہ بن ابی اوفی ؓ ۴۴
عبد اللہ ابن ام مکتوم ؓ ۹۵
عبد اللہ بن سلام ۲۲۷
عبد اللہ بن مبارک ۱۲۸
عبد الوہاب شعرانی ۲۸
عطاء بن ابی رباح ۳۰
عقیل بن ابی طالب ؓ ۸۴
عمرو بن خارجہ ؓ ۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ	۸۵	محمد بن طاہر پٹنی ہندی	۱۳۴
فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا	۹۵	معاویہ بن قرۃ	۱۳۵
قتادۃ بن نعمان رضی اللہ عنہ	۸۳	نووی	۲۴
محمد انور شاہ کشمیری	۲۷۷	واحدی	۲۴
محمد بن حسن شیبانی	۸۰		

فہرس رُواۃ

[جن کی جرح یا تعدیل کی گئی]

ابن جریج	۵۶	علی بن زید بن جدعان	۲۱۴
ابو بکر جبلی	۱۶۱	لیث بن ابی سُلیم	۱۹۵
ابو جعفر جفری	۲۰۸	محمد بن دینار	۱۹۴
ابو فزارۃ	۴۰	محمد بن عبداللہ اِشنانی	۱۵۹
سعد بن اوس عبدی	۱۹۴	محمد بن یزید رفاعی	۲۴۱
سعید بن علی رازی	۹۶	معلّا بن منصور	۹۶
سفیان ثوری	۵۵	مؤمل بن اسماعیل	۵۵
عبدالرحمٰن بن زیاد	۴۰		

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرس مآخذ

[اِس تحقیق وتعلیق کے علمی منابع]

-الإتقان في علوم القرآن: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی
مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۹۸ھ=۱۹۷۸ء
-الإحسان في تقریب صحیح ابن حِبّان: الامیر علاء الدین علی بن بلبان الفارسی
تحقیق: شعیب اَرنووط' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء.
-إحکام الأحکام شرح عمدة الأحکام: تقی الدین ابوالفتح ابن دقیق العید
دار الکتب العلمیۃ بیروت.
-أحکام القرآن ابن العربي: ابوبکر محمد بن عبداللہ' تحقیق: علی محمد بجاوی
دار الجیل بیروت' ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء.
-أحکام القرآن جصّاص: ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی' سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء.
-أخبار أصبهان: کتاب ذکر أخبار إصبهان: ابونعیم احمد بن عبداللہ اِصبہانی' لیڈن' ۱۹۳۱ء.
-أدب الإملاء والإستملاء' ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی
دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء.
- اُردو دائرہ معارف اسلامیہ' دانش گاہ پنجاب' لاہور' ۱۳۹۸ھ=۱۹۷۸ء.
-الإستذکار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار: ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی
دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰ء.
-الإستیعاب لمعرفة الأصحاب: ابوعمر یوسف بن عبدالبر اس کتاب کے دو نسخوں سے استفادہ کیا:
-۱: دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶ء اس میں تراجم کے نمبر لکھے گئے ہیں اور کتاب ایک جلد میں چھپی ہے۔
-۲: دار إحیاء التراث العربي' ۱۳۲۸ھ' یہ الاصابۃ کے حاشیہ پر چار جلدوں پر مشتمل ہے' اس میں تراجم کے نمبر نہیں دیے گئے۔
-اُسدُ الغابة في معرفة الصحابة: عزالدین ابوالحسن علی بن محمد ابن الاثیر الجزری
تحقیق: خالد طرطوسی' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶ء.
-الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: علی بن محمد بن سلطان المعروف بملا علی قاری
تحقیق: محمد بن لطفی الصباغ' المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء.
-الإصابة في تمییز الصحابة: شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی
دارُ إحیاءِ التراث العربي بیروت' ۱۳۲۸ھ.
-اُصول السرخسي: ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی' دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ=۱۹۷۳ء.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

-الإعتصام: ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد شاطبی' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶م.
-أعلام الموقعين عن رب العلمين: شمس الدين ابو عبد الله محمد بن ابی بکر ابن القیم
تحقیق: محمد المعتصم باللہ البغدادی' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۵ھ=۲۰۰۴م.
-الأعلام قاموس تراجم لأشهر الرجال و النساء' خیر الدین زِرِکلی
دار العلم للملایین بیروت' ۱۹۸۴م.
-إكمالُ المُعْلِمِ بفوائد مُسلِم: ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی
تحقیق: ڈاکٹر یحییٰ اسماعیل' دار الوفاء منصورہ' ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۸م.
-امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات: عبدالقیوم حقانی القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرۃ خالق آباد
نوشہرہ' طباعت چودھویں ۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶م.
-الأنساب: ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی تعلیق: عبداللہ بن عمر البارودی
دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸م.
-الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث: حافظ ابن کثیر
تحقیق: ڈاکٹر بدیع السید اللحام' جمعیۃ إحیاء التراث الاسلامی' کویت ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴م.
-البحر الزَّخار المعروف بمسند البزار: ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار
تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ' مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ' ۱۴۰۹ھ=۱۹۸۸م.
-البحر المحيط: اثیر الدین محمد بن یوسف بن حَیّان اندلسی غرناطی
دار إحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۱ھ=۱۹۹۰م.
-البداية و النهاية: عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر قرشی دمشقی
تقدیم: ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن المرعشلی' دار إحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ=۲۰۰۱م.
-البدر الطالع بمحاسن القرن السابع: محمد بن علی شوکانی
مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر بالقاہرۃ ۱۳۴۸ھ.
-البرهان في علوم القرآن: بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی' در المعرفۃ بیروت.
-بصائر ذوی التمييز في لطائف كتاب العزيز: مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزابادی
دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ.
-بیس بڑے مسلمان: عبدالرشید ارشد' مکتبہ رشیدیہ لاہور' ۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹م.
-تاج التراجم: قاسم بن قطلوبغا' ایچ-ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی.
-تاریخ بَغداد: ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی' دار الفکر بیروت.
-التاريخ: یحییٰ بن مَعین' دراسۃ و تحقیق: ڈاکٹر احمد نور سیف
مرکز البحث العلمی مکۃ المکرمۃ ۱۳۹۹ھ=۱۹۷۹م.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

– تاریخ فقہ اسلامی، محمد خضری بک، ترجمہ: مولانا عبدالسلام ندوی، نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد۔
– التاريخ الكبير: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری، دارالباز مکۃ المکرمۃ۔
– تأويل مختلف الحديث: ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ، دارالجیل بیروت، ۱۳۹۳ھ=۱۹۷۳م۔
– التبصير في الدين و تمييز الفرقة الناجية: ابوالمظفر اسفرائینی، تحقیق: کمال یوسف الحوت عالم الکتب، بیروت۔
– تدريب الراوي في شرح تقريب النّواوی: جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی تحقیق: ڈاکٹر احمد عمر ہاشم، دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹م۔
– تذكرةُ الحُفّاظ: ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی، دارُ إحیاءِ التراث العربی بیروت۔
– تذکرہ علمائے ہند، تالیف: مولوی رحمان علی، ترجمہ: محمد ایوب قادری بی-اے پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۱م۔
– تذكرةُ الموضوعات: محمد طاہر بن علی پٹنی ہندی دارُ إحیاءِ التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ=۱۹۹۵م۔
– ترتيب المدارك لمعرفة أعلام مذهب مالك: قاضی ابوالفضل عیاض بن موسی الیحصبی ضبط وتصحیح: محمد سالم ہاشم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸م۔
– تعريف أهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس: شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی ابن محمد بن حجر عسقلانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۴م۔
– تفسير ابن جرير: جامع البيان فی تاويل القرآن: ابوجعفر محمد بن جریر طبری دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲م۔
– تفسير ابن أبي حاتِم: تفسير القرآن العظيم مسنداً عن رسول الله والصحابة والتابعين عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی، المکتبۃ العصریۃ بیروت، ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹م۔
– تفسير ابن كثير: تفسير القرآن العظيم: عمادالدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر قرشی دمشقی مکتبۃ دارالسلام ریاض، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸م۔
– تفسير أبي السعود: إرشادُ العقلِ السليم إلى مزايا القرآن الكريم: قاضی ابوسعود محمد بن محمد عمادی، دارُ إحیاءِ التراث العربی بیروت، ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴م۔
– تفسير الخازِن: علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی، وحیدی کتب خانہ پشاور۔
– تفسير القرطبي: الجامع لأحكام القرآن: ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷م
– التفسير للإمام فخر الدين الرازي: ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین قرشی طبرستانی دارُ إحیاءِ التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ=۱۹۹۷م۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

–تقریب التہذیب: احمد بن علی بن حجر عسقلانی' دار نشر الکتب الاسلامیۃ' لاہور' ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۵م.
–تلخیص المستدرک: شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی' دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ=۱۹۷۸م
–تلقیح فُهوم أهل الأثرفی عیون التاریخ والسیر: عبدالرحمٰن بن الجوزی
إدارۂ إحیاء السنۃ گھرجاکھ گوجرانوالہ.
–تہذیب تاریخ دِمَشق الکبیر: عبدالقادر بدران
دارُ إحیاءِ التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷م.
–تہذیب السنن: شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی' دار الفکر بیروت.
–تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: جمال الدین ابوالحجاج یوسف مِزّی
تحقیق: ڈاکٹر بشار عواد معروف' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۱۵ھ=۱۹۹۴م.
–تہذیب اللغۃ: ابومنصور محمد بن احمد ازہری' دارُ إحیاءِ التراث العربی ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۱م.
–توجیہ النظر إلی أصول الأثر: طاہر بن صالح بن احمد الجزائری' دار المعرفۃ بیروت.
–التمہید لمافی الموطأ من المعانی والمسانید' یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر قرطبی'
تحقیق: محمد عبدالقادر عطا' دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹م.
–الثقات: محمد بن حِبّان بن احمد ابوحاتم تمیمی بُستی' دار الفکر بیروت
–الجامع لآداب الراوی وأحکام السامع: ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی
تعلیق: ابوعبدالرحمٰن صلاح بن محمد بن عویضۃ' دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۱۷ھ=۱۹۹۶م.
–الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: عبدالقادر قرشی' میر محمد کتب خانہ کراچی.
–جامعُ بیان العلمِ وفضلہ: ابوعمر یوسف بن عبدالبر نمری
تحقیق: ابوالاَشبال الزہری دار ابن الجوزی الدمام' صفر ۱۴۲۷ھ.
–حجۃُ اللہِ البالغۃُ: شاہ ولی اللہ دہلوی' نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی.
–حِلیۃُ الأولیاء وطبقاتُ الأصفیاء: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی دار الفکر بیروت.
–الخصائص الکبری: ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی' دار الکتب العلمیۃ بیروت.
–الخِطَط المِقریزیّۃ: کتاب المواعظ والإعتبار بذکر الخطط والآثار: تقی الدین ابوالعباس
احمد بن علی بن عبدالقادر العبیدی المقریزی' دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸م.
–الدُّرَرُ الکامنۃُ فی أعیانِ المائۃِ الثامنۃ: احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد ابن حجر عسقلانی
دار الجیل بیروت' ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۳م.
–دو اسلام' ڈاکٹر غلام جیلانی برق' غلام علی اینڈ سنز لاہور.
–ردُّ المحتار علی الدر المختار: محمد امین بن عابدین شامی' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
–الرسالۃ: محمد بن ادریس شافعی' تحقیق: احمد محمد شاکر' تاریخِ طبع' نام ناشر وطابع ندارد.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- الرسالۃ القشیریۃ: ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸م۔
- روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی: سید محمود آلوسی بغدادی دارإحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰م
- الرَّوضُ الباسم فی الذَّبِّ عن سنة أبی القاسم ﷺ
- روضات الجنات فی أحوال العلماء والسادات: محمد باقر موسوی خوانساری اصبہانی دارالفکر بیروت۔
- زادالمعاد فی ھدی خیرالعباد: شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی تحقیق: شعیب ارنووط، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۲م۔
- سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرهاالسيئ فی الأمة، محمد ناصرالدین البانی مکتبۃ المعارف للنشر والتوضیع ریاض، ۱۴۲۰ھ=۲۰۰۰م۔
- سنن ابن ماجۃ: ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی، تعلیق: محمد فؤاد عبدالباقی، دارالفکر بیروت۔
- سنن أبی داؤد: سلیمان بن اشعث سجستانی ازدی، تعلیق: عزت عبید الدعاس دارالحدیث بیروت، ۱۳۸۸ھ=۱۹۶۹م۔
- سنن الترمذی: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ، تحقیق: احمد محمد شاکر دارالکتب العلمیۃ بیروت۔
- سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی، دارنشر الکتب الاسلامیۃ لاہور۔
- سنن الدارمی: ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سمرقندی، تحقیق: فواز احمد زمرلی دارالریان قاہرہ ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷م۔
- السنن الکبری: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، نشرالسنۃ ملتان۔
- السنن الکبری: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان البداری دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۱ھ=۱۹۹۱م۔
- سننُ النَّسائی الصُّغری، وھی المجتبیٰ: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان نسائی، ترقیم: عبدالفتاح ابوغُدَّۃ، دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ=۱۹۸۸م۔
- سؤالات حمزة بن يوسف السهمی للدارقطنی وغيره من المشائخ دراسۃ وتحقیق: موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر، مکتبۃ المعارف ریاض، ۱۴۰۴ھ=۱۹۸۴م۔
- سیر أعلام النبلاء: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۰ھ=۱۹۹۰م۔
- شاہ کار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، آٹھواں ایڈیشن۔
- شرح أصول اعتقاد أهل السنة: ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسین بن منصور لالکائی دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۳ھ=۲۰۰۲م۔
- شرح معانی الآثار: ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

-شرف أصحاب الحدیث: ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی
تحقیق: ڈاکٹر محمد سعید خطیب اوغلی' دار إحیاءِ السنة النبویة' انقرہ ۱۹۷۱م۔

-شُعَبُ الإیمان: ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' تحقیق: ابوہاجر محمد سعید بن بسیونی زغلول
دار الکتب العلمیة بیروت' ۱۴۱۰ھ=۱۹۹۰م۔

-الصِّحاح تاج اللغة و صحاح العربیة: اسماعیل بن حماد الجوہری
دار العلم للملایین بیروت' ۱۳۷۶ھ=۱۹۵۶م۔

-صحیح البخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ' ترقیم: عبدالعزیز بن باز
دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴م۔

-صحیح مسلم: ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیسابوری' ترقیم: محمد فؤاد عبدالباقی
المکتبة الاسلامیة استانبول' ترکیا۔

-صِفةُ الصَّفوَةِ: جمال الدین ابوالفرج ابن الجوزی' دار المعرفة بیروت' ۱۴۲۶ھ=۲۰۰۵م۔

-الضوء اللّامع لأهل القرن التاسع: محمد عبدالرحمٰن السخاوی' دار الفکر بیروت۔

-طبقات ابن سعد: الطبقات الکبری' ابن سعد' دار صادر بیروت' ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۵م۔

-العِبَرُ فی خَبَرِ مَن غَبَر: شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی' دار الکتب العلمیة بیروت۔

-عصمة الأنبیاء: فخر الدین رازی' دار الکتب العلمیة' بیروت

-عمدة القاری شرح صحیح البخاری: بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی' دار الفکر بیروت۔

-غایة النهایة فی طبقات القراء: شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد الجزری
مکتبة الخانجی مصر ۱۳۵۱ھ=۱۹۳۲م۔

-غریب القرآن: ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ' دار الکتب العلمیة بیروت' ۱۳۹۸ھ=۱۹۷۸م۔

-الغریبین فی القرآن والحدیث: ابوعبید احمد بن محمد ہروی' المکتبة العصریہ بیروت' ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹م۔

-الغُنیة لطالبی طریق الحق: عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ جیلانی
دار إحیاءِ التراث العربی بیروت' ۱۹۹۶م۔

-فتح الباری بشرح صحیح الإمام عبداللہ بن محمد بن اسماعیل البخاری
احمد بن علی بن حجر عسقلانی' دار نشر الکتب الاسلامیة لاہور' ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱م۔

-فتح القدیر: محمد بن عبدالواحد ابن ہمام' دار الفکر بیروت۔

-الفوائدُ البَهِیَّةُ فی طبقات الحنَفِیَّة: محمد عبدالحی لکھنوی' قدیمی کتب خانہ کراچی۔

-فیض الباری علی صحیح البخاری: من امالی الشیخ محمد انور الکشمیری
جمع وترتیب: محمد بدر عالم میرٹھی' دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۲۶ھ=۲۰۰۵م۔

-قاموس القرآن: حسین بن محمد بن ابراہیم بن عبداللہ الدامغانی' دار العلم للملایین بیروت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دارالکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۱۳ھ=۱۹۹۲م.

-نُزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر: عبدالحي بن فخر الدین حسنی طیب اکادمی ملتان' ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱م.

-هدايةُ الرُّواة إلى تخريج أحاديث المصابيح والمشكاة: حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی تخریج: محمد ناصر الدین البانی' دار ابن قیم الدمام' ۱۴۲۲ھ=۲۰۰۱م.

-هدىُ السّارى مقدمة فتح البارى: احمد بن محمد بن حجر عسقلانی' دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور.

-وفياتُ الأعيان وأنباءُ أبناء الزمان: ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس' منشورات الرضی قم ایران.

www.kitabosunnat.com

وكتبه العبد الضعيف النحيف

ڈاکٹر أبو سلمان سراج الإسلام حنيف

تغمدة الله برحمته ورضوانه

المكتبة الرحمانية
۹۹ - جے ماڈل ٹاؤن لاہور
نمبر ....18654....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

بَصَائِرُ السُّنَّةْ

کے اس حصہ میں

مسٹر پرویز کے اس ادّعاء کی تردید ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ منکرین حدیث تھے۔ اجتہاد اور اجتہاد کی قسموں اور ان چھ مسائل پر جن کی احادیث کو رئیس احمد صاحب جعفری نے غیر تشریعی احادیث بتلایا ہے اور ڈاکٹر برق صاحب اور اُن کے بابا رتن، خبر متواتر کا اِفادہ علم بدیہی اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثوں کی یقینی صحت، صحت حدیث کی عظیم شہادت اور عجمی سازش کے افسانہ تالیف بخاریؒ کے وقت حدیث کی کتابوں کے وجود، صحیح حدیث کی تعریف اور اس کی قسموں پر مفصل کلام ہے اور حدیث میں مباشرت کی مراد اور قرآن میں آیت رجم پر پوری بحث ہے۔

نسخ کا معنیٰ، اس کی دلیل، مثالیں اور نسخ کے بارے میں مسٹر پرویز کا فریب ظاہر کیا گیا ہے۔ تفسیر بالرأی پر کتاب و سنت کی روشنی میں تفصیلی بحث اور اہم اعتراضات پر عالمانہ اور شارحانہ تبصرہ ہے۔

دور حاضر میں فتنہ حجیت حدیث زوروں پر ہے، اس لیے یہ کتاب غور سے پڑھیے اور اپنا ایمان تازہ کیجیے۔

Printed by:
اِشاعَت اکیڈمی پشاور